الحمد للہ خالق الارض والسموات

کہ

جلد سوم

از کتاب لاجواب مفید شیخ و شاب مسمی بہ

فطرہ - اعتکاف -
زکوٰۃ - روزہ - فضائل قرآن

مرآۃ المناجیح

دعاؤں کا بیان
ذکر - استغفار

اردو ترجمہ و شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذوالمرات

مصنف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الزَّكٰوةِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا

زکوٰۃ کا بیان ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا ۲؎ تو فرمایا کہ تم اہل کتاب قوم کے پاس جارہے ہو ۳؎ تو انہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقینًا محمد اللہ کے رسول ہیں ۴؎ اگر وہ اس میں فرمان برداری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے اُن پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں ۵؎ پھر اگر وہ یہ بھی مان جائیں

۱؎ زکوٰۃ کے لغوی معنے ہیں پاکی اور بڑھنا۔ رب تعالٰے فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى چونکہ زکوٰۃ کی برکت سے نفس انسانی بخل کے میل سے پاک و صاف ہوتا ہے نیز اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے اس لیے اسے زکوٰۃ کہتے ہیں زکوٰۃ کا سبب بڑھنے والا مال ہے، اور اس کے شرائط اسلام، آزادی، عقل، بلوغ اور قرض سے مال کا خالی ہونا ہے، لہذا کافر، غلام، بچے اور دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں حق یہ ہے کہ زکوٰۃ کا اجمالی حکم ہجرت سے پہلے آیا، اور اس کی تفصیل ۲ھ میں بیان ہوئی۔ لہذا آیات قرآنیہ میں تعارض نہیں، کل چار مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے، سونا چاندی، مال تجارت، جنگل میں چرنے والے جانور، زمینی پیداوار (از مرقاۃ و اشعہ) تفصیل احکام کتب فقہ میں دیکھو۔ پیداوار کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے، باقی مال تجارت و سونے چاندی کا چالیسواں حصہ ۲؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور خود بنفس نفیس انہیں ثنیۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پیدل، اُن سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے، جس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرتے نہیں جارہے تھے، وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر ۳؎ اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں۔ اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔ ۴؎ یعنی صرف مشرکین کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی دعوت دو اور تمام کفار کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موحد کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں، اور یہ کہ کفار کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیے، اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام کرنا سنت ہے، اور یہ کہ حکام اور افسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں، حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیے۔ اور یہ کہ افسران حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں، ورنہ وہ تبلیغ نہیں کرسکتے۔ ۵؎ یعنے جب وہ مسلمان ہوجائیں تو انہیں نماز

لِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

تو انہیں سکھاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے ۱؎ جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہیں کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی ۲؎ پھر اگر یہ بھی مان لیں تو ان کے بہترین مالوں سے بچنا ۳؎ اور ستم رسیدہ کی بددعا سے (بچنا) کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں

کے احکام سکھاؤ کیونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے، اسی لئے کلمہ طیبہ کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، وتر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا، صرف پانچ نمازوں کا فرمایا، یا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرمادی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص حال کا ہے اسی لئے روزے کا ذکر نہیں، زکوٰۃ کا ہے، حالانکہ روزہ زکوٰۃ سے پہلے فرض ہو چکا تھا، لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث حنفیوں کے خلاف ہے۔

۱؎ یہاں اِن بمعنی اِذا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوٰۃ کے احکام سکھاؤ، آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ کہ نفرت دلانا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں تب تو زکوٰۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کردیں تو زکوٰۃ نہ سکھانا، کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہوجانے کی اجازت نہیں، لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوٰۃ کے لئے نماز شرط ہے۔ ۲؎ یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوٰۃ وصول کرکے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کمانے کے لئے ہے، بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کافر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، دوسرے یہ کہ بلاضرورت ایک جگہ کی تمام زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے، تیسرے یہ کہ مالدار صاحب نصاب زکوٰۃ نہیں لے سکتا، جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر ھم سے معلوم ہوا۔ ضرورۃً زکوٰۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو، یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو، لہذا اپنی کچھ زکوٰۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھیجنا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار آدمی ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ خود غنی ہی ادا کریگا، اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوٰۃ حاکم اسلام وصول کرکے اپنے انتظام سے خرچ کریگا، یہاں تُؤْخَذُ میں دونوں صورتیں داخل ہیں۔ ۳؎ یعنی زکوٰۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو، ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی پر، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ اس جملہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَھَبٍ وَّلَا فِضَّۃٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ صُفِّحَتْ لَہٗ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَیُکْوٰی بِھَا جَنْبُہٗ وَجَبِیْنُہٗ وَظَھْرُہٗ کُلَّمَا رُدَّتْ اُعِیْدَتْ لَہٗ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیُرٰی سَبِیْلُہٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَالْاِبِلُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَّا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا وَمِنْ

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی سونے چاندی والا نہیں جو اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے ۱؎ مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لئے آگ کے پترے بنائے جائیں گے ۲؎ پھر ان پر دوزخ کی آگ میں دھونکا جائیگا ۳؎ جس سے اس کے پہلو پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی ۴؎ جب بھی لائے جائیں گے تو لوٹائے جائیں گے ۵؎ یہ اس دن میں ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے حتے کہ بندوں میں فیصلہ کردیا جائے ۶؎ تو یہ جنت یا دوزخ کا اپنا راستہ دیکھے ۷؎ عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو اونٹ ۸؎ فرمایا ایسا کوئی اونٹ والا نہیں جو ان کا حق ادا نہ کرے اور

کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی کیونکہ امام الرحیم فرشد ہوا ہے یعنے معاذ تم حاکم بن کر یمن جاتے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم نہ مالی نہ زبانی، کیونکہ اللہ تعالے مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے اس میں درحقیقت تاقیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے، ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تھا لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لا یشعرون یعنی اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو، چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہٰذا اس حدیث سے صحابہ کا ظالم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے، کیونکہ فطرہ، قربانی یا حقوق العباد ادا نہ کرنے پر وہ وعید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔ ۲؎ یعنے اس کا سونا چاندی اولاً سخت گرم پترے بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے، پھر ان گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لئے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا، اس کی تفسیر قرآن کریم میں یوں ہے یوم یحمی علیھا فی نار جھنم۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوسکتے، نیز آگ کے پتروں کو پھر آگ میں دھونکنا سمجھ میں نہیں آتا۔ ۳؎ چونکہ یہ بخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا، انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا، اس لئے یہ دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے، جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اس نے ان سے ہی چوری کی۔ ۴؎ یعنے یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائیں گے تو تپا کر پھر اس کے بدن پر ہی لوٹائے جائیں گے، بار بار گرم کرکے لگائے جائیں گے۔ ۵؎ یعنے یہ داغا جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا رہے گا، لوگ اپنے حساب وکتاب میں مشغول ہوں گے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے، اور اس تکلیف کی وجہ سے اسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا، نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز۔ ۶؎ یعنے بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے، یُری معروف ہے یا مجہول یعنے یہ عذاب تو زکوٰۃ نہ دینے کا ہوا، اب اگر اور گناہ نہ ہوں یا ہوں تو رب تعالے بخش دے تو جنت میں بھیجدے اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزا میں کچھ عرصہ کے لئے دوزخ میں بھیجدے اس کو بھی۔

حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَّاحِدًا تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهٗ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ

اُن کا حق انہیں دوھنا بھی ہے انہیں گھاٹ پر لانے کے دن [1] مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ ان اونٹوں کے سامنے کھلے میدان میں اوندھا ڈالا جائیگا جن میں سے ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا یہ اونٹ اُسے اپنے سُم سے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے [2] جب آس پر پہلا گذرے گا تو پچھلا اونٹ واپس ہوگا [3] یہ اس دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے [4] تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ پھر گائے بکریاں [5] فرمایا ایسا کوئی گائے اور بکریاں والا نہیں جو ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ دیتا ہو [6] مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اُن کے سامنے کھلے

توجیہ قوی ہے یہ کہ پیسے سونے چاندی تو تپیل کرتیا کر لگائے جائیں گے، اگر اونٹوں کی زکوٰۃ نہ دی ہو تو ان کی سزا کیا ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے۔

[1] عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لئے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے، اُس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا اونٹ والے اونٹنیاں دوھ کر اُن فقراء اور مسافروں کو دودھ پلا دیتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ دودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے خیال رہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ تو فرض ہے مگر یہ دودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوٹنے پر عذاب نہیں ہوتا لہذا یا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنی شروع اسلام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا مرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پیاسی اونٹنیوں کو نہ دوہو صرف گھاٹ پلانے کے دن پانی پلا کر دوھو یہ بھی خشک سال کے زمانہ کے احکام میں سے ہے۔ [2] یعنے اس بخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اوندھا ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائیگا، یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہونگے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔ [3] یعنے یہ روندنے والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہونگے کہ اس پر یہ قطار ہو تو گذر جائے اور اس کا چھٹکارا ہو جائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہونگے، اور آخری اونٹ کے گذرنے پر پھر پہلا اونٹ اس پر آجائیگا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنے آخری کا ذکر پہلے تھا اُولیٰ کا بعد میں، جیساکہ مسلم کی بعض روایات میں ہے، مبالغہ کے لئے آخری کو اُولیٰ فرما دیا گیا یعنے اس طرح لگاتار ہو کر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہو جائیگا اور پہلا پچھلا، چونکہ اس کا بخل بھی دائمی تھا اس لئے یہ سزا بھی دائمی ہوگی، درمیان میں وقفہ نہ ہوگا کہ اسے کچھ آرام مل جائے۔ [4] ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوٰۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے [5] منہا میں مِنْ بمعنی اجل یا بمعنی لام ہے یعنے بکریوں کی وجہ سے جو زکوٰۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوٰۃ میں جانور کا دیا جانا ضروری ہے بلکہ جانوروں کی قیمت بھی دے سکتے ہیں (مرقات)

قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَالْخَيْلُ قَالَ فَالْخَيْلُ ثَلٰثَةٌ هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ لَهُ

میدان میں ڈالا جائیگا جن میں سے کوئی جانور کم نہ ہوگا ان میں نہ تو کوئی مڑے سینگ والا ہو نہ منڈا نہ ٹوٹے سینگ والا ہو[۱] یہ اسے اپنے سینگوں سے گھونپیں اور کھروں سے روندیں گے[۲] جب بھی پہلا گذرے گا تو پچھلا واپس ہوگا یہ اس دن ہوتا رہیگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے[۳] تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو گھوڑا فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہیں[۴] ایک کے لئے گھوڑا گناہ ہے دوسرے کے لئے آڑ تیسرے کے لئے ثواب[۵] جس کے لئے گھوڑا گناہ ہے وہ تو وہ شخص ہے جو دکھلاوے شیخی اور مسلمانوں کی عداوت کے لئے گھوڑا باندھے اس کے لئے

[۱] یعنی اگرچہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینگ والی بھی تھیں اور بعض بالکل منڈی، مگر قیامت میں سب کے نوکیلے سینگ ہونگے خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالٰی نے فرمایا ہے اول خلق نعیدہ پھر بعد میں ان کے حالات بدل دیں گے، لہٰذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے بعد میں سب کو سینگ مل جائیں گے، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ [۲] عربی میں گائے بھینس کے کھر کو ظلف کہتے ہیں جمع اظلاف، اور گھوڑے کی ٹاپ کو سُم یعنی بخیل کے یہ جانور اسے سینگ بھی گھونپیں گے اور کھروں سے بھی روندیں گے، خیال رہے کہ قربانی کے جانور پر سخی خود سوار ہوگا اور بے زکوٰتے جانور بخیل پر سواری کریں گے، جیسے اچھے معدہ والا بقدر ضرورت کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہوجاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے۔ [۳] اس کی شرح پہلے گذر چکی یعنی قیامت کے دن دوران حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی۔ مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔ [۴] خیال رہے کہ احناف کے نزدیک سائمہ گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے شوافع کے ہاں نہیں، لہٰذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنی ان میں فقط زکوٰۃ کا سوال نہ کرو بلکہ غیر سائمہ یعنی گھر کھلانے والا گھوڑا سواری کے لئے بھی ہو جس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اس کا بھی یہ حکم ہے، اگر گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہ ہوتی، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خچر گدھوں کی طرح یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا۔ لہٰذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے، جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالٰی نے جواب دیا فلاں فلاں جگہ خیرات کرو (قرآن کریم) یعنی جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ سائل کے حال کے مطابق ہے۔ [۵] یعنی پالتو گھوڑا جو تجارت کے لئے نہ ہو وہ کسی کے لئے ثواب کا باعث ہے کسی کے لئے عذاب کا اور کسی کے لئے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لئے اس کی نیت کے

وِزْرٌ وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهٗ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ ظُهُوْرِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِيَ لَهٗ سِتْرٌ وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِيْ مَرْجٍ وَرَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا كُتِبَ لَهٗ عَدَدَ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَكُتِبَ لَهٗ عَدَدَ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ

گناہ ہے۱؎ اور جس کے لیے گھوڑا پردہ ہے وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لیے گھوڑا باندھے۲؎ پھر اس کی پیٹھ میں اللہ کا حق بھولے۳؎ نہ اُن کی گردنوں میں۴؎ وہ گھوڑے اُس کا پردہ ہیں۵؎ لیکن وہ گھوڑے جو اُس کے لیے ثواب ہیں وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لیے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھے۶؎ تو وہ گھوڑے اُس چراگاہ یا باغ میں کچھ نہیں کھاتے مگر جس قدر کھاتے ہیں اسی قدر اس کے حق میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اُن کے لید و پیشاب برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۷؎

اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں، جیسی نیت ویسا پھل یہی حکم عمارتیں بنانے اعلیٰ لباس پہننے کا ہے۔

۱؎ یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل و خوار نظر آئیں، اور اگر کسی مسلمان سے میری لڑائی ہو جائے، تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے خلاف جنگ کروں، اپنی ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں، جیسا کہ عام نمبردار، چوہدری اور چور ڈاکو گھوڑے اسی لیے رکھتے ہیں، ایسے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے۔ ۲؎ یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں، وہ تو تیسری قسم میں آئیگا بلکہ اللہ کی راہ سے مراد اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کرنا ہے، کیونکہ مسلمان کا دنیا کمانا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کیلئے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی سبیل اللہ ہے، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۳؎ اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لئے عاریۃً گھوڑا دیدے جس سے وہ اپنا کام نکال لے یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا بلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکالنا ہے خیال رہے کہ نر گھوڑے، بیل، بھینسے اور بکرے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے، وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئیگا۔ ۴؎ گھوڑے کی پیٹھ کا حق تو ابھی مذکور ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لئے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے فی سیکڑہ ڈھائی روپے یہ حدیث امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ سائمہ اور تجارتی گھوڑے میں زکوٰۃ ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے حقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آگئے تھے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مومن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ نہیں وہاں گھوڑے سے مراد یا تو غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو، اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوٰۃ میں ملاحظہ کریں۔ خیال رہے کہ صرف گھوڑوں یا صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوٰۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار یعنی اشرفی ادا کرے یا اس کی قیمت لگا کر ہر ستاون روپے سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دے، چنانچہ حضرت عمر نے عبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ حکم دو (ہدایہ، کفایہ وغیرہ)۔ ۵؎ یعنی دنیا میں اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پردہ ہیں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پردہ ہوں گے یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے۔ ۶؎ یعنی جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لئے لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ بھی فرمایا

وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ اٰثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا
حَسَنَاتٍ وَّلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّسْقِيَهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ
لَهٗ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ
اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

اور ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گھوڑے اپنی رسی توڑ کر ایک دو ٹیلوں پر چڑھ جائیں مگر اللہ ان کے نشانِ قدم اور لید کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے [1] اور ان کا مالک انہیں کسی نہر پر نہیں گزرتا جس سے وہ کچھ پی لیں حالانکہ مالک پلانے کا ارادہ بھی نہ کرتا ہو مگر اللہ ان کے پینے کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے [2] عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو گدھے فرمایا گدھوں کے متعلق اس جامع آیت کے سوا کچھ حکم نازل نہ ہوا جو ذرہ بھر نیکی کریگا اسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کریگا وہ دیکھے گا [3] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے

گیا اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگانِ خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے۔ عربی میں مرج اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو۔ [2] کیونکہ اس گھاس کھانے اور پیشاب و لید وغیرہ سے ان گھوڑوں کی بقا ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے۔ نیز یہ چارہ و گھاس مالک نے اپنے مال سے کھلوایا اور یہ لید پیشاب اسی چارہ سے بنا، معلوم ہوا کہ نیکی متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہے۔

[1] یعنی گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پئیں، وہ تو اس مالک کے لئے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ رسی کو توڑ کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے۔ خیال رہے کہ ثواب کے لئے اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں، مسجد جانے والا اگر مر بھی جائے تو اُسے قبر میں ثواب پہنچتا رہتا ہے، جاتے وقت کی نیت قیامت تک کام آتی ہے، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، خیال رہے کہ لید پیشاب کا ذکر فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلۂ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پوچھنا اور پھر مالک کے درجہ کا کیا کہنا، گھوڑا صرف مثال کے لئے ہے، اب گولہ بارود، بندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لئے ہوں سب کا یہی حکم ہے۔ [2] یعنی یہ سب کام کرتا ہے گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک، اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس کی وجہ ابھی بیان ہو چکی۔ [3] یعنی گدھوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، خچر وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے تو ان میں ثواب ہے اور اگر بدنیتی سے پالے گئے تو عذاب اور اگر دنیوی کاروبار کے لئے ہیں تو نہ ثواب نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ تھوڑے ہیں اور معانی و احکام بہت زیادہ، اس لئے اسے جامعہ فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ

آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ لَهٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا اِلَّا اُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْظَمَ مَا يَكُوْنُ وَاَسْمَنَهٗ تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ

اللہ مال دے ۱؎ پھر وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے سامنے گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کے دو گیسو ہونگے ۲؎ قیامت میں اس کا طوق ہوگا پھر اس کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر حضور انور نے یہ آیت تلاوت کی جو بخل کرتے ہیں الآیہ ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ایسا کوئی شخص نہیں جس کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں ہوں جن کا حق ادا نہ کرتا ہو ۱؎ مگر وہ جانور قیامت کے دن اتنے بڑے اور موٹے جتنے ہو سکتے ہیں کرکے لائے جائیں گے وہ اپنے کھروں سے اسے روندیں گے اور اپنے سینگ گھونپیں گے جب

ایک ہی بے مثال آیت ہے۔ اس لئے خانۃ فرمایا گیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے۔ گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ہاں اگر گدھے وخچر تجارتی ہیں تو ان میں زکوٰۃ تجارت ہوگی ۔ ۱؎ وہ مال جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اونٹ بھی بقدر نصاب جس میں وجوب زکوٰۃ کی ساری شرطیں موجود ہوں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے، لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مال پر زکوٰۃ واجب ہو۔ ۲؎ جب تیتے زہریلے سانپ کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کے پھن پر قدرتی بال جم جاتے ہیں اور جب بہت زیادہ عمر ہوتی ہے تو اس کا زہر اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ اس کی گرمی اور خشکی سے اس کے یہ بال جھڑ جاتے ہیں اسے اردو زبان میں گنجا سانپ کہتے ہیں اور عربی میں شجاع اقرع، ان میں خبیث ترین وہ ہوتا ہے جس کی آنکھوں پر دو کالے داغ ہوتے ہیں اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس جل جاتی ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بے زکوٰۃ مال قیامت کے دن اس سانپ کی شکل کا ہوگا، چونکہ یہ بخیل بھی اپنے مال پر سانپ کی طرح بیٹھ گیا تھا کہ کوئی عزیز اس کے مال کی ہوا بھی نہ پا سکتا تھا اس لئے آج وہ مال اس کے لئے سانپ بن گیا، یہ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں دنیا میں بھی مال بشکل سانپ خواب میں نظر آتا ہے۔ بعض لوگ جب مال دفن کرتے ہیں تو اس میں پہرے کا سانپ بنا کر بٹھا دیتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پھر اس میں قدرتی جان پڑ جاتی ہے۔ ۳؎ قیامت کے مختلف مقامات ہیں اور اس کے مختلف حالات کبھی بخیل کا سونا چاندی اور سارا مال اس کے گلے کا سانپ ہوگا اور کبھی اس کا سونا چاندی آگ میں تپایا جائیگا جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے یا بعض مال سانپ بنے گا اور بعض سے داغ لگے گا لہذا یہ حدیث اور مذکورہ آیت شریف داغ والی احادیث اور آیات کے خلاف نہیں، یہ خیال رہے کہ یہ سانپ اس کے جبڑے چبائیگا اور اس میں اپنے زہر کا ڈنک دے گا جس سے اس بخیل کو تکلیف سخت ہوگی مگر جان نہ نکلے گی۔ ۴؎ یہاں حق سے مراد شریعت کا حق فرضی ہے یعنے زکوٰۃ، کیونکہ نفلی حق کے ترک پر عذاب نہیں ہوتا، جو کبھی بھی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی بھی یہی سزا ہے اور گنتی والی

أُخْرٰهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُوْلٰهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ
عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْيَصْدُرْ عَنْكُمْ
وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبِيْ بِصَدَقَتِهٖ

بھی آخری گذر جائے گا تو پہلا لوٹایا جائیگا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے ؎۱ (بخاری ومسلم) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والا آئے ؎۲ تو وہ تم سے راضی ہو کر لوٹے ؎۳ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے ؎۴ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی ؎۵ تو آپ فرماتے الٰہی فلاں کی اولاد پر رحمتیں نازل کر ؎۶ میرے والد اپنا صدقہ لائے

زکوٰۃ دیتا ہو مگر کبھی نہ دی یا پوری نہ نکالی، اس کو بھی یہی سزا کیونکہ یہاں لَا يُؤَدِّيْ مطلق ہے ؎۱ اس کی سزا پہلے گذر چکی یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ یہ وہی دنیا کے جانور ہونگے مگر جو منڈے تھے وہ موٹے ہو کر جو بے سینگ تھے وہ سینگ والے ہو کر اس بخیل پر مسلط ہونگے اور بخیل کو یہ عذاب دوران حساب ہی ہوگا کہ لوگ حساب دے رہے ہونگے اور یہ پڑا ہوا کچلا جا رہا ہوگا دوزخ کا عذاب اگر ہوا تو اس کے علاوہ ہوگا اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قیامت میں جن وانس کی طرح جانور بھی زندہ کئے جائیں گے مگر دوزخ یا جنت میں بھیجے نہ جائیں کیونکہ دوزخ صرف جن وانس کیلئے ہے اور جنت صرف انسان کیلئے بلکہ انہیں میں ایک دوسرے کا بدلہ دینے کے لئے فاسق مالکوں کو سزا دینے اور متقی مالکوں کی خدمت کرنے کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ قربانی کا جانور مالک کی سواری ہو کر اسے پلصراط سے پار اتار دے گا اس کے بعد جانور مٹی کر دیئے جائیں گے، دوسرے یہ کہ اگر ایک جانور چند شخصوں کی ملکیت میں رہا تھا اور وہ سب بخیل تھے تو ان تمام مالکوں کو اپنے قدموں سے روندیں گے اور اگر کوئی جانور پہلے بخیل کی ملکیت میں رہا پھر دوسرے مالک کے پاس قربانی میں ذبح ہوا تو بخیل کو روندے گا اور اس کے بعد قربانی والے کی سواری بنے گا ؎۲ مال ظاہری یعنی جانور اور پیداوار کی زکوٰۃ سلطان اسلام وصول کرتے لہذا آپ صحیح مصرف پر خرچ کرتے تھے یہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بہت آدمی ملازم رکھے جاتے تھے انہیں مصدق بھی کہتے تھے اور عامل بھی سرکار فرماتے ہیں کہ ہمارا یا ہمارے بعد اسلامی عادل بادشاہوں کا زکوٰۃ وصول کرنے والا آدمی تمہارے پاس آئے ؎۳ اس طرح کہ تم اس سے خندہ پیشانی سے ملو اور سارا ظاہری مال اسے دکھا دو تاکہ وہ آسانی سے حساب کرکے زکوٰۃ وصول کرے اسے دیکھ کر غمگین نہ ہو، مال چھپانے کی کوشش نہ کرو ٹال مٹول سے کام نہ لو بلکہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ بھی خوشدلی سے دی جائے اور مسکین کو خوش کرکے دی جائے۔ خدا کا شکر کیا جائے کہ اس نے ہمیں دینے کے قابل کیا نہ کہ لینے کے ؎۴ یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں اور یہ عبداللہ کوفہ کے آخر صحابی ہیں جنہوں نے وہاں وفات پائی ۸۷ھ میں ؎۵ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صدقہ سے مراد سونے چاندی وغیرہ باطنی مالوں کی زکوٰۃ ہے کیونکہ ظاہری مالوں کی زکوٰۃ تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا عامل جا کر خود ان کے گھروں سے لاتا تھا صحابہ کرام کی عقیدت یہ تھی کہ جہاں تک صدقات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دست

فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَتِهٖ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَالْعَبَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ فَقِيْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ

تو آپ نے فرمایا الٰہی ابی اوفٰی کی اولاد پر رحمت کر ۱ (مسلم، بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب کوئی شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا صدقہ لاتا تو آپ فرماتے الٰہی اس پر رحمت کر روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو صدقہ پر عامل بنا کر بھیجا عرض کیا گیا کہ ابن جمیل ۲ نے اور خالد ابن ولید اور عباس نے نہ دیا ۳ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل تو صرف اس لیے انکار کرتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ رسول نے اسے غنی کر دیا ۴ لیکن خالد پر تم زیادتی کرتے ہو انہوں نے تو اپنی زرہیں

جا مبارک خیرات فرمائیں تاکہ اس ماحضر کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے اب بھی مسلمان ایصال ثواب کرتے وقت پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام شریف لیتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے ۲ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وہ دعا ہے، حق یہ ہے کہ غیر نبی پر مستقلًا درود پڑھنا منع ہے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد فرمانا آپ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ درود شریف آپ کا حق ہے آپ جس کو چاہیں اپنا حق دیں، بعض نے فرمایا یہاں صلوٰۃ لغوی معنی میں ہے مگر پہلا قول قوی ہے از مرقات ولمعات، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس آیت پر عمل تھا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ سنت یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا دینے والے کو دعائیں دے مگر احتیاط یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اس وقت دعا کے لیے بھی نہ کہے کہیں یہ دعا کرانا اس صدقہ کا عوض نہ بن جائے دیکھو صحابہ اس وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کے لیے نہیں کہتے تھے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم دعائیں دیتے تھے، تو وہ ایسے کریم ہیں کہ عطا کر کے دعا دیتے ہیں شعر

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا | خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

۱ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفٰی پر خدا کا شکر ہے کہ ان پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہیں اور ان کے والد کو بھی مل چکی ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہاں لفظ آل زائد ہے مگر حق یہ ہے کہ آل اپنے معنی ہی میں ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم صرف ان لوگوں ہی کو نہیں بلکہ ان کے بال بچوں سارے گھر والوں کو بھی دعائیں دیتے تھے ۲ مصنف نے فضل صحابہ میں فرمایا کہ ابن جمیل کا ذکر صرف کتاب الزکوٰۃ میں آیا اس کے نام کا پتہ نہیں، فتح الباری میں ہے کہ اس کا نام عبداللہ یا حمید تھا پہلے یہ غریب آدمی تھا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مالداری کی دعا کرائی پھر مالدار ہو کر منافق ہو گیا اور زکوٰۃ کا انکار کرنے لگا اسی کے بارے میں یہ آیت کریمہ آئی وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ یہ شخص صدر تفسیری میں منافقت پر ہی فوت ہوا، خیال ہے کہ ابن جمیل نے واجب زکوٰۃ کا انکار نہ کیا تھا ورنہ مرتد اور واجب القتل ہوتا بلکہ حیلے بہانے بنائے جس سے اس کی کمینگی کا اظہار ہوتا ہے ۳ ابن جمیل نے تو علاوہ دو بزرگوں نے کسی

أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اللہ کی راہ میں وقف کردیں ۱؎ رہے عباس تو ان کی زکوٰۃ ساتھ میں اتنی اور میرے ذمہ ہے ۲؎ پھر فرمایا اے عمر کیا تمہیں خبر نہیں کہ انسان کا چچا اس کے باپ کے برابر ہوتا ہے ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو حمید ساعدی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو جنہیں ابن لتبیہ کہا جاتا تھا صدقہ پر عامل بنایا ۴؎ جب وہ واپس ہوئے تو بولے یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ۵؎ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا

[illegible] اس سے معلوم ہوا کہ حاکم یا استاد سے رعایا یا شاگردوں کی پس پشت شکایت کرنا جائز ہے یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے [illegible]؎ یعنی جمیل کا زکوٰۃ نہ دینا محض کفران نعمت کی بنا پر ہے کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے ہیں، دیکھو یہاں بظاہر تینوں صاحبوں سے ایک فعل واقع ہوا مگر ملامت صرف ایک پر کی گئی جس کے دل میں کھوٹ تھا، دوسرے یہ کہ یہ کہہ سکتے ہیں اللہ رسول غنی کرتے ہیں اللہ رسول دونوں جہان کی نعمتیں بخشتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے أَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ اور فرماتا ہے أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ شرک کہنے والے ان آیات و احادیث میں غور کریں۔ ۱؎ یعنی خالد اتنے سخی ہیں کہ انہوں نے نفلی طور پر اپنا سامان جنگ تک وقف کر دیا ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ فرضی ادا نہ کریں ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی ہی نہیں تم نے غلطی سے ان سے مطالبہ کیا، یا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے اپنا سب کچھ حتی کہ سامان جنگ بھی وقف کر دیا اور مال وقف میں زکوٰۃ نہیں ہوتی، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کچھ وقف کر دینے سے نصاب کی زکوٰۃ کیسے معاف ہوگئی، اس جملے سے معلوم ہوا کہ منقول چیزوں کا وقف مطلقاً جائز ہے یہی امام محمد کا قول ہے شیخین کے نزدیک منقول چیز غیر منقول کے تابع ہو کر وقف ہو سکتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ واقف کا موقوف کو اپنے قبضہ میں رکھنا درست ہے جیسے بعض واقفین اپنی زندگی بھر تولیت اپنے لئے مقرر کر لیتے ہیں ۲؎ اس جملہ کی تفسیر میں بہت قول ہیں بعض نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دو سال کی زکوٰۃ پیشگی وصول فرما چکے تھے، بعض نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے وصول کر لیں گے ہم اس کے ضامن ہیں مگر یہ تفسیریں جملے کے موافق نہیں، ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زکوٰۃ اپنے ذمہ لی اور فرمایا ان سے مت مانگو ان کی زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اتنا ہی صدقہ نفلی ان کی طرف سے ہم ادا کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ مالی عبادتوں میں نیابت جائز ہے یعنی ایک دوسرے کی طرف سے ادا کر سکتے ہیں حضرت عباس حضور علیہ السلام کے احسانات کے پہلے ہی عادی تھے انہیں خبر تھی کہ حضور انور میری زکوٰۃ ادا کر دیں گے ۳؎ لہٰذا حضرت عباس جو میرے چچا ہیں وہ میرے والد حضرت عبد اللہ کی مثل ہیں اس لئے مجھ پر ان کی خدمت لازم ہے ان کی زکوٰۃ ادا کرنا یہ بھی ان کی خدمت ہے، اور اے عمر تم ان پر نہ تقاضا کرنا نہ ملامت بلکہ میرے اس رشتہ کی وجہ سے ان کا ہمیشہ ادب کرنا لازم تھا۔

وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِّنْكُمْ عَلٰى اُمُوْرٍ
مِمَّا وَلَّانِىَ اللّٰهُ فَيَاْتِىْ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اُهْدِيَتْ لِىْ فَهَلَّا
جَلَسَ فِىْ بَيْتِ اَبِيْهِ اَوْ بَيْتِ اُمِّهٖ فَيَنْظُرَ اَيُهْدٰى لَهٗ اَمْ لَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يَاْخُذُ
اَحَدٌ مِّنْهُ شَيْئًا اِلَّا جَاءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَحْمِلُهٗ عَلٰى رَقَبَتِهٖ اِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَّهٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرًا لَّهٗ
خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَةَ اِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ

اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا حمد و ثنا کے بعد سنو کہ ہم تم میں سے بعض کو ان چیزوں پر عامل بناتے ہیں جن کا اللہ نے ہمیں والی بنایا ۱؎ تو ان میں سے بعض آکر کہتے ہیں کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ نذرانہ دیا گیا تو وہ اپنے آبا یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا پھر دیکھتا کہ اسے نذرانہ ملتا ہے یا نہیں ۲؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس میں سے کچھ نہ لے گا مگر قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھا کر لائیگا ۳؎ اگر اونٹ ہے تو وہ بلبلاتا ہوگا یا گائے ہے تو وہ چیختی ہوگی یا بکری کہ ممیاتی ہوگی ۴؎ پھر حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ ہم نے حضور کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر عرض کیا الٰہی کیا میں نے تبلیغ کر دی

خیال رہے کہ صنو ایک جڑ کے دو درختوں کو کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ چونکہ چچا اور والد دادا کی اولاد ہوتے ہیں اس لئے اس [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صنو فرمایا۔ ۲؎ ان صاحب کا نام عبداللہ ہے قبیلہ بنی لتب کے ہیں جو قحطان کا مشہور قبیلہ ہے (مرقات و لمعات)۔ ۳؎ یعنی ان کے پاس وصول کردہ زکوٰۃ حصہ یا وہ مال تھا جو زکوٰۃ دینے والوں نے انہیں بطور ہدیہ علاوہ زکوٰۃ دیا تھا یہ ان صحابی کی انسانی دیانتداری ہے کہ اس ہدیہ کو گھر نہ رکھ گئے سب کچھ بارگاہ شریف میں پیش کر دیا اور اصل واقعہ بیان کر دیا۔

۱؎ یعنی صدقات زکوٰۃ وصول کرنا ہمارے ذمہ ہے تم لوگ ہمارے نائب ہو کر جاتے ہو اور ہمیں تو صدقہ دینے والوں سے ہدیہ لینا منع ہے تو تمہیں کیسے جائز ہوگا ۲؎ یعنی یہ نذرانہ نہیں ہے بلکہ رشوت ہے کہ اس کے ذریعہ صاحب نصاب آئندہ اصل زکوٰۃ سے کچھ کم کرانے کی کوشش کریگا، نیز جب سے کام کا ہوتا ہے ہم عیسٰی ہیں تو یہ ہدیہ کیا چیز ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ حکام کے نذرانے اور خاص دعوتیں رشوت ہیں، ہاں حاکم عام دعوت ولیمہ وغیرہ کھا سکتا ہے نیز جو نذرانے، ہدیہ اور ڈالیاں اس کے حاکم بننے کے بعد شروع ہوں سب رشوتیں ہیں، ہاں جن لوگوں کے ساتھ اس کا پہلے ہی سے لین دین ہو اور اس کے معزول ہونے کے بعد بھی وہی لین دین رہے وہ رشوت نہیں، جیسے عزیز و اقارب دوستوں یا احباب نیوتے بھاجی وغیرہ ان مسائل کی اصل یہ حدیث ہے۔ ۳؎ یعنی جو عامل زکوٰۃ میں چوری یا خیانت کرے یا زکوٰۃ دینے والوں سے رشوت وصول کرے غرضکہ بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی طرح بھی حقیقۃً یا علانیۃً کچھ لے مفتوحًا ان سب کو شامل ہے (مرقات) غرضکہ یہاں زکوٰۃ کی چوری ہی مراد نہیں کیونکہ ان صاحب نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ ۴؎ خیال رہے کہ یہاں تو گردن کے اٹھانے کا ذکر ہے مگر قرآن شریف میں پیٹھوں پر لادنے کا ارشاد ہوا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ کیونکہ آیت میں کفار کا ذکر ہے اور یہاں گنہگار مسلمان کا، چونکہ کفار کے گناہ زیادہ اور بھاری ہونگے اس لئے وہ پیٹھوں پر لادینگے اور مسلمان گنہگار کے گناہ ان سے کم اور

اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ الْخَطَّابِيُّ وَفِي قَوْلِهِ هَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيْهِ فَيَنْظُرَ أَيُهْدٰى إِلَيْهِ أَمْ لَا دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ كُلَّ أَمْرٍ يُتَذَرَّعُ بِهِ إِلَى الْمَحْظُوْرِ فَهُوَ مَحْظُوْرٌ وَكُلُّ دَلِيْلٍ فِي الْعُقُوْدِ يُنْظَرُ هَلْ يَكُوْنُ حُكْمُهُ عِنْدَ الْاِنْفِرَادِ كَحُكْمِهِ عِنْدَ الْاِقْتِرَانِ أَمْ لَا هٰكَذَا فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ٭ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اے مولیٰ کیا میں نے تبلیغ کردی ۱؎ (مسلم، بخاری) خطابی نے فرمایا کہ حضور انور کے اس فرمان میں کہ وہ اپنی ماں کے گھر یا باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا کہ دیکھتا کیا اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں اس کی دلیل ہے کہ جس ممنوع کام کا ذریعہ بنایا جائے وہ بھی ممنوع ہے ۲؎ اور جو چیز عقدوں میں داخل ہو اس میں غور کیا جائے کہ آیا اس کا علیحدہ کا حکم دوسرے ملنے کے حکم کی طرح ہے یا نہیں ۳؎ شرح سنہ میں یوں ہی ہے۔ روایت ہے حضرت عدی ابن عمیرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

لٹکے ہوں گے جس سے گردن پر اٹھائیں گے، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیٹھ کی انتہا گردن ہے، لہذا گردن پر اٹھانا گویا پیٹھ پر ہی اٹھانا ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے ۲؎ یعنے اگر خیانۃً یا رشوۃً اونٹ گائے بکری یا کوئی اور جانور بھی لیا ہوگا تو اسے بھی اپنی گردن پر اٹھائے پھرے گا، اس کے بوجھ سے بھی اور ان آوازوں کی وجہ سے سب میں بدنام بھی ہوگا۔ معلوم ہوا کہ شکلیں بدل کر قیامت میں انسان پر سوار ہوگا، اور بیان انسان پر سوار ہوں گی۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰے قیامت میں مسلمان کے عیب نہ کھولے گا، نہ گنہگاروں کو رسوا فرمائے گا، مگر جو بے غیرت دنیا میں علانیہ گناہ کریں، اور ان پر فخر بھی کریں وہ ضرور کھلیں گے، لہذا یہ حدیث عیب پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔ ۳؎ سبحان اللہ کیا پاکیزہ عرض و معروض ہے، رب تعالٰے سے کہہ رہے ہیں بندوں کو سنا رہے ہیں کہ میں اپنے فرض تبلیغ سے فارغ ہوچکا، اب کسی مجرم کو یہ عذر نہ ہوگا کہ مجھے خبر نہ تھی تا قیامت ہر مسلمان پر بقدر ضرورت دینی مسائل سیکھنا فرض ہیں، اب اگر کوئی خود نہ سیکھے اور بے خبر رہے تو اس کا اپنا قصور ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوتاہی نہیں۔ ۴؎ یعنے جو کام بذات خود تو اچھا ہو مگر اس کے ذریعہ سے حرام کا ارتکاب کیا جائے، تو یہ اچھا کام بھی حرام ہو جائے گا، کیونکہ عامل بن کر جانا یا حاکم بننا اچھا کام ہے لیکن اگر رشوتیں لینے کے لیے کیا جائے تو حرام ہوگا، جیسے کسی غریب کو قرض دینا نیکی ہے، یا ضرورۃً کسی مقروض کی کوئی چیز رہن رکھ لینا بھی جائز ہے، لیکن اگر قرض پر سود یا رہن کے مکان سے نفع لیا جائے تو یہ قرض بھی حرام ہو جائے گا ۵؎ یعنے جو عقد علیحدہ کر کے حرام ہوگا وہ حلال سے مل کر بھی حرام ہوگا، اور جو علیحدہ ہو کر حلال ہوگا، وہ حلال سے مل کر بھی حلال رہے گا، یہ قاعدہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو شرعی حیلے ناجائز کہتے ہیں، مگر حنفیوں کے ہاں ضرورۃً شرعی حیلے جائز ہیں، لہذا احناف کے ہاں یہ قاعدہ کلیہ نہیں، ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ردی کھجوریں زیادہ دے کر کھری کھجوریں کم لیں تو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سود ہوگیا، تمہیں چاہیے تھا کہ یہ ردی کھجوریں روپے کے عوض بیچتے پھر اسی روپے کے عوض خرید لیتے کھری کھجوریں لے لیتے دیکھو حرام سے بچنے کا یہ حیلہ ہے، غرضکہ ناجائز عقد جائز عقد سے مل کر کبھی تو خود جائز بن جاتا ہے اور کبھی جائز کر دیتا ہے، یہ قاعدہ خوب یاد رکھا جائے، ناپاک پانی پاک پانی میں مل کر کبھی خود پاک ہوجاتا ہے جیسے تالاب میں ڈالا جائے، اور کبھی اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے جیسے کنوئیں

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ كَانَ غُلُولًا يَأْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ٭ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ اَنَا اُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَبُرَ عَلٰى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيْثَ وَذَكَرَ كَلِمَةً لِتَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَلَا اُخْبِرُكَ

علیہ وسلم نے کہ ہم تم میں سے جسے کسی کام پر عامل بنائیں پھر وہ ہم سے سوئی یا اس سے زیادہ چھپالے تو یہ بھی خیانت ہے جسے وہ قیامت کے دن لائیگا[1] (مسلم)

دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں الآیہ تو مسلمانوں پر بہت بھاری پڑا[2] تو حضرت عمر بولے کہ تمہاری اس تنگی کو میں کھولتا ہوں[3] آپ چلے عرض کیا یا نبی اللہ یہ آیت حضور کے صحابہ پر بھاری لگ رہی ہے حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے زکوٰۃ اسی لیے فرض فرمائی کہ تمہارے باقی مالوں کو پاک کردے[4] اور میراثیں اسی لیے فرض فرمائیں اور کچھ کلام کیا تاکہ وہ مال تمہارے بعد والوں کا ہو[5] راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے تکبیر کہی[6] پھر حضور نے فرمایا کہ کیا میں

[1] یعنی خیانت تھوڑی ہو یا بڑی قیامت میں سزا اور رسوائی کا باعث ہے خصوصًا جو خیانت زکوٰۃ وغیرہ میں کی جائے، کیونکہ یہ عبادت میں خیانت ہے اور اس میں اللہ کا حق مارنا ہے اور فقیروں کو اُن کے حق سے محروم کرنا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ خیال رہے کہ فَمَا فَوْقَهٗ سے مراد یا سوئی سے کم چیز ہے یا سوئی سے زیادہ۔ [2] کیونکہ مسلمانوں نے کنز کے لغوی معنی مراد لیے یعنی مطلقًا جمع کرنا اور یہ سمجھے کہ سونے چاندی کو جمع کرنا بہرحال حرام ہے اور قیامت کے دن داغ کا باعث ہے حالانکہ بغیر کچھ جمع کیے دنیوی کاروبار نہیں چل سکتے۔ [3] یعنی آیت کے ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ اسلام درمیانی دین ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور قرآن کریم میانہ روی سکھانے والی کتاب، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دین میں مال جمع کرنا مطلقًا حرام ہو جائے، پھر جہاد کیسے ہوں گے اور زکوٰۃ کس چیز کی دی جائے گی، ہماری سمجھ میں غلطی ہے۔ [4] یعنی یہاں کنز کے اصطلاحی معنی مراد ہیں کہ مال جمع رکھنا، اس سے اللہ کے حق نہ نکالنا، فقراء کے حقوق ادا نہ کرنا۔ خیال رہے کہ زکوٰۃ نکالنے سے مال ایسا ہی پاک ہو جاتا ہے جیسے جانور کا خون نکل جانے سے گوشت پاک اور آم وغیرہ کا چھلکا علیحدہ کر دینے سے مغز کھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ [5] یعنی اگر مال جمع کرنا مطلقًا حرام ہوتا تو اس میں سے زکوٰۃ کیوں دی جاتی، اور مالک کے مرنے کے بعد بطور وراثت دوسروں کو کیسے ملتا۔ ان احکام سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کا جمع کرنا منع نہیں بلکہ عبادت ہے، کیونکہ بہت سی عبادتوں کا موقوف علیہ ہے اور عبادت کا موقوف علیہ بھی عبادت ہوتا ہے۔ زکوٰۃ جب ادا ہو جب مال بھر سال مالک کے پاس جمع رہے، اور میراث جب بٹے جب مرتے وقت تک مال مالک کے پاس جمع رہے۔ خیال رہے کہ وذکر کلمۃ راوی کا

بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَأْتِيكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُونَ فَإِذَا جَاءُوكُمْ فَرَحِّبُوا بِهِمْ وَخَلُّوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُونَ فَإِنْ عَدَلُوا فَلِأَنْفُسِهِمْ وَإِنْ ظَلَمُوا فَعَلَيْهِمْ وَأَرْضُوهُمْ فَإِنَّ تَمَامَ زَكٰوتِكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوا لَكُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ

تمہیں وہ بہترین چیز نہ بتاؤں جو آدمی جمع کرے وہ اچھی بیوی ہے کہ جب اسے دیکھے تو خوش کردے اور جب اسے حکم دے تو فرماں برداری کرے اور جب مرد غائب ہو تو اس کی حفاظت کرے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک[2] سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے پاس غیر پسندیدہ سوار آیا کریں گے[3] تو وہ جب آئیں تم انہیں خوش آمدید کہو اور جو وہ چاہتے ہوں اُن کے سامنے حاضر کردو[4] پھر اگر وہ انصاف کریں تو اس میں اُن کا فائدہ ہے اور اگر ظلم کریں تو انہیں ضرر ہے تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل اُن کا راضی ہونا ہے چاہئے کہ وہ تمہیں دعائیں دیں[5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ کچھ

قول ہے یعنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی فرمایا جو مجھے یاد نہیں جس کا ترجمہ ہے کہ بعد والوں کی [illegible] یعنے مسئلہ حل ہوجانے پر جناب فاروق اعظم کو خوشی ہوئی اور خوشی میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اس سے معلوم ہوا کہ دینی مسئلہ معلوم ہونے پر خوش ہونا اور خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا سنت صحابہ ہے۔

[1] یعنے اگرچہ مال جمع کرنا جائز ہے مگر تم لوگ اسے اپنا اصل مقصود نہ بنالو، اس سے بھی بہتر مسلمان کے لئے نیک بیوی ہے کہ صورت بھی اچھی ہو اور سیرت بھی کہ اس کے نفعے مال سے زیادہ ہیں، کیونکہ سونا چاندی اپنی ملک سے نکل کر نفع دیتے ہیں، اور نیک بیوی اپنے پاس رہ کر نفع دیتی ہے، سونا چاندی ایک بار نفع دیتے ہیں اور بیوی کا نفع قیامت تک رہتا ہے مثلًا رب تعالٰی اس سے کوئی نیک بیٹا بخشے جو زندگی میں باپ کا مددگار ہے اور بعد موت اس کا خلیفہ، حدیث شریف میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دو تہائی دین مکمل و محفوظ ہوجاتا ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بیوی مومنہ کا چہرہ جمال الٰہی کا آئینہ ہوتا ہے اور اس کی نیک خصلت صفات الٰہی کا مظہر ہوتی ہے، سبحان اللہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کتنا جامع ہے عورت کی سیرت دو کلموں میں بیان فرمادی کہ جب خاوند گھر میں موجود ہو تو اس کی ہر جائز بات مانے اور جب غائب ہو یعنے سفر میں ہو یا مرجائے تو اس کے مال، عزت و اسرار کی حفاظت کرے یعنے امانت دار ہو۔

[2] آپ انصاری ہیں اور مشہور صحابی ہیں، آپ کے جنگ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے باقی سارے غزوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، عمر شریف ۹۱ سال ہوئی ۶۱ھ میں وفات پائی۔

[3] یعنے آئندہ زمانہ میں کچھ سخت دل اور بد اخلاق حکام بھی ہوں گے، تم ان کی بد اخلاقی کی بنا پر زکوٰۃ کے انکاری نہ ہوجانا کہ تمہاری زکوٰۃ اللہ کے لئے ہے نہ کہ ان کے لئے بلکہ انہیں دیکھ کر خوش ہونا کہ ان کے ذریعہ تمہارا فریضہ ادا ہوگا، بعض بیوقوف غنی زکوٰۃ دیتے وقت فقیر کا احسان مانتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہمارا فرض ادا ہوا۔

[4] حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ظاہر ظلم کریں کہ زکوٰۃ سے زیادہ لیں یا زکوٰۃ کے ساتھ رشوت مانگیں اور تم دے دو کیونکہ ظلم پر مدد بھی ظلم ہے بلکہ

نَاسٌ يَعْنِي مِنَ الْاَعْرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ نَاسًا مِّنَ
الْمُصَدِّقِيْنَ يَاْتُوْنَا فَيَظْلِمُوْنَا فَقَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ ظَلَمُوْنَا
قَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ وَاِنْ ظُلِمْتُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ بَشِيْرِ بْنِ الْخَصَاصِيَّةِ
قَالَ قُلْنَا اِنَّ اَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُوْنَ عَلَيْنَا اَفَنَكْتُمُ مِنْ اَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُوْنَ
قَالَ لَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیہاتی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے پاس آتے ہیں تو ہم پر ظلم کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو عرض کیا یارسول اللہ اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں فرمایا انہیں راضی کرو اگرچہ تم ظلم کئے جاؤ[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت بشیر ابن خصاصیہ سے فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی زیادتی کی بقدر اپنے مال چھپا لیا کریں فرمایا نہیں[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر ان کا کوئی فعل تمہیں ظلم معلوم ہو مگر واقعہ میں ظلم نہ ہو، تو تم اپنی رائے پر عمل نہ کرو ان کے حکم پر عمل کرو مثلاً زکوٰۃ میں درمیانہ جانور لینا چاہیئے، ایک جانور کو تم اعلٰے سمجھتے ہو، وہ درمیانہ یا پیداوار کا سوواں حصہ دینا چاہیئے، تم ایک ڈھیر کو سو من سمجھتے ہو تو وہ سوا سو من ہے تو تم ان کی بات مان لو، اب اگر واقعی وہ زیادہ لے گئے ہیں، تو اس کے جواب دہ وہ ہوں گے نہ کہ تم یا یہ کلام بطریق مبالغہ ہے کہ فرض کرو کہ واقعہ میں وہ ظالم بھی ہوں تو بھی تم ان کا مقابلہ نہ کرو کہ اس میں سلطان اسلام کی بغاوت ہوگی، جس کے دبانے کے لئے وہ قوت خرچ کریں گے جس سے کشت وخون وفساد ہوگا بلکہ ان کے ظلم کی شکایت بادشاہ سے کرو اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کرو لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے، اس میں ظلم کی اجازت نہیں دی گئی، اگرچہ پہلے معنے قوی ہیں، کیونکہ ان سے دعا لینے کا حکم دیا گیا، ظالم سے دعا کب لی جاتی ہے۔

[2] اس کی شرح پہلے گزر چکی یہ بدوی حضرات شرعی مسائل سے پورے واقف نہ تھے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر ہوتے تھے وہ قریبًا تمام مسائل سے خصوصًا زکوٰۃ کے مسائل سے پورے خبردار ہوتے تھے، یہ دیہاتی حضرات اپنی کم علمی کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ عاملین ہم پر زیادتی کررہے ہیں، اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ تم ان کے جائز عمل کو ظلم ہی سمجھو مگر ان کی بات مانو اور ان کے کہے پر عمل کرو، انہیں راضی کرکے واپس کرو کیونکہ میرے صحابہ ظالم نہیں ہوسکتے، وہ میرے صحبت یافتہ وتعلیم یافتہ ہیں اور بشہادت قرآن کریم وہ سب عادل ہیں، لہذا اس حدیث میں نہ تو حکام کو ظلم کی اجازت ہے اور نہ اس سے صحابہ کا ظالم وفاسق ہونا ثابت ہوسکتا ہے۔ خیال رہے کہ جو کسی صحابی کو ظالم مانے وہ چیونٹی سے بھی زیادہ بے وقوف ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ چیونٹی نے اپنی بہنوں کو لشکر سلیمانی سے خبردار کرتے ہوئے یہ کہا لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یعنے ایسا نہ ہو کہ تم لشکر سلیمانی یعنے حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابہ کے پاؤں تلے روندی جاؤ اور انہیں خبر نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات جان بوجھ کر چیونٹی کو بھی

الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى بَيْتِهٖ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَفَادَ

کہ زکوٰۃ کا سچا عامل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے حتی کہ اپنے گھر واپس آجائے ۱؎ (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ۲؎ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا نہ مال ایک جگہ منگانا جائز ہے نہ دور چلے جانا لوگوں کے صدقات ان کے گھروں میں ہی لے جائیں ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مال کہ

پچھلے صحابہ کرام کی آپس کی جنگیں وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ کے ماتحت ہوئیں۔ بہرحال حضور علیہ السلام نے ان لوگوں سے ظلم کی تفصیل نہ پوچھی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ ظلم کرتے ہی نہیں ہے۔ ۲؎ آپ کے والد کا نام سعد یا یزید ہے، ان کی کنیت ضباعیہ ہے ضباعیلن کی ماں کا نام تھا کیونکہ وہ قبیلہ ضباعی کی تھیں جو خاندان ازد کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ ۳؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاملوں کی شکایت کرنے والوں کا منشاء یہ تھا کہ انہیں کچھ نصاب چھپا لینے اور زکوٰۃ پوری ادا نہ کرنے کی اجازت دے دی جائے، اور اگر اجازت دے دی جاتی تو یہ سلسلہ ایسا بڑھ جاتا کہ دنیا سے زکوٰۃ ہی مٹ کر رہ جاتی، اس لیے فرمایا گیا چھپاؤ مت، اگرچہ زیادہ مانگیں تو ان سے مسئلہ شرعی پوچھو نہ مانیں تو ان کے خلاف قانونی کاروائی کرو۔

۱؎ یعنی جیسے مجاہد جانے آنے ہر حال میں عبادت کا ثواب پاتا ہے، ایسے ہی انصاف والا عامل ہر حال میں ثواب پائیگا، کیونکہ مجاہد اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ ہے، اور یہ عامل اسلامی قانون پھیلانے، مالداروں کو ان کے فریضہ سے فارغ کرنے اور فقراء کو ان کا حق دلانے کا ذریعہ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نیت خیر ہو تو دینی خدمت پر تنخواہ لینے کی وجہ سے اس کا ثواب کم نہیں ہوتا، دیکھو ان عاملوں کو پوری اجرت دی جاتی تھی مگر ساتھ ہی یہ ثواب بھی تھا چنانچہ مجاہد کو غنیمت بھی ملتی ہے اور ثواب بھی، حضرات خلفائے راشدین سوا حضرت عثمان غنی کے سب نے خلافت پر تنخواہیں لیں، مگر ثواب کسی کا کم نہیں ہوا، ایسے ہی واعظ یا امام و مؤذن جو تنخواہ لے کر تعلیم، اذان، امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں اگر ان کی نیت خدمت دین کی ہے تو ان شاء اللہ ثواب بھی ضرور پائیں گے۔ ہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شرعی مسئلہ بتانے کی اجرت لینا حرام ہے مگر تحریر لکھنے کی اجرت لینا جائز، رب تعالٰی فرماتا ہے لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ۔ ۲؎ خیال رہے کہ عمرو ابن شعیب کی اسناد والی احادیث مسلم بخاری نے ہرگز نہیں لیں کیونکہ یہ ہر جگہ اس طرح اسناد کرتے ہیں حالانکہ ان کی ملاقات اپنے دادا محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے نہیں، اور نہ ان محمد کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، لہذا یہ اسناد منقطع ہے متصل نہیں یہ بحث پہلے بھی ہو چکی ہے (مرقات)۔ ۳؎ یعنی نہ تو عامل کو یہ جائز ہے کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور لوگوں سے کہے اپنے اپنے مال جانور وغیرہ یہاں لاکر مجھے دکھاؤ اور حساب سے زکوٰۃ دو، کیونکہ اس میں مال والوں کو سخت دشواری ہوگی اور نہ مال والوں کو یہ جائز کہ اپنے جانور وغیرہ بکھیر دیں دور دور بھیج دیں کہ عامل انہیں گننے کے لیے دوڑا پھرے کہ اس میں عامل کو بہت تکلیف ہے بلکہ عامل لوگوں کے میدانوں اور باڑوں و کھیتوں

مالا فلا زکوٰۃ فیہ حتی یحول علیہ الحول رواہ الترمذی وذکر جماعۃ انہم وقفوہ علی ابن عمر۔ وعن علی ان العباس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تعجیل صدقتہ قبل ان تحل فرخص لہ فی ذالک رواہ ابوداود والترمذی وابن ماجۃ والدارمی۔ وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس فقال الا من ولی یتیما لہ مال فلیتجر فیہ ولا یترکہ حتی تاکلہ الصدقۃ

تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے حتی کہ اس پر سال گزر جائے ۱ (ترمذی) اور ایک جماعت نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر پر موقوف کیا ۲ روایت ہے حضرت علی سے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے ادا کردینے کے متعلق پوچھا تو حضور انور نے انہیں اس کی اجازت دی ۳ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا کہ جو کسی یتیم کا والی ہو جس کے پاس مال ہو تو وہ اس میں تجارت کرے اسے چھوڑے نہ رکھے کہ زکوٰۃ کھا جائے ۴

میں جاکر ہر ایک کی زکوٰۃ وصول کرے، سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے۔ ۱ یعنی ادائے زکوٰۃ اور وجوب زکوٰۃ کے لیے کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہیں، جیسا کہ پنجاب میں ماہ رجب کو اور کاٹھیاواڑ میں ماہ رمضان کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا گیا ہے بلکہ جب مال پر سال گزرے گا زکوٰۃ واجب ہوگی خیال رہے کہ سال گزرنا زکوٰۃ کے لیے شرط وجوب ہے لہذا اگر کوئی مالک نصاب ہوتے ہی زکوٰۃ دینا شروع کردے اور سال پر حساب کرے یا چند سالوں کی زکوٰۃ یکدم ادا کردے تو جائز ہے اس حدیث کے خلاف نہیں، نیز اصل نصاب پر سال گزرنا ضروری ہے زائد پر ضروری نہیں لہذا اگر کسی کے پاس گیارہ مہینے تک ہزار روپے رہے اور بارھویں مہینہ دس ہزار روپے اور آگئے تو پورے گیارہ ہزار کی زکوٰۃ دے گا اگرچہ اس دس ہزار پر تیس دن ہی گزرے ہیں کیونکہ اصل نصاب یعنی ہزار پر سال گزر چکا یہ مسئلہ بھی اس حدیث کے خلاف نہیں، اس کی پوری بحث فتح القدیر اور مرقات میں اسی مقام پر دیکھو اگر ہر پیسہ پر الگ سال گزرنا شرط ہو تو تاجروں کو مصیبت آجائے کیونکہ ان کے پاس روزانہ سینکڑوں روپے آتے جاتے رہتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان من استفاد میں بڑی وسعت ہے، مال جیسے بھی حاصل ہو کما کر، وراثت سے یا کسی کے عطیہ سے بہرحال سال کے بعد اسی میں زکوٰۃ ہے کمانے ہی کی شرط نہیں ۲ یعنی خود ان کا قول نقل کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہ کیا، اور ہم یہ عرض کرچکے ہیں کہ ایسی موقوف حدیثیں جن میں قیاس کو دخل نہیں مرفوع کے حکم میں ہیں، یعنی ان صحابی نے حضور علیہ السلام سے سن کر ہی کہی ہیں، ۳ یعنی اگر کسی کے پاس بقدر نصاب مال آگیا تو سال گزرنے سے پہلے اس کی زکوٰۃ دے سکتے ہیں، کیونکہ سال گزرنا زکوٰۃ کے لیے شرط وجوب ہے اس کا سبب مال ہے، اسی طرح فطرہ کو عید سے پہلے ادا کیا جاسکتا ہے، نماز کے لیے وقت وجوب کا سبب ہے اس لیے وہ وقت سے پہلے نہیں ہوسکتی۔ امام مالک کے ہاں زکوٰۃ بھی سال گزرنے سے پہلے نہیں دے سکتے، یہ حدیث امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کی دلیل ہے۔ ۴ اس

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ لِأَنَّ الْمُثَنَّى بْنَ الصَّبَّاحِ ضَعِيفٌ ؛
الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ
كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ

(ترمذی) فرمایا ترمذی نے کہ اس کی اسناد میں کچھ گفتگو ہے کیونکہ مثنیٰ ابن صباح ضعیف ہے تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور عربیوں میں جو کافر ہونے وہ ہوئے [1] تو حضرت عمر ابن خطاب نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے جنگ کیسے کرینگے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا

حدیث کی بنا پر امام شافعی و مالک و احمد نے فرمایا کہ نابالغ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے ولی کو حکم دیا کہ یتیم کا مال تجارت سے بڑھاؤ، ایسا نہ ہو کہ بہرحال اس میں زکوٰۃ نکلتی رہے اور مال ختم ہو جائے۔ امام اعظم کے نزدیک بچے اور دیوانے کے مال میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ زکوٰۃ بھی نماز روزہ کی طرح محض عبادت ہے، جب ان پر نماز روزہ فرض نہیں، تو زکوٰۃ بھی نہیں۔ ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے باسناد صحیح روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا حتی کہ جاگ جائے، بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے، دیوانہ تا آنکہ عاقل ہو جائے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابن مسعود سے روایت فرمائی، آپ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے، رہی یہ حدیث وہ چند طرح مجروح ہے کیونکہ مدلس ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نہ عمرو ابن شعیب نے اپنے دادا محمد ابن عمرو کو دیکھا اور نہ ان کے دادا نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، مگر طریقہ بیان ایسا ہے کہ معلوم ہوتا ہے دونوں ملاقاتیں ثابت ہیں یعنی غیر متصل، متصل معلوم ہوتی ہے اسی کو تدلیس کہتے ہیں۔ نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ مثنیٰ ابن صباح راوی ضعیف ہیں اور امام احمد نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، دارقطنی نے اس کی دو اسنادیں نقل کیں اور دونوں کو ضعیف کہا، بہرحال یہ حدیث قابل حجت نہیں، مذہب حنفی نہایت قوی ہے، خیال رہے کہ محض عبادت بچے پر فرض نہیں، لیکن ٹیکس اور خراج بچے کے مال سے لیے جائیں گے، کیونکہ وہ محض عبادت نہیں ان پر زکوٰۃ کو قیاس نہیں کر سکتے۔

[1] خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبیلہ غطفان، فزارہ، بنی سلیم وغیرہم نے وجوب زکوٰۃ کا انکار کر دیا اور بولے کہ رب تعالےٰ فرماتا ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً یا رسول اللہ ان کے مال کی زکوٰۃ آپ وصول کرو جب وصول کرنے والے تشریف لے گئے تو زکوٰۃ بھی ختم۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انھیں مرتد قرار دیا اور ان پر جہاد کی تیاری فرمائی، اسی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ الآیۃ صدیقی جماعت ہی وہ جماعت ہے، جو ان مرتدین کی سرکوبی کے لیے رب تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہوئی۔ یہ خدا کے پیارے اور خدا اسے پیارا۔ خیال رہے کہ اسی عہد صدیقی میں بہت سے لوگ

حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّىْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِىْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِىْ بَكْرٍ

حتی کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ تو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے جان و مال بچا لئے مگر حق اسلام کے ماتحت اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے ۱؎ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا رب کی قسم میں اس پر جہاد کروں گا جو نماز و زکوۃ میں فرق کرے کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے ۲؎ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے بکری کا بچہ نہ دیں جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس منع کرنے پر ان سے جہاد کروں گا ۳؎ حضرت عمر فرماتے ہیں خدا کی قسم میرا یہ حال ہوا کہ میں نے یقین سے جان لیا کہ اس جہاد کے لئے ابوبکر

مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے لگے اور مرتد ہوگئے، پہلے مرتدین پر آپ نے لشکر کشی کی ہی تھی کہ وہ توبہ کر گئے، مگر ان دوسرے مرتدین سے بہت گھمسان کا رن پڑا جس میں اکثر قاری اور حافظ صحابہ شہید ہوگئے جس پر جمع قرآن کی ضرورت پیش آئی، اور حضرت صدیق نے قرآن پاک جمع فرمایا، اس موقعہ کی قرآن کریم نے اس طرح خبر دی قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ الخ

۱؎ فاروق اعظم اولًا منکرین زکوۃ پر جہاد کے مخالف تھے، ان کی دلیل اس حدیث کے ظاہری الفاظ تھے کہ کلمہ گو پر جہاد کیسا جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ظاہری کلمہ پڑھنے والے منافقین پر جہاد نہ فرمایا، تو یہ مانعین زکوۃ تو دل سے کلمہ پڑھتے ہیں اور زکوۃ کے سوا تمام فرائض کے معتقد ہیں ان پر آپ جہاد کیسے کرسکتے ہیں، فاروق اعظم کی پیش کردہ حدیث کی پوری شرح مکمل بحث کے ساتھ کتاب الایمان کے شرح میں ہوچکی کہ یہاں حق بمعنے کے ہے۔ ۲؎ صدیق اکبر کا یہ جواب نہایت جامع اور مختصر ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اے عمر تم نے اپنی حدیث میں یہ لفظ نہ دیکھا اِلَّا بِحَقِّهٖ یعنی کلمہ گو کو حق اسلام کی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے، نماز بھی حق اسلام ہے اور زکوۃ بھی، جو ان دونوں میں فرق کرے کہ نماز کو مانے، زکوۃ کا انکار کرے وہ یقینًا مستحق جہاد ہے، اب رہے منافقین، ان کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں فرمادیا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ یعنے ہم دل سے بحث نہ کریں گے جو کوئی بظاہر اسلام کے سارے ارکان کا اقرار کرے ہم اس پر جہاد نہ کریں گے دل میں کچھ بھی ہو، منافقین کسی رکن اسلامی کے زبان سے منکر نہ تھے۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ استدلال ہے ۳؎ یعنے صرف زکوۃ کا انکار تو بڑی چیز ہے، اگر وہ لوگ ظاہری مال یعنی پیداوار اور جانوروں کی زکوۃ ہمارے بیت المال میں داخل نہ کریں تب بھی تو وہ سرکوبی کے مستحق ہیں کیونکہ اس میں ایک سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیدہ دانستہ انکار ہے، اس جگہ مرقات میں ہے کہ اگر کوئی قوم اذان دینا چھوڑ دے، تو سلطان اسلام ان سے بھی جنگ کریگا کیونکہ اس میں شعار اسلامی کا بند کرنا ہے، خیال رہے کہ اب چونکہ بادشاہ عمومًا لاپرواہ اور احکام فاسق ہوگئے جن سے امید نہیں کہ زکوتوں کو ان کے مصرفوں پر صرف کریں لہذا اب انہیں کوئی زکوۃ نہ دی جائے اسی لئے صدیق اکبر نے مَنَعُوْنِیْ فرمایا یعنے مجھ اور مجھ جیسے عادل سلطان اسلام جس کے سامنے حکام منصف ہوں، زکوۃ نہ دیں تو ان پر جنگ ہوگی، مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ عثمان غنی کے زمانہ میں لوگوں کا حال بدل گیا تھا اس لئے آپ نے زکوۃ وصول کرنے میں سختی نہ فرمائی بلکہ مال

لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يَطْلُبُهُ
حَتّٰى يُلْقِمَهُ اَصَابِعَهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ ، وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكٰوةَ مَالِهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ عُنُقِهٖ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَاَ
عَلَيْنَا مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

کا سینہ جنگ کے لئے کھول دیا ہے میں پہچان گیا کہ یہ ارادہ حق ہے [۱] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر ایک کا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ ہوگا جس سے اس کا مالک بھاگے گا اور یہ سانپ اسے ڈھونڈے گا حتی کہ اس کی انگلیوں کو لقمہ کرے گا [۲] (احمد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنے مال کی زکوۃ نہ دے مگر اللہ قیامت کے دن اس کے گلے میں اسے سانپ بنا کر ڈالے گا [۳] پھر آپ نے ہم پر اس دلیل میں قرآن شریف سے یہ آیت پڑھی کہ جو لوگ اللہ کے دیئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں الایہ [۴]

والے اپنی زکاتیں خود دینے لگے اور کسی صحابی نے آپ کے اس عمل پر انکار نہ کیا خیال رہے کہ وجوب زکوۃ کا انکار کفر ہے ایسے لوگوں پر اسلامی جہاد ہوگا اور اس زمانہ میں خلیفۃ المسلمین کو زکوۃ نہ ادا کرنا بغاوت تھی جس پر ان کے خلاف تادیبی کاروائی بلکہ جنگ بھی کی جا سکتی تھی، لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اور اس کے شرح میں کَفَرَ مَنْ كَفَرَ فرمانا بالکل درست ہے۔ مرقات میں یہاں ہے کہ احناف کے نزدیک حاکم کو جبراً زکوۃ وصول کرنے کا حق نہیں، شوافع کے ہاں ہے یہ حدیث چونکہ منکرین زکوۃ کے متعلق ہے اس لئے احناف کے خلاف نہیں۔ [۱] یعنی میں نے حضرت صدیق کی رائے کی طرف رجوع کر لیا، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صدیق اکبر بعد نبی تمام مخلوق سے بڑے عالم اور بڑے سیاست دان تھے انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن اپنے حجرے میں ہوا انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال وقف بنا انہی کے علم پر اس جہاد کی تیاری ہوئی، اگر آج آپ تھوڑی سی نرمی کرتے تو فرائض اسلامی کے انکار کا دروازہ کھل جاتا اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت آپ ہی کو جانشین امام نماز بنایا انہی کی سیاست سے حجاز بلکہ عرب میں امن وامان بحال ہوا اور عراق وشام کی فتوحات کے لئے راستہ صاف ہوا دوسرے یہ کہ ایک شعار اسلامی کا انکار بھی ایسا ہی کفر ہے جیسے سارے ارکان کا انکار۔ تیسرے یہ کہ کفار و مرتدین پر جہاد کیا جاتا ہے۔ [۲] اس کی پوری شرح ابھی کچھ پہلے ہو چکی ہے چونکہ زکوۃ ہاتھ سے ادا کی جاتی ہے جس سے یہ بخیل محروم رہا اس لئے سانپ اس کی انگلیاں بھی چبائے گا۔ [۳] شرح یہ ہے کہ پہلے یہ سانپ بن کر اس کے پیچھے بھاگے گا پھر اسے پکڑ کر اس کے گلے میں طوق بن کر پڑ جائے گا، انگلیاں بھی چباتا رہے گا اور ڈستا بھی رہے گا، چونکہ گلے کا ہار ہر وقت نظر آتا ہے اور پیٹھ پیچھے کی چیز ہر وقت نظر نہیں آتی اس لئے یہ سانپ گلے میں پڑے گا تاکہ مالک دیکھ کر ہر وقت ڈرتا رہے اور محشر کے لوگ پہچان جائیں کہ کنجوس ہے یہ واقعہ ان کی عیب پوشی کے خلاف نہیں جیسے کہ ابھی عرض کیا جا چکا [۴] کہ صحابہ کرام نے سمجھا کہ بخل صرف مال ہی میں نہیں ہوتا بلکہ مال، کمال، اعمال، اولاد، علم، فضل سب میں ہوتا ہے لفظ مِنْ فَضْلِهٖ سب کو شامل ہے۔ عالم اور صوفی کو چاہیئے کہ

اَلْاٰیَۃَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الزَّکٰوۃُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَھْلَکَتْہُ رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ وَالْبُخَارِیُّ فِیْ تَارِیْخِہٖ وَالْحُمَیْدِیُّ زَادَ قَالَ یَکُوْنُ قَدْ وَجَبَ عَلَیْکَ صَدَقَۃٌ فَلَا تُخْرِجُھَا فَیُھْلِکُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ وَقَدِ احْتَجَّ بِہٖ مَنْ یَّرٰی تَعَلُّقَ الزَّکٰوۃِ بِالْعَیْنِ ھٰکَذَا فِی الْمُنْتَقٰی وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ بِاِسْنَادِہٖ اِلٰی عَائِشَۃَ وَقَالَ

(ترمذی نسائی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کبھی زکوٰۃ مال میں مخلوط ہوگی تو اسے ہلاک ہی کرے گی [۱] (شافعی اور بخاری نے اپنی تاریخ میں) اور حمیدی نے یہ زیادتی بھی کی کہ فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ تم پر زکوٰۃ فرض ہو اور تم نہ نکالو تو حرام حلال کو ہلاک کردے [۲] اسی حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے جو زکوٰۃ کو عین مال کے متعلق مانتے ہیں یوں ہی منتقٰی میں ہے [۳] اور بیہقی نے شعب الایمان میں امام احمد بن حنبل سے روایت کی ان کی اسناد حضرت عائشہ تک ہے

وگوں بے علم وہدایت پھیلائیں اور ان کی پکڑ مال بخیل سے زیادہ ہوگی۔ رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ۔

[۱] مال میں زکوٰۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ صاحب نصاب جس پر خود زکوٰۃ فرض ہو وہ فقیر بن کر لوگوں سے زکوٰۃ لے اور اپنے مال میں ملا کر رکھ لے، دوسرے یہ کہ آدمی زکوٰۃ نہ نکالے، جو مال زکوٰۃ میں نکلنا چاہئے تھا وہ اپنے مال ہی میں رکھے، پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں اور دوسرے معنے زیادہ قوی، ہلاک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زکوٰۃ کے مخلوط ہونے کی وجہ سے سارے مال کی برکت مٹ جائے اور کچھ دنوں میں مال ختم ہوجائے، یا کوئی ناگہانی آفت آپڑے جس سے سارا مال برباد ہوجائے، جیسے بیماری، مقدمہ، چوری، ڈکیتی یا حرق و غرق یعنی جلنا ڈوبنا، دوسرے یہ کہ یہ سارا مال اگرچہ رہے تو مگر اس سے نفع لینا جائز نہ ہو کیونکہ حرام اور حرام سے مخلوط چیز ناقابل انتفاع ہے، دوسرے معنے ہی کی بنا پر صاحب مشکوٰۃ کا آئندہ کلام ہے۔ [۲] قال کا فاعل امام بخاری ہیں یعنی حمیدی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کی یہ شرح فرمائی۔ [۳] خیال رہے کہ امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں واجب نہیں ہوتی بلکہ عین مال میں ہوتی ہے، لہذا ان کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ اسی سے ادا کرنا پڑے گی، اس کی قیمت یا اس قیمت کا دوسرا مال زکوٰۃ میں نہیں دیا جاسکتا، بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری ہی دی جائے گی، اور سونے کی زکوٰۃ میں سونا اور چاندی ہی وہ زکوٰۃ کو قربانی یا ہدی پر قیاس کرتے ہیں کہ ان کی قیمت نہیں دی جاتی (لمعات)، ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں ہوتی ہے، چاہے اس مال میں سے دے یا دوسرے مال میں سے یا قیمت حتی کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں خود سونا چاندی یا اس کی قیمت یا اس قیمت کی روٹیاں کوئی جانور کپڑا اناج وغیرہ دے سکتا ہے کیونکہ زکوٰۃ کا منشا فقیر کو رزق پہنچانا اور اس کی حاجت روائی ہے ان بزرگوں کا اس حدیث سے دلیل پکڑنا کچھ ضعیف ہی سا ہے، کیونکہ ان حضرات نے لفظ خلطت سے استدلال کیا ہے

أَحْمَدُ فِي خَالَطَتْ تَفْسِيرُهُ أَنَّ الرَّجُلَ يَأْخُذُ الزَّكٰوةَ وَهُوَ مُوسِرٌ أَوْ غَنِيٌّ وَإِنَّمَا هِيَ لِلْفُقَرَاءِ، بَابُ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكٰوةُ، اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ

امام احمد نے خالطت کی تفسیر کی کہ کوئی شخص زکوٰۃ لے حالانکہ وہ خود مالدار غنی ہو زکوٰۃ تو فقیروں کے لئے ہے باب کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ وسق کھجور سے کم میں صدقہ واجب نہیں ۲؎ اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ واجب نہیں ۳؎ اور پانچ عدد

کہ خلط مال کا ہوتا ہے نہ کہ ذمہ کا، اگرچہ یہ ظاہر کے خلاف ہے اس لئے خود صاحب مشکوٰۃ اگلا کلام فرماتے ہیں۔

۱؎ اس توجیہ نے حدیث کو بالکل واضح کر دیا کہ جو مال زکوٰۃ بن کر امیر کے پاس سے نکل چکا اسے گو غیر مستحق زکوٰۃ کو اپنے مال سے ملائے اب خلطہ کے معنے بالکل واضح ہو گئے ۲؎ خیال رہے کہ جانور، سونا چاندی اور تجارتی مالوں میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے، البتہ سبزیاں میوے جو سال تک نہ ٹھہر سکیں ان میں اختلاف ہے، امام اعظم کے ہاں ان میں مطلقًا زکوٰۃ ہے، اور دیگر اماموں کے ہاں نہیں نیز کھجوروں اور چھواروں وغیرہ میں امام اعظم کے ہاں مطلقًا زکوٰۃ واجب ہے خواہ کتنے ہی پیدا ہوں، اور صاحبین کے ہاں جب پانچ وسق ہوں ۳؎ وسق صاع اہل عرب کے پیمانوں کے نام ہیں ایک وسق ساٹھ صاع کا ہے، اور ایک صاع ہوتا ہے ۸۰ تولے والے سیر سے قریبًا ساڑھے چار سیر ہوتا ہے، تو اس حساب سے ایک وسق چھ من تیس سیر ہوا، اور پانچ وسق ۳۳ من ۳۰ سیر تقریبًا ہوئے، تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قریبًا ۳۴ من سے کم میں زکوٰۃ نہیں، یہ حدیث امام شافعی وغیرہم کی دلیل ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مطلقًا پیداوار میں زکوٰۃ ہے کم ہو یا زیادہ، امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے "وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ" اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "مَا أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ فَفِيهِ الْعُشْرُ" اور بخاری کی وہ روایت ہے "فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ أَوِ الْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ" اور مسلم شریف کی وہ روایت ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ" اس آیت اور احادیث میں مطلقًا فرمایا گیا یعنے جو کچھ زمین سے پیدا ہو اس میں دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے، نیز عبدالرزاق نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز مجاہد اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ یہ سب حضرات فرماتے ہیں "فِيمَا أَنْبَتَتِ الْأَرْضُ مِنْ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ الْعُشْرُ" زمین کی ہر تھوڑی بہت پیداوار میں دسواں حصہ ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کھجور وغیرہ کے تاجروں پر زکوٰۃ تجارت پانچ وسق سے کم میں نہ ہوگی، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم تھی تو پانچ وسق کی قیمت دو سو درہم ہوئی، چاندی کا نصاب زکوٰۃ دو سو درہم ہی ہیں، اور اگر یہاں بھی یہ مان لیا جائے کہ اس حدیث میں پیداوار کی ہی زکوٰۃ مراد ہے تو احادیث متعارض ہوں گی اور تعارض کے وقت

ذَوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فِيْ فَرَسِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَيْسَ فِيْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتٰبَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ

اونٹوں سے کم میں صدقہ واجب نہیں[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان پر نہ تو اس کے غلام میں صدقہ واجب ہے نہ اس کے گھوڑے میں[2] اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اس کے غلام میں زکوٰۃ تو نہیں مگر صدقہ فطر واجب ہے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے کہ حضرت ابوبکر نے جب انہیں بحرین بھیجا تو انہیں یہ فرمان نامہ لکھ کر دیا[4] مہربان رحمت والے اللہ کے نام سے یہ زکوٰۃ کا فریضہ ہے

احتیاط اسی میں ہے کہ کم کی بھی زکوٰۃ نکالی جائے۔ خیال رہے کہ زکوٰۃ تجارت اور ہے زکوٰۃ پیداوار اور، اس کی پوری تحقیق فتح القدیر میں اور اسی جگہ مرقات میں دیکھو۔ خیال رہے کہ ان اماموں کے نزدیک جلد گل جانے والے پھلوں اور سبزیوں میں بھی زکوٰۃ نہیں جو سال بھر ٹھہر سکے اس میں زکوٰۃ ہے۔ امام اعظم کے نزدیک ان میں بھی زکوٰۃ ہے ان کے دلائل وہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے۔[2] ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا پانچ اوقیہ ۲۰۰ درہم ہوئے اور دس درہم سات مثقال کے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا، اس حساب سے دو سو درہم ساڑھے باون تولہ چاندی ہوئے یہ چاندی کا نصاب ہے۔ درہم کی قیمت کا اعتبار نہیں وزن کا لحاظ ہے۔

[1] جانوروں کی زکوٰۃ کی تفصیل آگے آرہی ہے کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہوتی ہے جبکہ وہ سائمہ ہوں یعنی سال کا اکثر حصہ جنگل میں چریں مالک پر ان کے چارے کا خرچ نہ ہو۔ خیال رہے کہ ذود کے معنے ہیں عدد یا لفظ یہ تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔[2] مسلمان کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر زکوٰۃ فرض نہیں، اسی لئے کوئی کافر مسلمان ہو جانے پر زمانہ کفر کی نہ نمازیں قضا کرتا ہے نہ زکوٰۃ دیتا ہے ہاں قیامت میں کفار کو عبادات نہ کرنے کی بھی سزا ملے گی رب تعالٰی فرماتا ہے کہ دوزخی کہیں گے قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ الخ لہذا حدیث و قرآن میں تعارض نہیں۔[3] تجارتی گھوڑوں اور غلاموں میں تمام اماموں کے نزدیک زکوٰۃ ہے اور سواری کے گھوڑے اور خدمت کے غلام میں کسی کے ہاں زکوٰۃ نہیں، ہاں جو گھوڑے سواری و تجارت دونوں کے لئے نہ ہوں ان کی مادہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ ہے کہ مالک یا تو فی گھوڑی ایک اشرفی دیدے یا اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ نکال دے، لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں سواری کا گھوڑا اور خدمت کا غلام مراد ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ گھوڑے اور غلام میں صاحبین کے مذہب پر فتوے ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح مرقات میں ہے۔ خیال رہے کہ خدمت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب ہے، اس کی زکوٰۃ نہیں، نوکر چاکروں کا فطرہ آقا پر نہیں، کیونکہ یہ اس کے غلام نہیں۔[4] حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت انس کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا، تو انہیں جو قوانین لکھ کر دیئے ان میں زکوٰۃ کا قانون حسب ذیل تھا۔ خیال رہے کہ بحرین عرب کا ایک صوبہ ہے جو بصرہ سے قریب ہے، چونکہ یہ علاقہ دو دریاؤں کے بیچ میں ہے اس لئے اسے بحرین کہتے ہیں۔

الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُولَهُ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ

جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض فرمایا اور جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا[1] تو جس مسلمان سے اس فہرست کے مطابق مانگا جائے وہ دے اور جس سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو نہ دے[2] چوبیس اور اس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ بکری ہے کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری[3] پھر جب اونٹ پچیس کو پہنچیں تو پینتیس تک ایک ایک سالہ مادہ اونٹنی ہے[4] پھر جب چھتیس تک پہنچیں تو پینتالیس تک

[1] یعنے زکوٰۃ کا حکم اللہ نے دیا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور کسی حکم پر بغیر تفصیل معلوم ہوئے عمل نہیں ہو سکتا، اسلئے بعد ہجرت زکوٰۃ دینا فرض ہوئی یہاں مرقات نے فرمایا کہ زکوٰۃ کا حکم ہجرت سے پہلے آیا مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفصیل بعد ہجرت بیان کی سو پچھلی آیتوں میں مطالبہ ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ حضرت صدیق کا منشا یہ ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ اپنے اجتہاد یا قرآن و حدیث میں تاویل سے نہیں بلکہ اللہ کے صریح حکم اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی بیان سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور حرمت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کی جا سکتی ہے یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز و روزہ فرض کیا یا شراب و زنا حرام کیا۔ [2] یعنے اگر عامل یا حاکم مالک سے ظلماً زیادہ مانگیں تو زیادتی نہ دی جائے بلکہ اس تحریر کے مطابق ادا کی جائے یا ایسے ظالم کو بالکل زکوٰۃ نہ دی جائے مالک خود فقراء کو دے، کیونکہ فاسق بادشاہ اور حاکم کا خلاف شرع حکم نافذ نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز قانون یا حاکم کے ناجائز حکم پر عمل کرنا شرعاً واجب نہیں، بلکہ اگر قدرت ہو تو ایسے قوانین اور احکام کو توڑ دے، وہ جو پہلے گزر چکا کہ عاملوں کو راضی کرو اگرچہ وہ ظلم ہی کریں، اس کے تین چار مطلب پہلے بیان کئے جا چکے ہیں، یعنے جو چیز تمہیں ظلم معلوم ہو اور واقعہ میں ظلم نہ ہو تو اس میں عامل سے نہ جھگڑو نہ قانونی کاروائی کرو وغیرہ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ [3] یعنے پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں پانچ سائمہ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے دس اونٹوں میں دو بکریاں پندرہ میں تین اور بیس میں چار۔ خیال رہے کہ اونٹ کا یہ نصاب پانچ ہے اور زیادتی معاف ہے، لہذا اگر کسی کے پاس نو اونٹ تھے اور زکوٰۃ دینے کے وقت چار ہلاک ہو گئے، تب بھی پوری بکری ہی دے گا اس سے کچھ کم نہ کریگا، یہی حق ہے، اسی پر فتوے ہے۔ [4] یعنے چوبیس تک اونٹوں کی زکوٰۃ بکریاں سے دی جائے گی کہ ہر پانچ میں ایک بکری، اور اس کے بعد خود اونٹ سے ہی دی جائے گی، اور زکوٰۃ میں اونٹ کی مادہ لی جائے گی نہ کہ نر بنت مخاض وہ اونٹنی ہے جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھدے، چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے سے حاملہ ہو جاتی ہے، اس لئے اسے بنت مخاض کہتے ہیں، یعنے حاملہ کی بچی، مخاض حمل کو بھی کہتے ہیں اور درد زہ کو بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ یعنے حضرت مریم کو انکا حمل یا درد زہ درخت کھجور کے پاس لایا۔

فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰى فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِيْنَ اِلٰى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ فَاِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّسَبْعِيْنَ اِلٰى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰى وَتِسْعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ وَّمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهٗ اِلَّا اَرْبَعٌ مِّنْ

تک دو سالہ اونٹنی ہے ۱ پھر جب چھیالیس کو پہنچیں تو ساٹھ تک میں چار سالہ اونٹنی یعنے اونٹ کے جفت کے لائق ۲ پھر جب اکسٹھ کو پہنچیں تو پچھتر تک میں ایک پنج سالہ اونٹنی ۳ پھر جب چھہتر کو پہنچیں تو نوے تک میں دو عدد دو سالہ اونٹنیاں ۴ پھر جب اکیانوے کو پہنچیں تو ایک سو بیس تک دو چار سالہ اونٹنیاں نر اونٹ کی جفت کے لائق ۵ پھر جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک دو سالہ اونٹنی ہے اور ہر پچاس میں چار سالہ ۶ اور جس کے پاس صرف چار ہی

۱ یعنے بکریوں کی حالت میں پانچ پانچ پر نصاب بڑھتا تھا اور اب دس دس پر بڑھے گا۔ بنت لبون وہ دو سالہ اونٹنی ہے جو تیسرے سال میں قدم رکھ دے چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے کو دودھ پلاتی ہوتی ہے، اس لئے اسے بنت لبون کہتے ہیں یعنے دودھ پلانے والی کی بیٹی لبون لبن سے ہے بمعنے دودھ ۲ یعنے چھیالیس سے ساٹھ اونٹوں کی زکوٰۃ تین سالہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے چونکہ اس وقت اونٹنی بوجھ اٹھانے کے لائق بھی ہو جاتی ہے اور نر کی جفتی کی مستحق بھی، اس لئے اسے حقہ کہتے ہیں یعنے مستحق جفتی، اسی سے حقیق ہے بمعنے لائق رب تعالیٰ فرماتا ہے حَقِيْقٌ عَلٰى اَنْ لَّا اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۳ یعنے اس نصاب میں وہ اونٹنی واجب ہوگی جو پانچ کی ہو کر چھٹے سال میں قدم رکھ دے خیال رہے کہ جذع کے معنے ہیں اُگنا اسی لئے درخت کی جڑ کو جذع کہتے ہیں کہ اس سے شاخیں اُگتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ چونکہ اس وقت اونٹنی کے سامنے دانت اُگ آتے ہیں اس لئے اسے جذع کہا جاتا ہے ۴ ان عبارات سے پتہ لگ رہا ہے کہ دو نصابوں کے بیچ کی کسروں میں کچھ واجب نہیں، لہذا اگر ان میں سے کچھ گھٹ جائے، تو زکوٰۃ گھٹے گی نہیں ۵ فتح القدیر میں ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب نماز کی رکعتوں کی طرح توقیفی چیزیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں خیال رہے کہ اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ یا اس کی قیمت لی جائے گی گائے اور بکریوں کی زکوٰۃ میں مادہ اور نر دونوں لے سکتے ہیں۔ ۶ اس کے ظاہری معنے پر بہت سے علماء کا عمل ہے کہ وہ ایک سو بیس اونٹوں کے بعد چالیس تک زکوٰۃ میں کچھ زیادتی نہیں کرتے، چالیس پر ایک بنت لبون بڑھاتے ہیں مگر امام نخعی اور سفیان ثوری اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم ایک سو بیس اونٹ کے بعد پھر پہلے کی طرح زکوٰۃ میں زیادتی کرتے چلے جاتے ہیں چنانچہ ان کے ہاں ایک سو پچیس اونٹوں میں دو حقے ایک بکری اور ایک سو تیس میں دو حقے دو بکریاں اسی طرح پہلی ترتیب کے مطابق زیادتی ہوگی۔ ان بزرگوں کی دلیل وہ حدیث ہے جو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو تُرَدُّ الْفَرَائِضُ اِلٰى اَوَّلِهَا اور وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن حزم کو زکوٰۃ دیتوں وغیرہ کا فرمان نامہ لکھ کر دیا جس

الْاِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَفِيْهَا شَاةٌ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهٗ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ اِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهٗ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهٗ اِلَّا بِنْتُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَيُعْطِيْ شَاتَيْنِ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ

اونٹ ہوں تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر مالک چاہے [1] جب پانچ کو پہنچیں تو اس میں ایک بکری ہے اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ پنجسالہ اونٹنی تک پہنچے اور اس کے پاس پنجسالہ نہ ہو بلکہ چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی لے لی جائے اور اس کے ساتھ دو بکریاں اگر میسر ہوں یا بیس درہم [2] اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس چار سالہ نہ ہو بلکہ پنجسالہ ہو تو اس سے پنجسالہ ہی وصول کر لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے [3] اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے مگر اس کے پاس دو سالہ ہی ہو تو اس سے دو سالہ ہی وصول کر لی جائے اور مالک دو بکریاں یا بیس درہم بھی دے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے مگر مالک کے پاس چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی وصول کر لی جائے

میں اونٹ کی زکوٰۃ کے بارے میں تحریر فرمایا اِنَّ الْاِبِلَ اِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ اُسْتُوْنِفَتِ الْفَرِيْضَةُ۔ فتح القدیر نے اس مقام پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی بہت تحریریں نقل فرمائیں جن میں سے بحوالہ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت عمر فاروق کی تحریر اور بحوالہ نسائی باب الدیات اور بحوالہ مراسیل ابوداؤد و مسند ابن حزم کی تحریر نقل فرمائی۔ غرضکہ کنز میں بہت سی احادیث جمع کی ہیں جن سب میں یہی ہے کہ ایک سو بیس کے بعد نئے سرے سے زکوٰۃ واجب ہوگی، یہ حدیث اگرچہ بخاری کی ہے مگر وہ احادیث بھی بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں اور امام بخاری کی پیدائش سے پہلے ہی اجتہاد مجتہدین کی بنا پر قوی ہو چکی تھیں اگر کسی کی اسناد میں بعد کو ضعف پیدا ہوا ہو تو ان مجتہدین کو مضر نہیں (از مرقات)

[1] یعنی اگر مالک چاہے تو چار اونٹوں سے ہی صدقہ نفلی ادا کرے۔ کتنا ادا کرے، یہ اُسے اختیار ہے۔ [2] کیونکہ چار سالہ اونٹنی کی قیمت کم ہوتی ہے، پنجسالہ کی زیادہ، مالک نے چونکہ واجب سے کم زکوٰۃ دی ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے یا ساتھ میں دو بکریاں دے یا بیس درہم یعنی پانچ روپے، خیال رہے کہ اس زمانہ میں عمومًا چار سالہ اور پنجسالہ میں اتنا ہی فرق ہوتا تھا اور بکری کی قیمت ڈھائی روپے ہی تھی اس لئے یہ فرمایا گیا، اب یہ حساب نہ ہوگا۔ اب تو ایک بکری چالیس پچاس روپے کی ہوتی ہے، اب آج کے حساب سے زیادتی کمی لی جائے گی۔ [3] اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی، یہ اس زمانہ کی قیمتوں کے حساب سے ہے۔

الحقة ويعطيه المصدق عشرين درهما او شاتين ومن بلغت صدقته بنت لبون وليست عنده وعنده بنت مخاض فانها تقبل منه بنت مخاض ويعطي معها عشرين درهما او شاتين ومن بلغت صدقته بنت مخاض وليست عنده وعنده بنت لبون فانها تقبل منه ويعطيه المصدق عشرين درهما او شاتين فان لم تكن عنده بنت مخاض على وجهها وعنده ابن لبون فانه يقبل منه وليس معه شيء وفي صدقة الغنم في سائمتها اذا كانت اربعين الى عشرين ومائة شاة فاذا زادت على عشرين ومائة الى مائتين ففيها شاتان فاذا زادت على مائتين الى ثلث مائة ففيها ثلث شياه فاذا زادت على ثلث مائة ففي كل مائة شاة فاذا كانت سائمة

اور اُسے عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے اور وہ دو سالہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ اس کے پاس یک سالہ ہو تو اُس سے یک سالہ ہی وصول کر لی جائے اور اس کے ساتھ مالک بیس درہم یا دو بکریاں دے [1] اور جس کی زکوٰۃ یک سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس یک سالہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس دو سالہ ہو تو اُس سے وہ ہی وصول کر لی جائے اور اُس کو عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور اگر مالک کے پاس زکوٰۃ کے مطابق یک سالہ مادہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس یک سالہ نر ہو تو اُس سے وہ ہی لے لیا جائے اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں [2] اور بکریوں کی زکوٰۃ میں [3] یعنی جنگل میں چرنے والیوں میں جب چالیس ہوں تو ایک سو بیس تک ایک بکری ہے [4] پھر جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو دو سو تک میں دو بکریاں ہیں اور جب دو سو سے زیادہ ہوں تو تین سو تک میں تین بکریاں ہیں جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری ہے [5] پھر جب کسی کی جنگل میں چرنے والی

[1] خلاصہ یہ ہے کہ اگر عامل نے زکوٰۃ سے زیادہ قیمتی جانور وصول کر لیا ہے تو بقدر زیادتی مالک کو واپس کرے اور اگر اس سے کم لیا ہے تو کمی پوری کرنے کے لئے کچھ اور بھی ساتھ لے، مگر لین دین میں حساب برابر رکھا جائے گا کیونکہ انصاف کرنا ہے۔ [2] یعنی اونٹ کی زکوٰۃ میں مادہ ہی واجب ہے لیکن اگر مادہ نہ ہو تو نر اونچی عمر کا لے لیا جائے گا تاکہ انوثیت کا بدلہ زیادتی عمر سے ہو جائے۔ خیال رہے کہ مادہ نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ مادہ موجود ہی نہیں دوسرے یہ کہ موجود تو ہے مگر بیمار یا دبلی ہے، یا موجود تو ہے مگر بہت قیمتی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے اور زکوٰۃ میں درمیانی لی جاتی ہے ان تینوں صورتوں میں زیادہ عمر کا نر لیا جائے گا (مرقات)۔ [3] عربی میں بکری کو غنم کہتے ہیں کیونکہ اس کے پاس دشمن سے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں اسلئے اسے ہر دشمن غنیمت کی طرح آسانی سے لے لیتا ہے۔ بھیڑ اور دنبے بکریوں کے حکم میں ہیں۔ [4] جنگل میں چرنے والی وہ بکری ہے جو سال کا اکثر حصہ جنگل کی قدرتی پیداوار کھا کر پلے اگر زیادہ حصہ گھر کے چارے پر گذارے تو اُسے علوفہ کہیں گے اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر تجارت کی بکریاں ہیں تو ان میں تجارتی زکوٰۃ ہے گھر چریں یا جنگل میں۔ خیال رہے کہ اگر بکریوں کے دودھ وغیرہ کی تجارت کرتا ہو نہ کہ عین بکری کی، تو ان میں تجارت کی زکوٰۃ نہیں۔ [5] خلاصہ یہ ہے کہ بکری کا نصاب چالیس ہے خواہ خالص

الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا وَ لَا تُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ اِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَاِنَّهُمَا

بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں لیکن اگر مالک چاہے تو خیرات دیدے ۱؎ اور زکوٰۃ میں نہ تو بڑھیا دی جائے نہ کانی ۲؎ اور نہ بکرا مگر یہ کہ عامل چاہے تو لے لے ۳؎ اور نہ تو متفرق مال کو جمع کیا جائے اور نہ زکوٰۃ کے ڈر سے جمع مال کو متفرق کیا جائے ۴؎ اور جو نصاب دو شریکوں کے درمیان ہو تو وہ آپس میں

؎ بکریاں ہوں یا بکری بکرے مخلوط، خالص بکروں میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ ان کی نسل نہیں چلتی، پھر پہلی کسر ۸۰ ہے جس میں زکوٰۃ نہیں بڑھتی، یعنی ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے، ایک سو بیس کے بعد پھر ۸۰ کسر ہے جس سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی، دو سو تک دو بکریاں ہی واجب ہوتی ہیں پھر ۹۹ سو کسر ہے جن سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی، تین سو تک تین ہی بکریاں رہتی ہیں، تین سو کے بعد بھی سو ہی کسر ہے، چار سو پر چار بکریاں واجب ہوں گی، عام علماء کا یہی قول ہے، البتہ امام نخعی و حسن ابن صالح رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر تین سو پر ایک بکری بھی زیادہ ہو گی تو چار بکریاں واجب ہوں گی، مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے، ظاہری حدیث اسی کی تائید کر رہی ہے ؎ ۱؎ یہاں رجل سے مراد ہر بالغ عاقل مسلمان ہے مرد ہو یا عورت، یعنی چونکہ بکری کا نصاب چالیس ہے لہذا اگر ۳۹ انتالیس بکریاں بھی ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، ہاں اگر مالک کچھ صدقہ نفلی دیدے تو اسے اختیار ہے ؎ ۲؎ بوڑھی میں بیمار بھی داخل ہے اور کانی میں ہر اس عیب والی جس سے قیمت کم ہو جائے، یہ حکم جب ہے جب مالک کے پاس جوان یا بے عیب بھی ہوں، لیکن اگر اس کے پاس ساری بوڑھی یا عیب دار ہی ہوں، تو انہی میں سے درمیانی بوڑھی یا عیب دار لی جائے گی (مرقات) ۳؎ صحیح یہ ہے کہ یہاں مصدق سے مراد صدقہ لینے والا عامل ہے نہ کہ دینے والا اور یہ استثناء صرف بکرے کی طرف لوٹ رہا ہے، یعنی زکوٰۃ میں بکرا نہ لیا جائے گا، ہاں اگر عامل بکرے ہی کو فقراء کے لیے مفید سمجھے تو لے لے، کیونکہ وہ فقراء کا وکیل ہے ان کی بھلائی کا لحاظ کرے، کبھی بکرا خصوصاً خصی قیمت میں بکری سے زیادہ ہوتا ہے اس جملہ کی اور بہت سی شرحیں کی گئی ہیں، لیکن فقیر کی یہ شرح سیدھی صاف اور بے گرد و غبار ہے ۴؎ یہ جملہ بہت جامع ہے جس کے بہت معنی ہو سکتے ہیں، اگر اس میں عامل کی طرف روئے سخن ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ نہ تو عامل زکوٰۃ لینے کے لئے چند شخصوں کا تھوڑا تھوڑا مال ملا کر نصاب بنائے، مثلاً دو شخصوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہیں تو ان کو ملا کر چالیس بنائے اور زکوٰۃ لے یہ ناجائز ہے اور نہ زکوٰۃ بڑھانے کے لئے ایک شخص کے ایک مال کو متفرق کر دے مثلاً کسی کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے عامل انہیں چالیس کے تین نصاب بنا لے اور تین بکریاں لے لے یہ ناجائز ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی معنی کئے، اور اگر روئے سخن مالک کی طرف ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ مالک تمام زکوٰۃ کم کرنے یا بچنے کے لئے متفرق مال جمع نہ کرے مثلاً دو شخصوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں جن میں الگ الگ ایک بکری واجب ہوتی ہے، مگر یہ دونوں عامل کے سامنے اسے شرکت کا مال قرار دے کر ایک بکری دیں یہ جرم ہے یا دو آدمیوں کی شرکت میں چالیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے مگر عامل کے سامنے یہ دونوں تھوڑی دیر کے لئے

يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

برابر برابر ایک دوسرے سے لیں ۱؎ اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوۃ ہے ۲؎ اور اگر صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں کچھ زکوۃ نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے تو دیدے ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا اس زمین میں جسے آسمان یا چشمے سیراب کریں یا ہو عثری ۴؎ اس میں دسواں حصہ ہے اور جسے پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے ۵؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جانوروں کا زخم باطل ہے ۶؎ اور کنواں باطل ہے ۷؎ اور کان باطل ہے ۸؎ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے ۹؎ (مسلم، بخاری)

شرکت توڑ دیں اور الگ الگ بیس بیس بکریاں دکھا کر زکوۃ سے بچ جائیں۔ یہ توجیہ امام شافعی کی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں حکم مالک اور عامل دونوں کی طرف ہوں یعنی مالک تو صدقہ سے بچنے یا کم کرنے کے لئے مجتمع کو متفرق نہ کرے، اور عامل صدقہ بڑھانے یا واجب کرنے کے لئے متفرق کو جمع نہ کرے۔ خوف صدقہ دونوں کو شامل ہے۔ مالک کو صدقہ واجب ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہوتا ہے، اور عامل کو صدقہ واجب نہ رہنے یا گھٹ جانے کا۔ اور بھی اس کی بہت شرحیں ہو سکتی ہیں۔ یہ ہے اس افصح الفصحاء کی جامع البیانی کہ دو لفظوں میں بہت صورتیں بیان فرما دیں صلے اللہ علیہ وسلم۔

۱؎ یعنی اگر ایک مال کے دو مشترک مالک ہوں اور ان پر بقدر حساب شرعی زکوۃ واجب ہو جائے، تو زکوۃ مشترک دے دیں، بعد میں حساب کر لیں۔ مثلاً دو شخص کی دو سو بکریاں مشترک ہیں اس طرح کہ چالیس ایک کی ہیں اور ایک سو ساٹھ ایک کی، جس کی دو بکریاں بطور زکوۃ دی گئیں تو چالیس والا بھی اپنے ذمہ ایک بکری سے گا اور ایک سو ساٹھ والا بھی ایک بکری، یہ نہ ہوگا کہ دو بکریوں کا ۱/۵ چالیس والا دے اور ۴/۵ ایک سو ساٹھ والا، اور برابری سے یہی مراد ہے (لمعات) دیکھو ایسا ہی مرقات نے بہت بڑی بحث کی، مگر جتنا فقیر نے عرض کر دیا وہ کافی ہے۔ خیال رہے کہ نصاب میں شرکت کی چند صورتیں ایک یہ کہ ایک آدمی کے دو بیٹوں کو میراث ملی جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی، دوسرے یہ کہ دو شخصوں نے اپنے مال مخلوط کرکے ان سے مشترک کاروبار شروع کر دیا وغیرہ۔ ۲؎ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ چاندی سونے کی زکوۃ وزن پر ہوتی ہے نہ کہ قیمت پر، اور اس کا ادنیٰ نصاب دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے، چالیسواں حصہ زکوۃ ہے یعنی سو روپیہ پر ڈھائی روپیہ اور ہزار روپیہ پر پچیس، اس کی پوری بحث کتب فقہ میں دیکھو۔ ۳؎ عرب میں عثری وہ زمین کہلاتی ہے جو پانی سے قریب ہونے کی وجہ سے خود بخود تر رہتی ہو اور اس کا مالک اسے پانی دینے سے فارغ ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ عثری آدمی برا ہے یعنی جو دین و دنیا سے فارغ ہو کر کچھ کام نہ کرے وہ برا ہے (از مرقات واشعہ) نیز جس درخت کی جڑیں گہرائی میں پہنچ کر زمین کی قدرتی تری خود لے لیں، اسے بھی

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَیْلِ وَالرَّقِیْقِ فَھَاتُوْا صَدَقَۃَ الرِّقَۃِ مِنْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ دِرْھَمًا دِرْھَمٌ وَلَیْسَ فِیْ تِسْعِیْنَ وَمِائَۃٍ شَیْءٌ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَیْنِ فَفِیْھَا خَمْسَۃُ دَرَاھِمَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِاَبِیْ دَاؤدَ عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ زُھَیْرٌ اَحْسِبُہٗ عَنْ

دوسری فصل روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ کی تو معافی دے دی[1] مگر چاندی کی زکوٰۃ دو ہر چالیس میں ایک درہم ہے اور ایک سو نوے میں کچھ نہیں جب دو سو کو پہنچیں تو ان میں پانچ درہم ہیں[2] (ترمذی و ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت حارث ابن اعور سے ہے[3] وہ حضرت علی سے راوی زہیر کہتے ہیں مجھے خیال ہے حضرت علی

حضرت علی کہتے ہیں[4] خلاصہ یہ ہے کہ جس کھیت میں پانی دینے پر مالک کا خرچ ہو اس کی زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے ورنہ دسواں، کھینچنے میں کنوئیں سے بہتے دریا سے کھینچنا سب شامل ہے[5] یعنی اگر کسی کا کوئی جانور گھوڑا اٹھائے بھینس بیل کہ مالک سے چھوٹ جائے اور کسی کو زخمی کر دے تو مالک پر اس زخم کا قصاص یا تاوان نہ ہوگا، کیونکہ یہاں مالک بے قصور ہے، ہاں اگر مالک کی غفلت یا اس کے قصور سے جانور نے کسی کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا تو مالک ذمہ دار ہے جیسے کوئی اپنا کٹ کھنا کتا دن میں کھلا چھوڑ دے اور وہ کسی کو زخمی کر دے یا کسی کا جانور مار دے ان شاء اللہ اس کی پوری تحقیق کتاب القصاص میں آئے گی[6] یعنی اگر کوئی شخص کسی کے کنوئیں یا کان میں گر کر مر جائے تو کنوئیں اور کان والے پر ضمان نہیں کہ وہ بے قصور ہے، ہاں اگر کوئی شخص راستہ میں کنواں یا گڑھا کھودے جس میں کوئی گر کر مر جائے، تو اب یہ ذمہ دار ہے کیونکہ مجرم ہے[7] یعنی اگر کسی کی زمین میں سونے چاندی یا کسی دھات کی قدرتی کان نکل آئے تو وہ پانچواں حصہ حکومت اسلامیہ کو دیگا، اور چار حصے اپنے خرچ میں لائے گا خیال رہے کہ رکاز کے لغوی معنے ہیں چھپنا یا خفیہ ہونا اسی لئے پاؤں کی آہٹ کو رکز کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تَسْمَعُ لَھُمْ رِکْزًا جانور کی لات مار دینے کو بھی رکز کہتے ہیں، اصطلاح میں رکز کان کو بھی کہتے ہیں اور دفینہ یعنی گاڑے ہوئے خزانہ کو بھی، امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں رکاز سے کان مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں دفینہ، امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا رکاز کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ سونا ہے جسے رب تعالٰی نے زمین میں قدرتی پیدا فرمایا (بیہقی عن ابی ہریرہ) نیز یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے رکاز کا ذکر معدن کے ساتھ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکاز معدن ہی ہے مرقات نے فرمایا کہ کان سے بعض چیزیں گل جانے والی پیدا ہوتی ہیں جیسے سونا چاندی لوہا اور باقی دھاتیں، اور بعض تیل، جیسے پانی تیل اور تارکول اور بعض چیزیں خشک نہ گلنے والی جیسے چونا ہڑتال ہر قسم کے پتھر یاقوت نمک وغیرہ امام اعظم کے ہاں صرف دھاتوں میں خمس واجب ہے، اور امام شافعی کے ہاں صرف سونے چاندی میں، وہ باقی دھاتوں کو شکار کے جانور کی طرح مانتے ہیں جس کا مل جائے اسی کی دھات (مرقات و اشعہ)[1] گھوڑے سے مراد سواری کا گھوڑا اور غلام سے خدمت کا غلام مراد ہے، یہاں گھوڑا اور غلام مثالًا بیان فرمایا گیا ورنہ حاجت اصلیہ میں گھرے ہوئے کسی مال کی زکوٰۃ نہیں یعنی میں نے ان چیزوں کی زکوٰۃ معاف کر دی، یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ هَاتُوا رُبُعَ الْعُشْرِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَ
لَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتّٰى تَتِمَّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيهَا خَمْسَةُ
دَرَاهِمَ فَمَا زَادَ فَعَلٰى حِسَابِ ذٰلِكَ وَفِي الْغَنَمِ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةٌ إِلٰى عِشْرِينَ
وَمِائَةٍ فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَشَاتَانِ إِلٰى مِائَتَيْنِ فَإِنْ زَادَتْ فَثَلٰثُ شِيَاهٍ إِلٰى ثَلٰثِ

نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی [1] کہ آپ نے فرمایا کہ چالیسواں حصہ دو ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور تم پر کچھ نہیں حتّے کہ دو سو درہم پورے ہو جائیں تو جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم ہیں جو اس پر زیادہ ہو تو اسی حساب پر ہے [2] اور بکریاں میں ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے [3] ایک سو بیس تک کہ اگر ایک زیادہ ہو جائے تو دو بکریاں دو سو تک اگر زیادہ ہوں تو تین بکریاں تین سو تک

احکام شرعیہ کے مالک ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کردی یعنے اگر چاہتا تو ان سب کی زکوٰۃ واجب کردیتا [2] حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم یعنے ساڑھے باون تولہ ہے جس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں، پھر دو سو کے بعد تا چالیس درہم تک معافی چالیس پر ایک درہم اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ چاندی سونے کی زکوٰۃ میں دو نصابوں کے درمیان نصاب کے پانچویں حصہ سے کم معاف رہتا ہے اور پانچویں حصہ پر زکوٰۃ بڑھتی ہے، چنانچہ ساڑھے سات تولہ سونے کے بعد ڈیڑھ تولہ سے کم میں معافی ہوگی اور ڈیڑھ تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی، چاندی میں ساڑھے باون تولے کے بعد ساڑھے دس تولہ تک معافی اور ساڑھے دس تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی۔ [3] ان کا نام حارث ابن عبداللہ ہمدانی ہے، کنیت ابو زہیر ہے، تابعی ہیں، مشہور یہ ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں، بعض محدثین نے آپ میں جرح کی ہے، آپ نے حضرت علی سے کل چار حدیثیں روایت کی ہیں (مرقات وغیرہ)

[1] یعنے زہیر جو راوی حدیث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین نہیں بلکہ گمان ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں، حضرت علی کا قول اپنا قول نہیں ہے بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے [2] اس کی شرح ابھی گزر چکی، خیال رہے کہ چاندی کی زکوٰۃ میں سکہ رائج الوقت کا اعتبار نہیں بلکہ وزن ملحوظ ہے مگر تجارتی سامان کی زکوٰۃ میں سکہ رائج الوقت معتبر ہے کیونکہ چاندی میں خود اس پر زکوٰۃ ہے مگر تجارتی مال میں اس کی قیمت پر ہے لہٰذا دو سو درہم کا لفظ بہت وسیع ہے، ہر دو کی مراد میں بھی مسروقہ مال کی قیمت کا اعتبار ہے (مرقاۃ) اس حدیث کی بنا پر صاحبین فرماتے ہیں کہ دو سو درہم کے بعد ہر درہم پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ فما زاد عام ہے، مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ چالیس درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں، یہاں ما زاد سے مراد چالیس درہم ہی ہیں جیسا کہ اوپر کے جملہ سے معلوم ہوا اور دوسری احادیث نے اس کی تصریح فرمادی، نیز ابوداؤد کی اس دوسری حدیث کی اسناد میں حارث و عاصم ہیں ان دونوں پر محدثین نے سخت جرح کی ہے لہٰذا یہ حدیث قابل سند نہیں غرضکہ فَمَا زَادَ فَعَلٰى ذٰلِكَ کی عبارت مجروح ہے لہٰذا حق یہ ہی ہے کہ دو سو درہم کے بعد چالیس درہم سے کم پر زکوٰۃ نہ ہوگی [3] یہ جملہ بھی تمام احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چالیس بکریوں سے ایک بکری زکوٰۃ دی جائے تو ایک سو بیس میں تین بکریاں واجب ہوں، حالانکہ چالیس کے بعد ایک سو بیس تک زکوٰۃ نہیں بڑھتی، مرقات نے فرمایا کہ لفظ کُلِّ زائد

مِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰی ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِیْ کُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ اِلَّا تِسْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ
فَلَیْسَ عَلَیْکَ فِیْهَا شَیْءٌ وَفِی الْبَقَرِ فِیْ کُلِّ ثَلٰثِیْنَ تَبِیْعٌ وَّفِی الْاَرْبَعِیْنَ مُسِنَّةٌ وَّلَیْسَ
عَلَی الْعَوَامِلِ شَیْءٌ۔ وَعَنْ مُّعَاذٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَی الْیَمَنِ
اَمَرَهٗ اَنْ یَّاْخُذَ مِنَ الْبَقَرَةِ مِنْ کُلِّ ثَلٰثِیْنَ تَبِیْعًا اَوْ تَبِیْعَةً وَّمِنْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ مُسِنَّةً
رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

پھر اگر تین سو پر زیادہ ہوں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری اگر بکریاں انتالیس ہوں تو اُن کا تم پر کچھ نہیں ۱؎ اور گائیوں میں ہر تیس میں ایک سالہ بچہ ہے ۲؎ اور چالیس میں دو سالہ بچہ اور کام کاج کے جانوروں میں کچھ نہیں ۳؎ روایت ہے حضرت معاذ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن میں بھیجا ۴؎ تو حکم دیا کہ گائے میں ہر تیس سے ایک سالہ نر یا مادہ وصول کریں اور ہر چالیس سے دو سالہ ۵؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے بعض نے فرمایا کہ گنتی زیادتی نہیں بلکہ بیان مستحق کے لئے ہے یعنی بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ ان تمام میں چالیس پر زکوٰۃ ہے البنایہ آئندہ حدیث کے بھی خلاف نہیں اور دیگر احادیث کے بھی مخالف نہیں۔ ۱؎ اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے خیال رہے کہ بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری کا چھوٹا بچہ نہ دیا جائے گا بلکہ جوان بکری یا بکرا جسے بکری کہہ سکیں مگر اس میں اونٹ و گائے کی طرح عمر مقرر نہیں کہ اتنے سال یا اتنے ماہ کی بکری ۲؎ یعنی تیس گائیوں میں یکسالہ بچھڑی یا بچھڑا واجب ہے یکسالہ بچھڑے کو تبیعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت بچہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ ہی وصول کی جاتی ہے مگر گائے کی زکوٰۃ میں نر یا مادہ دونوں لے جا سکتے ہیں، کیونکہ بعض لحاظ سے مادہ اچھی ہے کہ نسل دیتی ہے اور بعض وجہ سے نر اچھا کہ کھیتی باڑی میں کام آتا ہے ۳؎ اسی طرح اگر اونٹ کام کاج کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں پھر علوفہ یعنی گھر چارہ کھانے والوں میں زکوٰۃ نہیں ۴؎ وہاں کا حاکم بنا کر، چونکہ اس زمانہ میں اسلامی حکام لوگوں کے ظاہری مال یعنی جانوروں اور زمینوں کی زکوٰۃ بھی وصول کرتے تھے جو بعد میں اپنے مصرف پر بہت احتیاط سے خرچ کر دی جاتی تھی اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تلقین فرمائی۔ ۵؎ بقر کے معنی ہیں چیرنا پھاڑنا چونکہ بیل زمین میں ہل چلاتے ہیں جس سے زمین چر جاتی ہے اس لئے انہیں بقر کہتے ہیں، بقرہ میں ت تانیث کی نہیں، وحدت نوعی یا جنسی کی ہے لہٰذا یہ یہ لفظ بیل پر بولا جاتا ہے چونکہ عرب میں بھینس بہت تھوڑی ہوتی اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا ورنہ بھینس کی زکوٰۃ بھی گائے کی طرح ہے خلاصہ یہ کہ گائے بھینس کا نصاب تیس ہے تیس میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے پھر چالیس تک زکوٰۃ نہ بڑھے گی، اور چالیس میں دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی واجب ساٹھ میں دو تبیعہ اور ستر میں ایک تبیعہ اور ایک مسنہ، غرضکہ ہر تیس پر تبیعہ واجب ہوتا ہے یعنی یکسالہ اور ہر چالیس پر مسنہ دو سالہ، چالیس کے بعد ساٹھ تک حکم میں بہت اختلاف ہے صاحبین کے ہاں اس زیادتی سے زکوٰۃ نہ بڑھے گی۔ امام اعظم سے اس میں تین روایتیں ہیں اس کی تحقیق ہدایہ کی شرح میں دیکھو، یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے کیونکہ اس میں مسروق نے حضرت معاذ سے

اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُعْتَدِیْ فِی الصَّدَقَۃِ کَمَانِعِہَا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ فِیْ حَبٍّ وَّلَا تَمْرٍ صَدَقَۃٌ حَتّٰی یَبْلُغَ خَمْسَۃَ اَوْسُقٍ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ ۔ وَعَنْ مُوْسَی بْنِ طَلْحَۃَ قَالَ عِنْدَنَا کِتَابُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّمَا اَمَرَہٗ اَنْ یَّاْخُذَ الصَّدَقَۃَ مِنَ الْحِنْطَۃِ وَالشَّعِیْرِ وَالزَّبِیْبِ وَالتَّمْرِ مُرْسَلٌ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ ۔ وَعَنْ

نے کہ زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والا زکوٰۃ نہ دینے والے کی طرح ہے ۱؎ (ابوداؤد و ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانوں اور کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں حتی کہ پانچ وسق کو پہنچیں ۲؎ (نسائی) روایت ہے حضرت موسیٰ ابن طلحہ سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت معاذ ابن جبل کی کتاب ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے فرمایا کہ انہیں حضور نے یہ حکم دیا کہ وہ گیہوں، جَو، کشمش، کھجور سے زکوٰۃ لیں ۴؎ (شرح سنہ) روایت ہے

روایت کی مگر انہوں نے معاذ سے ملاقات نہیں کی لیکن چونکہ بہت احادیث سے تقویت پہنچ چکی ہے اس لئے قابل عمل ہے، اسی لئے ترمذی نے اسے حسن فرمایا۔

۱؎ اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جو عامل زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرے کہ یا زیادہ لے یا بہترین مال لے، وہ ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا، دوسرے یہ کہ جو مالک زکوٰۃ دینے میں زیادتی کرے کہ یا تو کم دینے کی کوشش کرے یا ناقص یا خراب مال دے وہ ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ خوشدلی سے دو، اسے عبادت سمجھو ٹیکس نہ سمجھو، مستحق کو دو جان بوجھ کر غیر مستحق کو نہ دو، دے کر احسان نہ جتاؤ اگرچہ اپنے عزیز فقیر کو دی ہے تو اسے طعنہ نہ دو بلکہ اس کا ذکر کبھی بھی نہ کرو کہ ان سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی اور یہ سب حد سے بڑھنے میں داخل ہیں۔ ۲؎ اس حدیث کی کامل شرح بھی کچھ پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے ہاں یہاں زکوٰۃ سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے چونکہ اس زمانہ میں ایک وسق پینسٹھ ساٹھ صاع چالیس درہم کا ہوتا تھا، پانچ وسق دو سو درہم کے اس لئے پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہ تھی، زکوٰۃ پیداوار مراد نہیں کہ یہ تو ہر تھوڑے بہت زیادہ میں ہے۔ ۳؎ آپ کا نام موسیٰ ابن طلحہ ابن عبداللہ ہے، تیمی ہیں، قرشی ہیں، تابعی ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا تو ہوئے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے، آپ کا نام موسیٰ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے رکھا، آپ کے والد طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ۴؎ یہ حدیث ظاہری معنے سے امام اعظم کی دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں ان چیزوں کا وزن مقرر نہ کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیداوار میں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے کم ہو یا زیادہ، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ فرماتے ہیں ہمارے پاس معاذ ابن جبل کی یہ مضمون کی کتاب بھی ہے اور ہمیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر بھی پہنچی ہے اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ تابعی نے بغیر ذکر صحابی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کر دی، اسی معنے کی بنا پر مصنف نے اسے مرسل فرمایا اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ کی وہ

عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي زَكٰوةِ الْكُرُومِ إِنَّهَا تُخْرَصُ كَمَا تُخْرَصُ النَّخْلُ ثُمَّ تُؤَدّٰى زَكٰوتُهُ زَبِيبًا كَمَا تُؤَدّٰى زَكٰوةُ النَّخْلِ تَمْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ حَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوْا وَدَعُوا الثُّلُثَ فَإِنْ لَّمْ تَدَعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ إِلَى يَهُوْدَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِيْنَ يَطِيْبُ قَبْلَ أَنْ يُّؤْكَلَ

حضرت عتاب ابن اسید سے ۱؎ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ اس کا ایسے ہی اندازہ لگایا جائے جیسے کھجور کا لگایا جاتا ہے پھر اس کی کشمش سے ایسے ہی زکوٰۃ دی جائے جیسے کھجور کے چھوہاروں کی دی جاتی ہے ۲؎ (ترمذی و ابوداؤد) روایت ہے حضرت سہل ابن ابی حثمہ سے انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جب تم اندازہ لگاؤ تو تہائی چھوڑ دو اگر تہائی نہ چھوڑو تو چوتھائی تو ضرور چھوڑ دو ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو یہود خیبر کی طرف بھیجتے تھے تو وہ کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے پکنے کے وقت کھائے جانے سے پہلے

کتاب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا ہے یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمان کو حضرت معاذ نے لکھ دیا تھا، اس صورت میں یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ متصل

۱؎ آپ قرشی ہیں، اموی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور آپ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا حاکم بنایا، صدیق اکبر نے اپنی خلافت میں آپ کو اسی عہدہ پر بحال رکھا، صدیق اکبر کی وفات کے دن آپ کی مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی وہیں دفن ہوئے، کل پچیس سال عمر پائی بڑے صالح متقی تھے۔ ۲؎ حدیث بالکل ظاہر ہے کہ انگور کے باغ کا مالک سارے انگور توڑ کر وزن کرکے زکوٰۃ نہ نکالے بلکہ پہلے تو یہ اندازہ لگائے کہ کل پھل کتنا ہوگا، پھر یہ کہ کشمش ہو کر کتنا رہے گا، اس کا دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ نکالے، چونکہ خیبر پہلے ۷ھ ہجری میں فتح ہو چکا تھا جہاں کھجور کے باغات ہیں وہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے بھیجا تھا اور طائف بعد میں فتح ہوا جہاں انگور کے باغات بکثرت تھے، اس لیے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کی زکوٰۃ کو کھجور کی زکوٰۃ سے تشبیہ دی (از مرقات)۔ ۳؎ یہ حکام کو حکم ہے یعنی اے حاکمو! جب تم باغوں یا کھیتوں کی زکوٰۃ لینے جاؤ تو خود بھی اور دوسرے واقف کاروں کی مدد سے بھی اندازہ لگاؤ کہ اس میں کل پھل یا دانہ کتنا ہے، اس کی زکوٰۃ کا حساب لگاؤ اور تہائی یا چوتھائی زکوٰۃ چھوڑ دو تاکہ وہ مالک خود اپنے ہاتھ سے اپنے غریب قرابت داروں وغیرہ کو دے اور دو تہائی یا تین چوتھائی تم لے آؤ۔ خیال رہے کہ امام شافعی و ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ حکم خراج میں ہے زکوٰۃ پوری وصول کریگا، ان کے ہاں یہ حکم خیبر کے حکام کو تھا جو خیبر کے یہودیوں سے پیداوار کا نصف وصول کرنے جاتے تھے کیونکہ ان لوگوں سے اس پر صلح ہوئی تھی کہ پیداوار کا آدھا تمہارا ہوگا اور آدھا مسلمانوں کا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان افسروں کو یہ حکم دیا کہ اپنے اندازے سے

مِنْهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ • وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ فِيْ كُلِّ عَشْرَةِ أَزُقٍّ زِقٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِيْ إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ كَثِيْرُ شَيْءٍ • وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنَّكُنَّ

۱ے (ابو داؤد) ۲ے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کے بارے میں کہ ہر دس مشک میں ایک مشک ہے ۳ے (ترمذی) اور فرمایا کہ اس کی اسناد میں کلام ہے اور اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ منقول نہیں ۴ے روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبداللہ سے (ابن مسعود) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا فرمایا کہ اے بیبیو خیرات دو اگرچہ اپنے زیور ہی سے ہو کیونکہ

کچھ کم کرکے کسی کا آدھا تاکہ ہماری طرف ان کا حق نہ آجائے بلکہ ان کی طرف رہ جائے تو حرج نہیں۔ ۱ے آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے۔ کہ آپ مشہور صحابی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے، آپ کے ذمہ وہ خدمت تھی جو آگے آ رہی ہے۔

۲ے گزشتہ حدیث میں عرض کیا گیا کہ یہود خیبر سے اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ کھجوروں کے باغات مسلمانوں کے ہوں گے اور محنت ان یہود کی پیداوار آدھی آدھی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھل پکنے کے وقت حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے خیبر بھیجتے تھے کیونکہ وہ اندازہ لگانے میں ماہر تھے، چنانچہ آپ ان یہود سے فرما دیا کرتے تھے کہ اس باغ میں اتنے پھل ہیں، تم یا اس کے آدھے پھل ہم سے لے لو اور باغ ہمیں چھوڑ دو یا آدھے پھل ہمیں دے دو اور باغ تمہارا۔ اس فیصلہ پر یہود بہت خوش ہوتے اور کہتے تھے کہ یہ وہ عدل ہے جس سے آسمان و زمین قائم ہیں، مسلمانوں کے عدل و انصاف کے کفار بھی قائل تھے ۳ے یہ حدیث ابو داؤد میں دو جگہ آئی ہے کتاب الزکوٰۃ میں اور کتاب البیوع میں۔ پہلی کی اسناد میں ایک مجہول شخص ہے دوسری کی اسناد میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے، تمام راوی ثقہ ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ ۴ے شہد کی زکوٰۃ کا مسئلہ بڑا معرکۃ الآراء ہے، تینوں اماموں کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس میں زکوٰۃ ہے، پھر اس کے نصاب کے بارے میں خود امام صاحب سے کئی روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اگر شہد عشری زمین سے حاصل ہو تو اس میں مطلقاً زکوٰۃ ہے، تھوڑا ہو یا زیادہ، کیونکہ سرکار فرماتے ہیں مَا اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ فَفِيْهِ الْعُشْرُ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ خمسہ کی قیمت پر زکوٰۃ ہے ایک روایت یہ ہے کہ اگر دس مشکیزے ہوں تو ایک مشکیزہ اس کی زکوٰۃ، یہ حدیث اس تیسرے قول کی دلیل ہے امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی تھا۔ ۵ے یعنے محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں، خیال رہے کہ محدثین کی یہ جرح امام اعظم کو مضر نہیں کیونکہ یہ حدیث امام صاحب کو صحیح ملی تھی، اس لئے کہ آپ کا زمانہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہے، ان محدثین کو ضعیف ہو کر ملی بعد کا ضعف امام صاحب کو مضر نہ ہوگا، نیز یہ حدیث بہت روایتوں سے مروی ہے چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے عشر وصول فرمایا ہے بعض احادیث میں یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شہد کا عشر

أَكْثَرُ أَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ أَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ أَيْدِيْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُمَا أَتُؤَدِّيَانِ زَكٰوتَهٗ قَالَتَا لَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُحِبَّانِ أَنْ يُّسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ قَالَتَا لَا قَالَ فَأَدِّيَا زَكٰوتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَى الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ نَحْوَ هٰذَا وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ وَابْنُ لَهِيْعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ وَلَا يَصِحُّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

قیامت میں زیادہ دوزخی ہوگی ۱؎ (ترمذی) ۲؎ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ دو بیبیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن (کڑے) تھے ان سے حضور انور نے فرمایا کہ تم ان کی زکوۃ دیتی ہو ۳؎ وہ بولیں نہیں تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے ۴؎ وہ بولیں نہیں فرمایا تو ان کی زکوۃ دیا کرو (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث مثنیٰ ابن صباح نے روایت کی عمرو ابن شعیب سے اس کی مثل اور مثنیٰ ابن صباح اور ابن لہیعہ حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں اور اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح

جاتا تھا علماء نے یہ حدیث یوں نقل کی کہ بنی شبابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا عشر دیتے تھے، تعدد اسناد کی وجہ سے متن حدیث قوی ہوگیا ہے۔

۱؎ یعنی پہننے کے سونے چاندی کے زیور میں بھی زکوۃ واجب ہے یہاں صدقہ سے مراد زکوۃ ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں صاف آرہا ہے خیال رہے کہ پہننے کے ان زیوروں پر امام اعظم کے ہاں زکوۃ واجب ہے، امام شافعی کے قول جدید میں اور امام احمد کے ہاں اس میں زکوۃ نہیں، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے ۲؎ مرقات نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہے اور اس کے راوی سب قوی، نیز اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الآیہ رب تعالٰی نے سونے چاندی میں تجارت کی قید نہ لگائی، معلوم ہوا کہ پہننے کا زیور بھی اسی حکم میں داخل ہے، لہذا سونے چاندی کے استعمالی زیور پر زکوۃ فرض ہے جبکہ ان کا وزن نصاب کو پہنچ جائے ۳؎ یہ سونے چاندی کے کنگن پہننے کے تھے، تجارتی نہ تھے، وزنی تھے کہ ساڑھے سات تولہ ان کا وزن تھا اس لیے ان بیبیوں سے پوچھا گیا، یہ سوال فرمانا آئندہ حکم کی تمہید ہے، جیسے رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، کیوں پوچھا آئندہ کلام کی تمہید کے لیے، لہذا اس سوال سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت نہیں ہوسکتی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر ایک امتی کے ہر ایک عمل سے خبردار ہیں، دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے کس امتی کے اعمال آسمان کے تاروں کے برابر ہیں، تو فرمایا عمر فاروق کے رضی اللہ عنہ معلوم ہوا کہ ہر امتی کے اعمال بلکہ ان کے تولوں کی بھی خبر ہے ۴؎ اس وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زکوۃ سے مراد شرعی فرضی زکوۃ ہے نہ کہ نفلی صدقہ کیونکہ نفل ادا نہ کرنے پر سزا یا

اللہ علیہ وسلم شیء ۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِّنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ اَنْ تُؤَدّٰى زَكٰوتُهٗ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاَبُوْ دَاؤُدَ ۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُّخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِيْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ ۔ وَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ

حدیث ثابت نہیں ۱؎ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ میں سونے کے کنگن پہنا کرتی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بھی خزانہ کرنا ہے ۲؎ فرمایا جو جب زکوٰۃ کی حد کو پہنچے تو تم اس کی زکوٰۃ دیتی رہو تو خزانہ نہیں ۳؎ (مالک و ابوداؤد) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ اس مال کی زکوٰۃ دیں جو تجارت کے لیے رکھتے ہیں ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ربیعہ ابن ابی عبدالرحمٰن سے وہ

وعید نہیں ملی ۱؎ شاید امام ترمذی کو یہ حدیث صحیح ہو کر نہ ملی، تو وہ اپنے علم کی بنا پر یہ فرما گئے ورنہ اصل حدیث بہت صحیح اسناد سے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ بلکہ خود ترمذی نے بھی حضرت علی سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، نیز ابوداؤد و نسائی نے روایت کی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حاضر بارگاہ ہوئی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، تو فرمایا کہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو، عرض کیا نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ کل تم کو دوزخ میں آگ کے کنگن پہنائے جائیں، تو اس نے فوراً کنگن اتار کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینک دیئے اور بولیں یہ اللہ رسول کے لیے صدقہ ہیں، یہ حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے، نیز ابوداؤد نے عبداللہ ابن شداد ابن الہاد سے روایت کی کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یہ واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں ہاتھوں میں کنگن پہنے بیٹھی تھی تو فرمایا اے عائشہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو، میں بولی نہیں، تو فرمایا دوزخ میں جانے کے لیے یہ کافی ہیں اسے حاکم نے بھی نقل فرمایا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے، غرضکہ زیور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صحیح احادیث بہت ہیں اور قرآنی آیات ان کی تائید میں، اگلی حدیث بھی آ رہی ہے (فتح القدیر و مرقات) خیال رہے کہ ابن لہیعہ کو امام ترمذی نے ضعیف کہا، مگر امام طحاوی نے ان کی توثیق کی ہے، امام اعظم کا مذہب نہایت قوی ہے اور استعمالی زیوروں پر زکوٰۃ فرض ہے ۲؎ خزانہ سے مراد وہ خزانہ ہے جس کی برائی قرآن کریم میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ام سلمہ یہ سوال فرما رہی ہیں کہ اس سونے کی تجارت تو کرتا نہیں ہے صرف پہننے کے لیے ہے، تو کیا یہ بھی اس آیت کریمہ کی زد میں آیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پہننے کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں تو ہو سکتا ہے کہ پہننے کے زیور میں بھی نہ ہو، انہیں یہ خیال نہ رہا کہ کپڑا ضروریات زندگی کی چیز ہے، زیور ایسا نہیں ۳؎ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ ہے یہ حدیث بالکل صحیح ہے، بیہقی نے فرمایا کہ اس کے راوی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، اسے حاکم اور ابن قطان نے بھی نقل فرمایا ابن قطان نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے (مرقات) مطلب یہ ہے کہ اگر زیور کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو یہ بھی کنز میں داخل ہے جس پر قرآن کریم میں سخت وعید آئی، اگر زکوٰۃ دی جائے تو کنز نہیں ۴؎ یعنی سونے چاندی میں تو بہر حال زکوٰۃ ہے تجارت کے لیے ہو یا پہننے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے مگر دوسری

غَيْرِ وَاحِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا تُؤْخَذُ مِنْهَا اِلَّا الزَّكٰوةُ اِلَى الْيَوْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَلَا فِي اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

چند راویوں سے راوی ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال ابن حارث مزنی کو ۲؎ قبلیہ کی کانیں جاگیر دیں ۳؎ قبلیہ مقام فرع کے اطراف میں واقع ہے تو ان کانوں سے آج تک زکوٰۃ کے سوا کچھ نہیں لیا جاتا ہے ۴؎ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو سبزیوں میں زکوٰۃ ۵؎ ہے اور نہ عرایا عاریہ میں ۶؎ اور نہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ ۷؎ ہے

کے علاوہ دوسرے مالوں میں زکوٰۃ جب ہوگی کہ تجارت کیلئے ہوں اس قاعدہ کلیہ میں تمام مال داخل ہیں سوا کپڑے زمین، اثاثہ جانور بھی، خیال رہے کہ جانوروں میں سائمہ کی زکوٰۃ اور ہے، تجارت کی زکوٰۃ کچھ اور، سائمہ کی زکوٰۃ تو وہ ہے جو پہلے ذکر ہوئی کہ پانچ اونٹ میں ایک بکری اور اس میں دوام مگر تجارتی اونٹ میں قیمت اگر دو سو درہم تک پہنچے تو چالیسواں حصہ اسی طرح پیداوار کی زکوٰۃ اور ہے اگر (عشر) پھلوں کی زکوٰۃ کچھ اور، پیداوار کی زکوٰۃ بیان ہوچکی کہ کھیتی یا باغ پر زکوٰۃ یعنی عشر واجب ہے دسواں یا بیسواں حصہ، اگر ان کی تجارتی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہوگی جبکہ دو سو درہم کو پہنچیں لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں کہ یہاں تجارتی زکوٰۃ مراد ہے ۱؎ یعنی حضرت ربیعہ ابن عبدالرحمن نے جو بڑے مشہور تابعی ہیں جن کا لقب ربیعۃ الرائے ہے بہت سے صحابہ سے یہ حدیث نقل فرمائی
۲؎ بلال ابن حارث صحابی ہیں، مزنیہ کے وفد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر اسلام لائے، اسّی سال عمر پائی، ۶۰ھ میں وفات ہوئی،
۳؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بلال کو مقام فرع کے پاس جو مکہ و مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے، مدینہ منورہ سے پانچ منزل پر ہے علاقہ تک کی کانیں بخش دیں معاف فرمائیں بطریق معافی جاگیر کہ وہاں سے سونا چاندی نکالیں اور اپنا گزارہ کریں قبلیہ بھی ایک جگہ کا نام ہے معلوم ہوا کہ بادشاہ اسلام کسی کو کوئی زمین بطور جاگیر دے سکتا ہے ۴؎ یعنی کان سے نکلنے والی دھات میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے (خمس) اگر ان کانوں کے سونے چاندی میں خمس واجب نہیں ہوا بلکہ زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوا خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں جاگیر کی کان سے جو برآمد ہو اس میں چالیسواں حصہ واجب ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک خمس ہی واجب ہے امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے، حضرت امام اعظم کی دلیل وہ گزشتہ حدیث کہ وفی الرکاز الخمس، یہ حدیث منقطع ہے، لہذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی (مرقات) یا یہ حضرت بلال کی خصوصیات سے ہے ۵؎ امام اعظم کے نزدیک سبزیوں میں عشر یا بیسواں حصہ ہے صاحبین کے ہاں نہیں، یہ حدیث صاحبین کی دلیل ہے، امام اعظم قدس سرہ کے ہاں اس سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے، اس کی بحث پہلے ہوچکی، سبزیوں سے مراد تمام نہ ٹھہرنے والی چیزیں ہیں جیسے ترکاریاں پھول بینگن کدو وغیرہ ۶؎ عرایا عریہ کی جمع ہے عریہ وہ درخت ہے جو کسی کو ایک دو فصلوں کے لئے عاریۃً دے دیا جاوے کہ وہ اس کے پھل کھایا کرے اصل درخت مالک کا ہو کبھی کسی سے خشک کھجوریں لے

وَلَا فِي الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْجَبْهَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الصَّقْرُ الْجَبْهَةُ الْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْعَبِيدُ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ۔ وَعَنْ طَاوُسٍ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ أُتِيَ بِوَقْصِ الْبَقَرِ فَقَالَ لَمْ يَأْمُرْنِي فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَقَالَ الْوَقَصُ مَا لَمْ يَبْلُغِ الْفَرِيضَةَ ۔ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا

نہ کام کاج کے جانوروں میں زکوۃ ہے [1] اور نہ جبہہ میں زکوۃ ہے، امام صقر نے فرمایا کہ جبہہ سے مراد گھوڑے اور خچر اور غلام ہیں [2] (دارقطنی) روایت ہے حضرت طاؤس سے کہ حضرت معاذ ابن جبل کے پاس نصاب سے کم گائیں لائی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکے بارے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں دیا [3] (دارقطنی شافعی) اور امام شافعی نے فرمایا کہ وقص وہ عدد ہے کہ نصاب کو نہ پہنچے [4] صدقہ فطر کا باب پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع [5]

گر اس کے عوض درخت کی تر کھجوریں دے دیتے ہیں اسے بھی عریہ کہا جاتا ہے، اس کی پوری بحث کتاب البیوع میں ہوگی، ان شاء اللہ [2] اسکی بحث پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے نزدیک یہاں زکوۃ سے تجارتی زکوۃ مراد ہے، چونکہ اس زمانہ میں ایک وسق چالیس درہم کا ہوتا تھا تو پانچ وسق دو سو درہم کے ہوئے اس لئے یہ ارشاد ہوا، ورنہ پیداوار کی زکوۃ ہر تھوڑی بہت پر ہوگی، دلائل اسی باب میں بھی کچھ پہلے عرض کئے گئے [1] یعنی کام کاج کے اونٹ گائیوں وغیرہ میں زکوۃ نہیں، کیونکہ یہ تجارتی مال نہیں، اسی طرح علوفہ یعنی گھر کا چارہ کھانے والے جانوروں میں زکوۃ واجب نہیں، یہ مسئلہ بھی پہلے گزر چکا [2] کہ جب یہ تجارت کے لئے نہ ہوں خدمت کے لئے ہوں تو ان میں زکوۃ نہیں، ہاں اس غلام کا فطرہ آقا پر واجب ہوگا [3] کیونکہ وجوب زکوۃ کے لئے مال کا بقدر نصاب ہونا شرط ہے، اونٹ کا نصاب پانچ ہے، گائے کا تیس، بکریوں کا چالیس، اس کا ذکر پہلے ہو چکا [4] اول ہی سے نصاب کو نہ پہنچے وہ بھی وقص ہے اور دو نصابوں کے درمیان کی کسر بھی وقص ہے، یہاں پہلی صورت مراد ہے کیونکہ انہوں نے اس کی بالکل زکوۃ نہ لی اور مرقات واشعہ وغیرہ [5] فطر یا افطار سے ہے یا فطرۃ سے، چونکہ ماہ رمضان گزر جانے اور عید کے دن افطار کرنے پر واجب ہوتا ہے اسلئے فطرہ کہا جاتا ہے یا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی طرف سے باپ پر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے لہذا فطرہ ہے، اصطلاح شریعت میں عید کے دن جو اللہ کے لئے رمضان کا صدقہ واجب ہوتا ہے وہ فطرہ ہے، احناف کے ہاں فطرہ واجب ہے، امام شافعی و احمد کے ہاں فرض، امام مالک کے ہاں سنت مؤکدہ، امام شافعی کے ہاں ہر اس امیر و غریب پر جو ایک دن کی روزی پر قادر ہو فطرہ فرض ہے، امام مالک کے ہاں مالک نصاب پر فطرہ سنت مؤکدہ ہے نصاب نامی یعنی بڑھنے والا ہو یا نہ ہو نصاب میں، احناف کا مذہب بھی یہی ہے، فطرہ کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں دیکھو [6] صاع عرب شریف کا مشہور پیمانہ ہے دو ترا جس سے دانے ناپ کر فروخت ہوتے ہیں، جیسے ہمارے ہاں ہر علاقہ کا سیر مختلف ہے، ایسے ہی عراق حجاز اور یمن کے صاع بھی مختلف ہیں، فطرہ میں حجازی صاع جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا معتبر ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ صاع تین سو اکیاون روپیہ

مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا
اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ
قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا
مِّنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۝ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

جو ہر غلام و آزاد، مرد و عورت چھوٹے اور بڑے مسلمان پر ۱؎ مقرر فرمائے ۲؎ اور حکم دیا کہ لوگوں کے عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے
۳؎ (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر ایک صاع غلہ ۴؎ یا ایک صاع جو یا ایک صاع
چھوہارے یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش نکالتے تھے ۵؎ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے

بھر ہے یعنی ہمارے پاکستانی انگشی روپیہ کے سیر سے چار سیر ڈیڑھ پاؤ ایک تولہ، لہذا اگر فطرہ میں جو دے تو ایک شخص کی طرف سے اتنے دے اور اگر گیہوں دے تو آدھا صاع یعنی دو سیر تین چھٹانک چھ ماشہ اس کی تحقیق فتاویٰ رضویہ شریف میں ملاحظہ کریں۔ ۱؎ خیال رہے کہ صدقہ فطر ایک اعتبار سے بدنی عبادت ہے کہ ایک بدنی عبادت یعنی روزے کی تکمیل کرتا ہے، اسی لئے غلام پر بھی واجب ہوا جیسے نماز روزہ اور دوسرے لحاظ سے مالی عبادت ہے کہ وہ مال سے ادا ہوتا ہے، اسی لئے غلام کا فطرہ اس کے مولیٰ پر واجب ہوا نہ کہ خود غلام پر، تیسری حیثیت سے یہ مالی ٹیکس کی حیثیت رکھتا ہے جیسے پیداوار کا خراج، اسی لئے یہ نابالغ بچے پر بھی واجب ہوا، مگر بچے کا فطرہ باپ دیگا ہاں اگر بچہ خود غنی ہو تو اس کے اپنے مال سے دیا جائیگا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بچے پر روزہ نماز، زکوٰۃ فرض نہیں تو فطرہ کیوں واجب ہوا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وجوب فطرہ کا سبب بدنِ مسلم ہے نہ کہ مال، مسلم مال تو وجوب فطرہ کی شرط ہے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی طرف نسبت دی۔ ۲؎ اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے دو مسئلے ثابت فرمائے ہیں ایک یہ کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں لفظ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ہے، دوسرے یہ کہ ہر امیر و غریب پر فرض ہے جس کے پاس ایک دن کے کھانے سے بچا ہوا ہو کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں غنی کی قید نہ لگائی، امام اعظم ابوحنیفہ پہلے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنیٰ میں ہے یعنی مقرر فرمائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ، اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم کر دینا تب بھی حدیث ظنی ہے، اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی چاہیئے۔ لہذا اس فرض سے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرضیت اور دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس اطلاق سے تو یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے، کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی سے زائد ملکیت کا بھی ذکر نہیں چاہیئے کہ ہر آزاد و غلام پر فطرہ واجب ہو حتی کہ فقیر بے نوا بے دست و پا بھیک مانگ کر فطرہ دے۔ پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ دینا فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے تعلیقاً بخاری شریف میں نقل فرمائی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا صدقۃ الا عن ظہر غنی صدقہ تو انگری سے واجب ہوتا ہے، اب تو نگری کی کوئی حد ہونا چاہیئے وہ نصاب کی ملکیت ہے۔ ۳؎ یہ حکم استحبابی ہے، بہتر یہ ہے کہ فطرہ عید کے دن نکالے اور عیدگاہ جانے سے پہلے دے، اگر نماز عید کے بعد دیا تب بھی جائز

قَالَ فِيْ اٰخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

کہ آپ نے رمضان کے آخر میں فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو یہ صدقہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا ہے ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گندم[1] ہر آزاد یا غلام مرد یا عورت چھوٹے یا بڑے پر ہے[2] (ابوداود، نسائی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر لازم فرمایا روزوں کو بیہودگی اور فحش سے پاک کرنے اور مسکینوں کو کھانا دینے کے لئے[3] (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے

ہے اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے دے دیا جب بھی درست ہے چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر کی ایک دراز روایت نقل کی جس کے آخر میں ہے وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین یعنے صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دے دیتے تھے مگر عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہتر ہے تاکہ فقراء بھی عید منالیں۔ دانہ ثمرات وغیرہ ہے[4] حق یہ ہے کہ یہاں طعام سے مراد گندم کے علاوہ دوسرا غلہ ہے جوار، باجرہ، مکی وغیرہ کیونکہ گندم کا آدھا صاع فطرہ ہوتا ہے نہ کہ پورا صاع، اور اگر گندم مراد ہو تو آدھا صاع فطرہ ہوگا اور آدھا صدقہ نفلی، لہٰذا یہ حدیث نصف صاع گندم کی احادیث کے خلاف نہیں: شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ اس زمانہ میں حجاز میں جوار کا زیادہ استعمال تھا[5] اَوْ اختیار دینے کے لئے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والے کا اختیار ہے کہ فطرہ ان میں سے کسی چیز سے دے لیکن اگر پیسے یا کپڑا یا صابن وغیرہ فطرہ میں دے، تو سوا دو سیر گندم کی قیمت کا اعتبار کرے اس قیمت کی یہ چیزیں دے ۔

[1] اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ عید کے دن سے پہلے بھی فطرہ دے سکتے ہیں، دیکھو حضرت ابن عباس نے آخر رمضان میں ہی فطرہ نکالنے کا حکم دیا، دوسرے یہ کہ گندم کا آدھا صاع فطرہ میں دیا جائے نہ کہ پورا، لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔ [2] اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ مولیٰ غلام کا فطرہ دے گا غلام مسلمان ہو یا کافر، اسی طرح چھوٹے بچے کا فطرہ باپ پر ہے، اگر بچے کے پاس اپنا مال نہ ہو ورنہ خود بچے کے مال سے دیا جائیگا۔ [3] یعنے فطرہ واجب کرنے میں دو حکمتیں ہیں، ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلا وجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، رب تعالٰی اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کر دیگا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں، دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام، بچوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں، مگر دوسری حکمت وہاں بھی موجود ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر بچوں پر فطرہ کیوں ہے، وہ تو روزہ رکھتے نہیں

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجِ مَكَّةَ أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ سِوَاهُ أَوْ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صُعَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللهُ وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ فَيَرُدُّ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَاهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ بَابُ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ ۔

روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا۱ کہ خبردار رہو صدقہ فطر واجب ہے ہر مسلمان مرد وعورت آزاد غلام، چھوٹے بڑے پر گیہوں وغیرہ سے دو مد۲ یا اس کے سوا غلہ کا ایک صاع۳ (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ثعلبہ سے یا ثعلبہ ابن عبداللہ ابن ابی صعیر سے۴ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک صاع گندم دو شخصوں کی طرف سے ہے چھوٹے یا بڑے آزاد یا غلام مرد و عورت لیکن۵ تم میں کے مالدار تو اللہ اسے پاک فرمادیگا اور لیکن تمہارا فقیر اللہ اسے دیئے سے زیادہ دے گا۶ (ابوداؤد) باب جن لوگوں کے لئے زکوٰۃ حلال نہیں ہے

۱ یہ اعلان فتح مکہ کے بعد ہوا کیونکہ اس سے پہلے وہاں اسلامی احکام کے اعلان کی کوئی صورت ہی نہ تھی اور چونکہ مدینہ کے مسلمانوں کو ہر وقت صحبت محبوب میسر تھی اس لئے انہیں اس اعلان کی ضرورت نہ تھی، مکہ معظمہ کے اکثر مسلمان نومسلم بھی تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے دور بھی، اس لئے یہ اعلان کرائے گئے۔ ۲ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے تو دو مد کا آدھا صاع ہوا یعنی گندم سے فطرہ آدھا صاع فی کس واجب ہے، اور کل مسلم سے مراد ہر صاحب نصاب غنی مسلمان ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صدقہ غنا کے بغیر واجب نہیں ہوتا اور آزاد و غلام چھوٹے بڑے سے مراد بلاواسطہ اور بالواسطہ ہے، یعنی بالغ آزاد غنی تو اپنا فطرہ خود دے اور غنی کے غلام و چھوٹے بچوں کا فطرہ وہ غنی دے لہذا یہ حدیث نہ تو دیگر احادیث کے خلاف ہے نہ احناف کے مخالف۔ ۳ یہاں طعام کو گندم کے مقابل فرمایا گیا معلوم ہوا کہ اس سے سوا گندم دوسرے غلے مراد ہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کی گویا شرح ہے جہاں فرمایا گیا تھا کہ طعام کا ایک صاع واجب۔ خیال رہے کہ فطرہ میں اصل گندم و جو جوار ہیں، اگر ان کے سوا کسی دوسری چیز سے فطرہ دیا گیا تو ان میں سے والوں کی قیمت کا لحاظ ہوگا۔ لہذا چاول یا چھوہارے آدھے صاع گیہوں کی قیمت کے دیئے ہوں گے۔ ۴ آپ عبداللہ ابن ثعلبہ ابن ابی صعیر ہیں آپ تابعی ہیں، مگر آپ کے والد ثعلبہ صحابی ہیں جن سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، صعیر کی وفات ۸۶ھ یا ۸۹ھ میں ہوئی، قریبًا نوے سال عمر پائی، اور عبداللہ ابن ثعلبہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور ۸۹ھ میں فوت ہوئے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر کچھ سماعت ثابت نہیں (مرقات) ۵ یعنی چھوٹے بڑے، آزاد و غلام سب کا فطرہ یکساں ہے آدھا صاع گندم۔ ۶ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فقیر پر بھی فطرہ واجب ہے مگر یہ حدیث قابل حجت نہیں کیونکہ اس کے اسناد میں نعمان ابن راشد ہے جو سخت

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ لَوْلَا اَنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخْ كِخْ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ

پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم راستہ میں ایک کھجور پر سے گزرے تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہوگا تو میں اسے کھا لیتا [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت حسن ابن علی نے صدقے کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا لے کر اپنے منہ میں ڈال لیا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخ اخ تاکہ وہ اسے تھوک دیں پھر فرمایا کہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے

ضعیف ہے امام بخاری نے فرمایا کہ یہ وہمی ہے امام احمد نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں، پھر ان راوی کے نام میں بہت گفتگو ہے، عبدالرزاق نے یہ حدیث بسند صحیح ابن جریج عن ابن شہاب عن عبداللہ ابن ثعلبہ روایت کی، تو اس میں فقیر و غنی کا ذکر نہیں، صرف یہ ہے کہ ایک صاع گندم دو کی طرف سے ادا کرو اس کی پوری اور نفیس تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو، نیز اگر ہر فقیر و غنی پر صدقہ فطر واجب ہو جائے تو پھر فطرہ لینے والا کون ہوگا، کیونکہ یہ تو اصول اسلام کے خلاف ہے کہ فقیر فطرہ دے بھی اور دوسروں کا فطرہ لے بھی۔ ۵؎ یعنی کن شخصوں کو صدقہ واجب، زکوۃ، ہدیہ، فطرہ نہیں دے سکتے، یہاں چند مسائل خیال میں رکھنے چاہئیں، ایک یہ کہ صدقہ وہ مال ہے جو محض ثواب کے لیے کسی کو دیا جائے، اور ہدیہ وہ مال ہے جو کسی کے احترام و رضا کے لیے دیا جائے، صدقہ میں دینے والے کی بڑائی ہے اور ہدیہ میں لینے والے کی تعظیم دوسرے یہ کہ چند شخصوں کو زکوۃ و فطرہ منع ہے، کافر، غنی مسلمان، بنی ہاشم، اپنی اولاد اپنے اصول یعنی صدقہ دینے والا جن کی اولاد میں ہے، شوہر یا زوجہ کو تیسرے یہ کہ کافر ذمی کو صدقہ واجبہ نہیں دے سکتے صدقہ نفلی دے سکتے ہیں، اگرچہ مسلمان فقیر کو دینا بہتر ہے چونکہ زکوۃ نہ لے سکنے والوں کے نام لینے سے دے سکنے والوں کا پتہ خود بخود لگ جاتا ہے اس لیے نہ لینے والوں کا ذکر کیا کہ یہ کون لوگ ہیں، چوتھے یہ کہ ہدیہ کی تین قسمیں ہیں نذرانہ، جو چھوٹا بڑے کو دے، عطیہ جو بڑا چھوٹے کو دے، تحفہ جو برابر والا دے۔ ۱؎ یعنی خطرہ ہے کہ یہ کھجور زکوۃ کی جو مالک کے ہاتھ سے گر گئی ہو، اس لیے ہم اسے نہیں کھاتے، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو ہم اسے کھا لیتے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر تاقیامت زکوۃ لینا حرام ہے کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھ کا میل ہے، اُن حضرات کو کیونکر جائز ہو سکتا ہے جیسا کہ آگے عرض ہوگا، دوسرے یہ کہ لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز اگر معمولی ہو جس کی تلاش مالک نہ کریگا اس کے مالک کو ڈھونڈنا ضروری نہیں نہ اسے سنبھالنے اور اعلان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ فوراً اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، لقطہ کی احادیث قیمتی چیز کے متعلق ہیں جن کی مالک تلاش کرے، تیسرے یہ کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے فتویٰ محرمات سے بچنے کا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے مگر شبہ اور وہم میں فرق ہے، وہمیات کا اعتبار نہیں، ولایتی کپڑے کے تھان بازار میں فروخت ہوتے ہیں انہیں نجس کہنا کہ یہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہوں گے تقویٰ نہیں وہم ہے، صحابہ کرام غنیمت میں کفار کے پاس پاتے تھے اور بے تکلف

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ سَاَلَ عَنْهُ اَهَدِيَّةٌ اَمْ صَدَقَةٌ فَاِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ كُلُوْا وَلَمْ يَاْكُلْ وَاِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ ضَرَبَ

حضرت عبدالمطلب ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں ۳؎ یہ نہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کی آل کو حلال ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ سے فرماتے کھالو ۵؎ اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف

استعمال کرتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کے ہدیئے لئے اور استعمال فرمائے، خیال رہے کہ یہاں تعلیم امت کے لئے یہ ارشاد ہے کہ مشتبہات سے بچو ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک چیز کی حقیقت و اصلیت سے خبردار ہیں۔ جیسا کہ ہم بارہا اسی شرح میں اور اپنی کتاب جاء الحق حصہ اول میں ثابت کرچکے ہیں۔ ۲؎ اس حدیث نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو زکوۃ لینا حرام ہے، آل کا ذکر فرماکر تاقیامت اپنی اولاد کو شامل فرمایا، یہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے، بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوۃ سید لے سکتے ہیں یہ تمام مرجوح قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں۔ خیال رہے کہ بنی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث ابن عبدالمطلب اور آل رسول ہیں، ابولہب کی مسلمان اولاد اگرچہ بنی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوۃ لے سکتے تھے اور دے سکتے ہیں کیونکہ زکوۃ کی حرمت کرامت و عزت کے لئے ہے، ابولہب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی کوشش میں رہا اسی لئے وہ اور اس کی اولاد اس عظمت کی مستحق نہ ہوئی (از لمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ناسمجھ اولاد کو بھی ناجائز کام نہ کرنے دو۔ دیکھو حضرت حسین اس وقت بہت ہی کمسن اور ناسمجھ تھے جیسا کہ کخ کخ فرمانے سے معلوم ہورہا ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی زکوۃ کا چھوہارا دانہ کھانے نہ دیا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ ناسمجھ لڑکوں کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہوسکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے (مرقات) ۳؎ اس طرح کہ زکوۃ و فطرہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک صاف ہوتے ہیں جیسے میل نکل جانے سے جسم یا کپڑا، رب تعالٰی فرماتا ہے "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا" لہذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے ۴؎ یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے اور ہم میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کا میل کیوں لیں، اب بعض کا یہ کہنا کہ چونکہ سادات کو خمس نہیں ملتا اس لئے اب وہ زکوۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل ہے اور کیوں نہیں سنا جاتا ۵؎ یعنی صحابہ اپنے واجب و نفلی صدقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے فقراء میں تقسیم فرمادیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰی قبول فرمائے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء و صحابہ پر تقسیم فرمادیتے

بِيَدِهٖ فَأَكَلَ مَعَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْ بَرِيْرَةَ ثَلٰثُ سُنَنٍ إِحْدَى السُّنَنِ أَنَّهَا عُتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِيْ زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ تَفُوْرُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِّنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ أَلَمْ أَرَ بُرْمَةً فِيْهَا لَحْمٌ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى

بٹھاتے اور ان کے ساتھ کھاتے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ میں تین شرعی حکم ہوئے ۱؎ ایک حکم یہ کہ وہ آزاد کی گئیں تو انہیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا ۲؎ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے ۳؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی آپ کی خدمت میں روٹی اور گھر کا کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کہ کیا مجھے گوشت کی ہانڈی نظر نہیں آرہی عرض کیا ہاں لیکن یہ گوشت بریرہ پر صدقہ کیا گیا

تھے اور بعض لوگ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ و نذرانہ لاتے تھے، چونکہ دو قسم کے مال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اس لیے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھا لیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے یہاں صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ لے سکتے ہیں، حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ مراد نہیں، صدقہ و ہدیہ کا فرق اس باب کی شرح میں عرض کیا گیا ہے ۲؎ یعنی ہدیہ صدقہ کی طرح خود بھی کھاتے تھے اور موجود صحابہ کو بھی اپنے ہمراہ کھلاتے تھے۔ خیال رہے کہ غنی اور سید کو صدقہ نفل لینا جائز ہے وہ صدقہ ان کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نفل بھی نہ لیتے تھے کیونکہ اس میں صدقہ دینے والا لینے والے پر رحم و کرم کرتا ہے جس کا ثواب اللہ سے چاہتا ہے سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کے خواستگار ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کون انسان رحم کرتا ہے، ہاں صدقہ جاریہ جیسے کنوئیں کا پانی، مسجد، قبرستان کی زمین اس کا حکم دوسرا ہے کہ یہ ہر غنی و فقیر بلکہ خود صدقہ کرنے والے واقف کو بھی اس کا استعمال جائز ہے، یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مباح تھا (از مرقات وغیرہ) ۱؎ بریرہ بروزن کبیرہ صحابیہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کی آزاد کردہ لونڈی ہیں آپ سے حضرت ابن عباس، عروہ ابن زبیر نے احادیث روایت کیں یعنی حضرت بریرہ کے ذریعہ ہم کو تین شرعی مسائل معلوم ہوئے ۲؎ حضرت بریرہ کے خاوند کا نام مغیث تھا جو پہلے غلام تھے حضرت بریرہ کے آزاد ہونے تک آزاد نہ ہوچکے تھے جب آپ آزاد ہوئیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو اختیار دیا کہ چاہیں نکاح باقی رکھیں یا فسخ کرادیں، معلوم ہوا کہ لونڈی کو آزادی پر خیار عتق ملتا ہے خاوند غلام ہو یا آزاد اس کی پوری بحث ان شاء اللہ کتاب النکاح اور کتاب العتق میں آئے گی ۳؎ حضرت بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھیں جس نے آپکو مکاتب کردیا تھا کہ اتنا مال دو تو تم آزاد ہو آپ مال دینے سے عاجز ہوئیں تو حضرت عائشہ صدیقہ سے عرض کیا آپ نے فرمایا تمہارا مال میں دے دیتی ہوں اپنے مالک سے کہو کہ تمہیں میرے ہاتھ فروخت کردے پھر میں تم کو آزاد کردوں گی ان کے مالک نے کہا کہ ہاں ہم فروخت تو کردیں گے مگر اس شرط سے کہ تمہاری ولاء یعنی آزاد کرنے کا حق ہم کو رہے یہ مسئلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ولاء آزاد

بَرِیْرَةَ وَاَنْتَ لَا تَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا هَدِيَّةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؞ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ

اور حضور آپ صدقہ تو کھاتے نہیں تو فرمایا وہ ان پر صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ بھی عطا فرماتے تھے ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مجھے پائے (یعنی کھر) بکری کے کھر وغیرہ کی طرف دعوت دی جائے تو قبول کروں اور اگر مجھے دستی دی جائے تو قبول فرمالوں ۳؎ (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا پھرے اسے ایک دو لقمہ یا

کرنے والے کو ہے نہ کہ فروخت کرنے والے کو۔ دوسرا مسئلہ حضرت بریرہ کے ذریعہ معلوم ہوا ولاء کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر آزاد کردہ غلام لاوارث فوت ہو جائے تو میراث مولے کو ملتی ہے اسی طرح اگر مولا لاوارث فوت ہو تو یہ غلام میراث لیتا ہے۔ ۱؎ یعنی بریرہ سے کہو کہ اپنے اس گوشت میں سے جو انہیں صدقہ ملا ہے ہم کو بھی دیں کیونکہ صدقہ ان پر ختم ہو چکا، اب ہم کو بریرہ کی طرف سے ہدیہ ہو کر جو کچھ آجائے گا وہ ہمارے لئے مباح ہوگا۔ اس سے تین مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بنی ہاشم کا آزاد کردہ غلام زکوۃ نہیں لے سکتا، مگر دوسروں کا غلام زکوۃ لے سکتا ہے، چونکہ حضرت عائشہ قرشیہ تو تھیں مگر ہاشمیہ نہ تھیں اس لئے بریرہ کو صدقہ لینا درست ہوا۔ دوسرے یہ کہ اپنی بیوی یا بیوی کی لونڈی یا اولاد سے کچھ مانگنا جس میں ذلت نہ ہو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی جائز ہے چہ جائیکہ اور کوئی، جس سوال میں ممانعت ہے وہ ذلت والا سوال ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے گوشت طلب فرمایا تیسرے یہ کہ ملکیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، لہذا اگر فقیر کو زکوۃ دی گئی اس نے اس زکوۃ سے کسی غنی یا سید کی دعوت کردی یا وہ زکوۃ کی رقم کسی مسجد سرائے یا کنوئیں پر خیرات کرکے لگا دی تو جائز ہے کہ زکوۃ تو فقیر پر ختم ہو گئی اب یہ فقیر کی طرف سے ہدیہ ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ پر صدقہ کیا ہوا گوشت کھالیا کہ اب یہ ہدیہ و تحفہ بن گیا تھا۔ اس سے بہت سے فقہی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ دیا ہوا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کو اس لئے رعایۃ دینا چاہتا تھا کہ آپ نے اسے صدقہ دیا تھا یہ رعایت کرانا ممنوع تھا لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۲؎ بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ دینے والے کو اپنی شان کے لائق بھاری عطیہ دیتے تھے، اب بھی جو امتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایصال ثواب کرتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دین و دنیا میں کہیں بہتر عوض فرماتے ہیں اور فرمائیں گے جس کا تجربہ بارہا ہوا اور ہو رہا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عطیہ تا قیامت جاری ہے۔ ۳؎ یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکرا ان

وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقَالَ لِاَبِيْ رَافِعٍ اِصْحَبْنِيْ كَيْمَا تُصِيْبَ مِنْهَا فَقَالَ لَا حَتّٰى اٰتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهٗ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ

ایک دو کھجوریں لوٹا دیں لیکن مسکین وہ ہے جو غنا بھی نہ پائے جس کو لوگوں سے لاپرواہ ہو جائے اور اسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اسے صدقہ دیدیا جائے اور نہ اٹھ کر لوگوں سے سوال کرے [1] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو رافع سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو صدقہ پر مقرر کرکے بھیجا اس نے ابو رافع سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو کہ تم بھی کچھ پا لو [2] وہ بولے نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھ لوں [3] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو صدقہ حلال نہیں اور

کے اخلاق کی قدر کرو اور ہم جیسے غریبوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہو سکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے ناقص مال و اعمال کا ہدیہ کرتے رہیں یہاں کراع سے مراد کھُرے یا بکری کے پائے ہیں نہ کہ کراع الغمیم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہماری دعوت کر دے تو ہم قبول فرمالیں گے کیونکہ صدقہ اس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

۱؎ یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے زمرہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لیے اتنی دوڑ دھوپ کر سکتا ہے تو وہ کمانے کے لئے بھی کر سکتا ہے، ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجتمند ہو مگر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی مسکین کی رب تعالٰی نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الآیہ۔ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز و انکسار ہونا، تکبر و غرور نہ ہونا ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے، اور جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو کفر میں مبتلا کرے۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ یہ اعتراض ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر رب تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ بنا دیا یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ کسی مخزومی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ پر عامل بنایا جس کو زکوۃ سے ہی معاوضہ ملتا تھا، اس مخزومی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام جن کا نام اسلم ہے کنیت ابو رافع سے کہا تم بھی میرے ساتھ چلو، جو اجرت مجھے ملے گی اس میں تمہارا حصہ ہوگا جس سے تمہارا بھی کام چل جائے گا، یہ مطلب نہیں ہے کہ میں خود اجرت لے کر اپنی طرف سے تم کو ہدیۃً دے دوں گا۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں مسئلہ پوچھنا مراد نہیں بلکہ ساتھ جانے کی اجازت حاصل کرنا مراد ہے۔ ابو رافع اگرچہ آزاد ہو چکے تھے مگر ان کا دل ہمیشہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو چکا تھا حضور

مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۔ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ أَنَّهُمَا أَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

قوم کا غلام اُن ہی میں سے ہوتا ہے ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ نہ تو غنی کو حلال ہے نہ صحیح عضو والے کو ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) اور احمد و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی روایت ہے حضرت عبیداللہ ابن عدی ابن خیار سے فرماتے ہیں کہ مجھے دو شخصوں نے خبر دی کہ وہ دونوں نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم سے بغیر پوچھے جنبش بھی نہیں کرتے۔ ۱؎ یعنی ابورافع تم ہو ہمارے غلام اور ہم ہیں بنی ہاشم سے پھر تم بنی ہاشم زکوٰۃ کے عامل بن کر اس سے اجرت بھی نہیں لے سکتے، لہذا تم بھی یہ اجرت نہیں لے سکتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے نہایت اہم حاصل ہوئے: ایک یہ کہ حضرات بنی ہاشم خصوصًا سید زادوں کی شان اسلام میں بہت اعلیٰ ہے، کہ غنی عامل زکوٰۃ سے اجرت لے سکتا ہے مگر یہ حضرات تو کیا ان کا زرخرید غلام یہ اجرت بھی نہیں لے سکتا، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج کل سیدوں کو زکوٰۃ کھانا جائز کرنے کی دھن میں ہیں، سادات کو زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں، دوسرے یہ کہ شان والوں کی نسبت سے ادنیٰ بھی شان والے بن جاتے ہیں، دیکھو سید کا غلام اگرچہ کسی قوم سے ہو زکوٰۃ نہیں لے سکتا بلکہ زکوٰۃ سے اجرت عمل بھی نہیں وصول کرسکتا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں نسبت کیا چیز ہے صرف اپنے عمل اچھے چاہئیں، تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم احکام قرآنیہ کو عام و خاص فرماسکتے ہیں، دیکھو رب تعالٰی نے مطلقًا فرمایا والعاملین علیہا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے اپنی اولاد بلکہ اُن کے غلاموں کو علیحدہ کردیا، ورنہ قرآن کریم نے سید و غیر سید کا فرق مصرف زکوٰۃ کے بیان میں کہیں نہ کیا۔ چوتھے یہ کہ سچے پیغمبر صاحب نے نبوت کو ذریعہ معاش قرار نہ دیا۔ مرزائے قادیانی اس نبوت کے ذریعہ خود مالا مال ہوگیا بلکہ اپنی اولاد کو سکھا گیا کہ بہشتی مقبرہ کی قبریں بیچ کر رزق کمایا کرو نعوذ باللّٰہ منہ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تا قیامت اپنی اولاد کو زکوٰۃ کی آمدنی سے محروم فرما دیا، اُنہیں حکم دیا کہ تم زکوٰۃ دہندہ ہو کر رہیں۔ ۲؎ یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے، ان کے ہاں تندرست اور کمانے کی قدرت رکھنے والا زکوٰۃ نہیں لے سکتا، اگرچہ فقیر ہو، امام اعظم کے ہاں لے سکتا ہے، امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ الآیہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ سرکار اصحاب صفہ کو جو تندرست اور سب کمانے پر قادر تھے مگر انہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لیے وقف کردیا زکوٰۃ دیتے تھے، اس کا ذکر اسی آیت مذکورہ میں ہے یہ حدیث اس آیت اور اس عمل سے منسوخ ہے یا یہاں لَاتَحِلُّ کے معنے ہیں لائق نہیں، یعنی غنی کو صدقہ لینا لائق نہیں (حرام ہے) اور تندرست فقیر کو لائق نہیں (غیر مناسب ہے) یا صدقہ سے مراد بھیک مانگنا ہے، جیسا کہ اگلے باب کی احادیث سے ثابت ہے، وہ احادیث اس حدیث کی شرح ہیں امام اعظم کا مذہب قوی ہے، کیونکہ رب تعالٰی نے زکوٰۃ کے آٹھ مصرف بیان فرمائے انما الصدقات للفقراء الآیہ اُن میں

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ یَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَاهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِیْنَا النَّظَرَ وَخَفَضَهُ فَرَآنَا جَلْدَیْنِ فَقَالَ إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَیْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِیْهَا لِغَنِیٍّ وَلَا لِقَوِیٍّ مُكْتَسِبٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ ٭ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ أَوْ لِعَامِلٍ عَلَیْهَا أَوْ لِغَارِمٍ أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِیْنٌ فَتُصُدِّقَ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ حجۃ الوداع میں تھے صدقہ تقسیم فرمارہے تھے ۱؎ انہوں نے بھی حضور سے صدقہ مانگا تو حضور نے ہم پر نظر اٹھائی پھر جھکائی ہم کو تندرست و توانا دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں مگر اس میں نہ تو غنی کا حصہ ہے نہ کمائی کے لائق تندرست کا ۲؎ (ابوداؤد،نسائی) روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے مرسلًا ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ کے سوا کسی غنی کو صدقہ حلال نہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ۴؎ اور صدقہ پر عامل ۵؎ اور مقروض ۶؎ یا اسے اپنے مال سے خریدے ۷؎ یا جس کا کوئی پڑوسی مسکین تھا تو مسکین پر صدقہ کیا گیا

اُن میں مجبوری یا تندرستی کی قید نہ لگائی۔ معلوم ہوا کہ ہر فقیر تندرست یا بیمار زکوۃ لے سکتا ہے۔ ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ صدقہ فرض یعنی زکوۃ ہوگا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حجاج نے اپنی زکوۃ تقسیم کے لیے پیش کی ہوگی، جیسا کہ صحابہ کا دستور تھا، آج بھی مسلمان اپنے صدقات حرمین شریفین جانے والوں کو دے دیتے ہیں کہ وہاں تقسیم کردیناا اسی عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ اہل حرمین جیران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہاں صدقہ کا ثواب ایک لاکھ تک ہے اس لیے یہ عمل کرتے ہیں، یہ اُس حدیث کے خلاف نہیں کہ قوم کا صدقہ یا کسی شہر کا صدقہ اسی قوم و شہر میں خرچ کیا جائے کہ وہاں مقصد یہ ہے کہ سب صدقہ باہر دوسری قوم میں نہ بھیجدو اور اس شہر و قوم کو بالکل محروم نہ کردو۔ ۲؎ اس میں دونوں کو تقویٰ و طہارت کی تعلیم ہے یعنی چونکہ تم دونوں اگرچہ فقیر ہو مگر تندرست اور کمانے کے لائق ہو لہذا اس سے بچنا تمہارے لائق نہیں، اگر ان کو یہ صدقہ لینا حرام ہوتا جیسا کہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں، اس اختیار دینے سے معلوم ہوا ہے کہ دینا جائز تو ہے مگر بہتر نہیں۔ ۳؎ آپ جلیل القدر تابعی ہیں حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں بڑے عالم و عابد تھے چونکہ اس اسناد میں صحابی کا ذکر نہیں اس لیے حدیث مرسل ہے اور احناف کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے ۴؎ امام شافعی کے ہاں صاحب مال غازی زکوۃ لے سکتا ہے، یہ حدیث اُن کی دلیل ہے مگر ہمارے ہاں غازی مسافر جس کے پاس مال ختم ہوچکا وہ عذر کی بنا پر لے سکتا ہے نہ کہ محض جہاد کی بنا پر جیسا کہ ہاں وہ مسافر غازی ہی مراد ہے امام شافعی کے ہاں حدیث مرسل حجت نہیں اسی لیے وہ اس حدیث سے دلیل نہیں لے سکتے، نیز بہت سی احادیث میں صراحتہ فرمایا گیا کہ مالداروں سے زکوۃ لو فقراء کو دو، وہاں غازی کا استثناء نہیں یا ارشاد فرمایا کہ صدقہ غنی کو حلال نہیں، فتح القدیر و مرقات نے فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے ۵؎ عامل سے مراد وصولی زکوۃ کا کام کرنے والا ہے جیسے عاشر حاسب کاتب وغیرہ یہ سب اپنی اجرت زکوۃ سے لیں گے اُن کے لیے یہ اجرت ہوگی نہ کہ زکوۃ، مگر اللہ اکبر نبی ہاشم عامل ہوکر بھی زکوۃ سے اجرت نہیں لے سکتے۔ ۶؎ حق یہ ہے کہ مقروض سے وہ مراد ہے جو مالک نصاب

عَلَى الْمِسْكِينِ فَأَهْدَى الْمِسْكِينُ لِلْغَنِيِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَوِ ابْنِ سَبِيلٍ ، وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَعْطِنِي مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ حَتّٰى حَكَمَ فِيهَا هُوَ فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ شَرِبَ

پھر مسکین نے اس غنی کو ہدیہ دیا لے (مالک، ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں جو حضرت ابوسعید سے ہے یہ ہے کہ یا مسافر روایت ہے حضرت زیاد ابن حارث صدائی سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے بیعت کی ۲ پھر آپ نے ایک دراز حدیث سنائی کہ آپکے پاس ایک شخص آیا بولا کہ مجھے صدقہ دیجئے ۳ اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے صدقات کے متعلق نبی وغیرہ کے حکم سے راضی نہ ہوا حتی کہ اس کا خود حکم دیا ۴ کہ صدقہ کی رب تعالے نے آٹھ قسمیں کیں اگر تم ان آٹھ قسموں سے ہو تو میں تم کو دے دوں ۵ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے ۶ فرماتے ہیں کہ

لے یعنی وہ قرض دار جس کا نصاب قرض میں ڈوبا ہوا ہے جیسے ہزار روپیہ کا مالک ہے مگر نو سو روپیہ کا مقروض ہے اُسے غنی میں داخل فرمانا ظاہری حال کی بنا پر ہے ورنہ درحقیقت وہ فقیر ہے۔ ۱ یہ جواز اس بنا پر ہے کہ ملک بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھا لیا جو بریرہ کو صدقہ دیا گیا تھا لہذا اگر مسکین سے زکوۃ خرید لی یا اُس نے ہدیۃً کچھ دے دی تو اب یہ زکوۃ نہ رہی، اس پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں مگر خیال رہے کہ اس خرید و فروخت میں دھوکہ نہ ہو، رب تعالے نیت جانتا ہے، لہذا صاحب نصاب فقیر سے اپنی زکوۃ دھوکے سے سستی نہ خریدے حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صدقہ کا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرما دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فقیر حضرت ابن عمر کو اسے سستا دیتا تھا کہ انہیں کا صدقہ ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں۔ ۲ یہ بیعت بیعت اسلام تھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو مسلمان کرتے وقت استقامت علے الدین کی بیعت، توبہ کی، تقوی کی، کسی خاص حکم پر عمل کرنے کی بھی بیعت لی ہے، آجکل عموماً مرشدوں سے توبہ یا تقوی کی بیعت کی جاتی ہے، بیعت اسلام کا ذکر اس آیت میں ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ الآیۃ ۳ صدقہ سے مراد زکوۃ ہے جیسا کہ آئندہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غنی صحابہ اپنی زکوتیں خیرات کرنے جاتے تھے، حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پر ان کا عرض نہ تھی یہاں وہ زکوتیں مراد ہیں ۴ یعنی رب تعالے نے براہ راست جس قدر تفصیل زکوۃ کے مصارف کی فرمائی اتنی تفصیل دوسرے احکام کی نہ کی حتے کہ روزہ زکوۃ و نماز کا اجمالی ذکر فرمایا، نبی کے بیان پر کفایت نہ فرمائی، عدم رضا سے مراد عدم کفایت ہے، اس فقرہ سے دھوکا نہ کھانا چاہیے، اللہ تعالے اپنے محبوب اور اُن کے سارے احکام سے راضی ہے، اُن کے غلاموں کی بابت یوں فرماتا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُن کی شان تو بہت ارفع ہے

عمر بن الخطاب لبنا فاعجبه فسال الذی سقاه من این هذا اللبن فاخبره انه ورد علی ماء قد سماه فاذا نعم من نعم الصدقة وهم یسقون فحلبوا من البانها فجعلته فی سقائی فهو هذا فادخل عمر یده فاستقاءه رواه مالك والبیهقی فی شعب الایمان۔ باب لا تحل له المسئلة ومن تحل له الفصل الاول۔ عن

حضرت عمر ابن خطاب نے دودھ پیا تو آپ کو پسند آیا تو پلانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لایا[1] اُس نے بتایا کہ وہ ایک گھاٹ پر گیا جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے جانور تھے وہ پانی پلا رہے تھے انہوں نے اُن جانوروں کا دودھ دوہا تو میں نے اپنے مشکیزہ میں ڈال لیا[2] یہ وہ دودھ ہے تو حضرت عمر نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے کر دی[3] (مالک بیہقی شعب الایمان) باب مانگنا کسے حلال نہیں اور کسے حلال ہے[1] پہلی فصل روایت ہے

ہے[5] اس کلام کا منشا یہ ہے کہ تم اُن آلوں سے بغیر چھوئے لیکن لازم تم زکوٰۃ نہیں لے سکتے، یہ گفتگو بتانا نہ ہوتی ہے، لہذا اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندرونی حالات سے بے خبر ہیں، عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن شدہ مُردوں کے متعلق فرمایا یہ چغل خور تھا، یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔ خیال رہے کہ احناف کے ہاں زکوٰۃ تمام مصارف پر تقسیم کرنا ضروری نہیں، صرف ایک مصرف کو بھی دے سکتے ہیں، یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں[1] آپ تابعی ہیں، حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں، بڑے فقیہ عابد تھے آپ کے درس میں چالیس فقہاء بیٹھتے تھے، بڑے کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کے درس میں شرکت فرماتے تھے (اشعۃ اللمعات)[2] مرقات نے فرمایا کہ یہ حضرت عمر کی فراست ہے، آپ نے محسوس فرمایا کہ روزانہ ہم دودھ پیتے تھے لیکن اس قدر خوش نہ ہوتا تھا آج اتنا پسند کیوں کرتا ہے نفس اس سے اتنا راضی و خوش کیوں ہوا اس میں کچھ راز ہے، حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے[3] یعنی زکوٰۃ کے اونٹ کنوئیں یا گھاٹ پر پانی پینے آتے تھے اُن کا دودھ خیرات کیا گیا یہ شخص بھی وہ خیراتی دودھ لے آیا کیونکہ یہ فقیر تھا۔ عرب میں جب جانور پانی پلانے کے لئے جمع ہوتے تھے تو فقراء جمع ہو جاتے تھے جن کو دودھ خیرات کر دیا جاتا تھا[4] علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قے کر دینا تقویٰ تھا کہ حرام پیٹ میں صدقہ کا دودھ نہ رہے ورنہ جو دودھ شبہ سے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ پر صدقہ کیا ہوا گوشت ہدیۃً قبول فرمالینا فتویٰ ہے۔ یعنی فقیر کا ہدیہ کیا ہوا مال کھا لینا شرعاً جائز ہے نہ کھانا احتیاط ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کو شبہ ہوا کہ شاید دودھ دینے والے کو دینے کا اختیار نہ ہو یا پینے والا لینے کا مستحق نہ ہو اس شبہ کی بنا پر آپ نے یہ احتیاط کی ہو۔ لطیفہ: ایک عالم کے بیٹے کو کسی لونڈی نے اپنا دودھ پلا دیا تو انہوں نے اس کے حلق میں انگلی ڈال کر وہ دودھ نکال دیا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ دنیا عورت کا دودھ میرے بچے کا جزو بدن بنے اور اس کی طبیعت میں رہے، تب پیدا ہوا ان جیسی احتیاطوں کی اصل یہ حدیث ہے۔[1] یہاں مانگنے سے مراد ذلت و خواری کا مانگنا ہے یعنی بھیک مانگنا لہذا باپ کا اولاد سے یا آقا کا غلام سے یا اس کے برعکس یا اُن سے کچھ مانگنا جس سے مانگنے میں عار نہ ہو مطلقاً

قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقَالَ أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا

حضرت قبیصہ ابن مخارق سے فرماتے ہیں کہ میں ایک قرض کا ضامن بن گیا تھا ۱ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے لئے کچھ مانگنے کو حاضر ہوا ۲ تو حضور نے فرمایا ٹھہرو حتے کہ صدقہ آجائے تو ہم اس کا تمہارے لئے حکم دے دیں گے ۳ پھر فرمایا اے قبیصہ تین شخصوں کے سوا کسی کو مانگنا جائز نہیں ایک وہ جو کسی قرض کا ضامن ہوگیا ہو اُسے مانگنا جائز ہے حتے کہ بقدر قرض پالے پھر باز رہے ۴ ایک وہ جس پر آفت آجائے جو اس کا مال برباد کردے اُسے مانگنا حلال ہے ۵ حتے کہ زندگانی کا قیام پالے یا فرمایا کہ زندگی کی درستی پالے ۶ اور ایک وہ جسے فاقہ پہنچ جائے حتے کہ اس کی قوم کے تین عقل والے اٹھ کر کہدیں کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے تو اُسے مانگنا حلال ہے ۷ حتے کہ زندگی کا قیام یا زندگی کی درستی پالے

جائز ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت اور انعام الٰہیہ و سامان دینی نعمتوں کی بھیک مانگنا بادشاہوں کے لئے فخر و عزت ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت مانگنا ممنوع ہے اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ ہے یا حرام حق یہ ہے کہ حرام ہے ضرورت سوال میں بہت تفصیل ہے جو آئندہ آرہی ہے خیال رہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب اور ہے زکوٰۃ لینے کی حرمت کا نصاب اور مگر سوال حرام ہونے کا نصاب کچھ اور ہی ہے جس کے پاس دو وقت کھانے کو ہو یا کمانے پر قادر ہو وہ بھیک مانگے الا ما ھو جھٹی عن تر مہد ۱ حمالہ یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قوموں میں دیت یا دوسرے مال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں کوئی ان میں صلح کرانے اور دفع شر کے لئے مقروض کا قرض یا مقتول کی دیت اپنے ذمہ لے لے یعنی دفع فساد یا صلح کرانے کے لئے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا (مرقات و لمعات وغیرہ) ۲ تاکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرمادیں جس سے میں قرض چکا دوں یا دیت ادا کر دوں ۳ صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تاکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کی خیرات کریں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو یعنی قبیصہ تم ٹھہرو تاکہ زکوٰۃ وصول ہونے تک اس سے تمہاری ضمانت ادا کر دیا جائیگا ۴ اس سے معلوم ہوا کہ ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لئے نہیں بلکہ اس مقروض فقیر کے لئے ہے جس کا یہ ضامن ہے رب تعالٰی نے زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین مقروضوں کا بھی ذکر فرمایا ہے یہ بھی مقروض ہیں ۵ یعنی یہ شخص غنی تھا آفت ناگہانی نے مال برباد کرکے اسے فقیر کر دیا اگرچہ تندرست کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے وہ اس وقت تک کے لئے مانگ سکتا ہے جب کچھ کما وہ

بِنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْئَلَةِ يَا قَبِيْصَةُ سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اے قبیصہ ان کے سوا مانگنا حرام ہے کہ مانگنے والا حرام کھاتا ہے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگے تو وہ انگارہ مانگتا ہے اب چاہے کم کرے یا زیادہ ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتی کہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا پارہ نہ ہوگا ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

کہ حق کمانے اور سوال سے باز آجائے ۱؎ سداد یا سین کے فتح سے بمعنے گذارہ اور یا سداد سین کے کسرہ سے ہے بمعنے درستی و اصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ تنگی کر زندگی درست ہو جائے غرضکہ بھیک مانگنا مردار کھانے کی طرح ہے جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے ۲؎ یہ گواہی کی قید اس کے لئے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے قوم سے مراد اُس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اُس کی برادری کے ہوں یا اس پڑوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت و غنا کی پہچان ہو وہ بتادیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے ۔ ان کے وہ عادی تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی عادتیں بدلنے کے لئے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں ، مقروض کی نماز جنازہ خود نہ پڑھی جو مقروض پر مولوی تاکہ عبرت پکڑیں اور قرض حتی الامکان نہ لیں ۔ خیال رہے کہ تین کا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں ، ان تین کے علاوہ دو صورتیں اور بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا ہے جیسے وہ دست و بازو کمانے پر قادر ہو مگر طالب علم جس نے اپنے کو طلب علم کے لئے وقف کر دیا ہو اور لوگ توجہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہوں مرقات نے فرمایا کہ فقراء ہوں کے وہ مجاہد جنہوں نے اپنے کو ریاضت و مجاہدات کے لئے حقیقی معنے میں وقف کر دیا ہو ، اُن کے لئے اُن ہی میں کا ایک سوال کر سکتا ہے اور روٹیاں کپڑے جمع کر سکتا ہے ۔ مگر خیال رہے کہ رب تعالٰی نیت سے خبردار ہے ، مانگنے کے لئے صوفی نہ بن جائے ۲؎ یعنی بلا سخت ضرورت بھیک مانگے بقدر حاجت مال رکھتا ہو زیادتی کے لئے مانگتا پھرے وہ گویا دوزخ کے انگارے جمع کر رہا ہے چونکہ یہ مال دوزخ میں جلنے کا سبب ہے اسی لئے اسے انگارہ فرمایا ۔ اس حدیث سے آج کل کے عام پیشہ ور بھکاریوں کو عبرت لینی چاہیئے ۔ حال ہی میں راولپنڈی میں ایک بھکاری نے متروکہ مکان کے نیلام میں ۴۵ ہزار روپے کی بولی دے کر مکان خریدا ، بھیک ہی مانگتا تھا ۔ افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں بھیک مانگنے کا مرض بہت زیادہ ہے ۔ اس گناہ میں وہ بھی شریک ہیں جو ان موٹے مشٹنڈوں پیشہ ور بھکاریوں کو بھیک دیتے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْأَلَةِ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَلُنِيْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهٗ مَسْأَلَتُهٗ مِنِّيْ شَيْئًا وَّاَنَا لَهٗ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مانگنے میں زاری (اصرار) نہ کرو(۱) اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگے اُس کا مانگنا مجھ سے کچھ نکلوائے حالانکہ میں ناخوش ہوں تو اُسے میرے عطیہ میں برکت دی جائے(۲) (مسلم) روایت ہے حضرت زبیر ابن عوام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنی رسی لے پھر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لائے اسے بیچے جس سے اللہ اس کی عزت بچالے یہ بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے لوگ اسے دیں یا نہ دیں(۳) (بخاری) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے(۴) فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ

ہیں(۳) یعنی پیشہ ور بھکاری اور بلا ضرورت لوگوں سے مانگنے کا عادی قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کے چہرے میں صرف ہڈی اور کھال ہوگی گوشت کا نام نہ ہوگا جس سے محشر والے پہچان لیں گے کہ یہ بھکاری تھا یا یہ مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر ذلت و خواری کے آثار ہونگے جیسے دنیا میں بھی بھکاری کا منہ چھپا نہیں رہتا، لوگ دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ سائل ہے خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں رب تعالٰی نے امت محمدی کی پردہ پوشی فرمائیگا اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کریگا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا کھلا تھا جس پر بھکاری شرم بھی نہ کرتا تھا، یا یہ مطلب ہے کہ ان کے عیوب دوسری امتوں پر ظاہر نہ کریگا، بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہوگا لہذا احادیث میں تعارض نہیں، مرقات میں اس جگہ ہے کہ امام احمد ابن حنبل یہ دعا مانگا کرتے تھے الٰہی جیسے تو نے میرے چہرے کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے منہ کو دوسرے سے مانگنے کی لعنت سے بچا(۲) لے یعنی سوال پر اڑ نہ جاؤ کہ سامنے والا دینا نہ چاہے اور تم بغیر لئے ٹلنا نہ چاہو، مانگنا ایک عیب اور اس پر اڑنا دوسرا عیب، رب فرماتا ہے لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا(۲) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر تو اپنا فرمایا مگر قانون کلی فرمایا کہ جو بھکاری بھی ضد یا اڑ سے بھیک وصول کرے اور دینے والا دینا نہ چاہے، تو اس بھیک میں سخت بے برکتی ہوگی، امام غزالی فرماتے ہیں جو فقیر یہ جانتے ہوئے بھیک لے کہ دینے والا محض شرم و ندامت کی وجہ سے دے رہا ہے اس کا دل دینے کو نہ چاہتا تھا تو یہ مال بھکاری کے لئے حرام ہے، خیال رہے کہ بھکاری کی ضد اور ہے چندہ کرنے والوں کا لحاظ کچھ اور، ضد حرام ہے لحاظ یہ حکم نہیں آج مسجد و مدرسوں کے چندوں میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ شہر کا بڑا معزز مالدار آدمی زیادہ وصول کر سکتا ہے، پھر اپنے لئے مانگنے اور دینی کاموں کے لئے چندہ کرنے کے احکام میں بھی فرق ہے۔

(۳) خلاصہ یہ ہے کہ معمولی سے معمولی کام کرنا اور تھوڑے پیسوں کے لئے بہت سی مشقت کرنا بہتر ہے، اس سے عزت نہیں جاتی اگر بھیک مانگنا بڑا عیب ہے عزت جاتی رہتی ہے، برکت ہوتی نہیں اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ اگر کسی بڑے آدمی پر کوئی وقت پڑ جائے تو محنت مشقت کرنے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ لِي يَا حَكِيمُ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَى

صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا حضور نے دیا میں نے پھر مانگا حضور نے مجھے اور دیا[1] پھر مجھ سے فرمایا اے حکیم یہ مال خوش نما خوش ذائقہ ہے[2] جو اسے دلی لاپرواہی سے لے گا اسے اس مال میں برکت ہوگی اور جو اسے نفسانی طمع سے لے گا اسے برکت نہ ہوگی[3] اور وہ اس کی طرح ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو[4] اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے[5]

بے شرم نہ کرے کیونکہ یہ سنت انبیاء ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی سے معمولی کام بھی اپنے ہاتھ شریف سے کئے ہیں، بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ بھکاری بھیک مانگنے میں بڑی محنتیں کرتے ہیں اگر مزدوری کریں یا جابڑی فروخت کریں، تو ان پر محنت بھی کم پڑے اور آبرو سے بھی کھائیں اس حدیث سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ جنگل کے خودرو درخت مباح ہیں ان پر جو قبضہ کرکے کاٹ لے وہ اس کا مالک ہو جائیگا جیسے جنگلی شکار یا عام کنوؤں کا پانی، کیونکہ اگر یہ لکڑی کاٹنے والا اس کا مالک نہ ہوتا تو اس کا بیچنا جائز کیونکر ہوتا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو خیر کیوں فرماتے شعر

بدست آہنے تفتہ کردن خمیر به از دست بر سینه پیش امیر

[1] آپ صحابی ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی ایک سو بیس سال عمر پائی، ساٹھ سال جاہلیت میں گزرے ساٹھ سال اسلام میں (اشعۃ اللمعات) پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ مانگنے کو عیب نہ سمجھتے تھے بلا ضرورت بھی دست سوال دراز کر دیتے تھے، نومسلم حضرات اسی عادت کے مطابق مانگ لیتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر انہیں سوال سے منع فرماتے تھے، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گیا کہ آپ مسجد کے بھکاری کو پیسے دیتے، پھر مسجد میں مانگنے سے منع کرتے، ان کا یہ عمل اس حدیث سے ماخوذ ہے [2] سبحان اللہ کیا بلیغ کلام ہے، خوش نما سبزہ سے آنکھ سیر نہیں ہوتی اور لذیذ کھانے سے دل نہیں بھرتا لیکن اگر بے قاعدہ کھا جاؤ تو تکلیف دیتا ہے اسی طرح مال سے نہ آنکھ بھرے نہ دل لیکن ہوس کا انجام برا ہے [3] لاپرواہی سے مراد قلبی اور ہوس کا مقابل ہے، یعنی جو مال لے تو لیکن صبر و قناعت کے ساتھ کہ ناجائز کی طرف نظر نہ اٹھائے اور جائز مال کا بھی حریص نہ ہو تو اگرچہ اس کے پاس مال تھوڑا ہو مگر برکت ہوگی، کیونکہ اس میں اللہ رسول کی رضا شامل ہوگی خیال رہے کہ مال کی زیادتی اور ہے برکت کچھ اور، زیادتی مال کبھی ہلاک کر دیتی ہے، مگر برکت مال دین و دنیا میں سب کی رحمت ہوتی ہے برکت والا تھوڑا پانی پیاس بجھا دیتا ہے، بہت سا پانی ڈبو دیتا ہے دیکھو طالوت کے جن ساتھیوں نے نہر سے ایک چلو پانی پر قناعت کی، وہ کامیاب ہوئے اور بہت سا پینے والے مارے گئے، کیونکہ چلو میں برکت تھی اور اس میں محض کثرت [4] جوع البقر بیماری والا کھانے سے سیر نہیں ہوتا اور استسقاء والا پانی سے، ان دونوں کی یہ بھوک اور پیاس کبھی ہلاکت کا باعث ہو جاتی ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی ہوس کو جوع البقر قرار دیا [5] اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا، خواہ دینے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کرکے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کرکے ہی اٹھائے، مگر پھر بھی دینے

قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ

حضرت حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں آپ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگوں گا حتے کہ دنیا چھوڑ دوں [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا جبکہ آپ صدقہ کا اور مانگنے سے باز رہنے کا ذکر فرما رہے تھے [2] کہ اونچا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اونچا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچا ہاتھ مانگنے والا [3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ کچھ انصاری لوگوں نے

والا ہی اونچا ہے، یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے اولاد کا ماں باپ کو دینا، مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا، انصار کا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں، اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور وہ نعلین پاک بنتے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم انہیں استعمال فرمائیں تو ان کے عین کرم و فضل ہیں۔ اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ دینا فقیری سے بہتر ہے اور غنی شاکر فقیر صابر سے افضل، مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے بھکاری ہے تو سبحان اللہ بہت لطف کی بات ہے۔ [1] یہ کے معنی سوا بہت ہی مناسب ہیں جو شیخ نے اختیار کئے یعنی آپ سے تو بھیک بھی قبر میں حشر میں بھی مانگا ہی ہوں گا کیوں نہ مانگوں میں بھکاری آپ داتا، رب تعالے فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ اور فرماتا ہے اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور فرماتا ہے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ آپ سے مانگنے میں ہماری عزت ہے ہاں آپ کے سوا کسی سے نہ مانگوں گا شعر

ان کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

کل قیامت میں ساری خلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت وغیرہ کی بھیک مانگے گی، حضرت حکیم نے یہ وعدہ ایسا پورا کیا کہ اگر گھوڑے سے آپ کا کوڑا گر جاتا تو خود اتر کر لیتے کسی سے مانگتے نہیں، خیال رہے کہ اَرْزَأُ رُزْءٌ سے بنا بمعنی کم کرنا چونکہ مانگنے سے مانگنے والے کی عزت گھٹ جاتی ہے اور دینے والے کا کچھ مال بھی کم ہوتا ہے اس لئے اسے رزء فرمایا۔ [2] یعنی مالداروں کو صدقہ دینے کی رغبت دے رہے تھے اور فقیروں کو صبر اور مانگنے سے باز رہنے کا حکم دے رہے تھے [3] الحمد للہ اس حدیث نے فقیر کی گزشتہ شرح کی تائید فرمادی یعنی بھکاری دینے والے سے نیچا ہے، ہر لینے والا نیچا نہیں، بہت مرتبہ دینے والا خادم ہوتا ہے لینے والا مخدوم جس کی مثالیں ابھی عرض کی جا چکیں بظاہر یہ ہے کہ یہ تفسیر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے نہ کہ سیدنا ابن عمر کی جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، مرقات نے یہاں فرمایا کہ بھکاری سے مفضول ہوا کہ وہ اس مانگنے سے ذلیل بنتی ہے، اور معنی اسفل یہ افضل ہوا کہ وہ مائل بفقر ہے یعنے فقیر مال سے دور ہے اور غنی مال دیکر کم کر دیتا

سَاَلُوْا عَنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَ
مَا عِنْدَهٗ فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ
وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَّ
اَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ فَاَقُوْلُ اَعْطِهٖ اَفْقَرَ اِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ وَتَصَدَّقْ بِهٖ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگا ۱؎ حضور نے انہیں دیا پھر مانگا حضور نے پھر دیا حتے کہ جو آپ کے پاس تھا ختم ہو گیا ۲؎ پھر فرمایا جو کچھ مال میرے پاس ہوگا وہ تم سے ہرگز بچا نہ رکھوں گا ۳؎ جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے بچائیگا اور جو غنا چاہے گا اللہ اسے غنی دیگا اور جو صبر چاہیگا اسے صبر دیگا اور کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہ ملی ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دینا چاہتے تو میں عرض کرتا کہ یہ مجھ سے زیادہ حاجتمند کو عطا فرمادیں ۱؎ تو آپ فرماتے یہ لے لو اسے مال بنالو یا صدقہ کرو

ہے لہذا اس حدیث سے یہی ثابت ہوا کہ غنی سے فقر افضل۔ ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ مانگنا بلاضرورت تھا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے فقرو فاقہ کے والوں کو تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی دیتے تھے اور دوں سے بھی دلواتے تھے ۲؎ یعنی وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر پھر یہ بتایا، اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی معلوم ہوا کہ بلاضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگرچہ انہیں مانگنا ممنوع ہے خیال رہے کہ جس کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہو کر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور نے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جو ان بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھلائے، پھر جب تولے تو لتے ہی کھلتے گئے تو لنے سے ختم ہو گئے۔ حضرت جابر کے ان ساڑھے چار سیر جو کی روٹی پر سیکڑوں آدمیوں کی دعوت فرمادی جیسا کہ باب المعجزات میں آئیگا لہذا اس ختم ہونے سے کوئی دھوکا نہ کھائے یاد رکھئے منگتے مختلف ہیں جب خوشی سے دیں تو سب کچھ ہے۔ اور اگر کوئی ناخوش کرکے دے تو اس میں برکت نہیں ۳؎ خیر سے مراد مال ہے چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مال حلال ہی لیتے تھے اس لیئے اسے خیر فرمایا اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی مال جمع نہ کیا اور بعد وفات کچھ ورثہ چھوڑا جو باغ وغیرہ تھے وہ سب مسلمانوں پر وقف ہے ۴؎ یہ حدیث اس حدیث قدسی کی شرح ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنی رب تعالے فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا ظہور آخرت میں تو ہو گا ہی کہ اگر بندہ معافی کی امید کرتا ہوا مر جائے تو ان شاء اللہ اسے معافی مل جائے گی، اکثر دنیا میں بھی ہوجاتا ہے کہ جو قرض نہ لینے یا نہ مانگنے کا خدا کے بھروسے پر پورا ارادہ کرلے تو اللہ تعالے اسے ان سے بچا ہی لیتا ہے، اور جو یہ کوشش کرے کہ دنیا داروں سے لاپرواہ رہوں۔ تو بہت حد تک اللہ تعالے اسے لاپرواہ ہی رکھتا ہے۔ اگر یہ فقط زبانی دعوے نہ ہو عملی کوشش بھی ہو کہ کمانے میں مشغول رہے خرچ و دیا نہ رکھے، ۵؎ صبر سے مراد ہے اللہ رسول پہنچے ہیں ان کے وعدے حق ہیں غنی ہم کرجاتے ہیں ۶؎ یعنی رب تعالے کی عطاؤں میں سے بہتر اور بہت گنجائش والی عطا صبر

فَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلُ كُدُوْحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ فَمَنْ شَاءَ اَبْقٰى عَلٰى
وَجْهِهٖ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهٗ اِلَّا اَنْ يَّسْاَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ اَوْ فِيْ اَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا رَوَاهُ
اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

تمہیں جو مال بغیر طمع اور بغیر مانگے ملے اُسے لے لیا کرو اور جو نہ ملے اُس کے پیچھے اپنے کو نہ لگاؤ ف۱ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت
ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے ف۲ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سوال کھروچے ہیں جن سے آدمی اپنا منہ کھرچتا ہے
تو جو چاہے اپنے منہ پر یہ کھروچ رہنے دے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے ف۳ مگر یہ کہ آدمی حکومت والے سے کچھ مانگے یا ایسی چیز کے بغیر چارہ نہ پائے
ف۴ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

ہے کہ رب تعالٰی نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اور صابر کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی
بڑی مشقتیں برداشت کر لیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کر لیتا ہے، رب تعالٰی نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا
ہم نے انہیں صابر پایا، صبر ہی کی برکت سے حضرت حسین علیہ السلام سید الشہداء ہوئے۔ ف۱ صحبت پاک مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تاثیر تھی کہ حضرت
عمر صرف غنی نہیں بلکہ غنی گر ہو گئے کہ مانگنا تو کیا بغیر مانگے آئی ہوئی چیز میں بھی ایثار ہی کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اپنے
دورِ خلافت میں جب فارس اور روم کے خزانے مدینہ میں آتے ہیں، تو اس وقت بھی خود ایک قمیض ہی دھو دھو کر پہنتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔
ف۱ سبحان اللہ کیا بے مثال تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ جو بغیر مانگے اور بغیر طمع کے ملے وہ رب تعالٰی کا عطیہ ہے اسے نہ لینا گویا اس عطیہ کی بے قدری ہے
دنیا داروں سے استغنا اچھا اور اللہ و رسول کا ہمیشہ محتاج رہنا اچھا، مشائخ کرام معمولی نذرانہ بھی قبول کر لیتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث
ہے پھر کیا خوب فرمایا کہ تم خود لے کر صدقہ کر دو تاکہ تمہیں لینے کا بھی ثواب ملے اور دینے کا بھی **حکایت**۔ حضرت بنان حمالی کا پیشہ کرتے تھے
ایک بار امام احمد ابن حنبل کا کچھ سامان اُجرت پر گھر پہنچایا وہاں تنور سے روٹیاں نکلتی دیکھیں، امام احمد نے اپنے بیٹے سے کہا کہ دو روٹیاں بنان کو
بھی دے دو، بنان نے انکار کر دیا، جب چلے گئے تو امام نے پھر دو روٹیاں اُن کے پاس بھیجیں، بنان نے قبول کر لیں، کسی نے امام احمد
سے بنان کے اس رویہ کی وجہ پوچھی کہ انہوں نے پہلے کیوں نہ لیں پھر کیوں لے لیں، امام نے فرمایا کہ دو روٹی دیتے پہلے ان کے نفس میں انتظار پیدا
ہو چکا تھا نہ لیں، لوٹ جانے کے بعد مایوس ہو گئے تھے پھر لے لیں اور آپ نے یہی حدیث پڑھی (مرقات) ف۲ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کے
شاگردوں میں سے بڑے شاگرد ابن سیرین اور امام شعبی ہیں بصرہ میں قیام رہا ۵۸ھ میں وہیں وصال ہوا۔ ف۳ منہ کے کھروچ یا خدوش سے مراد
ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دور سے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دور سے پہچانا جاتا ہے اس کے چہرے پر ذلت ہوتی ہے نہ وقار

اللّٰہ علیہ وسلم من سأل الناس وله ما یغنیه جاء یوم القیمة ومسألته فی وجهه خموش او خدوش او کدوح قیل یا رسول اللّٰہ وما یغنیه قال خمسون درهما او قیمتها من الذهب رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی ۔ وعن سهل بن الحنظلیة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من سأل وعنده ما یغنیه فانما

علیہ وسلم نے کہ جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اس کے پاس بقدر غنی موجود ہے[1] تو قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کے سوال اس کے چہرے میں کھرونچ یا خارش یا زخم ہونگے[2] عرض کیا گیا یا رسول اللہ غنا کیا ہے فرمایا پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا[3] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت سہل ابن حنظلیہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مانگے حالانکہ اس کے پاس بقدر غنا ہو تو وہ

بلکہ یہ آثار مذلت قیامت میں بھی اس پر ہونگے جیسا پہلے حدیث شریف میں آچکا۔[2] یعنی یہ وہ سوال ناجائز ہیں۔ مستحق یا حاکم وقت سے اپنا وظیفہ مقرر کرالینا یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے، دوسرے سخت ضرورت کے وقت جب شرعاً سوال جائز ہو تو کچھ مانگ لینا۔ امام غزالی نے فرمایا کہ جس مالدار پر حج فرض ہو اور بلا وجہ حج نہ کرے، پھر غریب ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ حج کا خرچ مانگے اور حج کو جائے کہ اس میں اپنے کو فسق سے نکالنا ہے، جب مجبوراً بھوک یا برہنگی دفع کرنے کے لیے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے (مرقات)[3] یعنی اس کے پاس روزمرہ کی ضروریات کھانا کپڑا ہے اور کوئی خاص ضرورت درپیش نہیں، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جہاں تھا کہ ضامن بن جانے والا سوال کرسکتا ہے کہ ضمانت نے اسے سوال کی ضرورت ڈال دی۔[4] ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں ہی الفاظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہیں، راوی کا شک نہیں اور ان تینوں کے الگ الگ معنے ہیں، ہر دوسرے لفظ میں پہلے سے ترقی زیادہ ہے، جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں ظاہر کردیا، چونکہ بے ضرورت بھکاری تین قسم کے ہیں معمولی کبھی کبھی مانگ لینے والے، اور ہمیشہ کے بھکاری، ضدی ڈھیٹ دھرم بھکاری، اسی لئے ان کے چہروں کے آثار بھی تین طرح کے ہونگے، جیسی بھیک ویسا اس کا اثر [illegible][5] خیال رہے کہ جس غنا پر سوال حرام ہوتا ہے اس کی مقداریں مختلف آئی ہیں، یہاں تو پچاس درہم یعنی قریباً ساڑھے بارہ روپے ارشاد ہوئے، دوسری روایت میں ایک اوقیہ ارشاد ہوا یعنی چالیس درہم تقریباً دس روپے، تیسری روایت میں دن رات کا کھانا ارشاد ہوا، جیسا کہ آگے آرہا ہے، لہٰذا بعض شارحین نے ان دونوں حدیثوں کو دن رات کے کھانے والی حدیث سے منسوخ مانا، لیکن چونکہ ہر شخص کی حاجت مختلف ہوتی ہے، بڑے کنبے والے کا روزانہ خرچ زیادہ ہوتا ہے درمیانی کنبے والے کا درمیانہ، اور اکیلے آدمی کا خرچ بھی بہت معمولی، سرکار کے یہ تین ارشاد تین قسم کے لوگوں کے لحاظ سے ہیں، جیسا مرقات وغیرہ، جیسا مسئلہ پوچھنے والا ویسا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب، حکیم کی ہر بات حکمت سے ہوتی ہے، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں، اور ممکن ہے کہ حرمت سوال کا حکم تدریجاً آہستگی سے وارد ہوا ہو، اولاً پچاس درہم والوں کو منع کیا گیا، پھر چالیس والوں کو آخر میں دن رات کے کھانے پر قدرت رکھنے والے کو، جیسے شراب کی حرمت کا حال ہوا، کیونکہ اہل عرب سوال کے عادی تھے، یکدم سوال چھوڑ نہ سکتے

يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ قَالَ النُّفَيْلِيُّ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهِ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَمَا الْغِنَى الَّذِيْ لَا يَنْبَغِيْ مَعَهُ الْمَسْئَلَةُ قَالَ قَدْرُ مَا يُغَدِّيْهِ وَيُعَشِّيْهِ وَقَالَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ شِبَعُ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ اُوْقِيَّةٌ اَوْ عِدْلُهَا فَقَدْ سَاَلَ اِلْحَافًا رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ اِلَّا لِذِيْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ وَمَنْ سَاَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهِ مَالَهُ كَانَ خُمُوْشًا فِيْ

آگ بڑھاتا ہے [1] نفیلی نے فرمایا جو دوسری جگہ اس حدیث کے ایک راوی ہیں [2] وہ غنا کیا ہے جس کے ہوتے سوال مناسب نہیں فرمایا اس قدر کہ صبح شام کھا لے اور دوسری جگہ فرمایا کہ اس کے پاس ایک دن یا ایک دن و رات کی سیری ہو [3] ابو داؤد روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے وہ بنی اسد کے ایک شخص [4] راوی [5] کہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جو مانگے حالانکہ اس کے پاس ایک اوقیہ یا اس کے برابر ہو تو وہ زاری سے مانگتا ہے [6] مالک، ابو داؤد، نسائی، روایت ہے حضرت حبشی ابن جنادہ سے [1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو غنی کو سوال جائز ہے نہ درست اعضاء والے کو [2] مگر زمین سے ملے ہوئے فقیر یا سوائی والے مقروض کو [3] اور جو لوگوں سے مال بڑھانے کے لئے مانگے تو یہ سوال

چھوڑ نہ سکتے تھے اس لئے یہ ترتیب بدل گئی [1] اس سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت سوال حرام ہے کیونکہ خصوصیت سے سخت عذاب کی وعید اور بھڑکتی آگ بڑھانے سے مراد آگ کی تیزی، بھڑک، شعلہ بڑھانا ہے [2] نفیلی کا نام عبداللہ ابن محمد ہے ابو داؤد سجستانی کے استاد ہیں، نفیل ان کے کسی دادا کا نام ہے [3] اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ دن رات کی خوراک کی قدر ہر شخص کے لئے جداگانہ ہے، جب کنبہ والے کے لئے زیادہ مال ہے دو دینار کے لئے دو دینار، ایک دو آدمیوں کے لئے تھوڑی، یہاں غنی سے آفت زدہ مستثنیٰ ہے، مقروض، ضامن یا جس کا مال ہلاک ہو گیا اس کے لئے سوال جائز ہے اگرچہ دن رات کے کھانے کا مالک ہو لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں خیال رہے کہ یہاں مانگنے کا ذکر ہے، نہ زکوٰۃ لینا اس کے متعلق یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقیر اپنے اور اپنے بال بچوں کے ایک سال کا خرچ زکوٰۃ سے جمع کر سکتا ہے خرچ سے مراد کھانا اور کپڑا دونوں ہی ہیں [4] عطاء ابن یسار تابعی ہیں اور ان کے شیخ جن کا انہوں نے نام نہ لیا صرف یہ کہہ دیا کہ بنی اسد کے ایک صاحب وہ صحابی ہیں چونکہ صحابہ سارے ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں اس لئے ان کا نام یا حال معلوم نہ ہونا حدیث کی صحت کے لئے مضر نہیں، نہ ایسے صحابی کو مجہول کہا جا سکتا ہے نہ حدیث کو (مرقات) [5] یعنی قرآن شریف میں جو وارد ہوا لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا اس الحاف میں بے ضرورت مانگنا بھی داخل ہے، اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس تعیین کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے [1] ان کی کنیت ابوالجنوب ہے قبیلہ بنی بکر ابن ہوازن سے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں دیکھا

وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَرَضْفًا يَأْكُلُهُ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ • وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ فَقَالَ أَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ فَقَالَ بَلٰى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ ائْتِنِي بِهِمَا فَأَتَاهُ بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ وَقَالَ مَنْ يَشْتَرِي هٰذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَزِيدُ عَلٰى دِرْهَمٍ

قیامت کے دن اس کے چہرے کے کھرونچے ہوں گے اور دوزخ کے انگارے جسے وہ کھائیگا اب جو چاہے وہ کم کرے جو چاہے بڑھائے ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک انصاری شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مانگنے کے لیے آیا ۲؎ آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ۳؎ عرض کیا ہاں ایک ٹاٹ ہے جو ہم کچھ بچھا لیتے ہیں کچھ اوڑھ لیتے ہیں ۴؎ اور ایک پیالہ جس میں پانی پیتے ہیں فرمایا وہ دونوں ہمارے پاس لے آؤ وہ یہ دونوں چیزیں حاضر لائے انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا یہ کون خریدتا ہے ۵؎ ایک شخص نے کہا ایک درہم میں میں لیتا ہوں آپ نے دو یا تین بار فرمایا ایک درہم سے

آپ کا شمار اہل کو نہیں ہے ۲؎ یہ استفسار صحیح الاعضاء سے ہے یعنی تندرست آدمی ان دو صورتوں میں مانگ سکتا ہے، ایک سخت فقیری جو اسے خاک نشین بنادے جس کی نہ دیکھیں کا دیدار کرکے ٹھکانے کے لیے رب تعالٰی فرماتا ہے اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ایسا مقروض جسے قرضخواہ اس کی آبرو کے درپے ہو گئے ہوں، وہ اگرچہ تندرست ہے مگر ان مصیبتوں کے دفعیہ کے لیے مانگ سکتا ہے ۱؎ یہ آخری جملہ اختیار دینے کے لیے نہیں بلکہ اظہار غضب کے لیے ہے، جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔ رضف رضفۃ کی جمع ہے، رضفہ وہ تیز گرم پتھر ہے جس سے دودھ ابالا جاتا ہے ۲؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے لوگ قرض و سوال میں گھرے ہوئے تھے، چنانچہ یہود کے ہاں کی بہت زمینیں جائدادیں، مال، مکان وغیرہ گروی پڑے تھے، سوال کرلینے کا عام رواج تھا کیونکہ اکثر لوگ بہت غریب و نادار تھے اسی سلسلہ میں یہ حضرات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کرنے حاضر ہوئے ۳؎ سبحان اللہ یہ ہے بگڑی قوم کا بنانا، یہاں یہ ممکن تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اسے کچھ دے دیتے مگر وہ چند روز میں کھا کر برابر کردیتا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے اس کی بلکہ اس کی نسل کی زندگی سنبھال دی فقیر کو دے دینا آسان مگر اس کی زندگی سنبھال دینا بہت مشکل ہے، تجربہ ہے کہ پہاڑ ڈھا دینا اور دریا پاٹ دینا آسان مگر بگڑی قوم کو سنبھال دینا مشکل، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیئے جس کی مثال نہیں ملتی ۴؎ حلس ٹاٹ کو کہتے ہیں اور موٹے کمبل کو بھی جو اونٹ کی پیٹھ پر یا ان کے نیچے ڈالا جاتا ہے، یہاں دونوں معنے کا احتمال ہے، سبحان اللہ غریبی کی حد ہو گئی کہ اہل اللہ کے بندے کے سارے گھر میں کل کائنات یہ دو چیزیں ہیں، حالت یہ کہ ایک ہی کمبل کو آدھا بچھا کر خود بیوی بچے سب لیٹ جاتے اور اسی کا آدھا یہ سب اوڑھ لیتے جیسا کہ بعض کے جمع شکل سے معلوم ہوتا ہے ۵؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان غریبوں کو تخت و تاج کا مالک بنایا ہے ۶؎ اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سرکار اس مسکین سے ہی فرمادیتے کہ یہ بیچ دو

مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا اِيَّاهُ فَاَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا الْاَنْصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ اِلٰى اَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قَدُوْمًا فَاْتِنِيْ بِهٖ فَاَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوْدًا بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا اَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ

زیادہ کون دیتا ہے ۱ ایک صاحب بولے کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں تب آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں انہیں دے دیں ۲ اور دو درہم ان انصاری کو دیئے اور فرمایا ان میں سے ایک کا غلہ خرید کر اپنے گھر میں ڈال دے اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لا ۳ وہ حضور کے پاس کلہاڑی لائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے اس میں دستہ ڈالا ۴ پھر فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اب میں تمہیں پندرہ دن نہ دیکھوں ۵ پھر وہ صاحب لکڑیاں کاٹتے

یعنی کلہاڑی خریدو جس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اپنا کام چلاؤ، مگر اس صورت میں وہ اہمیت ظاہر نہ ہوتی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے ظاہر ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ صرف کہہ دینے سے قوم کی اصلاح نہیں ہوتی اس کے لیے کچھ کرکے بھی دکھانا پڑتا ہے، مبلغین قولی تبلیغ پر کفایت نہ کریں بلکہ عملی تبلیغ بھی کریں۔ ۱ اس سے نیلام کا بھی ثبوت ہوا جسے عربی میں بیع من یزید کہتے ہیں، اور نیلام میں بار بار بولی لگانا بھی ثابت ہوا یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں ۲ خیال رہے کہ جس حدیث میں دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ چڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں تاجر و خریدار راضی ہو چکے ہوں اور یہ چڑھا کر ان کا بھاؤ بگاڑ دے، یہاں یہ صورت نہیں یہاں تو تاجر خود بھاؤ چڑھانے کا طالب ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اس حدیث سے بیع معاطات (جسے بیع تعاطی بھی کہتے ہیں) ثابت ہوئی یعنی زبان سے ایجاب قبول نہ کرنا صرف لین دین سے بیع کر دینا جیسا آجکل عام طور پر ہوتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نہ اس سے ایجاب کرایا نہ خود قبول فرمایا صرف لے دے کر بیع کر دی ۳ یعنی ایک درہم کے جو خرید کر اپنی بیوی کو دے تاکہ وہ پیس پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچوں کو بھی کھلائے، اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر مجھے دے جا اور جلدی کرکے پھر آنا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ بیوی سے بھی کمائی کرا دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے نہ کہ بیوی پر، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلہاڑی صرف مرد کو دی اور کھانا پکانا عورت کو، غرض عورت و مرد میں تقسیم عمل فرما دی۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو لڑکیوں سے کمائی کرانے کے لیے بی اے ایم اے کراتے ہیں اور جو ضروری مسائل ان کو سیکھنا فرض ہیں ان سے بالکل بے خبر ہیں۔ ۴ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے کوئی کام کاج شروع کرایا جائے اس کی کچھ بدنی امداد بھی کی جائے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس کی مالی امداد نہ کی بلکہ بدنی امداد فرمائی، کیونکہ مالی امداد سے اس کے مانگنے کی عادت نہ چھوٹتی، اب اسے عبرت ہوگئی کہ جب سرکار خود اپنے ہاتھ سے اتنا کام کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہ محنت کروں۔ ۵ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ جنگل لکڑیاں شکاری جانور وغیرہ کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کرلے وہ اس کا مالک ہے کہ وہ اسے بیچ

وَيَبِيْعُ فَجَاءَهٗ وَقَدْ اَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَّبِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَجِيْءَ الْمَسْئَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لِثَلٰثَةٍ لِذِيْ فَقْرٍ مُّدْقِعٍ اَوْ لِذِيْ غُرْمٍ مُّفْظِعٍ اَوْ لِذِيْ دَمٍ مُّوْجِعٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ٭ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهٗ وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ اَوْشَكَ اللّٰهُ لَهٗ بِالْغِنٰى اِمَّا بِمَوْتٍ

اور بیچے یہ پھر حاضر ہوئے اور دس درہم کما چکے تھے اس نے کچھ درہموں سے کپڑا اور کچھ سے غلہ خریدا تب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اس سے بہتر ہے کہ سوالات قیامت کے دن تمہارے منہ میں داغ بن کر آئیں ۲ تین شخصوں کے سوا کسی کو سوال جائز نہیں کمر توڑ فقیری یا رسوا کن قرض یا تکلیف دہ خون سے ۳ (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے یوم القیامت تک روایت کی روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے فاقہ پہنچے ۱ وہ اسے لوگوں پر پیش کرے تو اس کا فاقہ بند نہ ہوگا ۲ اور جو اسے اللہ پر پیش کرے اسے بہت جلد غنی کردیگا یا فوری موت سے

بھی ملتا ہے، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی مالک احکام ہیں، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ان چند دنوں کی جماعت سے نماز معاف فرمادی حتی کہ درمیان میں جمعہ بھی آیا وہ بھی ان کے لئے معاف رہا، اسی دوران میں مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہوگیا کیونکہ اس کو فرمایا گیا تھا تجھ کو میں دیکھوں نہیں اب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے تو اس ممانعت کے مرتکب ہوتے، انہوں نے اس زمانہ میں اپنی نمازیں جنگل میں ادا کیں یا گھر پڑھیں ۱ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت چند دن تک مسجد میں قطعًا حاضر نہ ہوئے ورنہ اگر اس دوران میں جماعت عشاء کے لئے بھی کبھی آئے ہوتے تو اس کا ضرور بیان ذکر ہوتا اور سرکار صلے اللہ علیہ وسلم ان سے روزانہ کا حساب پوچھتے، یہ ان کی خصوصیت میں سے ہے، اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول ہو کر جماعت ترک کرے ۲ یعنے حلال پیشہ خواہ کتنا ہی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزت ہے، افسوس آج بہت سے لوگ اس تعلیم کو بھول گئے، مسلمانوں میں صدہا خاندان پیشہ ور بھکاری ہیں ۳ تکلیف دہ فقیری میں فاقہ اور فقر کی معذوری یعنے بدست و پا ہونا دونوں شامل ہیں اور رسوا کن قرض سے وہ قرض مراد ہے جس میں قرضخواہ مہلت نہ دے مقروض کی آبرو ریزی پر تیار ہو، تکلیف دہ خون سے یہ مراد ہے کہ اس نے کسی کو قتل کردیا جس کی دیت اس پر لازم ہوگی، اس کے پاس نہ مال ہے نہ اہل قرابت، یہ تینوں آدمی بقدر ضرورت سوال کرسکتے ہیں، خیال رہے کہ یہ پابندیاں مانگنے کے لئے ہیں زکوٰۃ لینے کے لئے نہیں ۱ یعنے اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کردے، تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اسے مانگنے کی عادت پڑجائے گی جس میں

عاجلٍ أو غنًى آجلٍ رواه أبو داود والترمذي. **الفصل الثالث** عن ابن الفراسي أن الفراسي قال قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم أسأل يا رسول الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا وإن كنت لا بد فسل الصالحين رواه أبو داود والنسائي. وعن ابن الساعدي قال استعملني عمر على الصدقة فلما فرغت منها وأديتها إليه أمر لي بعمالة فقلت إنما عملت لله وأجري على الله قال خذ ما أعطيت

یا اُنہیں غناء دے ۱؎ (ابوداؤد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے ابن فراسی ۲؎ سے کہ فراسی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مانگ سکتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور اگر مانگنا پڑ جائے تو نیکوں سے مانگو ۳؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن ساعدی ۴؎ سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر نے صدقہ پر عامل بنایا ۵؎ جب میں اس سے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں ادا کر دیا تو مجھے اُجرت کا حکم دیا میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے لئے کام کیا ہے میری اُجرت اللہ پر ہے تو فرمایا جو تمہیں دیا جائے وہ لو

برکت دیگی اور ہمیشہ فقیری رہیگی۔ ۱؎ یعنی جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے، رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے تو رب تعالیٰ اُسے مانگنے کی ضرورت پڑنے ہی نہیں دیگا، اگر اس کے نصیب میں دولتمندی نہیں ہے تو اُسے ایمان پر موت نصیب کرکے جنت کی نعمتیں عطا فرمائیگا اور اگر دولتمندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرما دیگا کہ اس کی کمائی میں برکت دیگا، ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ موت سے غنا کیسے حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہاں غنا سے مراد مالداری نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے خیال رہے کہ آدمی مر کر لوگوں کے مال سے بے نیاز ہو جاتا ہے اگرچہ اُسکے پیچھے ایصال ثواب کا محتاج رہتا ہے یہاں مالی غنا مراد ہے۔ ۲؎ آپ کے نام کا پتہ نہ چلا، آپکی نسبت فراس ابن غنم ابن مالک ابن کنانہ کی طرف ہے آپکے والد فراسی صحابی ہیں۔ ۳؎ مطلب یہ ہے کہ بلا سخت مجبوری کسی سے کچھ نہ مانگو مت جب سخت مجبور ہو جاؤ جس سے شرعاً مانگنا درست ہو جائے تو اللہ کے متقی و نیک بندوں ہی سے مانگو کیونکہ انکی روزی حلال ہوگی نیز اس میں برکت ہوگی جو تمہیں بھی نصیب ہو جائے گی نیز وہ تمہیں لعنت ملامت نہ کرینگے جھڑکیں گے نہیں نیز وہ تمہارے حق میں دعا بھی کرینگے جس سے تمہاری فقیری دور ہو جائے گی، یہ حکم بھیک مانگنے کے متعلق ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے اُن کے تبرکات مانگنا بہت ہی بہتر ہے جس پر بادشاہوں کو فخر ہوتا ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف، تہبند، نعلین پاک حضور انور علیہ السلام سے مانگے ہیں بال اور تہبند شریف اپنی قبروں میں لے گئے ہیں، حضور خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ کے لنگر کا دیگ سلاطین دکن مانگ مانگ کر حاصل کرتے رہے ہیں، ہم کو اس پر فخر ہے ہم گدائے آستانہ غوثیہ ہیں رضی اللہ عنہ۔ ۴؎ آپ کو ابن سعدی بھی کہتے ہیں اپنی اسی کنیت میں مشہور ہیں صحابی ہیں، شام میں [illegible]ھ میں وفات پائی (اشعہ)۔ ۵؎ یعنی حضرت عمر فاروق نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری مال (جانور، زرعی پیداوار) کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ اس زمانہ میں وصولی زکوٰۃ کا باقاعدہ محکمہ ہوتا تھا جس میں ان لوگوں کو زکوٰۃ سے اجرت دی جاتی تھی انہیں عامل کہتے تھے ان کی اجرت کو عمالہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا ۶؎ حضرت ابن

فَإِنِّي قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِي فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَهُ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُد. وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ يَوْمَ عَرَفَةَ رَجُلًا يَسْأَلُ النَّاسَ فَقَالَ أَفِي هَذَا الْيَوْمِ وَفِي هَذَا الْمَكَانِ تَسْأَلُ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ فَخَفَقَهُ بِالدِّرَّةِ رَوَاهُ رَزِينٌ. وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعَلَّمُنَّ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الطَّمَعَ فَقْرٌ وَإِنَّ الْإِيَاسَ غِنًى وَإِنَّ الْمَرْءَ إِذَا يَئِسَ عَنْ شَيْءٍ اسْتَغْنَى عَنْهُ رَوَاهُ رَزِينٌ. وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

میں نے بھی زمانۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ عمل کیا تھا مجھے حضور انور نے اجرت دی تھی تو میں نے بھی تمہارے جیسی عرض کی تھی تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تمہیں بغیر مانگے ملے وہ کھاؤ اور صدقہ کرو[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے کہ آپ نے عرفہ کے دن ایک شخص کو سنا کہ لوگوں[2] سے مانگتا ہے تو فرمایا کہ کیا اس دن میں اور اس جگہ غیر خدا سے مانگتا ہے آپ نے اُسے کوڑے لگائے (رزین) روایت[3] ہے حضرت عمر سے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو یقین رکھو کہ طمع فقیری ہے اور ناامیدی غنا ہے اور انسان جب کسی چیز سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس سے[4] بے پرواہ ہو جاتا ہے[5] (رزین) روایت ہے حضرت ثوبان سے[6] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

سعدی کا خیال یہ تھا کہ اُجرت لینے سے ثواب جاتا رہے گا اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے اسلئے قبول سے انکار کیا۔ (1) سبحان اللہ کیا پیاری تعلیم ہے، مقصد یہ ہے کہ بغیر مانگے جو رب دے، اُسے نہ لینا اللہ کی نعمت کا ٹھکرانا ہے جو اللہ تعالے کو سخت ناپسند ہے لہذا یہ رد نہ کرو اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نیک اعمال کی اُجرت لینا جائز ہے، چنانچہ علماء، قاضی، مدرسین حتی کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی جائے گی سوائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے، دوسرے یہ کہ جب کام کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے ان شاء اللہ ثواب کم نہ ہوگا، صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے تنخواہ تو گزارے کے لئے وصول کرے اصل مقصد دینی خدمت ہو، تیسرے یہ کہ غنی بھی یہ اُجرتیں لے سکتا ہے صرف فقیری کی اجازت نہیں، چوتھے یہ کہ وہ بھی کھا سکتا ہے اور خیرات بھی کر سکتا ہے خیال رہے کہ امام احمد کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے اس حدیث کی بنا پر باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطان اسلام پر واجب ہے کہ ایسے علماء، مفتیوں، مدرسوں کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنے کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو۔ (2) اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ بھیک مانگنا ہمیشہ اور ہر جگہ ہی برا ہے لیکن مبارک تاریخوں و مبارک مقامات پر بندوں سے بھیک مانگنا بہت زیادہ برا، مرقات نے فرمایا کہ اسی طرح مسجدوں میں اور جمعہ کے دن بھیک مانگنا بہت برا ہے۔ کہ یہ جگہ عبادات کے لئے ہیں بھیک مانگنے کے لئے نہیں، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کی جگہ میں غیر اللہ سے مانگنا رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے (3) اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہے، کسی نے حضرت ابو الحسن شاذلی سے کیمیا پوچھی، آپ نے فرمایا مخلوق سے امید توڑ دو اور تقدیر پر شاکر رہو سب سے بڑی کیمیا یہ ہے شعر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفُلُ لِيْ اَنْ لَّا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا فَاَتَكَفَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ ثَوْبَانُ اَنَا فَكَانَ لَا يَسْأَلُ اَحَدًا شَيْئًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَشْتَرِطُ عَلَيَّ اَنْ لَّا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ اِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتّٰى تَنْزِلَ اِلَيْهِ فَتَأْخُذَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔

علیہ وسلم نے کہ جو مجھے اس کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں ۱؎ حضرت ثوبان نے کہا میں تو کسی سے کچھ نہ مانگتا تھا ۲؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے لئے بلایا کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگنا ۳؎ میں نے عرض کیا ہاں فرمایا اگر تمہارا کوڑا گر جائے تو وہ بھی نہ مانگنا بلکہ خود اتر کر لینا ۴؎ (احمد)

آں گدا را بادشاہی کن گردنِ بے طمع بلند بود

۱؎ آپ ثوبان ابن بجدد ہیں، آپ کی کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمن ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سرات میں خریدا، آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے کبھی جدا نہ ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں دل نہ لگتا تھا، چلے گئے مقام رملہ میں کچھ دن رہے پھر مقام حمص میں رہے وہیں ۵۴ھ میں وفات پائی، بہت مخلوق نے آپ سے احادیث لی ہیں ۲؎ یعنی جو مجھ سے بھیک نہ مانگنے کا عہد کرے تو میں اس کی چار چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں، زندگی تقویٰ پر، موت ایمان پر، کامیابی قبر میں، چھٹکارا حشر میں، کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کیسی، یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے والے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں پھر اس پر نہ شیطان کا داؤ چلے، نہ نفس امارہ قابو پائے جسے وہ اپنے دامن میں چھپالیں اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اور حضور علیہ السلام کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ کے لئے نہیں تا قیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لئے ہے۔ شعر

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کی یہ ضمانتیں باذن الٰہی ہیں اور برحق ہیں حتی کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی امت کے لئے جنت کے کفیل ہوگئے تھے ۳؎ یعنی سب سے پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا، معلوم ہوا کہ علم پر عالم پہلے خود عمل کرے ۴؎ یعنی مجھ سے اس پر بیعت لی کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص احکام پر بھی بیعتیں لی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم ان ہی کے لئے خاص تھا ورنہ گرا ہوا کوڑا کسی سے اٹھوا لینا ناجائز نہیں، بعض بزرگوں کے لئے بعض جائز چیزیں ناجائز کردی جاتی ہیں، جیسے حضرت علی مرتضٰی کے لئے فاطمہ زہراء کی موجودگی میں دوسرا نکاح، اور بعض بزرگوں کے لئے کچھ ناجائز چیزیں جائز کردی جاتی ہیں، جیسے صدیق اکبر کے لئے بحالت جنابت مسجد سے گزرنا، بعض نے فرمایا کہ سرکار

بَابُ الْاِنْفَاقِ وَكَرَاهِيَةِ الْاِمْسَاكِ • اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ • عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِيْ اَنْ لَّا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلٰثُ لَيَالٍ وَعِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا شَيْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَيْنٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ

باب خرچ کرنا اور بخل کی برائی [1] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ برابر سونا ہو تو مجھے یہ اچھا لگے گا کہ تین راتیں ایسی نہ گزریں کہ جن میں اس سونے سے کچھ بھی میرے پاس ہو بجز اتنے کے جسے ادائے قرض کیلئے رکھ لوں [2] (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کوئی دن نہیں جس میں بندے صبح کریں اور دو فرشتے نہ اتریں جن میں سے ایک تو کہتا ہے الٰہی سخی کو زیادہ اچھا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کو بربادی دے [3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت اسماء سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب خرچ کرو مت گنو ورنہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبالغۃً ہے، مگر پہلی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے [1] یعنی سخاوت کی تعریف اور بخل کی برائیاں اس باب میں بیان ہوں گی۔ سخی وہ ہے جو اپنے مال سے خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے جواد وہ ہے جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے، اسی لئے رب تعالٰی کو سخی نہیں کہہ سکتے جواد کہتے ہیں۔ بخیل وہ ہے جو اپنا مال خود کھائے دوسروں کا حق نہ دے، ممسک وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ کسی کو کھانے دے جوڑے اور چھوڑے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہاں امساک سے مراد بخل ہے اور انفاق سے مراد فرائض سے زیادہ نوافل میں خرچ کرنا ہے، کیونکہ زکوۃ کے خرچ کا ذکر پہلے ہو چکا [2] حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے، ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے، جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحۃً مذکور ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مقروض نفلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے قرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کر سکتا ہے جس کے بال بچے بھی صابر شاکر ہوں ورنہ انہیں بھوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرو۔ حضرت صدیق اکبر نے جو سب کچھ خیرات کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر والے بھی صابرین کے سردار تھے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی، کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے لئے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان حضرات کے خصوصی کرم کا۔ [3] یعنی سخی کے لئے دعا اور کنجوس کے لئے بددعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقیناً قبول ہے، خیال رہے کہ خلف مطلقًا عوض کو کہتے ہیں دنیاوی ہو یا اخروی، حسی ہو یا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ۔

اللّٰہُ عَلَیْکَ وَلَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰہُ عَلَیْکَ اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَاِنْ تُمْسِکْہُ شَرٌّ لَّکَ وَلَا تُلَامُ

اللہ تعالٰی بھی شمار فرمائے گا ۱؎ اور نہ بچاؤ ورنہ اللہ بھی تم سے بچائے گا جتنا کرسکتی ہو دو ۲؎ (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰی فرماتا ہے اے انسان خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰی فرماتا ہے کہ اے انسان اگر ۴؎ تو بچا مال خرچ کرے تیرے لئے اچھا ہے اور اگر تو اسے روک سکے تو تیرے لئے برا ہے ۵؎

کا تجربہ دن رات ہو رہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم ڈاکٹر وکیل یا نالائق اولاد برباد کرتی ہے۔ ۲؎ یعنی اے اسماء اپنے مال میں سے مطلقًا اور اپنے شوہر کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو۔ نفلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں بخل پیدا کردے گا، لہذا یہ حدیث زکوٰۃ کے حساب کے خلاف نہیں۔ بے حساب اللہ کے نام پر دو تو وہاں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کرسکو گی۔ یہ مطلب نہیں کہ رب تعالٰی کے حساب سے باہر ہوگا کھیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے، جب تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا رہتا ہے۔ دینی راستے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار لوگ ان میں پانی پھیلانے والے ہیں اور روزی پہنچانے والے فرشتے پانی چھوڑنے والے۔ ۳؎ یعنی یہ خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں، وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے خیال رہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پاسکتے، اور یہاں حکم دیا گیا کہ جو ہوسکے خیرات کرو، ان دونوں میں تعارض نہیں آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیزیں ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو، اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فورًا کسی کو دے دو، ورنہ برباد جائے گی ۳؎ سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ اے انسان ختم ہوجانے اور مٹ جانے والا مال تو میری راہ میں دے چکا تجھے اس سے کہیں زیادہ مال بھی دوں گا اور رہنے والا ثواب بھی، رب تعالٰی فرماتا ہے مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ (لمعات و مرقات)۔ خیال رہے کہ جس مالی چیز کو رب تعالٰی قبول فرمالے وہ باقی ہوجاتی ہے، دنیا صفر ہے یعنی خالی، رضائے الٰہی عدد، صفر اکیلا ہو تو کچھ نہیں اور اگر عدد سے مل جائے تو دس گنا؛ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ صدقے سے تقدیر بدل جاتی ہے، بدنصیب نصیب ور ہوجاتے ہیں، تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۴؎ مشکوٰۃ شریف کے عام نسخوں و مرقات میں بھی قال اللہ تعالٰی نہیں ہے مگر اشعۃ اللمعات میں یہ جملہ موجود ہے، شیخ نے بھی فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث بھی قدسی ہے اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابن آدم سے خطاب فرماسکتے ہیں۔ ۵؎ یعنی اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات کردینا تو تیرے لئے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام بند نہ ہوگا اور تجھے دینا تو

عَنْ كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ اَيْدِيْهِمَا اِلٰى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيْهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ وَجَعَلَ الْبَخِيْلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَاَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ

اور بقدر ضرورت پر ملامت نہیں اور اپنے عیال سے ابتدا کرو۔ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کنجوس اور سخی کی کہاوت ان دو شخصوں کی سی ہے جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں جن سے ان کے دونوں ہاتھ ان کے پستانوں اور گلے سے باندھ دیئے ہوں تو سخی جب خیرات کرنے لگے تو زرہ پھیل جائے اور کنجوس جب خیرات کا ارادہ بھی کرے تو زرہ اور تنگ ہو جائے اور ہر کڑی اپنی جگہ چمٹ جائے۔ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ظلم سے بچو کیونکہ

میں وہ عمل جل جائے گا اور اسے صدقہ کے رکھنا تو تیرے لئے ہی برا ہے کیونکہ وہ چیز مرتے وقت یا تو بے طرح ضائع ہو جائے گی اور تو ثواب سے محروم ہو جائیگا یا کسی کا گھر بسے کر دیا پھر آباد تو تیرا تباہ ہوگا لہٰذا خیرات کر دو جو رب تعالیٰ نے دے تو جتنا تم کو تمہاری ضرورت سے بچا ہے کسی فقیر کو صدقہ کرو تمہارے گھر کا خرچہ نکل جائے گا اور اس کا بھلا ہو جائے گا۔ ۲؎ اس میں دو حکم بیان ہوگئے ایک یہ کہ جو مال اس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھو آج نفلی صدقہ دے کر کل خود بھیک نہ مانگو، دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز، قریبوں کو دو پھر اجنبیوں کو کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اس کا ذکر آئندہ بھی آئیگا۔ ۲؎ یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دو لوہے کی زرہیں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدائشی محبت مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور چمٹی ہوتی ہے ایسی محبت مال انسان کے دل کو چمٹی ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ بعض لوگوں نے لیا جبتان ب سے مگر جنتان ن سے ہے۔ ۳؎ تراقی ترقوت کی جمع ہے، ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینے سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دو طرف ہوتی ہیں اس لئے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی، اس لحاظ سے تراقی جمع ارشاد ہوا، اضطرت مجہول فرما کر اشارۃً یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے اختیاری نہیں۔ ۴؎ سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا، اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے، اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے، پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے، ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکا کرتا ہے مگر

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰی اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا فَاِنَّهٗ يَاْتِیْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِی الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِیْ بِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الصَّدَقَةِ

ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہوگا ۱؎ اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک کردیا کنجوسی نے انہیں رغبت دی کہ انہوں نے خون ریزی کی حرام کو حلال جانا ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرو کیونکہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی شخص اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا آدمی کہے گا کہ اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا اب تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سے صدقہ کا

جب اس کی نافرمانی کی جائے تو پھر دودھ کا چھوڑ دیتا ہے۔ نفس کی مثال شیرخوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے، مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔ ۱؎ ظلم کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا، اس کی بہت قسمیں ہیں گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذا دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے یعنی ظالم پھر اپنے اندھیروں میں گھرا ہوگا یا ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا جیسے کہ مومن کا ایمان اور اس کے نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالٰی فرماتا ہے "یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ" چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کرسکا اس لیے اندھیرے میں رہا۔ ۲؎ عربی میں شح بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے، غرضکہ شح بخل حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے، اسی لیے یہ فتنوں فساد خونریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھیننا چاہے تو ضرور فساد ہوگا۔ ۳؎ آپ صحابی ہیں، حضرت عمر ابن خطاب کے سوتیلے بیٹے حضرت عبیداللہ ابن عمر کے اخیافی بھائی، کوفہ میں قیام رہا۔ ۴؎ تم سے مراد ساری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ کہ صحابہ کیونکہ مال کی یہ فراوانی قریب قیامت حضرت امام مہدی کے زمانہ میں ہوگی، اور ہوسکتا ہے کہ صحابہ سے ہی خطاب ہو اور سیدنا خضر علیہ السلام اس میں داخل ہوں کہ وہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ یہ زمانہ پائیں گے کہ ان کی وفات بالکل قیامت سے متصل ہوگی۔ ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ قبول نہ کرنا غنٰی کی وجہ سے ہوگا کہ سارے لوگ اتنے مالدار ہوجائیں گے کہ آسانی سے کوئی زکوۃ لینے والا نہ ملے گا اس حدیث کی روش سے معلوم ہورہا ہے کہ اس وقت بھی فقیر ملیں گے تو مگر بہت تلاش اور دشواری سے ورنہ مالداروں پر زکوۃ فرض نہ رہتی، جیسے جس کے اعضائے وضو ایسے زخمی ہوں جن پر نہ پانی پہنچ سکے نہ تیمم کا ہاتھ پھر سکے، تو اس پر وضو اور تیمم دونوں معاف ہوجاتے ہیں

اعظم اجرا قال ان تصدق وانت صحیح شحیح تخشی الفقر وتامل الغنی ولا تمہل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلان کذا وقد کان لفلان متفق علیہ
وعن ابی ذر قال انتہیت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو جالس فی ظل الکعبۃ فلما رانی قال ھم الاخسرون ورب الکعبۃ فقلت فداک ابی وامی من ھم قال ھم الاکثرون اموالا الا من قال ھکذا وھکذا من بین یدیہ ومن

بڑا ثواب ہے ۱؎ فرمایا یہ کہ تم اپنی تندرستی اور بخل کی حالت میں صدقہ کرو جبکہ تمہیں فقیری کا ڈر اور امیری کی امید ہو ۲؎ اور اتنی دیر نہ لگاؤ کہ جب جان گلے میں پہنچے تو تم کہو کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا ۳؎ حالانکہ وہ فلاں کا ہو ہی چکا ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور کعبہ کے سایہ میں جلوہ گر تھے جب حضور نے مجھے دیکھا تو فرمایا رب کی قسم وہ لوگ بڑے خسارہ میں ہیں ۱؎ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا وہ کون لوگ ہیں فرمایا بڑے مالدار لوگ بجز ان کے جو یوں یوں دیں ۲؎ اپنے سامنے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء کا ہونا بھی اللہ کی رحمت ہے کہ ان کے ذریعہ ہم بہت سے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہیں، یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس زمانہ کے لوگ زاہد، صابر اور تارک الدنیا ہو جائیں گے جو زکوٰۃ لینا پسند کریں گے ہی نہیں، واللہ اعلم۔

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ صدقہ سے مراد صدقہ نفلی ہے چونکہ یہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے اور اس کے مختلف حالات ہوتے ہیں اس لئے انہوں نے یہ سوال کیا یعنی کس وقت کی کونسی خیرات بہتر ہے مسجد بنانا کنواں یا سرائے تیار کرنا یا کسی کو کھانا یا کپڑا دینا وغیرہ۔ ۲؎ نہایت حکیمانہ جواب یعنی تندرستی کا ہر صدقہ افضل ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے، شُحّ سے مراد فطری محبت مال ہے یعنی تندرستی میں جب تمہیں خود بھی ضرورت ہے اپنی ضرورت پر دیں یا فقیر کی ضرورت کو مقدم رکھنا بڑی ہمت ہے اور اس کی بارگاہ الٰہی میں بڑی قدر ہے شیطان بھی اسی وقت بہکاتا ہے کہ اسے تیرے سامنے اتنے خرچ ہیں مت خیرات کر۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ فلاں سے مراد موصیٰ لہ ہے جس کے لئے وصیت کی جائے، اور اتنے سے مراد مال کی مقدار ہے یعنی تم وارثوں سے کہو کہ میرا اتنا مال میرے بعد فلاں فلاں جگہ خرچ کرنا اور ممکن ہے کہ فلاں سے مراد غیر وارث ہو یا وارث کیونکہ وارث کو وصیت جائز ہے جبکہ دوسرے ورثاء راضی ہوں (اشعہ وغیرہ)۔ ۴؎ کہ یہاں فلاں سے مراد وارثین ہیں یعنی اب تم وصیت کرو یا نہ کرو تمہارے پاس سے مال چلا گیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کی حالت ہی میں بیمار کے مال میں وارثوں کا حق ہو جاتا ہے، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ بیمار مرض تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حالت کے صدقہ و خیرات کا ثواب بہت کم ہے، کیونکہ اب خود اسے ضرورت نہ رہی، انسان کو چاہئے کہ تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھے جو ہو سکے نیکیاں کرے، شعر

توشہ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ ابھی | کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی
بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے | فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

خَلْفِهٖ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

آگے پیچھے دائیں بائیں اور وہ ہیں بہت تھوڑے [۱] (مسلم بخاری) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سخی اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے لوگوں [۲] سے قریب ہے آگ سے دور ہے [۳] اور کنجوس اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے آگ کے قریب ہے اور یقیناً جاہل سخی کنجوس عابد سے افضل ہے [۴] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ

[۵] حضرت ابوذر غفاری وہ ہیں جنہوں نے امیری پر لات مار کر فقیری اختیار کی تھی، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بہت افزا کلام اُن کی عزت افزائی کے لئے فرمایا یعنی اے ابوذر تم خسارہ میں نہیں خسارہ میں عموماً مالدار لوگ ہیں۔ [۶] یہاں تخالی بمعنی قلی ہے اور فعل سے مراد صدقہ وخیرات، یہ محاورہ عربی میں بہت عام ہے (لمعات) یعنی وہ سخی جو بلا گنتی دونوں ہاتھ بھر بھر کر نیکیوں میں خرچ کرے خسارہ میں نہیں [۷] ان چار سمتوں سے مراد ہر نیکی ہر جگہ نیکی ہر حال میں نیکی کرنا ہے، اپنے وطن میں بھی خرچ کرے، حرمین شریفین میں بھی بھیجے جہاں مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرورت ہو وہاں پہنچائے، واقعی ایسی توفیق والے تھوڑے مالدار ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے، وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ عموماً مالداروں پر فضول خرچیوں، بدکاریوں اور عیاشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالٰی غنی کے خزانہ کا پیسہ عطا فرمائے [۸] ہم سخی اور جواد کا فرق پہلے بیان کرچکے ہیں، یہاں مرقات نے فرمایا کہ حقیقی سخی وہ ہے جو غنی پر رب تعالٰی کی رضا کو ترجیح دے، اس کے تین قرب بیان ہوئے اور ایک دوری، اللہ تعالٰی تو ہر ایک سے قریب ہے لیکن اس کا قرب کوئی کوئی ہے شعر

یار نزدیک تر از من بمن است ۔۔۔۔ ویں عجب بیں کہ من از دے دُورم

اس حدیث میں اشارۃً فرمایا گیا کہ سخاوت مال حسن مآل یعنی انجام بخیر کا ذریعہ ہے، سخی سے مخلوق خود بخود راضی رہتی ہے۔ حکایت کسی عالم سے پوچھا گیا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت، فرمایا خدا تعالٰی جسے سخاوت دے، اُسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں، لوگ خود بخود اس کے ساتھ جت ہو جائیں گے۔ [۳] چونکہ صدقہ غضب کی آگ بجھاتا ہے اسلئے سخی دوزخ سے دور ہے [۴] یہاں عابد سے مراد عالم عابد ہے جیسا کہ جاہل کے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے، یعنی جو شخص عالم بھی ہو عابد بھی، مگر ہو کنجوس کہ نہ زکوٰۃ دے نہ صدقات واجبہ ادا کرے وہ یقینا سخی جاہل سے بدتر ہوگا کیونکہ وہ عالم حقیقتاً بے عمل ہے بخل بہت سے فسق پیدا کردیتا ہے اور سخاوت بہت خوبیوں کا تخم ہے، بلکہ وہ

وَسَلَّمَ لَأَنْ يَتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِي حَيَاتِهِ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِائَةٍ عِنْدَ مَوْتِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِي يَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِهِ أَوْ يُعْتِقُ كَالَّذِي يُهْدِي إِذَا شَبِعَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ، وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ الْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

وسلم نے کہ انسان کا اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرنا مرتے وقت سو خیرات کرنے سے بہتر ہے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کی مثال جو مرتے وقت خیرات یا آزاد کرے اس کی سی ہے جو اپنے پیٹ بھر جانے پر کسی کو ہدیہ دے[2] (احمد، نسائی، دارمی، ترمذی نے اسے صحیح کہا) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہوتیں کنجوسی اور بدخلقی[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے[4] کہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

عابد بھی کامل نہیں کیونکہ عبادت مالی یعنے زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا صرف جسمانی عبادت ذکر و فکر پر قناعت کرتا ہے جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ [1] زندگی سے مراد تندرستی کی زندگی ہے اور موت کے وقت سے مراد مرض الموت ہے جب زندگی کی آس ٹوٹ جاتی ہے، یعنے تندرستی میں تھوڑا مال خیرات کرنا مرتے وقت کے بہت مال کی خیرات سے بہتر ہے کیونکہ تندرستی کی خیرات میں نفس پر جہاد بھی ہے اور مرتے وقت کی خیرات میں اپنا نقصان نہیں بلکہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچانا ہے، اس کی پوری شرح ابھی پہلے ہو چکی۔ [2] کہ اگر ہدیہ لینے والا غنی بھی ہو اور دینے والے کے اس ہدیہ عمل سے خبردار بھی تو وہ اسکی قدر نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کو مجھ پر مقدم رکھا اور سمجھا کہ بچی چیز برباد جائے گی لاؤ فلاں کو ہی بھیجدو، اسی طرح رب تعالیٰ غنی بھی ہے اور ہماری نیتوں سے خبردار بھی صدقات اس کی بارگاہ میں ہدیے ہیں، اگر اس کی بارگاہ الٰہی میں قدر چاہتے ہو تو تندرستی میں بھیجو کہ وہاں اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ شعر

ما بروں را ننگریم و قال را　　　ما دروں را بنگریم و حال را

[3] یعنے ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی کامل مومن بھی ہو اور ہمیشہ کا بخیل اور بدخلق بھی، اگر اتفاقاً کبھی اس سے بخل یا بدخلقی صادر ہو جائے تو فوراً وہ پشیمان بھی ہو جاتا ہے اس کے ایک معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مومن نہ بخیل ہوتا ہے نہ بدخلق، جس دل میں ایمان کامل جاگزیں ہو تو اس دل سے یہ دونوں عیب نکل جاتے ہیں (لمعات) خیال رہے کہ بدخلقی اور ہے غصہ کچھ اور، اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ کرنا عبادت ہے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ہماری اس شرح سے حدیث پر نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ بعض مومن بخیل بھی ہوتے ہیں، بدخلق بھی، کیونکہ وہ یا تو مومن کامل نہیں ہوتے یا ان کے یہ عیب عارضی ہوتے ہیں، اور نہ یہ اعتراض رہا کہ یہ حدیث قرآن کے

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَّلَا بَخِيْلٌ وَّلَا مَنَّانٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ مَا فِي الرَّجُلِ شُحٌّ هَالِعٌ وَّجُبْنٌ خَالِعٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِيْمَانُ فِيْ كِتَابِ الْجِهَادِ

جنت میں نہ تو فریبی آدمی جائے نہ کنجوس نہ احسان جتانے والا[۱] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی بدترین خصلت گھبراہٹ والی کنجوسی اور ڈر والی بزدلی ہے[۲] (ابوداؤد) ہم حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث لایجتمع الخ کتاب الجہاد میں بیان کریں گے

خلاف ہے کہ قرآن کریم نے بعض حضرات کی تعریف فرمائی ہے[۲] آپ کا نام شریف عبداللہ ابن عثمان (ابو قحافہ) ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تیم ابن مرہ ہے، آپ ساتویں پشت یعنی مُرّہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں، آپ کی کنیت ابوبکر اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا فرمائے ہوئے القاب صدیق اکبر و عتیق ہیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزووں میں شریک رہے اسلام سے پہلے اور اسلام لانے کے بعد کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے، سب سے پہلے آپ ہی ہجرت میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے یار غار کہلائے، آپ ہی افضل الخلق بعد الانبیاء ہیں، عثمان غنی آپ کی تبلیغ سے ایمان لائے حضرت بلال اور عامر فہیرہ رضی اللہ عنہما جیسے شاندار صحابہ آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ چار پشت کے صحابی ہیں، ماں باپ صحابی خود اور بیٹے گھر والے صحابی ساری اولاد صحابی پوتے نواسے صحابی، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ہی کی دختر نیک اختر ہیں، آپکے فضائل میں بہت آیات آئیں، رب تعالٰی نے آپ کو ثانی اثنین فرمایا یعنی زندگی وفات و قبر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ثانی شعر

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل　　ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اسلام لانے والے رسول اللہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم اور پھیلانے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروقی فتوحات کی بنیاد آپ ہی نے ڈالی آپ مکہ معظمہ میں واقعہ فیل سے دو برس پونے پانچ ماہ بعد پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں بائیس جمادی الآخرہ ۱۳ھ منگل کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان وفات پائی، آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا، عمر فاروق نے نماز جنازہ پڑھائی ۶۳ سال عمر پائی دو سال کچھ مہینے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھوٹے تھے وہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پورے کئے اور ہمیشہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں گنبد خضراء کے اندر آرام فرما ہوگئے، آپ کے فضائل آسمان کے تاروں اور ریگستان کے ذروں سے زیادہ ہیں، آپ سے بہت کم احادیث مروی ہیں (اکمال وغیرہ)

۱؎ یعنی جو ان عیبوں پر مرجائے وہ جنتی نہیں کیونکہ وہ منافق ہے، مومن میں اولًا تو یہ عیب ہوتے نہیں، اور اگر ہوں تو رب تعالٰی اسے مرنے سے پہلے توبہ نصیب کردیتا ہے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ایسا آدمی جنت میں پہلے نہ جائیگا۔ احسان جتانے سے طعنہ دینا مراد ہے ورنہ بعض صورتوں میں احسان جتانا عبادت ہے جبکہ اس سے سامنے والے کی اصلاح مقصود ہو، رب تعالٰی فرماتا ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ، عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا اَسْرَعُ بِکَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَۃً یَذْرَعُوْنَہَا وَکَانَتْ سَوْدَۃُ اَطْوَلَہُنَّ یَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا کَانَ طُوْلُ یَدِہَا الصَّدَقَۃَ وَکَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِہٖ زَیْنَبُ وَکَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَۃَ

انشاء اللہ تعالٰی تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم سب میں پہلے آپ سے کون ملے گی ۱؎ فرمایا تم میں لمبے ہاتھ والی ۲؎ انہوں نے بانس سے کر ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے ۳؎ تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا لمبے ہاتھ والی تھیں بعد میں معلوم ہوا کہ درازی ہاتھ سے مراد صدقہ خیرات تھی ہم سب میں پہلے حضور سے جاملنے والی زینب رضی اللہ عنہا تھیں کہ وہ خیرات بہت پسند کرتی

والاُباۃ ۷؎ یعنی انسان کے سارے عیبوں میں یہ دو عیب بدترین ہیں کہ جن سے صدہا عیب پیدا ہو جاتے ہیں، شُح کے معنے پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ یہ بخل اور حرص کا مجموعہ ہے۔ بڑی بزدلی وہ ہے جو انسان کو کفار کے ساتھ جہاد سے اور ابرار جیسے اعمال سے روکے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کی قید اس لئے لگائی کہ عورت میں یہ عیب اتنے برے نہیں جتنے مرد میں، کیونکہ یہ سخاوت اور بہادری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

۱؎ یہ سوال چند سوالوں کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کا وقت موت کب ہے دوسرے یہ کہ ہم سب کی موت کس حال میں ہوگی ایمان پر اور ایمان کے کس درجہ پر تیسرے یہ کہ ہماری بقیہ زندگی تقوے کے کس درجہ پر گزرے گی، چوتھے یہ کہ بعد وفات ہمارا مقام کہاں ہوگا، کیونکہ بعد وفات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی مل سکتا ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو زندگی اعلٰی درجہ کے تقوے اور عبادت پر گزرے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ ازواج مطہرات کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ عطا فرمائے ہیں کہ سرکار بعطائے الٰہی ہر ایک کا وقت موت بھی جانتے ہیں، وہ ہر ایک کی سعادت و شقاوت سے بھی خبردار ہیں! اور ہر ایک کے درجہ ایمان و مرتبہ تقوے سے بھی واقف ہیں، بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بعد موت کس کا کیا درجہ ہوگا اور کون کہاں رہیگا کیوں نہ ہو کہ ان بیبیوں نے یہ دیکھا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے زمین پر خط کھینچکر بتا دیا تھا کہ کل فلاں کافر یہاں مارا جائے گا اور فلاں یہاں، دوسرے یہ کہ ازواج پاک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موت کی ایسی مشتاق تھیں جیسے عروس برات کی کیونکہ ان کے لئے موت لقائے حبیب کا ذریعہ تھی شعر

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں عاصی | ہے شب گور بھی اس گل کے ملاقات کی رات
جان تو جاتے ہی جائیگی قیامت یہ ہے | کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

۲؎ یعنی اے پاک بیبیو! تم سب ہی اعلٰی تقوے پر جیوگی، کمال ایمان پر وفات پاؤ گی اور تم سب میرے ساتھ رہوگی، مگر سب سے پہلے میرے پاس تم میں سے وہ پہنچے گی جو زیادہ سخی ہوگی، اس جواب سے معلوم ہوا کہ مومن کامل مرتے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے، وصال

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعُكُنَّ لُحُوقًا بِي أَطْوَلُكُنَّ يَدًا قَالَتْ وَكَانَتْ يَتَطَاوَلْنَ أَيَّتُهُنَّ أَطْوَلُ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَتَصَدَّقُ ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى

مقیمہ ۱ (بخاری) مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے پہلے مجھ سے ملے گی جو لمبے ہاتھ والی ہو فرماتی ہیں کہ ازواج پاک جھگڑتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں فرماتی ہیں ہم سب میں لمبے ہاتھ والی زینب تھیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور خیرات کرتی تھیں ۲ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی بولا میں خیرات کرونگا ۳ وہ اپنا صدقہ لیکر نکلا تو کسی چور کے ہاتھ میں دے دیا ۴ لوگ صبح کو چرچے کرنے لگے کہ آج رات چور کو خیرات دی گئی وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے

بعد قیامت پر موقوف نہیں، نیز معلوم ہوا کہ بعد موت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہے وہ زندگی میں نیک اعمال صدقہ و خیرات زیادہ کرے ۲ یہ جھگڑا اختلافِ اجتہادی، وہ بیبیاں یہ سمجھیں کہ ہاتھ سے جسم کا ہاتھ مراد ہے ان بیبیوں نے اپنے ہاتھ خود ناپے تھے مگر تعظیم و احترام کے لئے أَخَذْنَا جمع ذکر فرمایا جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ اور شاعر کہتا ہے اِنْ شِئْتُ حَرَّمْتُ النِّسَاءَ سِوَاكُمْ قانتین بھی مذکر ہے اور کم بھی ۳ ظاہری جسم کا ہاتھ تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا دراز تھا مگر سخاوت کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا لمبا تھا، حضرت زینب کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں۔ اور حضرت سودہ کی وفات ۲۳ھ میں اور عائشہ صدیقہ کی وفات ۵۸ھ میں ہے (مرقات و لمعات) ۴ چنانچہ آپ اپنے ہاتھ سے کھالیں رنگتی تھیں سیتی تھیں اور قیمت خیرات کر دیتی تھیں۔ یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ازواج مطہرات کا نان نفقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذمہ ہے کیونکہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہیں لہذا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ محنت کرنا اپنے خرچ کے لئے نہ تھا بلکہ راہ خدا میں خیرات کرنے کے لیے تھا، ان کا خیال تھا کہ اپنی محنت کا پیسہ خیرات کرنا زیادہ لائق ثواب ہے ۵ یعنی تم سے پہلے ایک نبی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالٰی کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دونگا، ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہو ممکن ہے اس نے کوئی نفسانی ہوس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا ہو ۶ یعنی رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی اس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا، جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اڑاتے ہیں، اس کا لوگوں میں چرچہ ہو گیا، مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہام الٰہی سے معلوم ہوئی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آکر لوگوں

سَارِقٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى غَنِيٍّ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَزَانِيَةٍ وَغَنِيٍّ فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ ؞ وَعَنْهُ

چور پر صدقہ ہوا اب پھر صدقہ کروں گا اپنا صدقہ لے کر نکلا تو ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات زانیہ کو صدقہ دیا گیا تو وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے کیا زانیہ کو خیرات ملی میں صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر چلا تو کسی مالدار کے ہاتھ میں دے دیا لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات غنی کو صدقہ دیا گیا تو وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہی ہے کیا چور پر زانیہ پر اور غنی پر پھر اسے جواب میں کہا گیا کہ تیری خیرات چور پر تو شاید وہ چوری سے باز رہے لیکن زانیہ تو شاید وہ زنا سے باز رہے لیکن غنی تو شاید وہ عبرت پکڑے اللہ نے جو دیا اس میں سے کچھ خیرات کرے (مسلم، بخاری) لفظ بخاری کے ہیں اور روایت انہی سے

سے یہ کہہ گیا ہو کہ جو اس کا چرچا ہو گیا۔ یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا اور تعجب کے طور پر یہ کہا اللہ کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں۔ یعنی میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مصرف پر نہ پہنچا جیسے کہ بری زمین میں دانہ اسکی جگہ اور صدقہ دوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے تو واپس نہ لے بلکہ اسکی بجائے اور صدقہ دے۔ یا کہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لئے اندھیری رات ہی میں نکلا تھا اسلئے ایک فاسقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا۔ اس چرچے کی وجہ ابھی بیان کر دی گئی کیا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں پہنچ دیا یا فرشتے کے ذریعہ اس کا اعلان ہو گیا۔ کہ اسے فقیر سمجھ کر دیا۔ وہ مالدار کنجوس تھا پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کیسا تھا مانگتے ہوئے خیرات لے لی جیسا کہ آجکل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے غنی ہونے کے باوجود خیرات کیوں لی موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے ذکر کیا ہوگا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچا نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اعلان فرشتے ہی کے ذریعہ ہوا ہوگا۔ یعنی مولیٰ میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صحیح جگہ پہنچے۔ تین دفعہ خیرات کر چکا ہر بار بیکار ہی گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا۔ چور اور زانیہ کے لئے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لئے سخاوت کی تبلیغ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوٰۃ غیر مصرف پر خرچ کر دی جائے مثلاً کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی۔ پھر پتہ لگا وہ غنی ہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اس کا اعادہ واجب نہیں۔ طرفین کا یہی قول ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں لفظ چوتھی بار صدقہ دینے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ اِسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ لِلْاِسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لِمَ تَسْاَلُنِي عَنِ اسْمِي فَقَالَ اِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَاؤُهُ يَقُولُ اِسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاِسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا قَالَ اَمَّا اِذْ قُلْتَ هٰذَا

وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی زمین کے جنگل میں تھا اُس نے بادل میں آواز سنی[1] کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر یہ بادل ایک طرف کو گیا اور پتھریلی زمین پر پانی برسایا[2] تو نالیوں میں سے ایک نالی نے یہ سارا پانی جمع کر لیا تب یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا اپنے بیلچے سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے[3] اس نے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے وہ بولا فلاں یعنی وہی نام جو اُس نے بادل میں سنا تھا[4] اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے تو یہ بولا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی تھی کہ کوئی تیرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے[5] وہ بولا کہ جب تو یہ پوچھتا ہے تو بتاتا ہوں

کا حکم نہیں دیا گیا مگر تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ تو واپس نہ ہوگا ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لیا ہے تو حلال ہے دانستہ لیا ہے تو حرام، اسکی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقے کے کچھ دینار مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لئے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے لئے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے (فتح القدیر و مرقات) [1] شاید یہ شخص اس زمانے کے اولیاء میں سے ہوگا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی اور سمجھ بھی لیا ظاہر یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی، گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے [2] اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر فرشتہ مقرر ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل دوسروں پر بھی بارش ہو جاتی ہے [3] سبحان اللہ اس نیک بندے کی کیسی عزت افزائی کی گئی۔ کہ پانی ایک پتھریلے علاقہ پر برسایا گیا، پھر سارے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اُس نالی کے ذریعہ اس کے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا، جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کرکے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جا رہا تھا راستہ میں مر گیا، رب تعالٰی نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں، ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا۔ تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اسکے احترام کی وجہ سے اس نالے کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہوگا [4] غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرما دیا یہ راوی نہیں بھولے ہیں اور فلاں فرمانا اسی لئے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی [5] یعنی جب

فَاَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَاٰكُلُ اَنَا وَعِيَالِىْ ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ثَلٰثَةً مِّنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاَتَى الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَىُّ شَىْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَّجِلْدٌ حَسَنٌ وَّيَذْهَبُ عَنِّى الَّذِىْ قَدْ قَذِرَنِى النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَاُعْطِىَ لَوْنًا حَسَنًا وَّجِلْدًا حَسَنًا

کہ میں اس باغ کی پیداوار میں غور کرتا ہوں تو تہائی تو خیرات کردیتا ہوں اور تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور تہائی اس میں دوبارہ خرچ کردیتا ہوں ۱ (مسلم) روایت ہے انہی سے کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے کوڑھی گنجا اور اندھا اللہ تعالٰے نے ان کا امتحان لینا چاہا ۲ تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا کوڑھی کے پاس آیا بولا تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھا رنگ اور اچھی کھال اور یہ بیماری جاتی رہے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں ۳ حضور نے فرمایا کہ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی اور اسے اچھا رنگ اچھی کھال دے دی گئی ۴

تعالٰے کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لئے خود سے بادل لائے جاتے ہیں، تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتا وہ خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے، معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں پوچھنا تاکہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے، قرآن پاک جو فرماتا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا وہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے یعنی لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۔ ۱ یعنی میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا اپنے بچوں سے روکتا نہیں، خدا کا حق بھولتا نہیں، ساری ایک دم خرچ نہیں کر دیتا اس کا تہائی خیرات کرنا نفلی صدقہ بھی تھا، ورنہ بنی اسرائیل کے ہاں ہر مال کی زکوۃ چوتھائی حصہ تھی، ہمارے ہاں پیداوار کی زکوۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے، اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتانا تاکہ وہ بھی اس پر عمل کرے ریا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالٰے کا شکر ہے ۔ ۲ شفا اور مال دے کر اور پھر کچھ مال طلب فرما کر رب تعالٰے دے کر شکر کا امتحان لیتا ہے، لیکن میرا یہ امتحان خود رب تعالٰے کے اپنے علم کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دنیا والوں کے سامنے مثال قائم کرنے کے لئے تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت پکڑیں ۔ ۳ یہ فرشتہ شکل انسانی میں آیا تھا جیسا کہ حدیث کے اگلے مضمون سے ظاہر ہے غالبًا طبیب کی شکل میں ہوگا یا مقبول الدعا ولی کی تب ہی تو اس بیمار نے یہ خواہش ظاہر کی تاکہ وہ دوا یا دعا دے ۔ ۴ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقبولوں کے ہاتھ پھیرنے سے بیماریاں جاتی ہیں مصیبتیں ٹل جاتی ہیں بلکہ ان کے دھوون میں شفا ہے جیسے کہ آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑی کا دھوون ہے جو تا قیامت شفا ہے، حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کے پاؤں کا غسالہ شفا تھا رب تعالٰے فرماتا ہے اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر فیض دینا جائز ہے اور عمل سلب امراض جائز ہے یعنی جھاڑ کر بیماری دور کر دینا ان کی اصل یہ حدیث ہے اسی لئے رب تعالٰے نے فرشتہ کے واسطے سے اس کو شفا دی ۔

قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْاِبِلُ اَوْ قَالَ الْبَقَرُ شَکَّ اِسْحٰقُ اِلَّا اَنَّ الْاَبْرَصَ وَ
الْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُھُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَاُعْطِیَ نَاقَۃً عُشَرَآءَ فَقَالَ بَارَکَ
اللّٰہُ لَکَ فِیْھَا قَالَ فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَّیَذْھَبُ
عَنِّیْ ھٰذَا الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَہٗ فَذَھَبَ عَنْہُ قَالَ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا
قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَۃً حَامِلًا قَالَ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ

فرشتہ بولا تجھے کونسا مال پسند ہے وہ بولا اونٹ یا حضور نے فرمایا گائے اسحاق کو شک ہے مگر کوڑھی و گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور دوسرے نے گائے [۱] فرمایا کہ اسے گیابھن اونٹنی دے دی گئی فرشتے نے کہا اللہ تجھے اس میں برکت دے [۲] فرمایا کہ پھر فرشتہ گنجے کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھے بال اور یہ کہ میری بیماری جاتی رہے جس سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں فرمایا کہ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی گنج جاتی رہی فرمایا کہ اسے اچھے بال دے دیئے گئے [۳] پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے بولا گائے تو اسے گیابھن گائے دی اور کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت دے

[۱] یعنے اسحاق ابن عبداللہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں انہیں یہ شک ہو گیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کس کے لیے فرمایا اور گائے کس کے لیے، غالب یہ ہے کہ اس گنجے نے اونٹ ہی مانگا تھا کیونکہ آگے گائے کا ذکر جزم سے آرہا ہے [۲] عشراء عشر سے بنا بمعنی دس اونٹنی کے حمل سے عشر ماہ تک دس ہی ماہ حاملہ اونٹنی کو عشراء کہتے ہیں پھر مطلقاً حاملہ کو عشراء کہنے لگے بعد میں گھر بار گھوڑے اور جانور وغیرہ پر یہ لفظ بولنے لگے (اشعہ) لغات کنبہ کو عشیرہ اسی واسطے کہتے ہیں کہ اس سے آدمی دس گنا ہو جاتا ہے، فرشتے نے یہ اونٹنی تصدق اس کو دی یا کہیں سے خرید کر یا کسی کا مال نہ دیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر دست غیب میں فرشتے کے ذریعہ غیبی مال ملے تو حلال ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے، جنات کا لایا ہوا حلال نہیں کہ وہ اکثر دوسروں کا چوری کر کے لاتے ہیں فرشتہ نے اسے خیرات بھی دی اور دعا بھی اسی دعا کی برکت سے ہی اس کا مال بہت بڑھا، جو اللہ والے مال بھی دیتے ہیں اور دعا بھی، شعر

جب دینے کو بھیک آئے سرکوئے گدایاں | لب پر یہ دعا تھی مرے منگتا کا بھلا ہو

[۳] ظاہر یہ ہے کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کیونکہ شفا دینے کے لیے بیماری کی جگہ کو ہی چھوا جاتا ہے، حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے کے چھوتے ہی گنج بھی جاتی رہی اور کھال پر فوراً بال بھی اُگ آئے اور بڑھ بھی گئے، دوسروں کے بالوں سے زیادہ خوش نما تھے جیسا کہ حَسَنًا سے معلوم ہو رہا ہے، غرقِ فرعون کے دن حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی وہاں سبزہ اُگ آتا تھا، اسی خاک کو سامری نے سنبھال لیا، پھر فرعونی سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی، تو بچھڑے میں جان پیدا ہو گئی اور وہ چیخنے لگا رب تعالٰے نے فرمایا ہے فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا الآیہ لہذا کوئی منکر حدیث اس پر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ فرشتہ کے ہاتھ سے فوراً بال کیسے اُگ سکتے ہیں، اور جب نوری فرشتہ کا یہ فیض ہو سکتا ہے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم و اولیاء اُمت کا فیض کیسا ہو گا مولانا فرماتے ہیں

شعر: اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر | بہر حق سوئے غریباں یک نظر

فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَعْمٰى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يَرُدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا فَأُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ

فرمایا پھر وہ اندھے کے پاس پہنچا کہا تجھے کونسی چیز پسند ہے وہ بولا کہ اللہ مجھے میری آنکھیں لوٹا دے جس سے میں لوگوں کو دیکھوں فرمایا کہ اس نے اسے ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی ۱؎ پھر پوچھا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے کہا بکریاں اسے گابھن بکری دی پھر ان دونوں جانوروں نے بچے دیئے اور اس نے بھی بیاہی تو اس کے پاس اونٹوں کا جنگل ہو گیا اور اس کے پاس گایوں کا جنگل اور اس کے پاس بکریوں کا جنگل ۲؎ فرمایا پھر فرشتہ کوڑھی کے پاس اپنی اسی شکل و صورت میں آیا ۳؎ بولا مسکین آدمی ہوں بحالت سفر میرے سارے سہارے ٹوٹ گئے ۴؎ آج اللہ کی توفیق پھر تیری مدد کے بغیر گھر نہیں پہنچ سکتا ۵؎

۱؎ یہ حدیث قبض ملائکہ کی بہترین دلیل ہے یعنی فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہوتے ہیں، دیکھو گنج، کوڑھ، اندھا پن سخت بلائیں ہیں جو فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہو گئی (قرآن حکیم) عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان عام فرمایا تھا اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ، درود تاج میں جو آتا ہے دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ الخ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث ہیں، جب اطباء کی گولیاں اور جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع قبض، دافع جریان ہو سکتی ہیں، ایک شربت کا نام فرحت زیادہ ہو سکتا ہے تو کیا اللہ کے محبوبوں کا دامن بھی ان سے کم ہے ۲؎ چونکہ اس زمانہ میں جانوروں سے ہی مالداری ہوتی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے شہر کے بڑے مالدار بن گئے ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ دونوں ضمیریں فرشتہ کی طرف لوٹ رہی ہیں اور صورت سے مراد اس فرشتہ کی پہلی وہ صورت ہے جس صورت میں پہلے کے وقت آیا تھا، مقصد یہ ہے کہ یہ شخص مال پا کر ایسا احسان فراموش ہو گیا کہ اس نے اپنے محسن کو ایسا کورا جواب دیا، اور ہو سکتا ہے کہ ضمیر کا مرجع خود کوڑھی ہو یعنی یہ فرشتہ اس کوڑھی کی شکل میں آیا جو پہلے خود اس کی اپنی شکل تھی تاکہ یہ اپنا گزشتہ یاد کر کے اس پر رحم کرے، پہلے معنی زیادہ واضح ہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتے ہر شکل میں آ سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ مغالطہ میں ڈال کر امتحان لینا جائز ہے، یہ دھوکا نہیں بلکہ امتحان ہے ۴؎ علمی لحاظ سے یہ جملہ خبریہ نہیں تاکہ اسے جھوٹ کہا جائے، بلکہ تمثیل ہے، یہ تمثیل امتحانات اور سوالات میں کام آتی ہے جیسے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی حالانکہ شریعت میں ذکر کوئی زید ہوتا ہے نہ اس کی بیوی، فقط صورت مسئلہ پیش کی جاتی ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے شکل انسانی میں آئے ان میں سے ایک بولا اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً الآیہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک، حالانکہ وہاں نہ بکریاں تھیں نہ کوئی جھگڑا، لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتہ نے جھوٹ

أسألك بالذي أعطاك اللون الحسن والجلد الحسن والمال بعيرا أتبلغ به في سفري
فقال الحقوق كثيرة فقال إنه كأني أعرفك ألم تكن أبرص يقذرك الناس فقيرا
فأعطاك الله مالا فقال إنما ورثت هذا المال كابرا عن كابر فقال إن كنت كاذبا
فصيرك الله إلى ما كنت قال وأتى الأقرع في صورته فقال له مثل ما قال لهذا
ورد عليه مثل ما رد على هذا فقال إن كنت كاذبا فصيرك الله إلى ما كنت قال
وأتى الأعمى في صورته وهيئته فقال رجل مسكين وابن سبيل انقطعت بي
الحبال في سفري فلا بلاغ لي اليوم إلا بالله ثم بك أسألك بالذي رد عليك

میں تجھ سے اس خدا کے نام پر ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ اچھی کھال و مال دیا تاکہ میں اپنے سفر میں مقصد پر پہنچ جاؤں [1] تو وہ بولا کہ حقوق مجھ پر بہت ہیں [2] فرشتہ بولا میں شاید تجھے پہچانتا ہوں تو کوڑھی فقیر نہ تھا کہ تجھ سے لوگ گھن کرتے تھے پھر تجھے اللہ نے مال دیا وہ بولا کہ میں تو اس مال کا پشت در پشت وارث ہوا ہوں [3] فرشتہ بولا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے [4] جیسا تو تھا فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس اسی صورت میں آیا اس سے وہی کہا جو کوڑھی سے کہا تھا اور گنجے نے ویسا ہی جواب دیا جو اس کوڑھی نے دیا تھا فرشتہ بولا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو تھا فرمایا پھر وہ اپنی شکل و صورت میں اندھے کے پاس آیا بولا مسکین و مسافر ہوں میرے سفر میں اسباب منقطع ہو چکے ہیں آج خدا تعالیٰ کی پھر تیری مدد کے بغیر میں منزل تک نہیں پہنچ سکتا [5] میں تجھ سے اس اللہ کے نام پر جس نے تجھے آنکھیں

---

[1] یعنی کبھی بادشاہ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے ساتھ بندوں سے بھی امداد لینا جائز ہے اور بندے کا ذکر رب تعالیٰ کے ساتھ ملا کر سکتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ یعنی اپنے پرانے حال کو یاد کرو اس تبدیلی حال کے شکریہ میں مجھے ایک اونٹ دیدے [2] بال بچے نوکر چاکر بہت رکھتا ہوں جن کے باعث خرچ زیادہ ہے انہیں کا پورا نہیں ہوتا تجھے کہاں سے دوں [3] اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی اصلی فقیری و گزشتہ مصیبتیں یاد ہونی چاہئیں کہ یہ شکر کا ذریعہ ہے اور بد نصیب ہے وہ شخص جو عیش پا کر عیش میں اللہ کو بھول جائے اور کسی کے یاد دلانے پر جھوٹ بولے [4] یہ اگر مگر شک کے لیے نہیں بلکہ امتحان ہی کے لیے ہے ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ کی یہ بددعا لگ گئی اور وہ پھر فقیر اور کوڑھی ہو گیا، اس سے معلوم ہوا کہ فقیروں کے بھیس میں کبھی صاحب دل بھی آجاتے ہیں اسی لیے رب نے فرمایا وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؂ شعر

خاکساران جہاں را بحقارت منگر — توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

[5] یعنی اپنی صورت کی تشبیہ اندھے کی حالت سے ہے کہ اس کو اس کی سابقہ صورت بیٹ گئی اور فقیرانہ آیا تھا یا خود فرشتہ صورت جس میں پہلے وقت آیا تھا۔ مقصود یہ ہے کہ شکر کا امتحان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد حقیقی ہے اور بندے کی مجازی اسی لیے ثم فرمایا گیا تاکہ دونوں مددوں میں فرق معلوم ہو حدیث شریف میں یہ کو

بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ فَقَالَ أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ فَقَدْ رَضِيَ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْمِسْكِينَ لَيَقِفُ عَلَى بَابِي حَتَّى أَسْتَحْيِيَ فَلَا أَجِدُ فِي بَيْتِي مَا أَدْفَعُ فِي يَدِهٖ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْفَعِي فِي يَدِهٖ وَلَوْ ظِلْفًا مُحَرَّقًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

تو میں ایک بکری مانگتا ہوں جس کے ذریعہ اپنے سفر میں گھر پہنچ سکوں ۱؎ وہ بولا میں اندھا تھا اللہ نے مجھے دوبارہ بینائی دی تو جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے رب کی قسم آج تو جو کچھ اللہ کے نام پر لے گا میں تجھ سے اس میں تنگی نہ کروں گا ۲؎ فرشتہ بولا اپنا مال رکھو تم سب کی آزمائش کی گئی ہے تجھ سے رب راضی ہوا اور تیرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ام بجید سے ۴؎ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی غریب میرے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے حتی کہ میں شرما جاتی ہوں ۵؎ اور اپنے گھر میں کچھ پاتی نہیں جو اس کے ہاتھ میں دوں تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ہاتھ میں کچھ ضرور دیدو اگرچہ جلی کھری ہی ہو ۶؎ (احمد، ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن

کہ اگر اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔ علماء ہم بھی عرض کرچکے ہیں کہ یہ حکم بھی استحبابی ہے ورنہ وہ بھی کہہ سکتے ہیں جس کی دلیل قرآن شریف سے پیش کی گئی۔ ۱؎ یا اس طرح کہ اس کو فروخت کرکے قیمت سے توشہ اور سواری حاصل کروں یا اس طرح کہ بکری کو اپنے ساتھ رکھوں اور اس کا دودھ پیتا اور خرچ کرتا ہوا چلا جاؤں۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ اگر قیمت مقصود ہوتی تو اس سے پیسے ہی کیوں نہ مانگ لیتا۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بکری سے سفر کیسے ہوگا وہ تو سواری کے لائق نہیں جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں ۲؎ عبارت حدیث سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ یہ شخص مادرزاد اندھا نہ تھا بلکہ پہلے انکھیارا تھا بعد میں نابینا ہوا، ورنہ روشنی لوٹانے کے کیا معنے ہوتے نیز عربی میں مادرزاد اندھے کو اکمہ کہتے ہیں اور عارضی اندھے کو اعمٰی، دوسرے یہ کہ یہ صدقہ فرضی نہ تھا بلکہ نفلی تھا کیونکہ صدقہ فرضی مقرر ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سارا مال فقیر کے سامنے رکھ دینا جتنا چاہے وہ لے لے اعلیٰ درجہ کی سخاوت ہے ۳؎ سبحان اللہ یہ ہوا اس امتحان کا نتیجہ کہ وہ دونوں دنیوی و اخروی غضب میں آگئے کہ ان کا مال بھی گیا اور صحت بھی اور رب تعالٰی کی ناراضی ان سب کے علاوہ، ادھر اس نابینا کے پاس مال بھی رہا آنکھیں بھی خدا کی رضا اس کے سوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی اچھا ہے دیکھو اس کا صدقہ لیا نہ گیا مگر چونکہ وہ دینے پر تیار ہوگیا تھا اسے فائدہ پہنچ گیا ۴؎ آپ کا نام حوا بنت یزید ابن سکن ہے حضرت اسماء بنت یزید کی بہن ہیں صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں ۵؎ یعنی یا اس کے بار بار سوال کرنے سے شرما جاتی ہوں اسے خالی لوٹانے میں غیرت آتی ہے اور پاس کچھ ہوتا نہیں جو دوں، اس کشمکش میں کیا کروں۔ اس میں فقراء کی شکایت نہیں ہے بلکہ شرعی مسئلہ پوچھنا ہے کہ ایسی مجبوری میں اسے منع کردینا ناجائز تو نہیں ۶؎ جلی کھری بطور مثال کے فرمایا ہے مراد بہت معمولی غیر قیمتی چیز ہے یعنی یہ نہ سوچو کہ کوئی اعلیٰ چیز

صحیح ۔ وعن مولی عثمان قال اهدی لام سلمة بضعة من لحم وكان النبی صلی الله علیه وسلم یعجبه اللحم فقالت للخادم ضعیه فی البیت لعل النبی صلی الله علیه وسلم یاكله فوضعته فی كوة البیت وجاء سائل فقام علی الباب فقال تصدقوا بارك الله فیكم فقالوا بارك الله فیك فذهب السائل فدخل النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا ام سلمة هل عندكم شیء اطعمه فقالت نعم قالت

صحیح ہے روایت ہے حضرت عثمان کے غلام سے فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کو گوشت کا پارچہ ہدیہ بھیجا گیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا تو انہوں نے خادم سے فرمایا اسے گھر میں رکھ چھوڑو تاکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کھائیں خادم نے وہ طاق میں رکھ دیا ایک سائل آیا دروازہ پر کھڑا ہوا بولا اللہ تمہیں برکت دے کچھ خیرات کرو گھر والوں نے کہا اللہ تجھے برکت دے سائل چلا گیا پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا اے ام سلمہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے جو ہم کھائیں عرض کیا ہاں خادمہ بولیں

ہو تو ہی دو بلکہ دینے والی چیز بھی دے ڈالو یہ خیال رہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض سائلین کو کچھ نہیں دیا اور تعلیم مسئلہ کے لئے حتٰی کہ بلا ضرورت سوال جائز نہیں یہ تبلیغ تھی نہ کہ سائل کا رد اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوگیا تھا کہ مدینہ پاک میں کوئی بھی شخص بلا سخت مجبوری کے مانگتا ہی نہ تھا حضرت ام بجید کو یہ ارشاد فرمایا کہ جو بھکاری اب مجبور و معذور لوگ ہی مانگتے ہیں لہذا انہیں محروم نہ پھیرا کرو لہذا یہ حدیث حکیم ابن حزام وغیرہ کی احادیث کے خلاف نہیں، اب پیشہ ور سائلوں کو منع کردینا بھی جائز بلکہ ضروری ہے۔ یہاں خادم سے حضرت ام سلمہ کی لونڈی ہیں خادم کا لفظ مرد و عورت دونوں پر بولا جاتا ہے یا پتہ نہیں لگا کہ یہ مولی عثمان کون ہیں اور یہ خادمہ کون تھیں، مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں، کوئی ان میں فاسق نہیں اس لئے ان کے نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لئے مضر نہیں اور نہ اس سے حدیث مجہول ہوسکے اس سے معلوم ہوا کہ سائل کا سوال کرتے وقت اہل خانہ کو دعائیں دینا بہتر ہے بعض بھکاری صرف دعائیں دیتے ہیں بعض صرف اپنی محتاجی کا رونا روتے ہیں بعض کو دیکھا گیا کہ صرف غزلیں اور قصیدے ہی پڑھتے ہیں، ہاں بھیک کی نیت سے آیات قرآنیہ پڑھنا سخت ممنوع ہے، دیکھو شامی وغیرہ عرب میں یہ دستور ہے کہ جب سائل کو منع کرنا ہوتا ہے تو کبھی کہہ دیتے ہیں بارك الله فیك اور کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کریم اور کبھی کہتے ہیں الله یغنیك عن سواه جیسے ہمارے ہاں کہہ دیتے ہیں معاف دے یا برکت ہے وغیرہ غرضکہ سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے بلکہ نرم الفاظ سے اشارۃً کنایۃً منع کرنا چاہیے، جب وہ باز نہ آئے تو صاف صاف منع کرے کہ اب وہ سائل نہیں بلکہ اڑیل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے واما السائل فلا تنهر سائل کو نہ جھڑکو یعنی کچھ کھانا ہے جو ہم کھائیں، چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں کبھی کھانا ہوتا تھا کبھی نہیں اسلئے اس سوال کی نوبت آئی نیز یہ سوال اگلے واقعہ کی تمہید ہے ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو تو خبر ہی تھی کہ گھر میں کچھ ہے یا نہیں، کیوں نہ ہو حضرت عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں وانبئكم بما تاكلون وما تدخرون فی بیوتكم جو کچھ تم کھاتے اور گھروں میں بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں، یہاں کم ضمیر جمع ارشاد ہوئی احترام کے لئے یا سب گھر والوں سے خطاب ہے۔

لِلْخَادِمِ اِذْهَبِيْ فَاْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ اللَّحْمِ فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ فِي الْكُوَّةِ اِلَّا قِطْعَةَ مَرْوَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اللَّحْمَ عَادَ مَرْوَةً لِمَا لَمْ تُعْطُوْهُ السَّائِلَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا قِيْلَ نَعَمْ قَالَ الَّذِيْ يُسْأَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلٰى عُثْمَانَ فَاَذِنَ لَهٗ

جاؤ یہ گوشت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاؤ وہ گئیں تو طاق میں پتھر کے ٹکڑے کے سوا کچھ نہ پایا[1] تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ تم نے سائل کو گوشت نہ دیا لہٰذا وہ گوشت کا پتھر بن گیا[2] (بیہقی دلائل النبوۃ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں بدتر درجہ والے آدمی کی خبر نہ دوں عرض کیا گیا ہاں فرمایا وہ جس سے اللہ کے نام پر مانگا جاوے اور نہ دے[3] (احمد) روایت ہے حضرت ابوذر سے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی

[1] مروہ عربی میں چھوٹے یا سفید پتھر کو کہتے ہیں اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے جیسے چقماق خلاصہ یہ ہے کہ خادمہ نے طاق میں بجائے گوشت کے وہ پتھر دیکھا جس کی رگڑ سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ [2] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن تمام باتوں کی خبر ہوتی تھی جو آپ کے پیچھے گھروں میں ہوتے تھے، گھر والوں نے بھکاری کے آنے جانے کا واقعہ عرض نہ کیا تھا مگر سرکار صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے من وعن بیان فرما دیا، دوسرے یہ کہ بڑوں کے احکام اور ہیں چھوٹوں کے کچھ اور دیکھو صدقہ نفلی نہ دینا گناہ نہیں، بلکہ جب چیز تھوڑی ہو گھر والوں کو بھی اُس کی ضرورت ہو تو صدقہ نہ کرنا بہتر، مگر شانِ نبوت یہ تھی کہ ان کے دروازے سے کوئی محروم نہ جائے، اس لئے رب تعالٰی نے ان بزرگوں کو اس طرح متنبہ فرمایا شعر

موسیا آداب دانا دیگر اند   سوختہ جان و رواناں دیگر اند

حدیث شریف بالکل ظاہر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، اگر گوشت مٹی میں مل کر مٹی بن جاتا ہے تو رب تعالٰی کی قدرت سے پتھر بھی بن سکتا ہے، پچھلی اُمتوں میں مسخ ہوا، کوئی بندر یا سور بنے، بعض لوگ پتھر بن گئے، اگر رب تعالٰی نے اس گوشت کو مسخ کرکے پتھر بنا دیا تو کیا مشکل ہے غرضکہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ [3] اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ سائل منگتا بدترین سائل ہیں، جو لوگوں سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر مانگیں اور انہیں ملے کچھ بھی نہیں یعنی یُسْئَلُ بصیغہ معروف ہو، مطلب یہ ہوگا کہ ایسا سائل چونکہ رب تعالٰی کے نام پاک کی توہین کرتا ہے کہ ہر کس و ناکس سے اللہ کے نام پر مانگتا پھرتا ہے، کوئی دیتا ہے کوئی نہیں دیتا، معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کو بھیک کا ذریعہ نہ بناؤ۔ دوسرا یہ کہ وہ شخص بدترین آدمی ہے جس سے سائل اللہ کے نام پر مانگے اور اس کا دل رب کے نام پر بھی نہ پگھلے اور اُسے کچھ نہ دے، تب اس سے وہ صورت مراد ہوگی کہ سائل اضطرار یعنی سخت مجبوری کی حالت میں ہو خدا کے نام کا واسطہ دے کر

وَبِيَدِهٖ عَصَاهُ فَقَالَ عُثْمَانُ يَا كَعْبُ اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ مَالًا فَمَا تَرٰى فِيْهِ
فَقَالَ اِنْ كَانَ يَصِلُ فِيْهِ حَقَّ اللّٰهِ فَلَا بَاْسَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ اَبُوْذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ كَعْبًا
وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ لَوْ اَنَّ لِيْ هٰذَا الْجَبَلَ
ذَهَبًا اُنْفِقُهٗ وَيُتَقَبَّلُ مِنِّيْ اَذَرُ خَلْفِيْ مِنْهُ سِتَّ اَوَاقِيَّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ يَا عُثْمَانُ اَسَمِعْتَهٗ
ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ

ل گئی ابوذر کے ہاتھ میں اُن کی لاٹھی تھی لے حضرت عثمان نے کہا اے کعب عبدالرحمن کی وفات ہوگئی انہوں نے بہت مال چھوڑا اس بارے میں تمہاری رائے کیا ہے فرمایا کہ اگر اس میں اللہ کا حق ادا کرتے تھے تو کوئی حرج نہیں ۳ے تب ابوذر نے لاٹھی اٹھا کر کعب کو ماری ۴ے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اس پہاڑ برابر سونا ہو جسے میں خیرات کردوں اور وہ قبول ہو جائے کہ اس کے بعد چھ اوقیہ اپنے پیچھے چھوڑ دوں ۵ے اے عثمان تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نے حضور کو یہ کہتے سنا تین بار فرمایا آپ نے کہا ہاں ۶ے (احمد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن حارث سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم

پہچان بچانے کے لئے لاٹھی رکھنا ہر بوڑھے بزرگ کی پہچان ہے چونکہ یہ نہایت سخت دل ہیں اسلئے بڑھاپے میں ابوذر ہمیشہ لاٹھی رکھتے تھے جن کے متعلق نہیں اختلاف ہوتا ہے لئے کمزوری سے ہر وقت لاٹھی بھی جوان کے ساتھ رہتی تھی۔ لاٹھی ساتھ رکھنا سنت ہے اور اسکے بہت فوائد ہیں ۲ے یعنی عثمان غنی نے ابوذر غفاری کی موجودگی میں کعب احبار سے مسئلہ پوچھا کہ عبدالرحمن ابن عوف بہت مال چھوڑ کر وفات پا گئے ہیں تمہارا کیا خیال ہے آیا مال جمع کرنا اور بال بچوں کے لئے چھوڑ جانا جائز ہے یا نہیں مرقات میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی نے دو لاکھ دینار چھوڑے تھے دھیان رہے کہ حضرت ابوذر غفاری زاہد ترین صحابہ تھے ان کا خیال تھا کہ شعر

تج ڈالی مال و دھن کو ۔ کوڑی نہ رکھ کفن کو ۔ جس نے دیا ہے تن کو ۔ دے گا وہی کفن کو

زہد و ترک دنیا کی احادیث پر سختی سے عامل تھے اس لئے ان کی موجودگی میں یہ سوال جواب ہوئے تاکہ وہ حکم شرعی اور زہد میں نیز تقوے و فتویٰ میں فرق کرلیں ۳ے یعنی مال جمع رکھنا اور بعد وفات چھوڑ جانا حلال ہے جبکہ اس کی زکوٰۃ، فطرہ، قربانی، حقوق العباد ادا کئے جاتے رہے ہوں ایسا کنز میں داخل نہیں جس کی قرآن کریم میں برائی آئی ہے ۴ے یہ مارنا بحالت جذبہ تھا آپ اپنے نفس پر قابو نہ پا سکے چونکہ ابوذر بزرگ ترین صحابی تھے تمام صحابہ آپ کا بہت احترام کرتے ان کی ناراضی یا مار پر ناراض نہ ہوتے تھے، جیسے آج بھی سعادت مند جوان محلہ کے بزرگوں کی سختی پر ناراض نہیں ہوتے اسلئے خلیفۃ المومنین نے آپ سے قصاص نہ لیا نہ حضرت کعب نے کچھ برا منایا ہو سکتا ہے کہ آپکی یہ مار تادیب و سرزنش کے لئے ہو کہ تم نے کہہ دیا کہ مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حالانکہ امیر غنی بھی مسکینوں سے پانچ سو برس بعد جنت میں جائیں گے حساب میں دیر لگے گی ایسا مرقات میں ہے کہ بعد میں حضرت عثمان نے ابوذر غفاری کو مدینہ منورہ سے مقام ربذہ میں بھیج دیا تھا آپ تا وفات وہاں ہی رہے کیونکہ آپ کی طبیعت بہت جلالی تھی ۵ے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے کعب تم تو کہتے ہو مال جمع کرنے میں حرج نہیں جبکہ اس سے فرائض ادا کردیئے جائیں مگر میں نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا مال جمع نہ کرو سارا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهٗ وَعَنْ

صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز عصر پڑھی تو آپ نے سلام پھیرا پھر تیزی سے کھڑے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بعض بیویوں کے حجرے میں تشریف لے گئے لوگ حضور کی جلدی سے گھبرا گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ آپ کی جلدی سے تعجب کر رہے ہیں تو فرمایا مجھے اپنے پاس سونے کا پترا یاد آ گیا تو مجھے یہ ناپسند ہوا کہ وہ مجھے مشغول کرے میں نے اس کے تقسیم کر دینے کا حکم دیا (بخاری) بخاری کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں نے گھر میں صدقہ کا پترا چھوڑا تھا تو رات کو اپنے گھر میں رکھنا ناپسند کیا۔ روایت ہے

خیرات کر دینا کچھ باقی نہ رکھنا سنت ہے اور جمع کرنا خلاف سنت کیا خلاف سنت میں حرج نہیں ہوتا۔ مگر یہ وہ تھا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے سید المتوکلین تھے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث سے کا ظاہر تو کیا مگر حدیث کا مطلب سمجھا یا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنے لئے فرمایا ہے، عام مسلمانوں کو اس کا حکم نہ دیا، محض احترام و ادب کے لئے کہ اگر ہم نے یہ کیا تو جواب اللہ در جواب دینے کی کوشش کریں گے مجلس مناظرہ بن جائے گی اور آپ مناظرہ کرنا نہیں۔ ۱؎ یعنے سلام پھیرتے ہی بغیر دعا مانگے بہت تیزی سے دولت خانہ میں تشریف لے گئے کیونکہ ابھی آپ کو واپس آ کر دعا مانگنا تھا ورنہ بلا وجہ دعا کے بغیر مصلے سے چلا جانا نہیں چاہیے ۲؎ معلوم ہوا کہ ضرورۃً لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل جانا جائز ہے، جیسے اگر امام کا دوران نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر کے گردنیں پھلانگتا ہوا ہی وضو گاہ تک پہنچے گا جن احادیث میں گردنیں پھلانگنے کی ممانعت آتی ہے، وہاں بلا ضرورت پھلانگنا مراد ہے جیسے کوئی نماز کے لئے مسجد میں پیچھے پہنچے پھر لوگوں کو چیرتا ہوا اگلی صف میں جانے کی کوشش کرے، یہ ممنوع ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۳؎ صحابہ کرام حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر حال شریف کا بہت غور سے مطالعہ کرتے تھے، اور اسی معمولی جنبش پر دیوانہ وار گھبرا جاتے تھے، مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں آچکا کہ اگر سرکار حسب معمول کبھی غائب ہوتے تو مدینہ منورہ کی اگلی پچھلی اور آس پاس جنگلوں میں ڈھونڈنے نکل پڑتے تھے، آج خلاف معمول جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر دعا مانگے جاتے دیکھا گھبرا گئے ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ سونے کا پترا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی ملکیت تھا اور فوری ضرورت سے زیادہ تھا اس کا گھر میں رکھنا بھی ناپسند آیا، فوراً خیرات کرا دیا، مشغول رکھنے میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کی وجہ سے نماز میں دھیان بٹ گیا کہ کہاں سنبھالیں کہاں رکھیں، دوسرے یہ کہ رب تعالٰے سے قرب خاص میں یہ مانع ہو، یہاں حضرت شیخ نے فرمایا کہ ماسوا اللہ کی طرف التفات مقرب بندوں کو بھی مشغول کر لیتا ہے یہ زہد اور ترک دنیا کی انتہا ہے کہ کچھ چیز یاد سے آڑ بنے اسے ہٹا دو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو فرزند کے گلے پر چھری چلا دی، حضرت ادھم نے اپنے بیٹے ابراہیم کے لئے دعا کی خدایا اسے موت دیدے کہ اسے چومنے کے وقت میں ایک آن تجھ سے غافل ہو گیا ۵؎ اگر یہ وہی واقعہ ہے تب تو یہ روایت اس کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سونا

عائشة انها قالت كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم عندي في مرضه ستة دنانير او سبعة فامرني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان افرقها فشغلني وجع نبي الله صلى الله عليه وسلم ثم سألني عنها ما فعلت الستة او السبعة قلت لا والله لقد كان شغلني وجعك فدعا بها ثم وضعها في كفه فقال ما ظن نبي الله لو لقي الله عز وجل وهذه عنده رواه احمد۔ وعن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم دخل على بلال وعنده صبرة من تمر فقال ما هذا يا بلال قال شيء ادخرته لغد فقال اما تخشى ان ترى له غدا بخارا في نار جهنم يوم القيمة انفق بلال ولا تخش من ذي

حضرت عائشہ سے آپ فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مرض میں آپ کے میرے پاس چھ یا سات دینار رکھے تھے لے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے بانٹ دینے کا حکم دیا لیکن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے مجھے اسکی فرصت نہ دی پھر حضور نے اسکے بارے میں مجھ سے پوچھا کہ ان چھ یا سات دینار کا تم نے کیا کیا میں نے عرض کیا اللہ کی قسم آپ کی بیماری نے مشغول رکھا آپ نے وہ منگایا اسے اپنے ہاتھ پر رکھا فرمایا کہ اللہ کے نبی کا کیا خیال ہے اللہ عزوجل سے ملے کہ یہ اسکے پاس ہوں ۲ (احمد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے پاس تشریف لائے آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا فرمایا اے بلال یہ کیا عرض کیا کہ یہ میں نے کل کے لئے جمع کیا ہے فرمایا کیا تمہیں اس سے خوف نہیں کہ تم کل اسکے سبب دوزخ کی آگ میں بخار قیامت کے دن دیکھو ۳ اے بلال خرچ کرو اور عرش والے سے

لے آپ اپنے خرچ کا نہ تھا کرونکا تھا اور اگر دوسرا واقعہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا مصرف جلد پہنچانا ضروری لے آپ اپنی ملکیت کے اسباب کا ہر حال چاہتے کہ صدقہ کرنے کی نیت سے رکھے ہوں یا خرچ کے ارادہ سے ۲ یہ حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کے یہ لائق نہیں کہ گھر میں کچھ متروکہ مال چھوڑ کر وفات پائیں اور دل میں اللہ کا نور اور گھر میں اللہ کا نام کافی ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ صدیق اکبر نے حضور علیہ السلام کا میراث تقسیم نہ کی ظلم کیا حضور علیہ السلام نے مال چھوڑا ہی کیا تھا جو بٹنے کا امکان تھا وہ بھی وقت ہو گیا جس حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف بنا دی گئی خیال رہے کہ یہ واقعہ حدیث ہے سنت نہیں سنت وہ واقعات ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر ازواج مطہرات کو ایک سال کا خرچ دے دیا کرتے تھے یا بعض صحابہ کو سب کچھ بلکہ آدھے مال کی خیرات سے منع فرمایا تہائی خیرات کی اجازت دی اور فرمایا اس سے کم خیرات کرنا بہتر ہے اپنے وارثوں کو غنی کر کے جاؤ

شعر

موسیا آداب دانا دیگر اند سوختہ جان و روانان دیگر اند

معلوم ہوا کہ حدیث و سنت میں بڑا فرق ہے ۳ اسمیں حضرت بلال کو انتہائی تقوے اور ترک دنیا کی تعلیم ہے اور توکل سے اعلےٰ توکل کی طرف ترقی دینا ہے یعنی اے بلال میں جس درجہ پر تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں وہ جب ہی حاصل ہوگا جب کہ تم اپنے پاس اتنا بھی نہ رکھو تا کہ تمہیں قیامت کے دن

العرش إقلالا ۔ وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم السخاء شجرة في الجنة فمن كان سخيا أخذ بغصن منها فلم يتركه الغصن حتى يدخله الجنة والشح شجرة في النار فمن كان شحيحا أخذ بغصن منها فلم يتركه الغصن حتى يدخله النار رواهما البيهقي في شعب الإيمان ۔ وعن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بادروا بالصدقة فإن البلاء لا يتخطاها رواه رزين ۔ باب فضل الصدقة ۔ الفصل

کمی کا خوف نہ کرو۔ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوا وہ اس درخت کی شاخ پکڑے گا۱؎ وہ شاخ اسے نہ چھوڑے گی حتی کہ جنت میں داخل کر دے گی۲؎ اور بخل آگ میں درخت ہے جو بخیل ہوا وہ اس کی شاخ پکڑے گا وہ اسے نہ چھوڑے گی حتی کہ آگ میں داخل کرے گی۳؎ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں، روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ میں جلدی کرو۴؎ کیونکہ بلا اس سے آگے نہیں بڑھتی۵؎ (رزین) باب صدقہ کی فضیلت پہلی فصل

اسکا صاحب دینے میں کچھ بھی نہ گھبرائے یہی مطلب ہے۔ مرقات کے بیان دیکھئے کہ حضرت بلال اس وقت تنہا تھے، اہل و عیال نہ رکھتے تھے، آپ کے ذمہ کسی کے حقوق نہ تھے، فرمایا کہ ایک دم کے لئے جمع کرنے کی فکر کیوں لگاتے ہیں سب بانٹ دو استغنا سے تمہیں دیئے جائے تم کھائے جاؤ۔ صوفیائے کرام اپنے بعض مریدین کو کبھی چلوں سے مجاہدہ کراتے ہیں، اس زمانہ میں ترک دنیا ترک حیوانات کا ل کراتے ہیں، ان کی اصل یہ حدیث ہے، یہ حدیث جمع دنیا کے خلاف نہیں اگر مال جمع کرنا حرام ہوتا تو اسلام کا ایک رکن یعنی زکوٰۃ ہی ختم ہو جاتی کہ زکوٰۃ واجب ہی جب ہوتی ہے جب انسان کے پاس ایک سال تک بقدر نصاب مال جمع ہے

۱؎ یعنی سخاوت کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں، چونکہ سخاوت کی قسمیں بہت ہیں اس لئے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیا میں شاخیں بہت پھیلی ہوئی ہیں، جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتا ہے اس آیت میں بھی تمثیل ہے، اس حدیث میں بھی۔ ۲؎ شریعت میں سخاوت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان فرض صدقہ ادا کرے، اور طریقت میں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صرف فرض پر قناعت نہ کرے نوافل صدقے بھی دے، حقیقت و معرفت والوں کے ہاں اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دے ان میں سے ہر درجہ کے مراتب کے نیچے مختلف ہیں۔ ۳؎ جو معانی سخاوت کے عرض کئے جا چکے ہیں ان کے مقابل بخل کے بھی معانی ہیں۔ ۴؎ اس جملہ کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب کسی قسم کی جانی یا مالی بلا آئے تو بہت جلد صدقے دینا شروع کر دو باقی تمام تدبیریں علاج وغیرہ بعد میں کرو تاکہ ان صدقات کی برکت سے اگلی تدبیریں بھی کامیاب ہوں بعض لوگ آفت آتے ہی میلاد شریف، گیارھویں شریف، ختم خواجگان، ختم غوثیہ، ختم بخاری، ختم آیت کریمہ کراتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ ان کاموں میں اللہ کا ذکر اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف وغیرہ بھی ہے اور صدقہ بھی، ذکر اللہ بھی دافع بلا ہے اور صدقہ بھی بعض لوگ بیماریوں میں ماش، اردو، تیل یا بیمار کا جانور پر ہاتھ لگوا کر اسے ذبح کرکے خیرات کر دیتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہی حدیث ہے کہ یہاں صدقہ مطلق ہے، دوسرے یہ کہ ہر حال میں ہمیشہ صدقے کرتے رہو کیونکہ ہر وقت ہی آفت آنے کا خطرہ ہے تم آفت سے پہلے صدقہ دے دو، بعض لوگ

الْاَوَّلُ ❁ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ کَسْبٍ طَیِّبٍ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتَقَبَّلُهَا بِیَمِیْنِهٖ ثُمَّ یُرَبِّیْهَا لِصَاحِبِهَا کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰی تَکُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ❁ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَّمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَّمَا تَوَاضَعَ

پہلی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حلال کمائی سے چھوہارے کی برابر صدقہ کرے [1] اللہ تعالٰے صرف حلال ہی کو قبول کرتا ہے [2] تو اللہ اسے داہنے ہاتھ میں قبول کرتا ہے پھر صدقہ والے کے لئے اسکی ایسی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی حتی کہ پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے [3] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ خیرات مال کم نہیں کرتی [4] اور اللہ معافی کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے [5] اور کوئی شخص اللہ کے

ہمیشہ میلاد شریف، گیارھویں شریف، ہر ماہ ختم خواجگان وغیرہ کرتے رہتے ہیں تاکہ آفات دور رہیں، اُن کا ماخذ بھی یہ حدیث ہے۔ شعر

دکھ میں ہر کوئی بھجے سکھ میں بھجے نہ کوئے ۔۔۔ جو کوئی سکھ میں ہر بھجے تو دکھ کاہے کو ہوئے

[5] اسی طرح کہ آنے والی آفت آتی نہیں اور جو آچکی ہے وہ پھرتی نہیں بلکہ لوٹ جاتی ہے۔ صدقہ انسان اور آفات کے درمیان مضبوط حجاب ہے (مرقات) یہ عمل بہت مجرب ہے اگر کبھی صدقہ سے آفت نہ جائے تو یہ رب تعالٰے کی آزمائش ہے اس پر صبر کرے۔ [1] صدقہ صدق سے بنا بمعنی سچائی چونکہ خیرات سخی کے سچے مومن ہونے کی علامت ہے اس لئے اُسے صدقہ کہتے ہیں۔ مطلقاً صدقہ سے مالی خیرات مراد ہوتی ہے نفل ہو یا فرض یہاں وہ مراد ہے اگرچہ بعض بدنی اعمال کو بھی صدقہ کہا گیا ہے یعنی حکمی صدقہ۔ [1] یعنی معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے۔ عرب شریف میں کھجور معمولی چیز ہے پھر اس کی قاش تربیت ہی معمولی ہوتی ہے۔ [2] یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی جسے کرنا ہو طیب و پاک کمائی سے کرے یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں۔ ایک یہ کہ مالی مخلوط سے اُجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے۔ دیکھو موسٰی علیہ السلام نے فرعون کے ہاں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا۔ اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے تو رب تعالٰے اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا۔ دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اُجرت، سود کا پیسہ، بیع باطل کے معاوضے، سور شراب وغیرہ کی قیمتیں۔ دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کاروبار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت، اور ناجائز پیشوں (گانے بجانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اُجرت۔ پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہیگا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچکر اس کے لئے حلال ہوگا، وہ جو فقہا فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کردے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَهَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا هَدِیَّةٌ [3] داہنے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد خوشی سے قبول فرمانا ہے مطلب یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے قیامت تک بھاری ہوتا رہیگا حتّٰی کہ میزان میں

اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ مِنْ شَیْءٍ مِّنَ الْاَشْیَاءِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ دُعِیَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ وَلِلْجَنَّۃِ اَبْوَابٌ
فَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الصَّلٰوۃِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوۃِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجِھَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ
الْجِھَادِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الصَّدَقَۃِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَۃِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الصِّیَامِ
دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَا عَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَۃٍ فَھَلْ

سے انکساری نہیں کرتا مگر اللہ اسے بلندی دیتا ہے (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خیرات کرے ۱ تو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا ۲ جنت کے بہت دروازے ہیں تو جو نماز والوں سے ہوگا وہ نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والوں سے ہوگا وہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ والوں سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزہ والوں سے ہوگا وہ دروازہ ریان سے بلایا جائے گا ۴ تب حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ اس کی ضرورت تو نہیں کہ کوئی تمام دروازوں سے بلایا جائے ۵ مگر کیا

سارے گناہوں پر غالب آجائے گا جیسے بھی زمین میں بوئی ہوئی اور ایک آدھ وغیرہ۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ۲ بلکہ مال بڑھاتی ہے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے تجربہ ہے جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کرلیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھرلیتا ہے گھر کی رکھی بوریاں تجربہ ہے سُسری وغیرہ آفات سے ہلاک ہوجاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال سے صدقہ نکالا جاوے اس میں سے خرچ کرتے رہو ان شاء اللہ بڑھتا ہی رہے گا کنویں کا پانی بھرتے جاؤ تو بڑھتا ہی جائے گا ۳ یعنی جو بدلہ لے سکتا ہو پھر مجرم کو معاف کردے تو اس مجرم کے دل میں اس کی اطاعت و محبت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر بدلہ لے لیوے تو اس کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے فتح مکہ کے دن کی عام معافی سے سارے کفار مسلمان ہوکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہوگئے معافی سے دلوں پر قبضہ ہوجاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہیے نہ کہ شرعی حقوق میں قومی و ملکی و دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو اپنے مجرم کو معاف کردو ۴ انکساری جو خودداری کے ساتھ ہو وہ بڑی بہتر ہے اس کا انجام بلند درجات ہے مگر بے غیرتی کی انکساری انکساری نہیں بلکہ احساس پستی ہے جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے مسلمان بھائی کے سامنے جھکنا ثواب اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ۱ یعنی ایک جنس کی دو چیزیں جیسے دو روپیہ دو پیسے دو کپڑے دو روٹیاں وغیرہ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی جیسے خاوند بیوی کو زوجین کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ اور ممکن ہے کہ زوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا اعلانیہ و خفیہ صدقہ مراد ہو (مرقات) نیز ہوسکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لئے نفلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لئے خیرات ۲ یعنی باب الصدقہ سے بیان صدقہ پوشیدہ ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات

يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ

کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا حضور نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم اُن میں سے ہوگے (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہو کر صبح کی؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے فرمایا آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں فرمایا آج تم میں کس نے کسی مسکین کو کھلایا حضرت ابوبکر نے کہا

کرنے والے کو ہر دروازہ سے جنت کا حق ہو اظہار عزت کے لئے لکھا۔ یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائیگا عبادت کے غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے۔ مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے، مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اسکی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستہ سے جنت میں جائیگا وغیرہ۔ ریان رِیٌّ سے بنا جس کے معنی ہیں سرسبزی، سیرابی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بجائے روزہ خشک لب، تشنہ دہن رہا۔ اسلئے اسکے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لبی کا عوض ہو جائے۔ یعنی جنت میں داخلے کے لئے ایک دروازہ سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکارے جانے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی مقصود ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی ہمارے دروازہ سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو اس جملہ میں مَا نافیہ ہے اور مِنْ ضَرُوْرَةٍ کی مِنْ زائدہ اور ضَرُوْرَةٍ مَا کا اسم۔ لفظ مَنْ دُعِیَ کا مجرور سے۔ یعنی جو شخص ساری عبادات میں اول نمبر ہوگا وہ ان سات دروازوں سے بلایا جائیگا کہ ہر طرف اسکے نام کی دھوم مچ جائے گی۔ اور جو تم نے صدیق تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو، لہٰذا تم بھی اُن ہی میں سے ہو گے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل میں بعد انبیاء ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالےٰ نے انہیں اَتْقٰی فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیزگار۔ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالم ہی کو بنایا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور رب تعالےٰ نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں، جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا، اپنے زانو پر سلانا، اپنے کو سانپ سے کٹوانا وغیرہ، جیسے قرآن کریم کی رحل باقی لکڑیوں سے افضل ہے تو جس کا زانو قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہوگا، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر دنیوی اخروی حال سے واقف ہیں۔ جب ہی تو فرماتے ہیں کہ کون جنت میں کہاں جائیگا، اور کس دروازے سے جائیگا، صحابہ کا یہی عقیدہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریم کا امید دلانا یقین کے لئے ہوتا ہے رب تعالےٰ فرماتا ہے لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہونگے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازوں پر پڑے گی، اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہوں گے رضی اللہ عنہ۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا جماعت صحابہ سے یہ سوال فرمانا، ان پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر کرنے اور انہیں آپ کے روزانہ کے اعمال دکھانے کے لئے ہے، ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک کے

أَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ جَابِرٍ وَحُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ

ہیں فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی بیمار کی عیادت کی حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں نے تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص میں یہ خصلتیں نہیں جمع ہوتیں مگر وہ جنت میں جاتا ہے ۱؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے مومن بیبیو کوئی پڑوسن کا ہدیہ حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کی کھری ہی ہو ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر و حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے ۳؎ (مسلم، بخاری) ۴؎ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی بھلائی کو حقیر نہ جانو

سامنے ظاہر و خفیہ اعمال سے باخبر ہیں۔ رب تعالےٰ فرماتا ہے كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شیخ کا اپنے مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا، اپنی استاد کا شاگردوں کے خفیہ حالات معلوم کرنا سنت سے ثابت ہے دوسرے یہ کہ اُمتی کا نبی سے مرید کا شیخ سے، شاگرد کا استاد سے اپنی خفیہ نیکیاں بیان کرنا ریا نہیں، بلکہ ان کی دعا سے کہ زیادہ قابل قبول بنانا ہے تیسرے یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عابد ترین صحابہ ہیں بلکہ آپ کے روزانہ کے یہ اعمال ہیں، خیال رہے کہ اپنی نیکیاں بتانا فخر وغیرہ کے لئے ہو تو منع ہے، عجز و نیاز کے طور پر جائز ہے۔ چوتھے یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت حدیث و قرآن کریم جنتی ہیں ۲؎ یعنے اگر تم امیر ہو اور تمہاری پڑوسن غریب، اور وہ غریب اپنی محبت سے کوئی معمولی چیز بطور ہدیہ بھیجے تو نہ اُسے واپس کرو اور نہ اُسے نگاہ حقارت سے دیکھو، بلکہ خوشی سے قبول کرو، کہ اُس کا دل خوش ہو جائے اللہ تعالےٰ نے اخلاص کا ایک پیسہ بھی قبول فرمالیتا ہے اس حدیث کا مطلب اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے یعنے کوئی عورت اپنی پڑوسن کو معمولی ہدیہ دینے میں نہ جھجکا کرے جو کچھ میسر ہو دے دیتی رہے کہ ہدیوں سے محبتیں بڑھتی ہیں چونکہ چیزوں میں عیب نکالنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اسلئے انہی سے خطاب کیا گیا، یہ حدیث ہم غریبوں کے لئے بڑی ہمت افزا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسکینوں کے معمولی ہدیہ ثواب وغیرہ کو بھی رد نہیں فرماتے تھے ۳؎ سبحان اللہ کیا ہمت افزا حدیث ہے، یعنے صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا، بلکہ ہر معمولی نیکی اگر اخلاص سے کی جائے تو اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے حتے کہ مسلمان بھائی سے میٹھی اور نرم باتیں کرنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اب کوئی فقیر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں صدقہ پر قادر نہیں ۴؎ اس طرح کہ بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے اور مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے، المذا دی کے نام میں ہر کتاب منفرد ہے اور متن حدیث میں دونوں متفق ۔

الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ
قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ اَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ
فَيُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيَاْمُرُ بِالْخَيْرِ قَالُوْا فَاِنْ
لَّمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهٗ لَهٗ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

اگرچہ یہ ہو کہ اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی سے ملے ۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے ۲ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر نہ پائے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرے خود نفع اٹھائے اور خیرات کرے ۳ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکے یا نہ کرے فرمایا تو کسی مظلوم حاجتمند کی مدد کرے ۴ بولے اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو اچھی بات کا حکم کرے ۵ بولے اگر یہ بھی نہ کرے تو فرمایا کہ برائی سے بچے کہ اسکے لئے یہ بھی صدقہ ہے ۶ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

۱ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مومن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے ۲ یہاں علیٰ وجوب کے لئے نہیں، بلکہ ترغیب کے لئے ہے یعنی مسلمان کو چاہیے کہ شکر الٰہی کے لئے ان نفلی نیکیوں کو بھی اپنے پر لازم سمجھے اور روزانہ ان پر عمل کی کوشش کرے ۳ چونکہ صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے، اس لئے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مفلوک الحال ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہوتا وہ صدقہ کہاں سے کریں۔ سرکار کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ مال کمانا بھی عبادت ہے کہ اسکی برکت سے انسان ہزارہا گناہوں سے بچ جاتا ہے جیسے بھیک چوری وغیرہ نکما آدمی اپنا وقت گناہوں میں خرچ کرتا ہے نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہو تاکہ تمہیں حرام میں نہ پھنسائے ۴ ہاتھ پاؤں کی مدد جیسے بھولے کو راستہ بتا دینا، پردہ نشین بیوگان کا باہر والا کام کر دینا، اس میں بھی ثواب ہے ۵ کہ اس میں نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں، اور مفت میں ثواب مل جاتا ہے، کیونکہ تبلیغ عبادت ہے جس کا بڑا ثواب ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو احکام شرعیہ سیکھنا چاہئیں، کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں، جسے جو مسئلہ یاد ہو دوسرے کو بتا دے ۶ برائی سے بچنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ فساد کے زمانہ میں گھر میں گوشہ نشین بن جائے کہ نماز کے اوقات مسجد میں، باقی گھر یا جنگل میں گزارے۔ دوسرے یہ کہ بری مجلسوں میں جائے مگر برائی کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو برائی سے روکنے کے لئے یہ بڑا جہاد ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ جیسے نیکیاں نہ کرنا گناہ ہے ایسے ہی گناہ نہ کرنا ثواب، نہ کرنے سے مراد بچنا ہے یعنی سلب عدولی نہ کہ سلب محض۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ ہم ہر وقت خصوصاً سونے کی حالت میں لاکھوں گناہوں سے بچے رہتے ہیں تو چاہیے کہ ہمیں ہر سانس میں کروڑوں نیکیاں ملا کریں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ
تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَابَّتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا
اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ
صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْ بَنِىْ اٰدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلٰثِ مِائَةِ
مَفْصِلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًا

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر جوڑ کے عوض ہر دن جس میں سورج چمکتا ہے صدقہ ہے لہ دو کے درمیان انصاف کرے یہ بھی صدقہ ہے اور کسی شخص کی اعانت کرے اس پر مدد کرے کہ اس جانور پر سوار کردے یا اس پر اس کا سامان چڑھادے یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے لہ اور ہر وہ قدم جو نماز کی طرف جائے صدقہ ہے ۲ اور راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے کہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اولاد آدم میں ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے تو جو اللہ کی تکبیر کہے اس کی حمد کرے تہلیل کرے تسبیح پڑھے اللہ سے معافی چاہے لوگوں کے راستے سے پتھر

یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے سلامی سلامیہ کی جمع ہے جس کے لغوی معنے ہیں عضو، ہڈی اور جوڑ، یہاں تیسرے معنے مراد ہیں انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے، اگرچہ ہمارا ہر رونگٹا اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اسلئے خصوصیت سے اس کا شکریہ ضروری ہوا، صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یہاں علیٰ بمعنی لزوم کے ہے نہ کہ فرضی وجوب کے، مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقاً یا دیانتاً لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے، اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکریہ ادا ہو، سورج چمکنے کا ذکر اسلئے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکریہ بھی ہر شخص پر چاہیے ۲ یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برتاؤ صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لئے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب اتباع سنت کی نیت سے کیا جائیگا تو وہ بڑا ہو جائیگا کیونکہ عمل اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں ۳ حضرات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثالاً ہے، اور سفر طواف، بیمار پرسی، جنازہ میں شرکت، علم دین کی طلب غرضکہ ہر نیکی کے لئے قدم اٹھانا صدقہ ہے ۴ یعنی راستہ سے کانٹا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہگیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑوں کا شکریہ ہے ۵ انسان کی اسلئے قید لگائی تاکہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ نہ ان کے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے یہ احکام، ہاتھ پیر جوڑ انگلی کے پوروں سے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑ خراب ہو جائے، تو زندگی دشوار ہو جائے قدرت نے ہڈی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کواڑ کی چول کی طرح ہڈی گھومتی چلتی ہے لیکن باوجود نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے

عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا أَوْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّينَ وَالثَّلٰثِ مِائَةٍ فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ

یا کانٹا یا ہڈی ہٹادے یا اچھی بات کا حکم دے یا بُرائی سے منع کرے ان تین سو ساٹھ کی گنتی کے برابر تو وہ اس دن کی طرح چلے گا کہ اپنی جان کو آگ سے دور کرے گا ¹ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر تسبیح میں صدقہ ہے اور ہر تکبیر میں صدقہ ہے اور ہر تحمید میں صدقہ ہے اور ہر تہلیل میں صدقہ ہے ² اور بھلائی کا حکم دینے میں صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنے میں صدقہ ہے ³ اور ہر ایک کی حلال صحبت میں صدقہ ہے ⁴ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم میں کوئی اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو اس

۱؎ سبحان اللہ کیسی جامع حدیث ہے جس میں عبادات، معاملات، اور اد و وظیفہ سب ہی آگئے، مرقات نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے ممانعت زبانی بھی ہوتی ہے قلمی بھی اور عملی بھی، عام کو دینی وعظ زبانی تبلیغ ہے، دینی کتاب لکھ جانا قلمی تبلیغ، کہ جب تک اس کتاب کا فیض جاری ہے اسکا ثواب باقی، اور لوگوں کے سامنے اچھے اعمال کرنا، بُرے اعمال سے بچنا عملی تبلیغ ہے، کہ جتنے لوگ اسے دیکھ کر نیک بنیں گے اُن سب کا ثواب اسے ملیگا بلکہ روزانہ ملتا رہے گا، اور اس کے جوڑوں کا شکریہ ادا ہوتا رہے گا، اس حدیث کے آخری جملہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفلی عبادات کے ترک پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے، کیونکہ سرکار نے فرمایا جس دن اتنے کام کرلے، اس دن اپنے کو آگ سے دور کرلیا، جو شخص دو رکعتیں اشراق کی پڑھ لے، اسکے تمام جوڑوں کا شکریہ ادا ہوگیا، جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا۔ ۲؎ اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللّٰهِ یا اَللّٰهُ اَکْبَر یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کسی طرح بھی کہے صدقہ نفلی کا ثواب پائیگا، خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کے لیے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن کر سبحان اللہ کہے یا خوشخبری پاکر الحمد للہ پڑھے، بہرحال ثواب ملیگا، کیونکہ اللہ کا نام لینا بہرحال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لیے اعضائے وضو دھوئے تب بھی وضو ہو جائیگا کہ اس سے نماز جائز ہوگی، اللہ کا نام زبان کا وضو ہے۔ شعر

چوں بیا ید نام پاکش در دہاں ۔ نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

۳؎ یعنی ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے، بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی، قلمی تبلیغ صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے، تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے۔ ۴؎ بُضع کے لغوی معنے ہیں ٹکڑا، مگر اصطلاح میں شرمگاہ کو کہتے ہیں، یہاں مراد صحبت حلال ہے، یہاں فی ارشاد فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ صحبت بذات خود ثواب نہیں بلکہ چونکہ اس کے ضمن میں زوجین کی عفت حق زوجیت کی ادا نیک اولاد کی طلب ہے، اور یہ ساری چیزیں عبادت

فِيهَا أَجْرٌ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهِ وِزْرٌ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً تَغْدُوْ بِإِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِآخَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ طَيْرٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

میں بھی ثواب ملتا ہے فرمایا بتاؤ تو اگر یہ شہوت حرام میں خرچ کرتا تو اس پر گناہ ہوتا تو یوں ہی جب سے حلال میں خرچ کرے گا تو اسے ثواب ملے گا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین صدقہ بہت دودھ والی اونٹنی اور بہت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو صبح کو برتن بھر کر دودھ دے اور شام کو دوسرا بھر کر[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی باغ لگائے یا کھیت بوئے پھر اس سے آدمی یا چڑیاں یا جانور کچھ کھالیں مگر اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے[3] (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ جو اس سے چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے[4] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

یہ اسلئے صحبت عبادات پر شامل ہے اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت دیکھو کہ پہلی چیزوں میں ب ارشاد ہوا تھا اور یہاں فی تاکہ پتہ لگے کہ وہ چیزیں بذات خود عبادت تھیں اور یہ صحبت عبادات پر مشتمل ہے (لمعات، مرقات) خیال رہے کہ یہاں فرمایا ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال صحبت مطلقًا ہے خواہ ان چیزوں کی نیت سے ہو یا نہ ہو۔[1] لیکن بذات خود صحبت ثواب نہیں بلکہ شہوت کو حلال میں خرچ کرنا ثواب ہے، جیسے عید کے دن یا رمضان کی سحری میں کھانا پینا بذات خود ثواب نہیں بلکہ ان وقتوں میں کھانا عبادت ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہمارا نفس [illegible] سے مل جائے تو [illegible] بن جاتی ہے اسی جانب قرآن کریم اشارہ فرماتا ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللهِ سبحان اللہ ہوا و ہوس اللہ سے مل کر ایسی ہوتی ہے جیسے [illegible] شہد سے مل کر (مرقات) لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بغیر نیت ثواب کیسا کہ نیت کی شرط عبادت محضہ میں ہے۔[2] عرب میں دستور تھا کہ جانوروں والے اپنا دودھ والا جانور عاریۃً چند روز کے لیے کسی غریب مسکین کو دے دیتے تھے، اس زمانہ میں جانور کا خرچہ اس فقیر کے ذمہ ہوتا اور دودھ بھی وہی پیتا تھا، مدت گزرنے پر جانور واپس کر دیا جاتا، اسے منحہ کہتے تھے، یہاں اسی کا ذکر ہو رہا ہے، فرمایا جا رہا ہے کہ اس جانور کا ہر وقت کا دودھ صدقہ ہوگا۔[3] عرب میں دستور تھا کہ باغ والے مسافروں کو دو ایک پھل توڑ لینے سے منع نہ کرتے جیسے ہمارے ہاں بکی چنے کا ساگ کاٹنے سے لوگ منع نہیں کرتے، مسافر بھی اس دستور سے واقف تھے اور بھی چوری کی نیت سے نہیں بلکہ عرفی اجازت کی بنا پر دو چار دانے منہ میں ڈال لیتے تھے، نیز کبھی جانور کھیت پر سے گزرتے ہوئے سبزے میں ایک آدھ منہ مار دیتے ہیں، مرقات نے ان سب کو مالک کے لئے صدقہ قرار دیا، اس کی وجہ پہلے عرض کی جا چکی کہ کبھی بغیر نیت بھی ثواب مل جاتا ہے۔[4] کہ صبر کرنے اور اس نقصان کو برداشت کرنے پر ضرور ثواب

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُوْمِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَاَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ قِيْلَ اِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا قَالَ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِيْ هِرَّةٍ اَمْسَكَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ مِنَ الْجُوْعِ فَلَمْ تَكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا تُرْسِلُهَا فَتَاْكُلَ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس فاحشہ عورت کی مغفرت ہو گئی[1] جو ایک کتے پر گزری کہ ایک کنوئیں کے کنارے ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ پیاس اسے قتل کر دیتی اس نے اپنا موزہ اتارا اسے اپنے دوپٹے سے باندھا اس طرح پانی نکالا[2] اس وجہ سے بخش دی گئی عرض کیا گیا کہ کیا ہم کو جانوروں میں بھی ثواب ہے فرمایا ہر تر کلیجے والے میں ثواب ہے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر و ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی[4] کہ جسے باندھے رکھا حتی کہ بھوکی مر گئی اسے نہ تو کھانا دیتی تھی نہ چھوڑتی تھی کہ زمین کے کیڑے کوڑے کھا لیتی[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص درخت کی

ہانپنا جیسے کتا تھک جانے پر ہانپتا ہے [1] مومسہ ومس سے بنا یعنی زانیہ، اس کا مصدر ایماس ہے یعنی زنا کا اظہار ہے کہ اسکے سارے گناہ بخش دیئے گئے جیسے کہ غفر کے اطلاق سے معلوم ہوا [2] یعنی اس کے پاس ڈول رسی کچھ نہیں تھا تو اس نے اپنے دوپٹہ کو رسی بنایا اور موزے کو ڈول، کہ موزہ میں پانی بھر کر کتے کے منہ میں ڈال دیا جس سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ چل گیا [3] تر کلیجے والے سے مراد ہر جاندار ہے۔ اگرچہ موذی جانور مستثنیٰ ہیں، لہذا سانپ، بچھو، شیر وغیرہ کو مار دینا ثواب ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ گناہ صغیرہ تو بے توبہ معاف ہو سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کبھی معمولی نیکی بڑے سے بڑے گناہوں کے بخشے جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض صوفیاء والے انسانوں کے لنگر کے ساتھ جانوروں کے دانہ پانی کا بھی انتظام کرتے ہیں۔ اُن کا ماخذ یہ حدیث ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں، اس سے دعوت کا کھانا مراد ہے نہ کہ حاجت کا کھانا لہذا احادیث متعارض نہیں [4] یعنی اس کے لئے عذاب جہنم کا حکم ہو گیا یا اس پر کوئی دنیوی عذاب نازل ہوا یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی، ورنہ دوزخ کا عذاب تو بعد قیامت ہوگا۔ اسی عورت کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں جلتے دیکھا، مگر وہ اس لئے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ چکی تھی، بلکہ اس لئے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے [5] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ پالے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اُسے کھانا پانی دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان کے ظلم سے بدتر ہے کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے دکھ دوسروں سے کہہ سکتا ہے، بے زبان جانور خدا کے سوا کس سے کہے۔ تیسرے یہ کہ کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہو جاتا ہے اگر رب بچائے یا نہ بچائے۔ رب تعالیٰ کا یہ فرمان اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ

شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ لَأُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا أَنْتَفِعُ بِهٖ قَالَ اعْزِلِ الْأَذٰى عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اِتَّقُوا النَّارَ فِيْ بَابِ

شاخ پر گزرا جو بیچ راہ پڑی تھی وہ بولا کہ اسے مسلمانوں کے راستے سے ہٹا دوں کہیں انہیں تکلیف نہ دے ۱ تو وہ جنت میں داخل کیا گیا ۲ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں مزے سے پھرتے دیکھا اس درخت کی وجہ سے جسے اس نے راستہ کے کنارے سے کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو باعث تکلیف تھا ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوبرزہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے وہ بات سکھائیے جس سے نفع اٹھاؤں فرمایا مسلمانوں کے راستے سے موذی چیز ہٹا دو ۴ (مسلم) اور ہم حضرت عدی ابن حاتم کی یہ حدیث اتقوا النار ان شاء اللہ باب

سے یعنی اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے بلکہ امید دلائی گئی ہے اور یہ بخشش رب تعالٰی کی مشیت پر موقوف ہے کیونکہ دوسری آیت میں رب تعالٰی فرماتا ہے وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ لہٰذا آیات میں تعارض ہے اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے کیونکہ اس عورت کا بلی کو ایک دن کھانا پانی نہ دینا گناہ صغیرہ تھا مگر مرتے دم تک نہ دینے سے کبیرہ بن گیا مگر اس حدیث سے یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ قرآنی آیت موجود ہے وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا ۔ ۱ یعنی وہ شاخ یا تو خاردار تھی جس کا کانٹا لوگوں کو چبھ جانے کا اندیشہ تھا اور یا بے خار تھی تو اس سے لوگ ٹھوکر کھاتے اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ موذی چیز کو راستے سے ہٹانے میں مسلمانوں کی خدمت کی نیت کرے نہ کہ کفار کی ۔ ۲ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس شخص نے ہٹانے کی نیت ہی کی تھی وہ اس نیت پر بخشا گیا نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اور ممکن ہے کہ اس نے شاخ ہٹا بھی دی ہو جس کا یہاں ذکر نہیں ۔ ۳ یعنی وہ درخت خاردار تھا یا بے خار اس کی جڑ راستے کے کنارہ پر تھی مگر شاخیں راستہ پر پھیلی ہوئی تھیں اس تکلیف دور کرنے کے لئے جڑ سے ہی اکھیڑ دیا تاکہ آئندہ بھی شاخیں نہ پھیل سکیں اگر یہ درخت اس کی اپنی ملکیت تھا یا خود رو تھا تب تو اسے کاٹ دینے اور اس کی لکڑی کو گھر لے جانے پر کچھ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر کسی غیر کی ملکیت تھا تو اس نے فقط دفع ایذاء کے لئے کاٹ دیا ہوگا اس کی لکڑی پر قبضہ نہ کیا ہوگا اس صورت میں اس حدیث سے مسئلہ مستنبط ہوگا کہ موذی چیز کو ختم کر دینا جائز ہے اگرچہ وہ دوسرے کی ملکیت ہو دیوانہ کتا جو کسی کا پالتو تھا ہر کس و ناکس کا ایسا لگا ہوا شیر بھیڑیوں کا چھوڑا ہوا سانپ مار دیئے جائیں راستہ میں کھودا ہوا گڑھا پاٹ دیا جائے اس میں مالک کی اجازت کی ضرورت نہیں ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں یا شب معراج میں دیکھا یا نماز کسوف میں جب آپ پر جنت پیش کی گئی یا عام حالات میں ۔ ۴ سائل نے قرآنی پڑھنے کے لئے وظیفہ پوچھا ہوگا مگر سرکار نے یہ فرمایا کہ آخرت کی نجات صرف وظیفوں پر موقوف نہیں بلکہ مسلمانوں کی خدمت سے بھی میسر ہو جاتی ہے مرقات نے فرمایا کہ یہ سائل کوئی جلیل القدر صحابی تھے جو سارے نیک اعمال

عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ
قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ
وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلَ مَا قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا
الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علامات نبوت میں بیان کریں گے ؎۱ دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے ؎۲ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں حاضر ہوا ؎۳ جب میں نے چہرہ انور غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ پاک کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ؎۴ پہلی بات جو حضور نے فرمائی یہ تھی کہ اے لوگو سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ ؎۵ رشتے جوڑو اور جب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھو سلامتی سے جنت میں پہنچ جاؤ گے ؎۶ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

پہلے ہی کرتے تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ عمل بتا کر اشارۃً سمجھا دیا کہ خدمت خلق بھی ایک لطف کی چیز ہے۔ ؎۱ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی لیکن ہم نے مشکوٰۃ میں باب علامات نبوت میں بیان کی کیونکہ اس کے زیادہ مناسب تھی۔ ؎۲ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کی کنیت ابو یوسف ہے یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، علمائے یہود میں سے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں وفات ہوئی۔ ؎۳ جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے، تو آپ ایک باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تشریف آوری کی خبر پاتے ہی بے تابانہ دوڑے ہوئے آئے کھجوریں گودی میں تھیں انہیں رکھنا بھی بھول گئے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھتے ہی دل لٹا بیٹھے آگیا۔ ؎۳ باغ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر زیارت کے لئے آیا تو دیکھا کہ اس شمع رسالت صلے اللہ علیہ وسلم کو پروانوں نے گھیرا ہوا ہے لوگ فدا ہو رہے ہیں۔ ؎۴ غور سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات جو توریت شریف میں مذکور ہیں آپ کے چہرۂ انور سے ملائیں تو بالکل موافق پائیں بال برابر فرق نہ تھا تب میں نے یقین کرلیا کہ آپ کا دعوٰئے نبوت برحق ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی نے دعوٰئے نبوت نہیں کیا تھا، مگر چونکہ کفار مکہ اور یہود مدینہ نے آپ کو جھٹلایا تھا اس لئے آپ پہچان گئے۔ بعض علماء نے اس کے یہ معنے بیان کئے کہ میں نے فراست سے سمجھ لیا کہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ ایسا نورانی نہیں ہوتا، دل کی کیفیت چہرے پر ظاہر ہوتی ہے۔ ؎۵ یعنی میں نے جو پہلی بات سنی وہ یہ تھی چونکہ وہاں ہجوم عاشقاں تھا اس لئے ایہا الناس سے خطاب فرمایا، سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کو رواج دو، اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت سلام کا رواج نہ تھا صبحک اللہ یا تحیہ وغیرہ کہتے تھے، جیسے ہندوستان میں آداب عرض، گڈ مارننگ، بندگی، کورنش وغیرہ کہے جاتے تھے اسلام نے السلام علیکم کہنا سکھایا، کھانا کھلانے سے مراد ہے مہمانوں، فقیروں، یتیموں کو کھانا دو، بعض لوگوں نے کہا کہ سلام اونچی آواز سے کہو جو سامنے والا سن لے اور اپنے بچوں کو کھانا دو، مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔ ؎۶ یعنی قرابت داروں کے حق ادا کرو ان حقوق کی تفصیل کتب فقہ

أُعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَأَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ
غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ وَإِنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ
وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ أَخِيكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

رحمٰن کو پوجو کھانا کھلاؤ سلام پھیلاؤ جنت میں سلامتی سے چلے جاؤ گے [1] (ترمذی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ رب تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے [2] اور بری موت کو دفع کرتا ہے [3] (
ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور بھلائی سے یہ بھی
ہے کہ تو اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں ڈول دے [4] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا

صدقہ

میں مذکور ہے اور نماز پنجگانہ پر ہی قناعت نہ کرو بلکہ آخری رات میں جب عموماً لوگ سوتے ہوتے ہیں تو تم نماز تہجد پڑھا کرو، اگر تم نے ان چار باتوں پر عمل کر لیا تو عذاب و حجاب سے سلامت رہو گے اور جنت میں خیریت سے پہنچو گے جہاں تمہیں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام ہوا کریں گے جاری اس فرمان سے معلوم ہوا کہ یہ کلام اسلام کے ابتدائی زمانہ کا ہے جب ابھی تک زکوٰۃ، روزہ، حج و جہاد کے احکام نہیں آئے تھے اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں یا یہ حدیث کچھ فرق سے ابھی گزر گئی، رحمان کو پوجنا بہت جامع فرمان ہے جس میں ہر قسم کی عبادتیں داخل ہیں اگرچہ حدیث زکوٰۃ و روزہ کی فرضیت کے بعد کی ہو جب بھی درست ہے کہ عبادت رحمان میں وہ چیزیں بھی آگئیں [2] یعنی خیرات کرنے والے کی زندگی بھی اچھی ہوتی ہے کہ آفات اس پر زیادہ مختلف نہیں آتی نہیں اور اگر مصیبتیں آ بھی جائیں تو رب تعالیٰ کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ صبر کرکے ثواب کما لیتا ہے غرضکہ اس کے مصیبت مصیبت ہی نہیں آزمائش مغفرت سے کر آتی ہے، مصیبت والا مصیبت خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مغفرت والی مصیبت اللہ کی رحمت لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سخیوں پر مصیبتیں آجاتی ہیں، عثمان غنی جیسے سخی بڑی بے دردی سے شہید کیے گئے [3] مِيْتَةَ السُّوْءِ میتۃ بنا ہے میت سے بمعنی موت یہ کے زیر سے بروزن فعلۃ اسے ت میم کے کسرہ کی وجہ سے واو سے بدل گیا، بری موت سے مراد خرابی خاتمہ ہے یا غفلت کی اچانک موت یا موت کے وقت ایسی علامت کا ظہور ہے جو بدعتی کی بدنامی کا باعث ہو اور ایسی سخت بیماری ہے جو میت کے دل میں گھبراہٹ پیدا کرکے ذکر اللہ سے غافل کردے، غرضکہ سخی بندہ ان تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا، میرے پاک نبی سچے، ان کا رب سچا اللہ تعالیٰ انکے طفیل ہم سب کو سخاوت کی توفیق دے اور یہ نعمتیں عطا فرمائے [4] خیال رہے کہ اس باب میں صدقہ کے معنی عرض کئے جا چکے ہیں، صدقہ حقیقی مال سے ہوتا ہے اور صدقہ حکمی اعمال سے بھی مسلمان بھائی سے محبت ملنا کہ خوشنودی دل کا ذریعہ ہے اور مسلمان کو خوش کرنا ثواب، لہذا یہ عمل صدقہ ہے غرضکہ کنویں پر جو لوگ پانی لینے کے لئے جمع ہوں ان کے برتنوں میں پانی ڈال دینا بھی ان کی راحت اور خوشی کا ذریعہ ہے لہذا یہ بھی صدقہ ہے پانی ڈالنا بطور مثال بیان ہوا مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے ساتھ معمولی بھلائی کرنا بھی ثواب ہے ۔

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبَسُّمُکَ فِیْ وَجْہِ اَخِیْکَ صَدَقَۃٌ وَاَمْرُکَ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَہْیُکَ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَاِرْشَادُکَ الرَّجُلَ فِیْ اَرْضِ الضَّلَالِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَنَصْرُکَ الرَّجُلَ الرَّدِیَّ الْبَصَرِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَاِمَاطَتُکَ الْحَجَرَ وَالشَّوْکَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِیْقِ لَکَ صَدَقَۃٌ وَاِفْرَاغُکَ مِنْ دَلْوِکَ فِیْ دَلْوِ اَخِیْکَ لَکَ صَدَقَۃٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ہٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ ہٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا صدقہ ہے[1] اور بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روک دینا صدقہ ہے اور تیرا کسی کو بھٹکنے والی زمین میں راہ دکھا دینا تیرے لئے صدقہ ہے[2] اور تیرا کسی کمزور نگاہ والے شخص کی مدد کر دینا تیرے لئے صدقہ ہے[3] اور تیرا راستہ سے پتھر کانٹا ہڈی ہٹا دینا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے[4] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت سعد ابن عبادہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ام سعد وفات پاگئیں تو کونسا صدقہ بہتر ہے[5] فرمایا پانی[6] لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے[7] (ابوداؤد، نسائی)

1 کیونکہ خوشی کا مسکرانا جس سے سامنے والا سمجھے کہ میرے آنے سے انہیں خوشی ہوئی اس سے وہ بھی خوش ہو جائے تمسخر کا مسکرانا مراد نہیں جس سے کسی کے دل کو تکلیف ہو کیونکہ یہ تو گناہ ہے 2 سبحان اللہ کیا رب تعالٰی کی مہربانیاں ہیں جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس امت کو ملیں وہ معمولی کام جن پر خرچ ہو نہ تکلیف ثواب کا باعث بن گئے کسی کو راستہ بتا دینا یا مسئلہ سمجھا دینا بھی ثواب کا باعث ہو گیا 3 اس طرح کہ اس کی انگلی پکڑ کر جہاں جانا چاہتا ہے وہاں پہنچا دے یا اس طرح کا اس کا کام کاج کر دے سب میں ثواب ہے کیونکہ اندھوں اور کمزور نظر والوں کی خدمت نعمت آنکھ کا شکریہ ہے ہر نعمت کا شکر علیحدہ ہے اور شکر میں زیادتی نعمت کا وعدہ ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ 4 کہ اس سے لوگ تکلیف سے بچیں گے اور تمہیں ثواب ملے گا معلوم ہوا کہ جیسے مسلمان کو نفع پہنچانا ثواب ہے ایسے ہی انہیں تکلیف سے بچانا بھی ثواب ہے کسی بھلے آدمی کو بدمعاش کی شر سے بچا لینا ثواب ہے اگر کوئی شریف النفس آدمی بے خبری میں خبیث النفس سے رشتہ کرنا چاہتا ہو اس سے بچا لینا بھی ثواب ہے 5 جب اپنے ڈول سے دوسرے کے ڈول میں پانی ڈال دینا ثواب ہوا تو جس کے پاس ڈول یا رسی ہی نہ ہو اسے پانی دینا تو بہت ہی ثواب ہوگا 6 یعنی میں کونسا صدقہ کروں کہ ان کی روح کو اس کا ثواب بخشوں اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ کا ثواب بخشنا سنت ہے قرآن کریم میں جو فرمایا گیا لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ یا فرمایا گیا لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی جس سے معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی کی ہوئی نیکیاں فائدہ مند ہیں وہاں بدنی فرائض مراد ہیں اسی لئے وہاں کسبت یا سعی ارشاد ہوا یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کر سکتا ثواب ہر عمل کا بخش سکتے ہیں لہٰذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں قرآن کریم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکوں کی برکت سے بروں کی آفتیں ٹل جاتی ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَکَانَ اَبُوْہُمَا صَالِحًا 7 یعنی ان کی طرف سے پانی کی خیرات

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا مُسْلِمٍ کَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ

روایت ہے ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو پہنائے اللہ اسے جنت کے سبز جوڑے پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھلائے تو اللہ اس کو جنت کے پھل

کر دو کیونکہ پانی سے دینی و دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں خصوصًا ان گرم و خشک علاقوں میں جہاں پانی کم ہو بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں عام مسلمان ختم فاتحہ وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی بھی رکھ دیتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہتر ہے لیے ام سعد کی روح کے ثواب کے لئے ہے یہ لام نفع کا ہے نہ کہ ملکیت کا، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ثواب بخشتے وقت ایصال ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت صحابہ ہے کہ یہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، دوسرے یہ کہ کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی دیکھو حضرت سعد نے اس کنوئیں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام پر منسوب کیا وہ کنواں اب تک آباد ہے اور اس کا نام بیر ام سعد ہی ہے فقیر نے اس کا پانی پیا ہے یہ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کے خلاف نہیں کہ وہاں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جائیں یہ خیال رہے کہ یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد کی ایک اسناد میں یوں ہے عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ السَّبِیْعِیِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ چونکہ اس میں عَنْ رَجُلٍ آگیا لہٰذا یہ اسناد مجہول ہوگئی، دوسری اسناد میں یوں ہے عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ سَعْدًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الخ یہ اسناد ابوداؤد و نسائی ابن حبان میں بھی ہے تیسری اسناد یوں ہے عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ کِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ یہ دونوں اسنادیں منقطع ہیں کیونکہ سعید ابن مسیب اور حسن بصری کی ملاقات حضرت سعد ابن عبادہ سے نہ ہوئی (از مرقات) مگر یہ انقطاع و جہالت کوئی مضر نہیں چند وجوں سے ایک یہ کہ یہ حدیث اس جگہ زیادہ سے زیادہ ضعیف ہو سکتی ہے اور حدیث ضعیف فضائل اعمال اور ثبوت استحباب میں کافی ہوتی ہے دیکھو کتب فقہ اور شامی وغیرہ ایصال ثواب فرض یا واجب نہیں صرف سنت مستحبہ ہے، دوسرے یہ کہ یہ کسی حدیث صحیح کے متعارض نہیں، کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ ایصال ثواب حرام ہے تاکہ یہ حدیث چھوڑ دی جائے تیسرے یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت سی احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک قربانی اپنی امت کی طرف سے کرتے تھے اور فرماتے تھے الٰہی اسے قبول کرلے امت مصطفٰی کی طرف سے (مسلم بخاری) اور سیدنا علی مرتضٰی ہمیشہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے رہے فرماتے تھے مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے (ابوداؤد و ترمذی) چوتھے یہ کہ اس حدیث کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ اور فرماتا ہے وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول اور فہرست القرآن میں ملاحظہ کیجئے، پانچویں یہ کہ ہمیشہ سے سارے مسلمان ایصال ثواب پر عمل کرتے رہے اور عمل امت کی وجہ سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم اور شامی وغیرہ چھٹے یہ کہ جب امام بخاری کی تعلیق قبول جس میں وہ اسناد بیان ہی نہیں کرتے سیدھے کہہ دیتے ہیں قال ابن عباس کیونکہ امام بخاری ثقہ ہیں تو حضرت سعید ابن مسیب اور خواجہ حسن بصری کا انقطاع بھی قبول کیونکہ یہ دونوں حضرات امام بخاری سے کم ثقہ نہیں۔

الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰى مُسْلِمًا عَلٰى ظَمَاٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا
سِوَى الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الْاٰيَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ٭ وَعَنْ بُهَيْسَةَ عَنْ اَبِيْهَا قَالَتْ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ
الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ الْمَاءُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ
الْمِلْحُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ اَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَكَ

کھلا دیگا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے تو اللہ اسے مہر والی پاک وصاف شراب پلائیگا (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حقوق ہیں پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی کہ بھلائی صرف یہ نہیں کہ تم اپنے منہ پورب اور پچھم کرلو (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت بہیسہ سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں فرمایا پانی پھر عرض کیا یا نبی اللہ وہ کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں فرمایا نمک پھر عرض کیا یا نبی اللہ وہ کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں فرمایا اچھا کام کرنا تمہارے لئے بہتر ہے

حقیقی کمال کی بنا پر ہو اور اسی حضرت سعد کا واقعہ بیان کر دیا (۱) یعنے پلانے والا بھی مسلمان ہو اور پینے والا بھی خصوصًا تازی ہو خواہ ایک گھونٹ ہی پلا دے یعنی خالص شراب جس پر مہر لگی ہوگی یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (۲) غرضکہ مسلمان کی حاجت روائی رب تعالٰے کو بڑی پیاری ہے کھانا پینا اور لباس کی حاجت عام ہیں کی خیرات بڑی مقبول ہے جنت میں پانی دودھ شہد وغیرہ کی نہریں بھی ہونگی رب تعالٰے فرماتا ہے فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ اور بعض شرابوں کی سربمہر ہوں گی بھی رب تعالٰے فرماتا ہے یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ (۳) لہذا نہ آیات متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث آیتوں کے خلاف (۴) جن میں سے بعض فرض ہیں جیسے نذر پوری کرنا یا حج اور بعض واجب جیسے فطرہ اور قربانی اور بعض نفل جیسے بھکاریوں کو بھیک دینا یا ضرورتمندوں کو قرض دینا یا ضرورت پر ڈول ہانڈی پیالہ وغیرہ عاریۃً دینا یا پڑوسیوں کو آگ نمک وغیرہ دینا یہ حدیث ان سب کو جامع ہے (۵) اس آیت میں آگے یہ ہے وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ الخ لہذا یہ آیت حدیث کی مؤید ہے (۶) صحیح یہ ہے کہ حضرت بہیسہ خود بھی صحابیہ ہیں مگر آپ کی احادیث بہت کم ہیں (۷) یہاں جواز سے مراد شرعی جواز نہیں بلکہ عرفی جواز ہے یعنے مروت وغیرہ کہ ان چیزوں کا منع کرنا خلاف مروت ہے اور یہ بھی وہاں ہے جہاں پانی اور نمک کی خود مالک کو ضرورت نہ ہو ورنہ بعض وہ علاقے جہاں پانی کمیاب بلکہ نایاب ہے وہاں الضرورت کے وقت پانی نہ دینا خلاف مروت نہ ہوگا یہی حال نمک کا ہے (۸) یہ عام حکم ہے یعنے اس کی تفصیل کہاں تک بیان کی جائے جو نیکی بن پڑے کر گزرو وقت کی قدر کرو کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں رب تعالٰے فرماتا ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ شعر

فرصت جانو غنیمت جتنی چاندنی جو ہو سکے کرلے ٭ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَيْتَةً فَلَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ وَمَا اَكَلَتِ الْعَافِيَةُ مِنْهُ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ٭ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَحَ مَنِيْحَةَ لَبَنٍ اَوْ وَرِقٍ اَوْ هَدٰى زُقَاقًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ عِتْقِ رَقَبَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ اَبِيْ جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَرَاَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَاْيِهٖ لَا يَقُوْلُ شَيْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا

ابوداؤد روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بنجر زمین کو آباد کرے تو اسے اس میں ثواب ہے اور جو جانور اس سے کھا لیں تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے (دارمی) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دودھ والا جانور یا چاندی قرض دے یا کسی کو راستہ بتا دے تو اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوجری جابر ابن سلیم سے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے سے کام کرتے ہیں وہ کوئی بات نہیں کہتے مگر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں تو میں نے پوچھا

میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

صدا نہ بلبل باغیں بولے صدا نہ باغ بہاراں ٭ صدا نہ حسن جوانی ماپے صدا نہ صحبت یاراں

۱؎ یعنی اپنی محنت سے بنجر زمین کو قابل کاشت بنا دے وہ بہت ثواب کا مستحق ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے رزق کا انتظام ہے حکومتیں اپنے غیر آباد رقبے لوگوں کو مفت دیتی ہیں ان کا ٹیکس معاف کر دیتی ہیں بلکہ ہزارہا روپے سے آباد کرنے والوں کی امداد کرتی ہیں اس کا ماخذ یہی حدیث ہے اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف گزشتہ باب میں بیان ہو گیا اس کی بحث پہلے ہو چکی ۲؎ کیسا بغیر ارادہ نیکی ہو جانے پر بھی ثواب مل جاتا ہے، عافیہ عفی سے بنا بمعنی طلب رزق یعنی رزق کا متلاشی اب جانوروں اور پرندوں کو کہتے ہیں مرقات نے فرمایا کہ یہ ثواب تب ملے گا جبکہ اس پر صبر و شکر کیا جائے ۳؎ یعنی کسی کو دودھ کا جانور کچھ روز کے لیے عاریۃً دیا کہ وہ اس کا دودھ پیئے یا کسی حاجتمند کو کچھ روپیہ قرض دینا یا نابینا یا ناواقف کو راستہ بتا دینے کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہے جب قرض دینے کا یہ ثواب ہے تو خیرات دے دینے کا کتنا ہوگا خود سوچ لو اسی لئے یہ حدیث صدقات کے باب میں لائے علماء کرام فرماتے ہیں کہ کبھی قرض دینا صدقہ دینے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ صدقہ تو غیر حاجتمند بھی لے لیتا ہے مگر قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی معمولی نیکی کا ثواب بڑے سے بڑے کام سے بڑھ جاتا ہے پیاسے کو ایک گھونٹ پانی پلا کر اس کی جان بچا لینے کا ثواب سیکڑوں روپیہ خیرات کرنے سے زیادہ ہے، اسی لئے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں نیکیوں کا ثواب بقدر عقل ملے گا ۴؎ صحیح یہ ہی ہے کہ آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے بعض نے سلیم ابن جابر بھی کہا ہے، مگر یہ غلط ہے، صحابی ہیں مگر بہت ہی کم احادیث آپ سے مروی ہیں دیہات کے رہنے والے تھے کام کے لیے کبھی مدینہ پاک آ جاتے تھے اس بار جو آئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات نصیب ہوا جس کا واقعہ یہاں مذکور ہے ۵؎ یعنی آپ کی ہر بات مانتے ہیں اور وجہ نہیں پوچھتے صدر بمعنی صدور سے بنا جس کے معنی ہیں بے سمجھے سوچے چل پڑنا ۔

هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكَ قُلْتُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِيْ اِنْ اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْكَ وَاِنْ اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ اَنْبَتَهَا لَكَ وَاِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَيْكَ قُلْتُ اِعْهَدْ اِلَيَّ قَالَ لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرًّا وَّلَا عَبْدًا وَ

کون صاحب ہیں لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں[1] فرماتے ہیں میں نے دو بار عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ[2] تو فرمایا علیک السلام نہ کہا کرو کیونکہ علیک السلام مردوں کا سلام ہے[3] بلکہ کہو السلام علیک[4] میں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں اللہ کا ایسا رسول ہوں کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہاری تکلیف دور کردے اور اگر تمہیں قحط سالی پہنچے پھر اس سے دعا کرو تو تم پر اگادے[5] اور جب تم چٹیل زمین یا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہوجائے پھر اس سے دعا کرو تو اللہ تمہیں واپس لوٹا دے[6] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا مجھے نصیحت کیجئے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی آزاد یا غلام اور

[1] یعنی میں نے اردگرد صحابہ اور درباریوں کے خدام کو دیکھا مگر کسی کے خدام ایسے جیسے بادشاہوں کے خدام ہوتے ہیں مجھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ ہے نہیں مگر قربان شاہوں کی طرح ہیں اس لئے تعجب سے پوچھا [2] مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط تھا معلوم ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دیا جاتا ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے بعض لوگ اب بھی جیسا سلام ادا سلام کہتے ہیں یا آداب یا تسلیمات عرض ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں بلکہ انہیں سلام سکھانا چاہیئے [3] اس کے بہت سے معنے کئے گئے ہیں ایک یہ کہ قبرستان میں جاکر مردوں کو علیک السلام کہو مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہاں بھی السلام علیکم کہنا سنت ہے دوسرے یہ کہ کفار عرب قبرستان جاکر مردوں کو یہ سلام کرتے تھے تیسرے یہ کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو علیک السلام کہتے ہیں چوتھے یہ کہ علیک السلام کہنا مردوں کے لئے مناسب ہے زندے سلام تو السلام علیکم سے کریں اور جواب میں وعلیکم السلام بولیں واللہ اعلم فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے [4] کیونکہ جب ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیک کہو یہ سلام ملاقات کے وقت تحیت کیلئے ہے درود شریف کے موقعہ پر صلوٰۃ و سلام جمع کرکے کہو رب تعالیٰ فرماتا ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں [5] مرقات نے فرمایا کہ یہاں تینوں صیغے متکلم کے ہیں اور الذی رسول کی صفت ہے یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میرے رب اللہ تعالیٰ کو کوئی مصیبت میں پکارتا ہے حضور رحمۃ اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ تینوں صیغے مخاطب کے ہوں اور الذی اللہ تعالیٰ کی صفت ہو یعنے میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تو مصیبتوں میں میرے وسیلہ سے اس سے دعا مانگے تو پروردگار تیری حاجتیں پوری کرے مرقات وغیرہ نے اس سے قید لگائی کہ یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پہچان کرا رہے ہیں اور خدا کو تو پہلے ہی پہچانتا تھا فقیر کے نزدیک پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے جو یہاں اصل مقصود ہے اور دوسرے معنے کی بنا پر اس حدیث سے ثابت یہ ہوگا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے حاضر اور غائب غلاموں کے دکھ درد سے

لا بعيرا ولا شاة قال ولا تحقرن شيئا من المعروف وان تكلم اخاك وانت منبسط اليه وجهك ان ذلك من المعروف وارفع ازارك الى نصف الساق فان ابيت فالى الكعبين واياك واسبال الازار فانها من المخيلة وان الله لا يحب المخيلة وان امرؤ شتمك وعيرك بما يعلم فيك فلا تعيره بما تعلم فيه فانما وبال ذلك عليه رواه ابو داؤد وروى الترمذي منه حديث السلام وفي رواية فيكون لك اجر ذلك ووباله عليه وعن عائشة انهم ذبحوا شاة فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما بقي منها قالت ما بقي منها الا كتفها

اونٹ اور بکری کو گالی دی فرمایا اور کسی اچھی بات کو حقیر نہ جانو اور اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے کلام کیا کرو یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہبند آدھی پنڈلی تک رکھو اگر یہ نہ مانو تو ٹخنوں تک اور تہبند زیادہ نیچا رکھنے سے ہمیشہ بچنا کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالٰی تکبر کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے تمہیں کسی ایسے عیب سے عار دلائے جو وہ تم میں جانتا ہے تو تم اسے ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو کیونکہ اس کا وبال اسی پر ہے (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس سے سلام کی حدیث نقل کی اور ایک روایت میں ہے کہ تم کو اس کا ثواب ملے گا اور اس پر اس کا وبال ہوگا روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ ان حضرات نے ایک بکری ذبح کی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں سے کیا باقی رہا بولیں کہ اس کے شانہ کے سوا کچھ نہ بچا کہ

[illegible] ہے جو رب تعالٰی فرماتا ہے وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا [illegible] یہ حدیث بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان فحش گو نہیں ہوتا اور گالی بکنا [illegible] ہے تو اگرچہ بعض وقت کسی کو بدلہ لینا جائز ہو [illegible] مگر اس سے بچنا بہتر ہے [illegible] عمل کیا [illegible] کی ایسی توفیق دے تو [illegible] بہت شکر [illegible] اور [illegible] عیب ہو جائیں گے [illegible] کہ تہبند ٹخنوں کے نیچے رکھنا حرام ہے [illegible] کی علامت ہیں جیسے ہمیشہ سر [illegible] ٹخنوں کے اوپر رکھے عورتوں کا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے چاہیئے یہ انتہائی حسن اخلاق کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے عیب کھولے تو تم اس کے عیب نہ کھولو کسی نے کیا خوب کہا ہے شعر

بدی را بدی سہل باشد جزا ۔ اگر مردے احسن الی من آساء

مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے، اور دینی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بدنصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چھپے عیب کھول دینا سنت الٰہیہ ہے دیکھو ولید ابن مغیرہ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مجنوں کہا، تو رب تعالٰی نے اس کے عیب سورۂ نون میں اس کے دس عیب کھولے حتٰی کہ آخر میں فرمایا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ یعنی حرام کا بچہ ہے لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں، اپنے دشمن کو معافی دینا کمال ہے اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال ہے خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال بہت ہے، مگر دینی معاملات میں خود مسلمان کے عیب کھولنا عبادت ہے محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کرجاتے ہیں فضیلت

قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا اِلَّا كَانَ فِيْ حِفْظٍ مِّنَ اللّٰهِ مَا دَامَ عَلَيْهِ مِنْهُ خِرْقَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَرْفَعُهُ قَالَ ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا اُرَاهُ قَالَ مِنْ شِمَالِهٖ وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ اَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ

فرمایا کندھے کے سوا سب بچ گیا ترمذی اور ترمذی نے اسے صحیح فرمایا روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا نہیں پہناتا مگر جب تک اس کے بدن پر اس کا ایک چیتھڑا بھی رہے یہ اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے احمد ترمذی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مرفوعًا کرتے ہیں فرمایا تین شخصوں سے اللہ محبت کرتا ہے ایک وہ جو رات کو اٹھ کر قرآن پڑھے دوسرا وہ جو اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات کرے اور اسے چھپائے مجھے خیال ہے کہ فرمایا اپنے بائیں ہاتھ سے تیسرا وہ جو کسی لشکر میں تھا کہ اس کے ساتھی بھاگ گئے وہ دشمن کے مقابل رہا

یہ عیب لگانے کے لئے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کیلئے کہ اس کے راویوں میں کچھ فلاں عیب ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے فضائل اعمال میں کام آئے گی احکام میں کام نہ دے گی بکری ذبح کرکے صدقہ بعض صحابہ کرام نے یا بعض ازواج پاک نے، دوسرے احتمال کو محدثین نے ترجیح دی ہے چونکہ ازواج پاک کو اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور بیت لفظ مذکر ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا فرشتوں نے بی بی سارہ زوجہ ابراہیم علیہما السلام سے عرض کیا تھا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ یعنی سارا گوشت خیرات کر دیا صرف شانہ بچا ہے تاکہ اپنے گھر کے خرچ کیلئے رکھ لیا گیا تھا اور یہ بکری صدقہ کیلئے ذبح کی گئی تھی کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کیلئے نہیں رکھا جاتا یعنی درحقیقت جو صدقہ دیا گیا وہ باقی و لازوال ہو گیا اور جو اپنے کھانے کیلئے رکھ لیا گیا وہ ہضم ہو کر فنا ہو گیا رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ یعنی جب تک فقیر کے جسم پر اس کپڑے کی ایک چیز باقی ہے تب تک اللہ تعالیٰ پہنانے والے کو آفات دنیاوی سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ صدقہ آفتوں سے بچانے میں بے مثال ہے یا مطلب یہ ہے کہ تب تک اللہ اس کی عیب پوشی فرماتا رہتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے تو اللہ اس کی عیب پوشی کرتا ہے، یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے یہ تو کپڑا پہنانے کا دنیاوی فائدہ ہوا اخروی فائدہ تو ہمارے خیال سے وراء ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر صدقہ کی بقا اسی قدر اس کے فائدہ کی بقا لہذا صدقہ جاریہ بہت ہی اعلیٰ ہے خاص نوعیت کی محبت، ورنہ عمومی محبت تو اللہ تعالیٰ ہر مومن سے کرتا ہے، بعض کا مقابل صحابہ کرام سے اور قسم کی محبت فرماتا ہے اور مختلف قسم کے شفیعوں سے اور اقسام کی محبت، یہی حال رضائے الٰہی کا ہے، رب تعالیٰ کی محبت خاص کی علامت یہ ہے کہ اسے نیک اعمال کی توفیق بخشتا ہے، اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے یا نماز تہجد میں یا ویسے ہی علاوہ نماز کے، معلوم ہوا کہ آخری رات کی تلاوت و نماز بہت اعلیٰ ہے، کہ اس میں ریا کا شائبہ نہیں اس میں وہ حفاظ قرآن والے طلباء بھی شامل ہیں جو آخر شب میں قرآن پاک یاد کریں یعنی چھپانے کے مبالغہ کے لئے یہ فرمایا کہ وہ اپنے زن و فرزند اور خاص دوستوں سے بھی اس صدقہ کا ذکر نہ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ اَحَدُ رُوَاتِهٖ اَبُوْبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ كَثِيْرُ الْغَلَطِ
وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَثَلٰثَةٌ يُبْغِضُهُمُ
اللّٰهُ فَاَمَّا الَّذِيْنَ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ فَرَجُلٌ اَتٰى قَوْمًا فَسَاَلَهُمْ بِاللّٰهِ وَلَمْ يَسْاَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ
بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِاَعْيَانِهِمْ فَاَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهٖ اِلَّا اللّٰهُ
وَالَّذِيْ اَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ النَّوْمُ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهٖ

ترمذی اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث محفوظ نہیں اس کے ایک راوی ابوبکر ابن عیاش ہیں جو بہت غلطیاں کرتے ہیں ۱؎ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تین شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہے ۲؎ جن سے محبت کرتا ہے ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچا تو ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قرابت کی وجہ سے نہ مانگا ان لوگوں نے اسے منع کر دیا تو ان ہی میں سے ایک شخص پیچھے ہٹا اسے چھپ کر کچھ دے دیا جس کا عطیہ اللہ کے سوا اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا ۳؎ اور ایک وہ قوم جو رات بھر چلتی رہی حتی کہ جب انہیں نیند ہر اس سونے سے پیاری ہو گئی تو

نہیں کرتا تاکہ ریا کا شائبہ بھی نہ پیدا ہو جائے خیال رہے کہ صدقہ فرض اعلانیہ دینا افضل ہے تاکہ فسق کی تہمت سے بچے اور صدقہ نفل اکثر چھپا کر دینا بہتر ہاں چندہ وغیرہ پر صدقہ کا اعلان تاکہ دوسروں کو بھی دینے کی رغبت ہو بہتر ہے مختلف حالات کے مختلف احکام ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۲؎ اپنی فوج کے بھاگ جانے پر اور خود دیکھے کہ جانے پر دشمن کے مقابل ڈٹ جاتا کہ یا اپنی موت کو دعوت دیتا ہے مگر چونکہ کلمۃ اللہ بلند کرنے کے لیے مرنا بھی عبادت ہے اس لیئے یہ غازی اللہ کا بڑا محبوب بنا اور اس پر خودکشی کا الزام نہ آیا اگر بحالت جنگ یہ حدیث ہر غازی کے سامنے رہے تو ان شاء اللہ اسلامی فوج کے قدم اکھڑ سکتے ہی نہیں مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں بہت مجاہد ہی ہیں ۳؎ ان تینوں کے ساتھ فضائل بیان کئے گئے تہجد گزار اس وقت سونے والے کی مخالفت کرتا ہے اور نفس و آرام کا مقابلہ کہ اس وقت نفس کو نیند پیاری ہوتی ہے اور یاد اللہ کا اثر رہا اور سخی اپنے مال میں سے چھپا کر دیتا ہے اور اپنے نفس کے مقابلہ کہ نفس مال سے محبت کرتا ہے اور یہ غازی مال سے اور دو ڈٹنے والا غازی تو بہ ظہور مجاہد ہے کہ اگر وہ تھیت یا ناموری کیلئے گیا ہوتا تو ایسے نازک موقع پر میدان میں کبھی نہ ٹھہرتا ۴؎ یہ حضرت اپنے وقت کے امام تھے مگر حافظہ کمزور تھا اسی لئے ضعیف ہیں مگر اسی مضمون کی احادیث اسناد صحیح بھی مروی ہیں جو اکثر بیہم ہیں جن میں کچھ فرق کے ساتھ ایک گئی آرہی ہے لہٰذا متن حدیث ضعیف نہیں (اشعۃ و مرقات) ۵؎ ان سے محبت کرنے کے معنی پہلے مذکور ہو چکے کہ خصوصی محبت مراد ہے ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے ورنہ رب تعالٰی تمام کفار و فساق سے ناراض ہے لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۶؎ یہ پہنچنے والا اور مانگنے والا فقیر کا محبوب ہے نہیں تو دینے والا ہے جس کا ذکر آگے کر رہے ہے صدقہ کی اہمیت دکھانے کیلئے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا (از لمعات) ۷؎ اگرچہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دگنا ثواب ہے مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی فقیر کو خیرات دینا عبادت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سوا رضائے الٰہی کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ

فَوَضَعُوْا رُءُوْسَهُمْ فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِيْ وَيَتْلُوْا اٰيَاتِيْ وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهُزِمُوْا فَاَقْبَلَ بِصَدْرِهٖ حَتّٰى يُقْتَلَ اَوْ يُفْتَحَ لَهٗ وَالثَّلٰثَةُ الَّذِيْنَ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ الشَّيْخُ الزَّانِيْ وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظَّلُوْمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ

سر رکھ کر سو گئے تو یہ کھڑے ہو کر میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کرنے لگا اور وہ شخص جو کسی لشکر میں تھا دشمن سے جنگ کی لوگ بھاگ پڑے تو یہ اپنا سینہ تان کر کھڑا ہو گیا حتی کہ قتل کر دیا گیا یا اس کی وجہ سے فتح ہو گئی اور وہ تین جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے ایک بوڑھا زانی اور دوسرا متکبر فقیر اور تیسرا ظالم غنی (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب [illegible]

قرابت داروں کو خیرات دینا افضل ہے۔ ۳؎ آہستگی سے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو، دوسرے یہ کہ اس سے دینے والا غنی مراد ہو، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس غنی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا کہ کون دے گیا یہ تو اس شخص نے صدقہ بھی دیا، اس قوم کی مخالفت بھی کی اور فقیر کی ڈیوٹی بھی پوری کی اس لئے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا۔ ۴؎ عرب میں عموماً رات میں سفر ہوتا ہے اور تھکن اتارنے کے لئے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں پچھلا اس تہجد خواں نے تین پیاد ریاں لیں اس لئے یہ خدا تعالٰی کو زیادہ محبوب ہوا ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سونا جاگ ہوں۔ ۵؎ میں عبادت آسان ہے، غافلوں میں مشکل۔ ۶؎ اور تہجد کی نماز تعلق حق ہے بنا بخشے دوستی و نرمی، ناجائز نرمی کا نام چاپلوسی ہے، اور جائز نرمی کا نام خوشامد نیاز مندی وغیرہ، یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اہل عرفان اور محبوب رب تعالٰی کے درمیان خاص تعلق کا باعث یعنی قتال سے ورا ہے ۷؎ اس طرح کہ اس اکیلے کی جرات ہمت دیکھ کر بھاگے ہوئے غازیوں میں دلیری پیدا ہوئی پلٹ پڑے اور جم کر لڑے جیسا کہ غزوۂ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، اکیلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں جمے رہے، پھر دوبارہ صحابہ پلٹ پڑے جم کر لڑے اور میدان جیت لیا رضی اللہ تعالٰی عنہم ۸؎ ظاہر یہ ہے کہ شیخ یعنی بوڑھا ہے نہ کہ شادی شدہ جوان، جو شخص بڑھاپے میں موت قریب نظر آتی ہے، شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، بڑھاپا بہت تکلف ہی سے صحبت کر سکتا ہے اس لئے اس کا زنا انتہائی خباثت کی دلیل ہے کہ اسے نہ موت کا خوف نہ اللہ رسول کی شرم۔ ۹؎ اگرچہ ہر تکبر برا ہے مگر فقیر کا تکبر زیادہ برا کہ اس کے پاس اس کے اسباب نہیں اس محض شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے خیال رہے کہ تکبر، استغناء اور تعفف میں بڑا فرق ہے اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر جاننا تکبر ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھنا صرف اللہ رسول ہی کا محتاج جاننا بہت اعلیٰ وصف ہے اسی کو استغناء وغیرہ کہتے ہیں، اس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا۔ شعر

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں ٭ کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

۱۰؎ کیوں نہ دے بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ کفار اور متکبروں کے مقابلے میں تکبر کرنا عبادت ہے۔ اشعۃ اللمعات نے

فَقَالَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَعَجِبَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمْ اَلْحَدِيْدُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْحَدِيْدِ قَالَ نَعَمْ اَلنَّارُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ اَلْمَاءُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمْ اَلرِّيْحُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ اَشَدُّ مِنَ الرِّيْحِ قَالَ نَعَمْ اِبْنُ اٰدَمَ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ

انہیں زمین میں گاڑ دیا تو زمین ٹھہر گئی۱؎ تو فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب کیا بولے الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں لوہا ہے۲؎ عرض کیا الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں آگ ہے۳؎ عرض کیا مولٰی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں پانی ہے۴؎ بولے یا الٰہ العالمین کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں ہوا ہے۵؎ بولے پروردگار کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں انسان۶؎ جو اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات کرے

فرمایا کہ حضرت بشر ابن حارث نے امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا کہ امیروں کا فقیروں پر مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقیروں کا خدا پر توکل کرکے امیروں سے تکبر کرنا اس سے بھی اچھا، اس فقیر متکبر میں وہ جاہل بھی داخل ہیں جو علماء کو حقیر سمجھ کر دولت کے غرور میں ہیں۔ ۵؎ اپنے نفس پر ظلم کرکے نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظلم کرکے انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے چونکہ ان لوگوں کے جرم سخت ہیں لہٰذا اللہ تعالٰی ان سے سخت ناراض ہے۔ ۶؎ جیسے ہلکی کشتی و جہاز پانی پر ہلتا ہے اسی طرح زمین ہلتی تھی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس سے لوگ نفع نہ اٹھا سکیں گے

۱؎ مرقات نے فرمایا کہ پہلے ابوقبیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ، ان پہاڑوں سے زمین ایسی ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن لاد دینے سے دریا پر ٹھہر جاتا ہے جنبش نہیں کرتا، قال قول سے بنا ہے بمعنی گاڑ دینا پہاڑ زمین میں ایسے گڑے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت، کہ پہاڑوں کی جڑیں دور تک پھیلی ہوتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قال کہنے ہی کے معنٰی میں ہے یعنے پہاڑ پیدا فرما کر زمین سے فرمایا ٹھہر جا، یعنے زمین کا ٹھہرنا کُن فرمانے سے ہے پہاڑ محض سبب ہیں، مگر پہلے معنٰی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۲؎ فرشتوں کو حیرت یہ ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دبوچ لیا کہ اسے ہلنے نہیں دیتے تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہوگی، خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن سے کہیں ہلکا ہوتا ہے مگر جہاز کو ہلنے نہیں دیتا، اسی طرح پہاڑوں کا معاملہ ہے ۳؎ کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا ۴؎ کیونکہ آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے، بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے ۵؎ کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جبکہ پانی اس میں بند ہو، اگر آگ پر بہا دی جائے تو پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں پانی قید میں رہ کر جلتا ہے ۶؎ کیونکہ ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اڑائے پھرتی ہے اور سمندر میں طلاطم پیدا کر دیتی ہے جس سے وہاں طوفان آتا۔

يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاذٍ
اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ فِيْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ مَالٍ لَهٗ زَوْجَيْنِ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوْهُ اِلٰى مَا عِنْدَهٗ قُلْتُ وَكَيْفَ ذٰلِكَ
قَالَ اِنْ كَانَتْ اِبِلًا فَبَعِيْرَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ بَقَرَةً فَبَقَرَتَيْنِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ٭ وَعَنْ مَرْثَدِ
بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ

جیسے ہیں بائیں ہاتھ سے چھپائے[1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حضرت معاذ کی یہ حدیث کہ صدقہ خطائیں مٹا دیتا ہے کتاب الایمان میں ذکر ہو چکی تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی مسلمان اپنے ہر مال سے جوڑا[2] اللہ کی راہ میں خیرات نہیں کرتا مگر جنت کے دربان اس کا استقبال کرینگے ان میں سے ہر ایک اس کی طرف بلائیگا جو اسکے پاس ہے[3] میں نے عرض کیا یہ کیسے کرے فرمایا اگر اونٹ ہوں تو دو اونٹ دے اور اگر گائیں ہوں تو دو گائے دے[4] (نسائی) روایت ہے حضرت مرثد ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ

بے پرواہ ہو جاتا ہے[1] کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر لیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت سمندر سے زیادہ طوفانی ہے نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلاوے کو پسند کرتا ہے یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی ان دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہذا پہاڑ بلند ہے نیز خفیہ صدقہ سے غضب الٰہی کی آگ بجھتی ہے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے یہ نہ تیر پاتا ہے آگ پانی ہوا سے حاصل نہیں ہو سکتیں لہذا یہ صدقہ ان سب سے بہتر ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سخاوت مال سے سخاوت حال افضل ہے اور سخاوت حال سے سخاوت کمال بہتر کہ سخاوت مال میں فقیر کی اسی زندگی کے دو ایک دن سنبھل جاتے ہیں مگر حال و کمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہان درست ہو جاتے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تا قیامت لوگوں کے دین و دنیا سنبھال دیے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ٹھیک آتا ہیں جیسے زمین پہاڑوں سے ٹھہری ایسے ہی ہمارے دل کسی کی نگاہ کرم سے ٹھہر سکتے ہیں ورنہ دل کا کوئی ٹھکانہ نہیں[2] بعض لوگ فقیر کو کپڑوں کا جوڑا اور جوتا بھی دیتے ہیں نیز دو روپیہ خیرات کرتے ہیں تو کم از کم دو ان کا ماخذ یہ حدیث ہے حدیث بالکل ظاہر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ جنت کے ہر دروازہ پر اس کی پکار پڑ جائیگی کہ ادھر سے آؤ یہ اظہار عزت کیلئے ہوگا یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق کی طرح ہونگے اس جماعت سے سردار اللہ ہمیں ان کے قدموں سے آنا نصیب کرے[3] اس شرح نے بتایا کہ حدیث میں ایک جنس کی دو قسمیں مراد ہیں جیسے روٹی و پانی، جوتا و ٹوپی بلکہ ایک نوع کی دو فرد مراد ہیں لیتے خیرات کرو تو دو روپے ہوں اگر کپڑے ہوں تو دو[4] آپ کی کنیت ابوالخیر ہے قبیلہ مزینہ سے ہیں مصر کے رہنے والے تابعین میں سے ہیں اپنے زمانہ کے مفتی اعظم تھے حضرت عمر ابن عبدالعزیز آپ سے فتوے لیتے تھے حضرت ابن عمر، ابوایوب، عقبہ ابن عامر صحابہ سے ملاقات ہے۔

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَدَقَتُهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَسَّعَ عَلٰى عِيَالِهٖ فِي النَّفَقَةِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهٖ قَالَ سُفْيَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ كَذٰلِكَ رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَجَابِرٍ وَضَعَّفَهٗ ۔ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الصَّدَقَةَ مَا ذَا هِيَ

صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا قیامت کے دن مسلمان کا سایہ اسکا صدقہ ہوگا[1] (احمد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دسویں محرم اپنے بچوں کے خرچ میں فراخی کریگا تو اللہ تعالٰی سارا سال اسکو فراخی دیگا[2] سفیان فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا[3] (رزین) اور بیہقی نے شعب الایمان میں انہی ابن مسعود اور ابوہریرہ اور ابوسعید و جابر سے روایت کیا اور اسے ضعیف فرمایا[4] روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں عرض کیا ابوذر نے یا نبی اللہ فرمایئے تو صدقہ کا درجہ کیا ہے

[1] یعنی مومن کے صدقہ و خیرات خصوصًا فی سبیل اللہ مسافر خانے مسجدیں بنانا اور باغات لگانا وغیرہ کل قیامت میں درخت سایہ دار کی شکل میں نمودار ہونگے جن کے سایہ میں سخی ہوگا، اور قیامت کی گرمی سے محفوظ رہے گا کیونکہ دنیا میں غرباء، فقراء کو اس نے اپنے سایہ کرم میں رکھا تھا حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں وہاں مال بلکہ اعمال کی مختلف شکلیں ہوں گی بخیل کا مال گنجے سانپ کی شکل میں سخی کا مال درخت سایہ دار کی صورت میں نمودار ہوگا جیسے دنیا میں ہم خواب میں ان چیزوں کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے قحط کے سال خشک بالیں اور دبلی گایوں کی شکل میں دیکھے تھے قرآن کریم۔ [2] یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو اپنے اہل بچوں، نوکر خادموں، فقراء مساکین کیلئے مختلف قسم کے کھانے تیار کرے تو انشاء اللہ تعالٰی سال بھر تک ان کھانوں میں برکت ہوگی مسلمان عاشورہ کے دن حلیم پکاتے ہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ حلیم میں ہر کھانا ہوتا ہے، گندم، گوشت اور دالیں چاول وغیرہ، تو انشاء اللہ حلیم پکانے والے کے گھر ان تمام کھانوں میں برکت ہوگی[3] یعنی سفیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے تجربہ میں آئی ہے واقعی اس عمل سے برکت ہوتی ہے لہذا یہ حدیث قوی ہے خیال رہے کہ تجربہ سے بھی حدیث کو تقویت پہنچتی ہے اس لئے محدثین کی توثیق کے لئے بھی اپنے تجربہ کا ذکر کردیتے ہیں یہاں بھی ایسا ہی ہے، اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھئے، خیال رہے کہ عاشورہ کے دن خود روزہ رکھو اور بچوں کو فقراء کو خوب کھلاؤ پلاؤ، لہذا یہ حدیث عاشورہ کے روزہ کے خلاف نہیں [4] بیہقی نے اسی جگہ فرمایا کہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جو سب ضعیف ہیں، مگر چند ضعیف اسنادیں مل کر حدیث کو قوی کردیتی ہیں، لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے (اشعہ) امام عراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی بعض اسنادیں صحیح بھی ہیں امام مسلم کی شرط پر ہیں لہذا مستحق حدیث صحیح ہے (مرقاۃ) اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں قبول ہے، عاشورہ کے دن اور بہت سے اعمال کرنا چاہئیں، جیسے غسل کرنا، سرمہ لگانا روزہ رکھنا وغیرہ، ان کی تفصیل ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ

قَالَ اَضْعَافٌ مُضَاعَفَةٌ وَعِنْدَ اللّٰهِ الْمَزِيْدُ رَوَاهُ اَحْمَدُ.

بَابُ اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَحَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ حَكِيْمٍ وَحْدَهُ. وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰى اَهْلِهِ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

فرمایا وہ چند در چند دگنا ہونا ہے اور اللہ کے ہاں زیادتی ہے ۱؎ (احمد) باب بہترین صدقہ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور حکیم ابن حزام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو وقت غنا سے ہو ۲؎ اور ان سے ابتدا کرو جن کی تم پرورش کرتے ہو ۳؎ (بخاری) اور مسلم نے صرف حکیم سے روایت کی روایت ہے حضرت ابو مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی طلب میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے ۴؎ (مسلم، بخاری)

کیونکہ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ صدقہ کی برکتیں دنیا میں تو چند در چند ہیں اور کل قیامت میں جو زیادتیاں ہوں گی وہ ہمارے حساب سے وراء ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ تجربہ بھی ہے کہ صدقہ سے مال بہت بڑھتا ہے دوسرے یہ کہ قیامت میں صدقہ کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہے اور جو زیادتیاں رب عطا فرمائے گا وہ حساب سے زیادہ ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۲؎ یعنی اگرچہ ہر صدقہ ہر حال اچھا ہے مگر کبھی بعض عارضی حالات میں بہت اچھا ہو جاتا ہے خواہ خیرات دینے والے کی ہو یا لینے والے کی یا مال کی جیسے تندرستی کی خیرات مرض و وقت کی خیرات سے بہتر ہے یونہی متقی پرہیزگار عیالدار کو خیرات دینا فاسق کو دینے سے بہتر اسی طرح جس چیز کی اس وقت تنگی ہو اس کا صدقہ افضل جیسے جہاں پانی کی تنگی ہو وہاں کنواں کھدوانا بہت باعث ثواب ہے اس باب میں ان تمام حالات کا لحاظ ہوگا کہ جن سے صدقہ بہت بہتر ہو جاتا ہے ۳؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں لفظ ظہر زائد ہے جس کے کوئی معنے نہیں مگر حق یہ ہے کہ زائد نہیں بلکہ بمعنی قوت و ظہر ہے یعنی صدقہ بہتر وہ ہے کہ صدقہ دینے والا صدقہ دے کر خود بھی خوب غنی رہے یا تو مال کا غنی رہے یعنی سب خیرات نہ کر دے کہ کل کو خود اور اس کے بال بچے بھیک مانگتے پھریں غرضکہ صدقہ دے کر خود فقیر بھکاری نہ بن جاوے یا دل کا غنی کہ سب کچھ دے کر بھی لوگوں سے بے نیاز رہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے سب کچھ راہ خدا میں دے دیا گھر میں کچھ نہ رکھا لہذا یہ حدیث صدیق اکبر کے اس عمل کے خلاف نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عوام مسلمین حاجت ضرورت سے زیادہ مال خیرات کریں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ عفو سے مراد ضرورت سے بچا مال اور خاص متوکلین کل مال بھی لٹا سکتے ہیں یہ حدیث دونوں کو شامل ہے ۴؎ یعنی اپنا مال پہلے اپنے پر پھر اپنے بال بچوں پر پھر غریب قرابت والوں پر پھر دوسروں پر خرچ کرو چونکہ مومن کو ان سب خرچوں میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرچوں کو صدقہ میں شامل فرمایا سبحان اللہ کیسی پیاری ترتیب ہے اور کیسی نفیس تعلیم اہل قرابت کو صدقہ دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہے اور قرابت والے کا بھی جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے ۵؎ گھر والوں سے مراد بیوی بچے

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ رَقَبَةٍ وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِيْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى عِيَالِهٖ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى دَابَّتِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اشرفی تو اللہ کی راہ میں خرچ کرے ۱؎ اور جو اشرفی تو گردن آزاد کرنے میں خرچ کرے ۲؎ اور جو اشرفی تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو اشرفی تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین اشرفی جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ وہ اشرفی ہے جسے اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور وہ اشرفی جسے اپنے اللہ واسطے کے گھوڑے پر خرچ کرے ۴؎ اور وہ اشرفی ہے جسے اللہ کی راہ میں اپنے دوستوں پر خرچ کرے ۵؎ (مسلم) روایت ہے

۱؎ دوسرے حضرات پر ان کی ترتیب کتب فقہ میں دیکھو اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے سنت جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر جیسا کہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت سے تو حلال پاک کھانا، سونا، جینا سارا بلکہ جینا مرنا عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نیت خیر نصیب کرے ریاکار کا نماز پڑھنا بھی ناموری کے لئے ہو تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چہ جائیکہ یہ خرچ، لہذا بیاہ شادیوں میں جو مختلف رسوم کے ماتحت اہل قرابت کو یا کسی کو رنگ سستیا حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کہ وہ اللہ کے لئے نہیں اپنے نام کے لئے ہیں۔ افسوس سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید لگائی اللہ تعالیٰ نیت خیر و اخلاص نصیب کرے۔ آمین ۱؎ یہاں اللہ کی راہ سے مراد حج و جہاد وغیرہ وہ مقامات ہیں جہاں کسی بندے کی رضا قطعاً مقصود نہیں ۲؎ اسمیں مکاتب کی مدد، غلام کی آزادی، مقروض کو قرض سے آزاد کرنا، کسی مصیبت میں پھنسے ہوئے کو مصیبت سے نکالنا سب ہی داخل ہیں، انجات ہان کلیہ ۳؎ گھر والوں پر خرچ ان سب خیراتوں سے یا تو اس لئے بہتر ہے کہ وہ خیراتیں نفل ہیں اور یہ خرچ فرض ہے، اور فرض نفل سے بہتر ہوتا ہے یا اس لئے کہ اس خرچ دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اہل قرابت کے حق کی ادائیگی صدقہ و نیکی سے افضل ہے اسی لئے بعض لوگ گیارھویں شریف وغیرہ کی شیرینی اکثر سیدوں کو دیتے ہیں کہ یہ حضرات اولاد رسول ہیں اس میں خیرات بھی اور اولاد رسول کے حق کی ادائیگی بھی ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۴؎ یہ ترجمہ بہت مناسب ہے فی سبیل اللہ گھوڑے کی صفت ہے خرچ کے متعلق نہیں یعنی جو گھوڑا جہاد کے لئے پالا ہو اس پر خرچ کرنا بہتر ہے اور جو گھوڑا اپنی سواری وغیرہ کے لئے ہو وہ عیال میں داخل ہے یعنی بال بچے وغیرہ جن کی پرورش ہم پر لازم ہے۔ ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوستوں سے مراد سفر جہاد یا سفر حج کے ساتھی ہیں ان پر خرچ کرنا دوہرا ثواب ہے ساتھی سے سلوک اور حاجی یا غازی کی امداد۔ خیال رہے کہ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ تین خرچ دوسرے خرچوں سے افضل ہیں، مگر ان تین میں سے کون دوسرے سے افضل ہے، یہ پتہ نہ لگا کیونکہ واؤ جمع کے لئے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، لہذا ان میں ایک دوسرے

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلِيْ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ اَنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللهِ فَقُلْتُ اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَاْتِهِ فَاسْاَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِيْ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللهِ بَلْ اِئْتِيْهِ اَنْتِ

حضرت ام سلمہ سے ۱ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر جو کہ میرے ہی بچے ہیں خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملیگا فرمایا ان پر خرچ کرو تمہیں ان پر خرچ کا ثواب ہے ۲ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبداللہ ابن مسعود سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عورتو! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو ۳ فرماتی ہیں میں عبداللہ کی طرف لوٹی بولی کہ تم کچھ مسکین و تنگدست ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر ہو کر پوچھ آؤ اگر تم کو میرا صدقہ کرنا درست ہو تو خیر ۴ ورنہ میں آپ لوگوں کے سوا کسی اور جگہ خرچ کروں ۵ فرماتی ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بولے کہ تم ہی وہاں جاؤ۔

کی افضلیت موقعہ و محل کے لحاظ سے ہوگی، اگر جہاد کی سخت ضرورت آپڑی ہے تو غازیوں پر خرچ افضل اور گھر والے بہت ہی ضرورتمند ہوں تو ان پر خرچ بہتر۔ ۱ ام سلمہ کے پہلے خاوند کا نام عبداللہ ابن عبدالاسد تھا کنیت ابو سلمہ، اُن کی وفات کے بعد آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ ابو سلمہ کی کچھ اولاد دوسری بیوی سے تھی جو ام سلمہ کی سوتیلی اولاد تھی، اور زینب اور کچھ اولاد خود ام سلمہ کے بطن سے تھی یعنی سلمہ کی حقیقی اولاد محمد، درّہ وغیرہ۔ یہاں سوال سوتیلی اولاد کے متعلق ہے، ورنہ آپ بنی ابی سلمہ نہ فرماتیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۲ کیونکہ وہ یتیم بھی ہیں اور تمہارے عزیز قریب بھی، اُن پر خرچ کرنا یتیم کی پرورش بھی ہے، اور عزیز کا حق ادا کرنا بھی اپنے فوت شدہ خاوند کی روح کو خوش کرنا بھی ۳ غالباً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عید کے دن تھا چونکہ اُس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لئے عیدگاہ جاتی تھیں اور اُن کے لئے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا، اُس وعظ میں آپ نے یہ فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوۃ فرض ہے۔ اور یہ زکوۃ خود عورت پر فرض ہے نہ کہ اُس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور لائی ہو یا سسرال والوں نے دیا ہو بشرطیکہ مالک کردیا ہو۔ لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوۃ نہیں ان شاءاللہ اس کی تحقیق مصارف زکوۃ میں ہوگی۔ اس صدقہ میں زیور سے مراد چاندی سونے کا زیور ہے کیونکہ پہننے کے موتی مرجان، لعل، ہیرے پر زکوۃ نہیں ۴ یعنی اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں، ورنہ کسی اور کو دوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے، جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کی غنا سے غنی نہیں ہوتی۔ دیکھو حضرت ابن مسعود کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے۔ ۵ حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی جو دوسری بیوی سے تھی، اور اب حضرت زینب اُن کی پرورش کرتی

قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِي
حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَقَالَتْ
فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ
بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ أَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى أَيْتَامٍ فِي حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ
مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ

۱؎ میں بھی تو حضور کے دولت خانہ پاک پر گئی ایک اور انصاری بی بی بھی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی ۲؎ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت بلال آئے ہم نے ان سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر عرض کرو کہ دروازے پر دو بیبیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں ۳؎ کہ کیا ان کا اپنے خاوندوں اور ان یتیموں پر خرچ کردینا جو ان کی پرورش میں ہوں صدقہ بن جائیگا ۴؎ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں ۵؎ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ مسئلہ پوچھا ان سے

تھیں، خیال کرو میں ان سب کی مخاطب ہے، یعنی اگر ہمیں اور ہمارے ان بچوں کو ہمارا صدقہ لینا درست ہو تو یہاں قسمیں دو سے دوں ورنہ دوسرے مسکینوں کو دوں۔ ۱؎ مجھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھتے شرم آتی ہے کہ اس سے بعض لوگ مجھے حقیر سمجھیں گے اس سے معلوم ہوا کہ خاوند کی چوری سے باہر کا کام بھی کرسکتی ہے جبکہ حجاب و پردہ سے ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ خود نہ پوچھنا کسی دوسرے کے ذریعہ پوچھوا لینا بھی درست ہے جیسے اس سے کچھ ملتا جلتا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذی کا مسئلہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے خود نہ پوچھا بلکہ حضرت مقداد سے پوچھوایا۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر ایک بی بی اور بھی یہی پوچھنے کھڑی تھیں، مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ ہم دو ہوگئے۔ ۳؎ یعنی رب العالمین نے حضور میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جس کی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے اور عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور با ادب بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں سبحان اللہ کیا انسانی خلق اور ہیبت رحیم و کریم ہے شعر

ہیبت حق است ایں از خلق نیست   ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے یہ دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں۔ ۴؎ یعنی خود شرم و ہیبت کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتیں ہماری طرف سے مسئلہ پوچھوا رہی ہیں، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسئلہ براہ راست پوچھنا بھی جائز اور کسی کی معرفت پوچھوانا بھی، دوسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہیں، دیکھو حضرت بلال ان بیبیوں کو جو بھی مسئلہ کرجاتے یہ قبول کرلیتیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ جب مطلع گردآلود ہو تو رمضان کے چاند میں ایک کی خبر قبول ہے اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیثوں میں خبر واحد معتبر ہے، ان کے دلائل قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ ہیں۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے ۵؎ شاید یتیموں سے ان کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہوچکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد نہیں یتیم کہنا مجازاً ہے، ورنہ انسانی یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہوجائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مرجائے۔ ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اگر انہیں صدقہ دیا گیا تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آجائیگا

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ هُمَا قَالَ امْرَأَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَزَیْنَبُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الزَّیَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَهُمَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَ عَنْ مَیْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِیْدَةً فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ اَعْطَیْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ عَائِشَةَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون ہیں عرض کیا کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں ۱؎ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کونسی زینب عرض کیا عبداللہ کی زوجہ ۲؎ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں دوہرا ثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ کا ۳؎ (مسلم بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں روایت ہے حضرت میمونہ بنت حارث سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لونڈی آزاد کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا اگر تم لونڈی اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہیں زیادہ ثواب ملتا ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت

...چاہیے۔ کہ حاضرین میں ہمارا نام نہ بتایا جائے اور ہمارا سوال پیش ہو جائے یا ہم بلا تعارف جانے جائیں۔ ۱؎ حضرت بلال کا یہ جواب نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیبیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول و حکم امتی میں تعارض ہوا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور امتی کا حکم قابل عمل نہ رہا مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتا دینا فرض شرعی ہو گیا کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، ضروری ہاں کا نام معلوم نہیں تعارف نہ بتایا تھے۔ ۲؎ یعنی زینب تو بہت عورتوں کا نام ہے، صاف بتاؤ کونسی زینب ہیں، تب حضرت بلال نے عرض کیا کہ عبداللہ کی بیوی، اگرچہ عبداللہ نام کے بہت صحابہ تھے عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمرو ابن عاص وغیرہم، مگر ان سب میں عبداللہ ابن مسعود بہت مشہور و فقیہ ترین تھے علم فقہ کی باعث فقط عبداللہ کہنے پر لوگوں کے ذہن انہیں کی طرف جاتے تھے، اسی لئے حضرت بلال نے ابن مسعود نہ فرمایا بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا پھر نہ پوچھنا کون عبداللہ اسی جلالت شان کی طرف اشارہ کر رہا ہے، ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ اکثر فقہیات میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ہی کے پیروکار ہیں۔ ۳؎ سارے ائمہ اس پر متفق ہیں، کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، ان بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے، صدقہ فرض کی تصریح نہیں، ممانعت کی صریح حدیث آگے آ رہی ہے، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں، تو جب خاوند بیوی کو زکوٰۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوٰۃ کیسے دے سکتی ہے، صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے چنانچہ کتاب الزکوٰۃ کی آخری حدیث میں آئیگا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نفلی۔ ۴؎ اس لئے کہ آزاد کرنے میں صرف صدقہ کا ثواب ہے اور انہیں دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہوتا اور

قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِي قَالَ أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کسے ہدیہ دیا کروں فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شوربہ پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کردو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو ۲؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کونسا صدقہ بہتر ہے فرمایا غریب آدمی کی مشقت ۳؎ اور اس سے شروع کرو جن کی پرورش کرتے ہو ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلیمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صلہ رحمی کا بھی معلوم ہوا کہ صلہ رحمی غلام آزاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ خیال رہے کہ ولیدہ وہ لونڈی کہلاتی ہے جو اپنے مملوک غلام اور لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہو یعنی خانہ زاد، اور میمونہ ام المؤمنین ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کی خالہ (اشعہ و مرقات) ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پڑوسیوں کو ہدیہ دینا سنت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی علت پڑوسیت ہے جس قدر پڑوسیت قوی ہوگی اسی قدر ہدیہ کا استحقاق زیادہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ پڑوس کا قرب دروازہ سے ہوتا ہے نہ چھت نہ دیوار سے، اگر ایک شخص کے مکان کی دیوار اور چھت تو ہمارے مکان سے ملی ہو مگر دروازہ دور ہو اور دوسرے کی نہ چھت ملی ہو نہ دیوار مگر دروازہ قریب ہو تو زیادہ قریب یہ دوسرا ہی مانا جائیگا اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ دروازہ کی وجہ سے ملاقات ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ زیادہ اختلاط ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے درد وغم میں شرکت کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دور والے پڑوسی کو بالکل نہ دو، مطلب یہ ہے کہ سب کو دو مگر قریب کو ترجیح دو۔ ۲؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ معمولی سالن بھی پڑوسیوں کو بھیجتے رہنا چاہیے کیونکہ سرکار نے یہاں شوربہ فرمایا گوشت کا ہو یا کسی اور چیز کا۔ دوسرے یہ کہ ہر پڑوسی کو ہدیہ دینا چاہیے قریب ہو یا دور اگرچہ قریب کا حق زیادہ ہے۔ تیسرے یہ کہ ہمیشہ لذت پر الفت و محبت کو ترجیح دینا چاہیے کیونکہ شوربے میں فقط پانی بڑھیگا تو مزہ کم ہوجائیگا لیکن اس کے ذریعہ پڑوسیوں سے تعلقات قائم ہو جائیں گے اسی لئے مَاءَهَا فرمایا یعنی صرف پانی ہی بڑھادو اگرچہ گھی اور مصالحہ نہ بڑھا سکو۔ ۳؎ یعنے غریب آدمی محنت مزدوری کرکے پھر اس میں سے خیرات بھی کرے اس کا بڑا درجہ ہے۔ خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جبکہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اور اس کے گھر والے صبر و توکل میں کامل ہوں۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ صدقہ عن غنی بہتر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو یہ فقر کے غنی کی بہت سی خیرات سے افضل ہے لہذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا مراد ہے

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِيْ دِيْنَارٌ فَقَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى وَلَدِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى اَهْلِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْتَ اَعْلَمُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

کہ عام مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہی صدقہ اپنے قرابت دار پر دو صدقے ہیں ایک صدقہ دوسرا صلہ رحمی[1] (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میرے پاس ایک اشرفی ہے[2] فرمایا اسے اپنے پر خرچ کر[3] عرض کیا میرے پاس دوسری بھی ہے فرمایا اسے اپنے بچوں پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اُسے اپنے گھر والوں[4] پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اُسے اپنے خادم پر خرچ کر[5] عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا تم جانو[6] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے

سکتی ہے تب بھی احادیث میں تعارض نہیں۔ [2] یعنی کوئی شخص اپنے بال بچوں کو بھوکا رکھ کر خیرات نہ کرے، پہلے اُن کا پیٹ بھرو، پھر بچ رہے تو اسکو خیرات کرو، یہ مطلب نہیں کہ اپنی زکوٰۃ پہلے اپنے بال بچوں کو دو پھر دوسروں کو، کیونکہ اپنی زکوٰۃ اپنی اولاد اور بیوی کو نہیں لگتی۔ [1] پہلے مسکین سے مراد اجنبی مسکین ہے یعنی اجنبی مسکین کو خیرات دینے میں صرف خیرات کا ثواب ہے اور اپنے عزیز مسکین کو خیرات دینے میں خیرات کا بھی ثواب ہے اور صلہ رحمی کا بھی، صلہ رحمی یعنی اہل قرابت کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے بہترین عبادت، پھر جس قدر رشتہ قوی اُسی قدر اُس کے ساتھ سلوک کرنا زیادہ ثواب ہے، اسی لئے رب تعالٰے نے اہل قرابت کا ذکر پہلے فرمایا کہ ارشاد فرمایا وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ [2] یہاں سائل کا سوال بطور مثال تھا یعنی اگر میرے پاس ایک ہی اشرفی ہو جو ایک ہی شخص کو کافی ہو تو میں کس پر خرچ کروں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سائل نے جھوٹ بولا کہ اسکے پاس تھیں تو زیادہ اشرفیاں اور کہا ایک اشرفی ہے۔ [3] کیونکہ سب سے پہلے ہم پر اپنے نفس کا حق ہے کہ اگر ہم جیتے رہیں گے تو سارے حق ادا کریں گے، اور اگر ہم ہی مر گئے تو عبادات معاملات سب کچھ ختم ہو گئے، ذات صفات پر مقدم ہے۔ [4] یہاں اہل یعنی گھر والوں سے مراد بیوی ہے، قرآن کریم نے اہل بیت بیوی کو فرمایا ہے، اولاد کا حق بیوی پر چند وجہ سے مقدم ہے ایک یہ کہ بیوی کا نفقہ بوقت ضرورت کما سکتی ہے، مگر چھوٹے بچے بالکل باپ کے محتاج ہیں کہ کمانے پر قادر نہیں، دوسرے یہ کہ بیوی کا خرچ اس پر لازم نہیں اگر طلاق دیدے تو ختم ہو گیا، مگر اولاد کا خرچ لازم ہے کہ وہ اُس کی ولدیت سے نہیں نکل سکتے۔ تیسرے یہ کہ بیوی بعد طلاق دوسرے کے نکاح میں جا کر اُس سے خرچ لے سکتی ہے مگر چھوٹی اولاد دوسرے کو نہ باپ بنا سکے نہ اُس سے خرچ لے سکے، یہاں اولاد سے مراد چھوٹی اولاد ہے، اگر بیٹا غنی اور بالغ ہو تو بیوی اُس پر مقدم ہو گی، یہ بھی ظاہر ہے کہ سائل کے ماں باپ نہ تھے اسی لئے والدین کے خرچ کا ذکر نہ فرمایا۔ [5] خادم سے مراد خدمتگار ہے انسان ہو یا گھوڑا وغیرہ جانور کیونکہ ان سب کا خرچہ مالک کے ذمہ ہے۔ [6] یعنی تمہیں اختیار ہے جو بچے ہوئے دینار کو کسی کام پر لگا دو، خواہ اپنے کسی یا دوسرے عزیزوں پر خرچ کر دو یا کسی اچھی جگہ لگا دو۔ سبحان اللہ کیا نفیس ترتیب ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالَّذِيْ يَتْلُوْهُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ لَهٗ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ فِيْهَا اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ يُسْاَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ مَعْنَاهُ۔ وَ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہیں بہترین آدمی نہ بتاؤں ۱؎ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے رہے ۲؎ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس کے بعد کون ہے وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں الگ ہے ان میں اللہ کا حق ادا کرتا ہے ۳؎ کیا میں تمہیں بدترین آدمی نہ بتاؤں وہ شخص ہے جو اللہ کے نام پر مانگا جائے اور اس پر بھی نہ دے ۴؎ (ترمذی، نسائی، دارمی) روایت ہے ام بجید سے ۵؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سائل کو دے کر لوٹاؤ اگرچہ جلی کھری ہی ہو ۶؎ (مالک، نسائی) اور ترمذی و ابوداؤد نے اس کے معنی روایت کیے۔ روایت ہے

۱؎ سرکار کا یہ پوچھنا سامعین کو شوق دلانے کے لئے ہوتا تھا کہ اس سے ان کو انتظار ہو جائے اور جو چیز انتظار کے بعد معلوم ہوتی ہے وہ یاد رہتی ہے لوگ یہاں خیر و شر سے انسانی خیر و شر مراد ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہترین بندے مومن ہیں سب رب تعالٰی فرماتا ہے "اُولٰٓئِکَ ہُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ" اور بدترین انسان کافر ہیں سب رب تعالٰی فرماتا ہے "اُولٰٓئِکَ ہُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ" ۲؎ یعنی ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہے، اعلان جنگ کا منتظر رہے چونکہ اس زمانہ میں گھوڑا جہاد کا بڑا ہتھیار تھا اسی لئے اس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، آج توپ و بندوق کی مشق کرنے والا ہوائی فوج کا آدمی جب تیاری جہاد کے لئے یہ سب کچھ کرے وہ اس میں داخل ہوگا شیخ نے فرمایا کہ یہ کلام حصر کے لئے نہیں بلکہ شمول کے لئے ہے یعنے یہ مجاہد بھی بہترین لوگوں میں سے ہے۔ ۳؎ عرب میں جانوروں والے لوگ جنگل میں اپنے گھر بنا لیتے تھے وہاں ہی جانوروں میں رہتے تھے ان کی حفاظت بھی کرتے تھے اور اپنا گزارہ بھی انہیں سے اسے افضل فرمایا گیا کہ یہ بستی کے اکثر فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں لوگوں سے اختلاط بہت سے گناہوں کا سبب ہے ۴؎ اس جملے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ شخص بدترین ہے جس سے فقیر اللہ کے نام پر کچھ مانگے اور وہ نہ دے اس صورت میں یعطی سے مراد مطلقًا دینا ہوگا خواہ ایک پیسہ ہی ہو یا بحالت مجبوری فقیر کو واپس دینا ہی ہو ایک یہ کہ وہ سائل بھکاری بدترین شخص ہے جو لوگوں سے اللہ کے نام پر مانگے اور لوگ اسے کچھ نہ دیں کیونکہ یہ سائل اللہ تعالٰی کے نام کی توہین کرتا ہے کہ پیسہ پیسہ کے لیے اللہ کا نام ہر کس و ناکس کے سامنے لیتا ہے۔ اشعۃ اللمعات ۵؎ آپ کا نام حوا بنت زید ابن سکن ہے مگر اپنی کنیت سے مشہور ہیں انصاریہ ہیں صحابیہ ہیں، آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں ۶؎ یہاں سائل سے مراد حاجت مند سائل ہے اور جلی کھری سے مراد نہایت معمولی چیز ہے جس کی کوئی قیمت نہ ہو یعنے اگر کوئی حاجت مند سائل آئے تو اسے خواہ معمولی چیز ہی بن پڑے دے دو خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے، آج کل کے پیشہ ور سائل اور جن سائلوں کو دینا منع ہے وہ اس میں داخل نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو کچھ بھی نہ دیا ہے کیونکہ وہاں سائل غیر حاجت مند تھے یا ایسی چیز مانگتے تھے جس کے وہ مستحق نہ تھے یا پیشہ ور بھیک سے انہیں روکنا مقصود تھا

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنْکُمْ بِاللّٰہِ فَاَعِیْذُوْہُ وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰہِ فَاَعْطُوْہُ وَمَنْ دَعَاکُمْ فَاَجِیْبُوْہُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًا فَکَافِئُوْہُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُکَافِئُوْنَہٗ فَادْعُوْا لَہٗ حَتّٰی تَرَوْا اَنْ قَدْ کَافَاْتُمُوْہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُسْاَلُ بِوَجْہِ اللّٰہِ اِلَّا الْجَنَّۃُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ اَبُوْطَلْحَۃَ

حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم سے اللہ کی پناہ مانگے اسے پناہ دے دو[1] اور جو اللہ کے نام پر مانگے اسے کچھ دو اور جو تمہیں دعوت دے اس کی دعوت قبول کرو[2] اور جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کا بدلہ کرو[3] اگر بدلہ کی چیز نہ پاؤ تو اس کو دعائیں دو حتی کہ سمجھ لو کہ تم نے اس کا بدلہ کر دیا[4] (احمد، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے نام پر صرف جنت ہی مانگی جائے[5] (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ

1 یعنی جو تمہاری سختی یا ظلم کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معافی دے دو یا کوئی دوسرا اس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کر سکتے ہو تو کر دو یہ حکم انفرادی معاملات میں ہے، قوم یا دین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ امن و دین میں خلل نہ پڑے۔ لہذا یہ حدیث … کے خلاف نہیں … ۲ بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو لہذا جس دعوت میں ناچ گانا یا … کی جگہ ہو وہاں نہ جائے … فقہاء کے خلاف نہیں۔ ۳ اس طرح کہ جیسا تم سے کوئی اچھا سلوک کرے تم بھی اس سے ویسا سلوک کرو، رب تعالیٰ فرماتا ہے ہَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ اور فرماتا ہے وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ۔ یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لئے ہے ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں۔ شعر

سیا علم کا حضرت امام علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

۴ اس طرح کہ کہو جزاک اللہ یا اس کا کھانا کھا کر کہو اللّٰھم اطعم من اطعمنا واسق من سقانا وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا تو آپ پہلے اسے دعائیں دیتیں، پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعائیں کیوں دیتی ہیں فرمایا کہ میرا صدقہ عوض سے بچا رہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا (مرقات) ۵ اس بنا پر حضرت صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص نہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کر سکتا ہے اور نہ بقدر احسان دعائیں ہی دے سکتا ہے کہ ان کے احسانات ہر آن بیشمار پہنچ رہے ہیں ہر کلمہ ہر تلاوت ہر نماز بلکہ ہر نیک عمل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات ہیں لہذا مرتے مرتے ان کو دعائیں دو یعنی درود پاک پڑھو۔ شعر

جی رہا تھی جن کی کرا ہے ثنا مرتے دم تک اس کی مدحت کیجیے

اکثر الانصار بالمدینۃ مالا من نخل وکان احب اموالہ الیہ بیرحاء وکانت مستقبلۃ المسجد
وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخلھا ویشرب من ماء فیھا طیب قال
انس فلما نزلت ھذہ الآیۃ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون قام ابو طلحۃ الی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان اللہ تعالی یقول لن تنالوا البر حتی تنفقوا
مما تحبون وان احب مالی الی بیرحاء وانھا صدقۃ للہ تعالی ارجو برھا وذخرھا

مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ باغوں والے تھے اور انھیں زیادہ پیارا مال باغ بیرحاء تھا جو مسجد شریف کے سامنے تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لیجاتے تھے اور وہاں کا بہترین پانی پیتے تھے ۲؎ حضرت انس رضی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت لن تنالوا البر الخ نازل ہوئی ۳؎ تو حضرت ابو طلحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑے ہوکر بولے یارسول اللہ رب تعالے فرماتا ہے کہ تم بھلائی اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنا پسندیدہ مال خرچ نہ کرو اور مجھے بہت پسندیدہ مال باغ بیرحاء ہے اب وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے میں اللہ کے پاس اس کا ثواب اور اس کا ذخیرہ

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا ایسے پیارے سے محبت کیجئے

۱؎ شیخ نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے ایک یہ کہ کسی شخص سے اللہ کے نام پر کچھ نہ مانگو کیونکہ اللہ تعالٰی کے نام پر مانگنے کی چیز جنت ہے، اور یہ شخص جنت دے نہیں سکتا دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰے سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو بلکہ اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یوں عرض کرو اللّٰھم انا نسئلک بوجھک الکریم ان تدخلنا الجنۃ۔ فقیر حقیر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالٰے کے نام پر جنت مانگو، جیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالٰے عنہ نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی اسئلک مرافقتک فی الجنۃ بعض عشاق کہتے ہیں کہ خدا تعالٰے سے جناب مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالٰے کو مانگو

محمد از تو میخواہم خدا را
خدایا از تو عشق مصطفٰے را

حضرت ربیعہ نے بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حضور ہی کو مانگا اگرچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لیے جنت بھی مانگ لی عرض کیا کہ آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں، جو جنت میں ہوگی۔ ۲؎ حضرت طلحہ کے ایک باغ کا نام ہے، اس نام کے محدثین نے آٹھ معنے کئے ہیں، جن میں سے ایک یہ کہ حاء ایک آدمی کا نام تھا جس نے یہ کنواں کھدوایا تھا چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا لہذا باغ کا نام بھی یہی ہوا، وہ کنواں اب تک موجود ہے فقیر نے اس کا پانی پیا ہے، دوسرے یہ کہ بیرحاء بروزن فعیلی ہے ایک ہی لفظ ہے براح سے مشتق بمعنے کھلی زمین، پہلی صورت میں اس کے معنے ہوں گے حاء کا کنواں دوسری صورت میں معنے ہوں گے کھلا باغ (از مرقات وغیرہ) ۲؎ یعنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہاں کا پانی بہت محبوب تھا اسی لئے حجاج بھی ضرور اس کا پانی برکت کے لئے پیتے ہیں۔ ۳؎ جس میں ارشاد ہوا کہ تم بھلائی یعنی رضائے الٰہی یا جنت اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر نور العرفان میں ملاحظہ فرمایئے۔

عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا

چاہتا ہوں ۱؎ یارسول اللہ آپ اسے وہاں خرچ کریں جہاں رب تعالٰی آپ کی رائے قائم فرمائے ۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب خوب یہ تو بڑا نفع کا مال ہے ۳؎ جو تم نے کہا میں نے سن لیا میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے اہل قرابت میں وقف کردو ۴؎ ابو طلحہ بولے یارسول اللہ میں یہی کرتا ہوں پھر اسے ابو طلحہ نے اپنے عزیزوں اور چچازادوں میں تقسیم کردیا ۵؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کلیجے کو سیر کردو ۶؎

۱؎ حضرت ابو طلحہ کے اس عرض و معروض کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اس عمل خیر پر گواہ ہوجائیں اور مسلمانوں میں اس وقف کا اعلان ہوجائے۔ خیال رہے کہ دوسرے نفلی صدقات اگرچہ خفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقف کا ہر طرح اعلان کردینا سخت ضروری ہے تاکہ آئندہ اس موقوف چیز پر کوئی ناجائز قبضہ نہ کرسکے حتی کہ مسجد کی علامت میں مینار گنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کردیئے جائیں جس سے وہ دور سے ہی مسجد معلوم ہو لہذا اس میں ریا نہیں بلکہ وقف کا باقی رکھنا ہے نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا ریا کیلئے نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کیلئے تھا لہذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں اس باغ کی آمدنی لگادیں کہ وہاں خرچ ہو لہذا چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا اپنی نفس کیطرف نہیں ہوتا بلکہ رب تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے اسی لیئے اس طرح عرض کیا حَیْثُ اَرَاکَ اللّٰہُ صحابہ کرام اپنے صدقے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خرچ کراتے تھے تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے قبول ہوجائیں، رب تعالٰی فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا یعنی آپ ان کے مالوں کے صدقے وصول فرمالیں اور ان کے ذریعہ انہیں پاک صاف فرمادیں آج مسلمان ختم و فاتحہ میں عرض کرتے ہیں نذر اللہ نیاز رسول اللہ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے ۳؎ عرب میں نہایت خوشی کے اظہار کے وقت کہا جاتا ہے بخ بخ یعنی خوب خوب، رابح ربح سے بنا یعنی نفع، رب تعالٰی فرماتا ہے فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ یعنی یہ مال بہت نفع والا ہے جیسے لابن دودھ والا اور تامر چھوہاروں والا یعنی اے ابو طلحہ تمہیں اس باغ کے وقف سے بہت نفع ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کونسا عمل کس درجہ کا قبول ہے یہ باغ کیوں قبول نہ ہوتا باغ بھی اچھا تھا وقف کرنے والے بھی اچھے یعنی صحابی اور جن کے ہاتھ وقف کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴؎ یعنی اپنے عزیز قارب فقراء کو اس کا مصرف بنادو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھایا کریں تاکہ تمہیں صدقے کے ساتھ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملتا رہے خیال رہے کہ بعض اوقاف وہ ہوتے ہیں جن سے امیر و غریب حتی کہ وقف کرنے والا بھی نفع حاصل کرسکتا ہے جیسے کنواں، مسجد، قبرستان، مسافرخانہ ۵؎ اس کے معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ باغ تو وقف ہی رہا مگر اس کی آمدنی تقسیم کردی گئی کہ اتنے حصے کے فلاں متولی کہ خود کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں اور

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ۔ بَابُ صَدَقَةِ الْمَرْأَةِ مِنْ مَّالِ الزَّوْجِ ۔ اَلْفَصْلُ
الْاَوَّلُ ۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ
طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهٗ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ
مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ

بیہقی نے شعب الایمان باب خاوند کے مال سے بیوی کی خیرات ۔ فصل پہلی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات کر دینے کا ثواب ہوگا ۲؎ اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب اور خزانچی کو بھی اس کے برابر جن میں کوئی دوسرے کے ثواب کچھ کم نہ کریگا ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے ۴؎ اس کے صریحی حکم کے بغیر خیرات کرے۔

اتنے حصے کے فلاں، دوسرے کو خود باغ ہی کو تقسیم کردیا کہ ان لوگوں کو ان حصوں کا مالک بنا دیا مگر اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ امارت میں ان کے اہل قرابت سے وہ باغ خرید لیا اور وہاں اپنی عالی شان بلڈنگ بنائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم بطریق تملیک تھی بطریق تقسیم تولیت تھی حضرت حسان ابن ثابت و ابی ابن کعب کو بھی اس حصہ ملا تھا ۔ ۳؎ جگر کے کلیجے سے مراد ہر جیتا جاندار ہے انسان ہو یا دیگر جانور پھر انسانوں میں مومن ہو یا کافر (مرقات و اشعہ) مگر اس سے موذی جانور علیحدہ ہیں جیسے شیر بھیڑیا سانپ وغیرہ بعض مشائخ کے ہاں لنگر عام جاری ہوتا ہے جہاں ہر آنے والا کھاتا ہے بعض بزرگوں کے ہاں جانوروں کبوتروں کو دانہ وغیرہ ڈالا جاتا ہے بعض لوگ مدینہ منورہ کے کبوتروں کیلیے حاجیوں کے ہاتھ دانہ بھیجتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے۔ ۱؎ اگرچہ باب میں صرف بیوی کا ذکر ہے مگر اس میں خادم اور غلام سب شامل ہیں اسی لیئے اس باب میں غلام کے خرچ کرنے کا بھی ذکر ہوگا چونکہ عموماً بیویاں ہی خاوند کے مال سے خیرات کیا کرتی ہیں غلام نوکر کسی کے پاس ہوتے ہیں اس لئے بیویوں کا ذکر ہوا ۔ ۲؎ اگرچہ حدیث پاک میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنیکی خاوند کیطرف سے عادۃً اجازت ہوتی ہے جیسے پیسہ آدھا پیسہ کپڑا آدھا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا روٹی سالن داخل ہے جس کی خیرات کرنیکا خاوند کیطرف سے ناراض نہیں ہوتا اگر خاوند نے کوئی خاص حلوہ یا مٹھائی اپنے گھر کے خرچ کیلیے بہت روپیہ خرچ کرکے تیار کی ہے تو اس میں سے خیرات کی عورت کو اجازت نہیں مرقات نے فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ بھکاری فقیر پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہے کہ مال برباد کرنیکی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کرنیکی عادت ہوتی ہے ۔ ۳؎ یہاں اصل ثواب میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار ثواب میں فرق ہے کہ خزانچی کا ثواب ان سب سے زیادہ ہوگا لہذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جن میں عورت کیلئے آدھا ثواب فرمایا گیا ہے کہ یہاں اصل ثواب میں برابری مقصود ہے اور وہاں مقدار ثواب میں فرق ہے ۔ ۴؎ خاوند کی کمائی اس لئے قید لگائی

فَلَهَا نِصْفُ اَجْرِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِیْنُ الَّذِیْ یُعْطِیْ مَا اُمِرَ بِهٖ کَامِلًا مُّوَفَّرًا طَیِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَیَدْفَعُهٗ اِلَی الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقَیْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۔ عَنْ

تو اسے خاوند سے آدھا ثواب ہوگا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان امانت دار خزانچی کہ جو اسے حکم دیا جائے وہ پورا اور مکمل خوش دلی سے خیرات کر دے اور اس کو دے جسے دینے کو کہا گیا وہ بھی دو میں سے ایک صدقہ دینے والا ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئیں میرا خیال ہے کہ اگر کچھ بولتیں تو خیرات کرتیں تو کیا انہیں ثواب ہوگا اگر میں ان کی طرف سے خیرات کر دوں فرمایا ہاں (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے۔

کہ اگر عورت اپنی ملک سے خیرات کرے تو اس کا یہ حکم ہے انہیں ۔ ۱ یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند نے صراحۃً تو خیرات کی اجازت نہ دی ہو مگر عرفاً اجازت ہو جیسے کہ معلوم ہو کہ خاوند اس خرچ سے ناراض نہ ہوگا عورت کو آدھا ثواب اس لئے فرمایا کہ مرد کمانے والا ہے کمانے میں محنت زیادہ ہوتی ہے اور ثواب بقدر مشقت ملتا ہے ۔ ۲ بادشاہوں کے امیروں کے ہاں خزانچی بھی ملازم ہوتے ہیں جن کے پاس مالک کا روپیہ جمع رہتا ہے جس کو وہ لین دین کرتے ہیں اور حسب حکم خرچ کرتے ہیں خزانچی مسلمان بھی ہوتے تھے کافر بھی اگلا امور مسلمان خزانچی کے لئے ہے کیونکہ کافر کسی نیکی کے ثواب کا مستحق نہیں ثواب عبادت پر ملتا ہے اور قبولیت کی شرط اسلام ہے اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کو چاہیئے کہ حتی الامکان خزانچی مسلمان رکھے اور کلیدی آسامیوں پر مسلمان کو رکھے رب تعالٰی نے فرمایا ہے۔ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ کفار کو اپنا خیر خواہ وزیر نہ بناؤ اور جب دینی مسلمان کو خزانچی بناؤ گے یعنی اگر مسلمان امین خزانچی ہے صدقہ دیتے وقت چار صفتیں جمع ہو جائیں تو مالک کی طرح اسے بھی صدقہ کا ثواب ملیگا مالک کے حکم سے صدقہ دے پورا پورا دے صدقہ حکم سے کم نہ دے خوش دلی سے دے جل کر نہ دے جیسا کہ بعض خازنوں کی عادت ہے کہ مالک خیرات کرے ان کی جان جلے جہاں صدقہ دینے کو کہا گیا ہے وہاں ہی دے مصرف نہ بدلے مسجد میں دینے کو کہا ہے تو مسجد میں دے خانقاہ پر خرچ کرنے کو کہا ہے تو وہاں ہی خرچ کرے وصی کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ یہ حدیث گویا اس آیت شریف کی تفسیر ہے ۔ ۳ یہ سائل حضرت عبادہ ابن عبادہ تھے ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود ابن قیس ابن عمرو ابن زید تھیں ۵ ہجری میں ہارٹ فیل (HORT FAIL) یعنی حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئیں ناگہانی موت غافل کیلئے عذاب ہے کہ اسے توبہ اور نیک اعمال کا موقعہ نہیں ملتا مگر ذکر خدا میں رہنے والے مومن کے لئے رحمت کہ اللہ تعالٰی اسے بیماری کی شدتوں سے بچا لیتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں آپ کی والدہ صحابیہ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکی تھیں، بڑی عابدہ زاہدہ تھیں ۔ ۴ یعنی ماں ان کی طرف سے تم صدقہ دو انہیں ضرور ثواب ملیگا لمعات میں حضرت

أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ . وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ قَامَتِ امْرَأَةٌ جَلِيلَةٌ كَأَنَّهَا مِنْ نِسَاءِ مُضَرَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّا كَلٌّ عَلَى آبَائِنَا وَأَبْنَائِنَا وَأَزْوَاجِنَا فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ قَالَ الرَّطْبُ

حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر خاوند کی اجازت کچھ خرچ نہ کرے۱؎ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کھانا بھی نہیں فرمایا یہ تو ہمارا بہترین مال ہے۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ایک شاندار عورت شاید وہ مضر کی عورتوں سے تھی۳؎ کھڑی ہوئی بولی یا نبی اللہ ہم تو اپنے باپ دادوں بیٹوں اور خاوندوں پر بوجھ ہیں۴؎ تو ہمیں ان کے مالوں سے کس قدر درست ہے فرمایا۔

شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس کے لئے دعا کرنا سنت ہے اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے صدقہ کے ثواب پہنچنے پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے البتہ بدنی عبادات کے متعلق علماء میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے ہم نے امام سعد کی حدیث میں اس مسئلہ کی وضاحت بیان کر دی ہے کہ ہر قسم کا ایصال ثواب کی احادیث قرآنی آیات کے خلاف ہیں کہ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى اور اس کے کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کیونکہ ان آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادتیں ادا نہیں کر سکتا کہ اس کی طرف سے فرض ادا کریں کہ یہ بدلہ دے سکے وہاں کے لئے عذر ہے ثواب کچھ اور ہے ان آیات میں کسب و سعی کا ذکر ہے نہ کہ ثواب کا ایصال ثواب تو قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب تفسیر نور العرفان شریف اللمعات میں اسی جگہ ہے کہ شیخ عز الدین عبدالسلام کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا فرمایا ہم دنیا میں تو تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے مگر یہاں دیکھا کہ تلاوت کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

۱؎ یعنی بیوی خاوند کے مال سے بغیر اجازت خیرات نہ کرے اجازت خواہ صریحی ہو یا عرفی جیسے عام طور پر بیویوں کو خاوندوں کی طرف سے روٹی کا ٹکڑا معمولی چیز خیرات کر دینے، مہمانوں کی خاطر تواضع کر دینے کی اجازت ہوتی ہے بلکہ خاوند اس پر مطلع ہو کر خوش ہوتے ہیں کہ ہماری بیوی سلیقہ مند ہے مہمان نواز ہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔ ۲؎ یعنی کھانا تو بہترین مال ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے جب اپنے خاوند کی اجازت بغیر معمولی چیز بھی خرچ نہیں کر سکتی تو کھانے جیسی بہترین چیز کیسے خیرات کر سکتی ہے اس کا مطلب بھی عرض کیا گیا۔ ۳؎ یعنی حسین صورت، دراز قامت، عزت و شرف والی کہ قبیلہ مضر کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے آج مصری لوگ یعنی غالبًا وہ بی بی قبیلہ مضر سے تھیں۔ ۴؎ یعنی یہ لوگ ہم کو ہمارے حق پورے نہیں دیتے ہم پر خرچ کرتے گھبراتے ہیں۔ خیال رہے کہ لڑکی کا خرچ شادی تک یعنی بچپنے میں باپ کے ذمہ ہے شادی کے بعد خاوند کے ذمہ، صاحب اولاد ہونے کے بعد بیٹے پر ماں باپ کی ہر طرح کی خدمت لازم ہے مگر پھر بھی

تَأْكُلُهُ وَتُهْدِيهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُد ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى أَبِي اللَّحْمِ قَالَ أَمَرَنِي مَوْلَايَ أَنْ أُقَدِّدَ لَحْمًا فَجَاءَنِي مِسْكِينٌ فَأَطْعَمْتُهُ مِنْهُ فَعَلِمَ بِذَالِكَ مَوْلَايَ فَضَرَبَنِي فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهُ فَدَعَاهُ فَقَالَ لِمَ ضَرَبْتَهُ قَالَ يُعْطِي طَعَامِي بِغَيْرِ أَنْ آمُرَهُ فَقَالَ الْأَجْرُ بَيْنَكُمَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوكًا فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوَالِيَّ بِشَيْءٍ قَالَ نَعَمْ وَ

تو کھاتا ہے اور ہدیہ دے سکو ہے (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عمیر سے جو ابی اللحم کے غلام ہیں[1] فرماتے ہیں کہ میرے مولا نے مجھے گوشت سکھانے کا حکم دیا[2] کہ ایک مسکین آگیا جسے میں نے اس میں کچھ دے دیا[3] اس کی خبر میرے مولا کو ہوئی تو اس نے مجھے مارا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ماجرا حضور سے عرض کیا[4] حضور نے انہیں بلایا فرمایا تم نے انہیں کیوں مارا عرض کیا کہ یہ میرا کھانا میری بغیر اجازت دے دیتا ہے فرمایا ثواب تم دونوں کو ہے[5] ایک روایت میں یوں ہے کہ فرماتے ہیں میں غلام تھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اپنے مولا کے مال سے کچھ خیرات کردیا کروں فرمایا ہاں اور

خاوند پر اس کا خرچہ ہے گا[1] یعنی پکے ہوئے کھانے سے جو بڑھا رہ جائے انہیں خود بھی کھا لو اور ہدیہ بھی دو ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان چیزوں کے ہدیہ کی عرفًا اجازت ہوتی ہے حق یہ ہے کہ یہ حدیث باپ، اولاد، خاوند سب کے مال کے متعلق ہے لڑکی باپ کے مال سے، ماں اولاد کے مال سے، بیوی خاوند کے مال سے بغیر صریحی اجازت اس قسم کی چیزوں سے صدقہ ہدیہ سب کچھ کر سکتی ہے حق یہی ہے[2] عمیر صحابی ہیں غزوہ خیبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان کے مولیٰ بھی صحابی ہیں ان کے مولیٰ کا نام عبداللہ ہے لقب ابی اللحم یعنی گوشت سے انکاری ہو کہ یہ گوشت کی تجارت کرتے تھے مگر خود بالکل نہ کھاتے تھے اس لئے ان کا یہ لقب ہوا بعض نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام کا ذبح کیا ہوا گوشت نہ کھاتے تھے مشہور ہے اپنے صاحبزادے ہیں جنگ بعد میں شریک ہوئے اور غزوہ حنین میں شہید ہوئے[3] اُقَدِّدُ قدد سے بنا بمعنی گوشت سکھانا ہے یا پارچہ پارچہ کرنا بھی اس معنی میں استعمال ہوتا ہے اہل عرب گوشت سکھا کر بعد میں استعمال کرتے ہیں اب بھی عرب کا گوشت ولایت بند ڈبوں میں آتا ہے[4] چوری یا مولیٰ کے نقصان کی نیت سے نہیں بلکہ محض ثواب کی غرض سے کیونکہ غلاموں کو اس قسم کے صدقات کی عادۃً اجازت ہوتی ہے[5] اس جملہ سے فقیر کی شرح کو قوت پہنچتی ہے اگر ان کی نیت فاسد ہوتی تو اس واقعہ کو دبا لیتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت نہ لاتے شکایت کا منشا یہ ہی تھا کہ میں تو مولیٰ کے مال سے صدقہ کرکے ان کا فائدہ کرتا ہوں وہ مجھے مارتے ہیں[6] یعنی اگر تم اس کے دینے پر راضی ہو جاؤ تو تم بھی ثواب پاؤ، اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ غلام کو مولیٰ کی بغیر اجازت اس کے مال میں تصرف کرنے کی مطلقًا اجازت دے دی جائے بلکہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی نیک نیتی پر مطلع تھے اس لئے ان کے مولیٰ کو ایک بہتر بات کی ہدایت دی اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولیٰ بلا قصور بھی غلام کو مار دے تو مولیٰ پر اس کا قصاص نہیں یونہی اگر باپ بیٹے کو استاد شاگرد کو غلط فہمی کی بنا پر بلاوجہ بھی مارے تو قصاص نہیں، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے

الْأَجْرُ بَيْنَكُمَا نِصْفَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ بَابُ مَنْ لَا يَعُودُ فِي الصَّدَقَةِ ۞ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۞ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ وَفِي رِوَايَةٍ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ

تا پہ تم دونوں کو آدھا آدھا اجر ملتا ہے (مسلم) باب کوئی شخص صدقہ واپس نہ لے پہلی فصل پہلی روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا جس کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اسے برباد کر دیا میں نے چاہا کہ گھوڑا خرید لوں میرا خیال تھا کہ سستا بیچ دے گا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا اسے نہ خریدو اور نہ اپنا صدقہ واپس لو اگرچہ تمہیں ایک درہم میں دے دے کیونکہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرکے چاٹ لے ایک روایت میں ہے کہ صدقہ واپس نہ لو کہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا

یا قصور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لیے مگر اصل واقعہ و حضرت ہارون علیہ السلام کا بے قصور ہی معلوم ہونے پر ان کیلئے دعا کی لیکن قصاص نہ دیا لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو حضرت عکاشہ کے سامنے پیش فرمانا تعلیم عدل کیلئے ہے نہ کہ بیان قانون کے لیے اس کا مطلب وہی ہے جو پہلے عرض کیا جا چکا کہ اس سے وہ صدقے مراد ہوتے ہیں جن میں مولیٰ کی طرف سے غلام کو صرف خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے ورنہ کسی مال کی بغیر اجازت خیرات نہیں کر سکتے ۲؎ صدقہ واپس لینے کی چند صورتیں ہیں دیکر واپس لے لینا دیکر خرید لینا دینے کے بعد بطور میراث پھر صدقہ کا وارث ہونا پہلی صورت بالکل ناجائز ہے اور تیسری صورت بالکل جائز، دوسری صورت میں کچھ تفصیل ہے بعض کا خیال ہے کہ ہدیہ کو واپس لینا جائز ہے اگرچہ بہت برا اسکی بحث پہلے ہو چکی، مگر صدقہ دے کر واپس لینا جائز ہی نہیں ۳؎ بطور خیرات تاکہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے، عاریۃً دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنا دینا مراد ہے ۴؎ کہ اس طرح کہ اسکی خدمت کم کر دی ہے وہ کمزور ہو کر گویا برباد ہی ہو گیا تھا ۵؎ یا اس لئے کہ گھوڑا کمزور ہو چکا ہے جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی یا اسلئے کہ میں اس کا محسن ہوں، مجھے رعایت سے دے گا کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے، دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے ۶؎ اس جملہ کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کا خریدنا حرام ہے، مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقعہ پر فقیر صدقہ دینے والے کی گذشتہ مہربانی کا خیال کرتے ہوئے اسے سستا دے دیگا، اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے، مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اس نے ۸۰ میں دے دیا، تو گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کرکے واپس لے لئے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اس کی مثال بالکل یوں سمجھو کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیر کو صدقہ دیا، اس نے اس مال کا کھانا پکا کر تمہاری دعوت کی، یہ اگر اس مہربانی کے شکریہ میں ہو، تو وہ دعوت ناجائز ہے، اور اگر عام دعوت تھی جس میں اتفاقاً تمہیں بھی بلا لیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

كالعائد في قيئه. متفق عليه. وعن بريدة قال كنت جالسا عند النبي صلى الله عليه وسلم إذ أتته امرأة فقالت يا رسول الله إني تصدقت على أمي بجارية وإنها ماتت قال وجب أجرك وردها عليك الميراث قالت يا رسول الله إنه كان عليها صوم شهر أفأصوم عنها قال صومي عنها قالت إنها لم تحج قط أفأحج عنها قال نعم حجي عنها. رواه مسلم.

كتاب الصوم

الفصل الأول

عن أبي هريرة قال قال رسول

ایسا ہے جیسے اپنی قے دوبارہ کھا لینے والا ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی بولی یا رسول اللہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی اور ماں فوت ہو گئیں۲ فرمایا تمہارا ثواب پورا ہو گیا اور میراث نے تمہیں لونڈی واپس دے دی۳ عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں پر ایک مہینہ کے روزے تھے کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ دوں فرمایا رکھ دو۴ بولی انہوں نے حج کبھی نہ کیا تھا کیا میں کروں فرمایا ہاں ان کی طرف سے حج کر دو۵ (مسلم) روزے کا بیان پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

---

۱ اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ کتے کے اپنی قے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی جائیگا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائیگی اگرچہ کام بہت برا ہے یہ ہی تشبیہ ہبہ واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہبہ کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۲ یعنی صدقہ کی لونڈی بطور میراث مجھے مل رہی ہے آیا اسے لوں یا لونڈی کسی اور کو خیرات دے دوں اس سوال سے معلوم ہوا کہ اگر غریب ماں باپ صدقہ نفلی دے سکتے ہیں صدقہ فرض نہیں دے سکتے اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی اور ہو سکتا ہے کہ ان بی بی نے اپنی ماں کو لونڈی بطور ہدیہ دی ہو اور صدقہ سے مراد ہدیہ ہو۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطور میراث اگر اپنا صدقہ لوٹ آئے تو اس کا لینا جائز ہے بعض علماء نے فرمایا کہ دوسرے فقیر کو دیدے کیونکہ یہ حق اللہ بن چکا ہے مگر یہ قول حدیث کے مقابل ہے لہذا رد ہے۴ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ میت کے قضا روزے وارث رکھ سکتا ہے لیکن امام ابوحنیفہ و شافعی و مالک علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں نہیں رکھ سکتا کیونکہ روزہ خالص بدنی عبادت ہے جس میں نیابت ناجائز ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ اور فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ روزے رکھے یہاں روزوں کا کفارہ مراد ہے یعنی تم اپنی ماں کے روزوں کا فدیہ دیدو جو گویا روزہ ہے۵ خواہ انہوں نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اگر ان پر حج فرض تھا تو ان کی طرف سے تم کر دو تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قریب الفنا بیمار یا بوڑھے کی طرف سے اور میت کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے کیونکہ حج خالص بدنی عبادت نہیں بلکہ بدنی اور مالی کا مجموعہ ہے جو سخت مجبوری اور معذوری کی حالت میں دوسرے کے ادا کر دینے سے ادا ہو سکتا ہے لہذا یہ حدیث ان تمام بزرگوں کی دلیل ہے عبادات تین قسم کی ہیں محض بدنی محض مالی بدنی و مالی کا مجموعہ محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقًا ناجائز ہے جیسے روزہ، نماز، اور محض مالی

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِي رِوَايَةٍ فُتِحَتْ
أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ وَفِي رِوَايَةٍ فُتِحَتْ أَبْوَابُ
الرَّحْمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب رمضان آتا ہے ۱؎ تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۲؎ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں ۳؎ ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک باب الریان ہے جس میں صرف روزے دار داخل ہوں گے ۴؎ (مسلم بخاری)

میں مطلقًا جائز جیسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ اور مجبوری میں ذاتی عذر میں جائز ہے نام ترک۔ صوم کے لغوی معنے ہیں باز رہنا قرآن کریم فرماتا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا یعنی میں نے بات چیت سے باز رہنے کی منت مانی ہے شریعت میں صبح سے شام تک بہ نیت عبادت صحبت اور کسی چیز کے پیٹ یا دماغ میں داخل کرنے سے باز رہنے کو صوم کہا جاتا ہے روزہ کا منشاء ہے نفس کا زور توڑنا، دل میں صفائی پیدا کرنا فقراء اور مساکین کی موافقت کرنا، مساکین پر اپنے دل کو نرم بنانا روایت میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے زمانہ قحط میں پیٹ بھر کھانا نہ کھایا تھا کہ کبھی بھوکوں ناداروں کا حق نہ بھول جائیں۔ لمعات مرقات و اشعۃ اللمعات وغیرہ مسلمانوں پر ۲ ہجری میں تبدیلی قبلہ کے ایک مہینہ بعد ہجرت کے اٹھارھویں مہینہ دسویں شعبان کو روزے فرض ہوئے روزے کی فرضیت میں چار قسم کی تبدیلیاں ہوئیں جنہیں ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پارہ دوم میں تفصیل وار بیان کیا ہے۔ ۱؎ رمضان رمض سے بنا بمعنے گرمی یا گرم پتھر جیسے گرمی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ مٹا کر انہیں نیک کار کے درجہ پر پہنچاتا ہے اور ابرار کا قرب الٰہی زیادہ کرتا ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں نیز یہ اللہ کی رحمت، محبت، رضوان، امان اور نور لیکر آتا ہے اس لئے رمضان کہلاتا ہے خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر میں عبادات اور تلاوت قرآن اسی مہینہ میں قرآن کریم اترا اور اسی مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا، رمضان کے تفصیلی فضائل ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں دیکھو۔ ۲؎ حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آگیا اور وہ روزہ داروں کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ ۳؎ یہ حدیث بھی اپنے ظاہری معنے پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقعی دوزخ کے دروازے ہی بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے درحقیقت میں ابلیس مع اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے اس مہینہ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمان و اخلاص سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۱ اور جو رمضان میں ایمان و اخلاص سے راتوں میں عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۲ اور جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۳ (مسلم، بخاری)
روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کی ہر نیکیاں دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھائی جائیں گی۴ رب تعالٰی نے فرمایا ہے سوائے روزہ کے کہ روزہ تو میرا ہے۵

میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے۔ فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت سے اعتراضات دفع ہوگئے مثلاً یہ کہ جب ابھی جنت میں کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دوزخ کے دروازے بند ہوگئے تو رمضان میں گرمی کہاں سے آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہوگیا تو اس مہینہ میں گناہ کیوں ہوتے ہیں۔۶ یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں۔۷ ریان ریّ سے بنا بمعنی سیرابی و سبزی چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوک کے پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لیے ان کے داخلے کیلئے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب سبزہ و پھل خوشبودار سیرابی ہے اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم و گمان میں آسکتا ہے نہ بیان ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ خور اور روزہ ترک مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہوجائیں مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کیلئے مخصوص ہے۔۱ احتساب حسب سے بنا بمعنی گمان کرنا لہٰذا سمجھنا احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا لہٰذا جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہوجائیں اس کا نفع تو بے شمار ہے دفع مزید یہ ہے کہ اس سے سارے صغیرہ گناہ حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندؤوں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کیلئے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کیلئے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔۲ اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد۔۳ مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہوجاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور تراویح کی برکت

أَنَا أَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ أَجْلِيْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَ

اور میں ہی اس کا ثواب دونگا[1] وہ میرے لئے اپنی شہوت اور اپنا کھانا چھوڑتا ہے[2] روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملتے وقت[3] روزہ دار کی منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے[4] اور روزے ڈھال ہیں[5] اور

ہے گناہ کبیرہ بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہوگئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوا کہ یعنی قانوناً ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا ہے اگر اللہ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے اس حدیث سے دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا اور دوسری كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ[1] اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ یہ میرا ہے چند وجہوں سے ایک یہ کہ دیگر عبادات میں طاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب روزہ دار میں علامات عشق جمع ہو جاتی ہیں۔ شعر

عاشقاں را شش نشان است اے پسر ۔ آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

گر ترا پرسند سہ دیگر کدام ۔ کم خورد کم گفتن و خفتن حرام

اور عطیہ کا عوض ثواب ہے عاشق کا عوض لقائے یار دوسرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے جو اندر باہر کچھ کھائے پیئے وہ صفا مخلص ہی ہے ریاکار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کر سکتا ہے تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہل حقوق چھین سکتے ہیں حتی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لیگا (شامی) مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا رب تعالیٰ فرمائیگا کہ روزہ میرا ہے کسی کو نہیں دونگا چوتھے یہ کہ کفارہ وغیرہ کے سوا دوسری عبادتیں بتوں کیلئے بھی کر لیتے ہیں قربانی، سجدہ، حج و خیرات وغیرہ مگر کوئی کافر بت کیلئے روزہ نہیں رکھتا اگر روزہ رکھتے بھی ہیں تو صفائی نفس کیلئے تاکہ اس صفائی سے جوگ سے قرب حاصل ہو غرض کہ روزہ غیر اللہ کیلئے نہیں ہوتا (از مرقات، اشعہ وغیرہ)

[1] اس عبارت کی دو قرأتیں ہیں اجزی معروف اور اجزی مجہول یعنی روزہ کا بدلہ میں بلاواسطہ خود دونگا یا میں خود روزہ دار روزہ کا بدلہ ہوں یعنی روزہ دار کو میں ملونگا جو جاہل دو دن اس کی جزا مقرر نہیں یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا رب اس کی وجہ آگے آرہی ہے۔ [2] یعنی دوسرے عابد عابد ہیں یہ عابد بھی ہے اور عاشق بھی یا روزہ دار ریا کے لئے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میرے رضا کے لئے چھوڑتا ہے ریاکار چھپ کر کھا کر روزہ ظاہر کر سکتا ہے[3] سبحان اللہ کیسا پیارا فرمان ہے روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی بھی ہوتی ہے کہ عبادات ادا ہوئی رب تعالیٰ راضی ہوا سینے میں نور دل میں سرور ہوا اور جسمانی فرحت بھی کہ سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالیٰ کی روزی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے ان شاء اللہ مرتے وقت بھی بعد قیامت بھی

إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِيْ مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ

جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بری بات بکے نہ شور مچائے اگر کوئی اس سے گالی گلوچ یا جنگ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں ۲ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کردیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں کہ ان میں کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جن میں کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے بھلائی چاہنے والے آگے آ اور برائی چاہنے والے باز آ ۵ اور اللہ کی طرف سے لوگ آگ سے ۔

رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان سے باہر ہے وہ کریم فرمائیگا کہ دنیا میں جو ہم نے کہا وہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ ہم کریں گے اللہ تعالیٰ نصیب کرے وہ وقت دکھائے اللہ کا شکر ہے کہ فقیر حقیر نے یہ بیان بھی آج ۹ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ جمعرات کے دن لکھا ہے رب تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور محبوب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس قول کو مقبول بنا دے ۳ خیال رہے کہ منہ کی وہ بدبو جو خرابی معدہ یا بیماری کی وجہ سے ہو وہ کریہہ کہلاتی ہے اور جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہو وہ خلوف کہلاتی ہے دانتوں کے میل کی بو تو مسواک سے جاسکتی ہے اور بیماری کی بو دواؤں سے مگر خلو معدہ کی بو صرف کھانے سے جاسکتی ہے تجربہ ہے کہ یہ مسواک کے بعد بھی رہتی ہے لہذا یہ حدیث نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دلیل ہے کہ بعد زوال روزہ میں مسواک منع ہے اور نہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ کے خلاف کہ روزہ میں مسواک ہر وقت جائز ہے یہاں خلوف فرمایا کہ بو بلا ایسا ہے جیسے مالک کو محبوب بچے کا پسینہ گلاب سے پیارا ہے اس کا مطلب نہیں کہ وہ پسینہ دھویا بھی نہ جائے روزہ میں مسواک کی پوری بحث ان شاء اللہ آگے آئیگی ۴ کہ دنیا میں نفس و شیطان کے شر سے بچاتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائیں گے ۵ شور سے مراد جنگ و جدال کا شور ہے شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضاء کا کہ اعضاء کو گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے ۶ لہذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں یہ بات سن کر وہ خود ہی شرمندہ ہو جائیگا یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا رب کا مقابلہ کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر و ریا کیلئے نہ ہو ۷ ان تین جملوں کی شرح ابھی کچھ پہلے ہوچکی ہے کہ یہ تینوں جملے اپنے ظاہری معنے پر ہیں ان میں کسی کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں چونکہ ابلیس ایک ہے اور اس کی ذریت بہت قسم کی جن کے نام بھی الگ ہیں اور کام بھی الگ یہ سب ہی ایک مہینہ کے لئے گرفتار کرلئے جاتے ہیں اس لئے شیاطین جمع فرمایا مرقات نے یہاں فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں جنت اور

وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

آزاد کئے جاتے ہیں یہ ہر رات ہوتا ہے۱ (ترمذی، ابن ماجہ) احمد نے ایک شخص سے روایت کی ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۲ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان آگیا برکت والا مہینہ ہے۳ اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے۴ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۵

دوزخ کے دروازے کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں مگر رمضان میں سارا مہینہ دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں جنت کے کھلے۔ سبحان اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کا صدقہ دیگر مہینوں میں تو شب جمعہ کو کھلتا ہے مگر ماہ رمضان میں ہمیشہ کھلا رہتا ہے کیونکہ وہ ہم غریبوں کی جنت ہے۔ شعر:

مسجد من کعبہ من قبلہ ما ۔ آستان تو در تو کعبہ تو

کہ اللہ کی طرف آ، رسول اللہ کی طرف آ، جنت کی طرف آ، مسجد کی طرف آ، عبادت کی طرف آ کیونکہ اب عمل قلیل پر جزائے جلیل ملے گی، زمانہ کمائی کا آگیا کچھ کما لے، شر کی جگہ سے باز آ، خیر اللہ کی طرف بھاگ، یہ بازار رب صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہا ہے جس سے شرم کر اس آواز کا اثر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اس زمانہ میں بے نماز نمازی ہو جاتے ہیں، بخیل سخی بن جاتے ہیں، بچے اور بیمار جو نا سمجھ ہیں روزہ پر حریص ہوتے ہیں حالانکہ روزہ نماز سے دشوار ہے روزہ میں عام سستی اور نیند بڑھ جاتی ہے مگر پھر بھی مسجدیں بھری رہتی ہیں اور راتیں ذکر اللہ سے آباد۔

۱ یعنی مہینہ بھر روزانہ افطار کے وقت بہت سے ہم جیسے گنہگار رہا کئے جاتے ہیں، جن کی بدکاریوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہو چکے تھے انہیں اللہ روزہ کی برکت سے معافی دے دیتا ہے، فرماتا ہے اگرچہ یہ گنہگار ہیں مگر روزہ دار ہیں بخش دیا۔ ۲ یعنی حدیث مرفوع غریب ہے موقوف صحیح ہے اور ہو سکتا ہے کہ غریب بھی ہو اور صحیح بھی کیونکہ غرابت حسن یا صحیح ہونے کے خلاف نہیں (مرقات) امام حمزہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی ابوبکر ابن عیاش بھی ہیں جن کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگرچہ امام عاصم قاری کے شاگرد ہیں اور امام حفص پر قرأت میں مقدم ہیں اور مغازی و کالات میں اپنے اہل زمانہ پر فوقیت رکھتے ہیں مگر کچھ حافظہ کے کمزور تھے۔ ۳ برکت کے معنی ہیں بیٹھ جانا جم جانا اسی لئے اونٹ کے طویلہ کو مبارک الابل کہا جاتا ہے کہ وہاں اونٹ بیٹھتے بندھتے ہیں اب وہ زیادتی خیر جو آ کر نہ جائے برکت کہلاتی ہے چونکہ ماہ رمضان میں حسی برکتیں بھی ہیں اور غیبی برکتیں بھی اسی لئے اس مہینہ کا نام شہر مبارک ہوا۔ رمضان میں قدرتی طور پر مومنوں کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد پر خوشی ہونا ایک دوسرے کو مبارکباد دینا سنت ہے اور جس کی آمد پر خوشی ہونا چاہیئے اس کے جانے پر غم بھی ہونا چاہیئے دیکھو نکاح ختم ہونے پر عدت کو شرعًا غم لازم ہے اسی لئے اکثر مسلمان جمعۃ الوداع کو مغموم اور چشم پرنم ہوتے ہیں اور خطبا اس دن میں کچھ وداعیہ کلمات کہتے ہیں تاکہ مسلمان باقی گھڑیوں کو غنیمت جان کر نیکیوں میں اور زیادہ کوشش کریں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۴ یعنی سب پر روزہ رمضان ہی فرض ہے طاقت روزہ

وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ لِلّٰهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُولُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ

دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس میں مردود شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں[۱] اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے[۲] جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا[۳] (احمد، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے[۴] روزہ عرض کرے گا یا رب میں نے[۵] اسے دن میں کھانے اور شہوت سے روکا لہذا اس کے بارے میں میری شفاعت قبول کر اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات میں سونے سے روکا

رکھنے والا فدیہ نہیں دے سکتا رب تعالٰی فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ حتی کہ حائضہ عورت نمازوں کی قضا نہیں کرتی مگر روزوں کی قضا کرتی ہے لہذا حدیث اپنے ظاہر پر ہے[۵] آسمان میں بہت سی قسم کے دروازے ہیں روزی اور فرشتے اترنے کیلئے دروازے لوگوں کے اعمال جانے کے دروازے مثلاً آپ کے دروازے مخصوص رحمتیں اترنے کے دروازے وغیرہ یہاں یہ آخری قسم کے دروازے مراد ہیں یعنی رمضان میں خاص رحمتوں یا خاص فرشتوں کی آمد کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آسمان کے دروازے تو ہمیشہ کھلے رہتے ہیں[۱] اس جملے کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں بہترین مطلب یہ ہے کہ عام شیاطین تو رب کے عام جیل خانوں میں بند کئے جاتے ہیں مگر بہت زیادہ سرکش شیاطین زنجیروں و طوقوں میں باندھے جاتے ہیں جیسے دنیاوی جیلوں میں پھانسی کے ملزم کال کوٹھری میں بند ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں اسی لئے یہاں تُغَلُّ فرمایا گیا غُلّ سے بنا بمعنی زنجیر و طوق ہے لہذا یہاں مردود کی قید احترازی ہے اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف بھی نہیں[۲] وہ رات شب قدر ہے جو بفضلہ تعالٰی ہر ماہ رمضان میں ہوتی ہے کہ دوسری ہزار مہینوں کی عبادت سے جس میں شب قدر نہ ہو اس ایک رات کی عبادت بہتر ہے اور غالبًا یہ رات ستائیسویں رمضان ہے اس کی نفیس بحث ہماری کتاب مواعظ نعیمیہ میں ملاحظہ فرمائیے خیال رہے کہ لیلۃ القدر میں نو حرف ہیں اور سورۂ قدر میں یہ لفظ تین بار ارشاد ہوا تو تین دفعہ نو ستائیس بنتے ہیں نیز سورۂ قدر میں تیس کلمے ہیں آخری آیت سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ میں ہی ضمیر جو لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے ستائیسواں کلمہ ہے ان وجوہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان ہے[۳] یعنی جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات بھی بلاعذر عشاء و فجر جماعت سے نہ پڑھی اس لئے اس کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بقیہ دنوں میں بھی بھلائی نہیں کما لے گا شب قدر میں عبادتوں کی تین قسم ہیں جن میں سے آخری قسم ہے عشاء و فجر کا جماعت سے ادا کرنا جس نے یہ بھی نہ کیا واقعی وہ بڑا محروم ہے الحمد للہ گنہگار احمد یار آج ستائیسویں رمضان ۱۳۷۹ کو یہ مضمون لکھ رہا ہے آج شب قدر ہے[۴] یعنی روزہ رکھنے والے تراویح پڑھنے والے گنہگار بندے کی تو معافی کی سفارش کریں گے اور نیک بندے کی بلندی درجات کی لہذا قرآن و رمضان کی شفاعت سے سارے ہی مومن فائدہ اٹھائیں گے چونکہ قرآن کریم رمضان مبارک

بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ فَيُشَفَّعَانِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ. وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلُّ مَحْرُومٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا

لہٰذا اس کے متعلق میری شفاعت قبول کر لے دونوں کی شفاعت قبول ہوگی ۱؎ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے فرماتے ہیں رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا ۲؎ اس میں ایک رات ہے ہزار مہینوں سے بہتر جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری خیر سے محروم رہا اور ساری خیر سے وہ بدنصیب محروم رہتا ہے ۳؎ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہم میں خطبہ فرمایا تو فرمایا اے لوگو تم پر عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے ۴؎ یہ مہینہ برکت والا ہے جس کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے ۵؎ یہ مہینہ ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کئے اور جس کی رات کا قیام نفل بنایا ۶؎۔

اسی لیے آیا اور رمضان میں ہی اس کی تلاوت زیادہ ہوتی ہے اور دن میں روزہ رات کو تراویح میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لئے ان دونوں کو جمع فرمایا گیا ۱؎ یعنی روزہ افطار کر کے اس کی طبیعت آرام کیلئے مائل ہوتی تھی اور ہاتھ پاؤں میں سستی پھیل جاتی ہے مگر نماز عشاء کی اذان کی آواز سنتے ہی تراویح میں مجھے سننے آ جاتا تھا لہٰذا یہاں تراویح پڑھنے والے مراد ہیں تہجد والے مراد نہیں کیونکہ تہجد تو سال بھر پڑھی جاتی ہے یہاں خصوصیت سے رمضان کا ذکر ہے بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں رمضان نے تو رب سے عرض کیا مگر قرآن نے رب کہا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کلام الٰہی قدیم ہے اور مخلوق نہیں (مرقات) اس طرح کہ روزوں کی شفاعت سے گناہ معاف ہوں گے اور قرآن کی شفاعت سے درجے بلند ہوں اور روزوں کی شفاعت سے غضب الٰہی کی آگ ٹھنڈی ہوگی اور قرآن کی شفاعت سے رحمت الٰہی کی ہوا چلے گی وغیرہ وغیرہ روزے اور قرآن بلکہ سارے اعمال وہاں شکلوں میں متمثل ہوں گے جیسے آج دنیا میں ہم واقعات کو خواب میں مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ بادشاہ مصر نے آئندہ قحط سالیوں کو گایوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھا تھا ۳؎ یعنے ماہ رمضان وہ سخی ہے جو تمہارے پاس آکر دیتا ہے جیسے بادل آکر پانی دیتا ہے کنویں کیطرح بلاکر نہیں دیتا ۴؎ یعنی یہ ایک رات تراسی سال چار ماہ سے بہتر ہے اگر وہ شب قدر سے خالی ہوں ۵؎ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ اس رات کی عبادت میں مشقت نہایت ہی کم ہے اور ثواب بہت ہی زیادہ جو اتنی سی محنت بھی نہ کر سکے وہ پورا ہی محروم بد نصیب ہے ۶؎ اس میں پیشگی اطلاع دیتے ہیں ماہ رمضان کی فضیلت کا اظہار ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادت کیلئے تیار کرنا ہے اظل فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے درخت یا چھت بند گھر اپنے سایہ میں لیکر سورج کی تپش سے بچا لیتے ہیں ایسے ہی ماہ رمضان مومن کو اپنے سایہ میں لیکر دنیاوی و آخروی عذاب سے بچا لیتا ہے گویا رمضان سایہ دار بادل یا درخت ہے یا اصل ہے ۷؎ یہاں نفل لغوی معنی میں ہے یعنے

مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيهِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ قُلْنَا يَا

جو اس ماہ میں نفلی بھلائی سے قرب الٰہی حاصل کرے تو گویا اس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا اور جو اس میں ایک فرض ادا کرے تو ایسا ہوگا جیسے اس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کئے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ غمخواری کا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی بخشش اس کی گردن کی آزادی آگ سے ہوگی اور اسے روزہ دار کا سا ثواب ملے گا اس کے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم ہو ہم نے عرض کیا یا

تا بہ جز لوازمات کے قیام سے مراد تراویح ہے یعنے اس ماہ میں نماز تراویح نہایت جو دوسرے مہینوں میں نہیں لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تراویح نفل ہے بلکہ سنت مؤکدہ ہے تراویح کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیے ۔ یعنے ماہ رمضان کی نفل دوسرے مہینوں کی فرض کی برابر ہے اور اس ماہ کی فرض عبادت دوسرے ماہ کی ستر فرض کی مثل ہے لہٰذا اگر مکہ معظمہ میں ماہ رمضان میں ایک فرض ادا کیا جائے تو اس کا ثواب ستر لاکھ فرض کا ہے کیونکہ وہاں ایک کا ثواب ایک لاکھ ہے تو رمضان میں ستر لاکھ اسی حساب سے مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی ایک فرض کا ثواب پینتیس لاکھ ہے یہ زیادتی تو رمضان کے عام دنوں میں ہے شب قدر اور رمضان کے جمعہ کی نیکیاں تو بہت زیادہ ہوں گی ان شاء اللہ ۔ یعنے دوسرے مہینے شکر کے ہیں جن میں کھاؤ، آرام کرو اور شکر بجا لاؤ اس مہینہ میں دن کو نہ کھاؤ رات کو نہ سوؤ، اور صبر کرو، رمضان کے چار نام ہیں ماہ رمضان، ماہ صبر، ماہ مواسات، ماہ مبارک ان ناموں کی وجہ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں تفصیل سے لکھی ہے ۔ کہ اس مہینہ میں قدرتی طور پر مسلمان میں غربا و فقراء کی غمخواری کا جذبہ موجزن ہوتا ہے بعض لوگ رمضان میں اپنی شادی شدہ لڑکیوں کو بلا لیتے ہیں بعض لوگ مہینہ بھر تک مسکینوں کو کھلاتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اور مواسات پر عمل ہے مواسات بمعنے ہمت ہے جیسے حضرت مشتق یعنے اپنی روزی میں دوسروں کو حصہ دار بنانا، سخاوت کرنا ۔ رزق حسی بھی اور معنوی بھی ہر سال اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر روزہ دار کو رمضان میں وہ نعمتیں ملتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ملتیں نیز اس مہینہ میں قدرتی طور پر دل پر وہ اثر ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتا ۔ یعنے روزہ افطار کرانے کو تین فائدے ہوتے ہیں گناہوں کی بخشش دوزخ سے آزادی اور روزہ کا ثواب بعض لوگ افطار کے وقت مسجدوں میں پھل فروٹ یا کھانے بھیجتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث شریف ہے کاٹھیاوار اور یوپی میں ہر نمازی مغرب کے وقت کچھ لیکر آتا ہے، اور کوشش ہوتی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کھانے سے روزہ افطار کرے اس کی اصل بھی یہی حدیث ہے خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ تو مل جاتا ہے مگر اس سے روزہ ادا نہیں ہوتا لہٰذا کوئی امیر لوگوں کو افطار کرا کے خود روزہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا روزے تو رکھنے ہی پڑیں گے ۔ جیسے علم، روشنی، ہوا ان سے خواہ کتنے ہی لوگ فائدہ اٹھالیں کمی نہیں ہوتی ایسے ہی ثواب تقسیم ہونے سے کم نہیں ۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ وَمَنْ
اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ
رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ
وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ

رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص وہ نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہ ثواب اسے دیگا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا کھجور یا گھونٹ بھر پانی۲؎ سے افطار کرائے اور جو روزہ دار کو سیر کرے اسے اللہ میرے حوض سے پانی پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا حتی کہ جنت میں داخل ہوجائے۳؎ یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول رحمت بیچ میں بخشش اور آخر میں آگ سے آزادی ہے۴؎ اور جو اس مہینہ میں اپنے غلام پر تخفیف کرے تو اللہ اسے بخش دے گا اور آگ سے آزاد کردے گا۵؎ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب رمضان آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ تقسیم ہو کر ثواب میں کمی کیوں نہیں ہوتی، مادی چیزیں بٹ کر گھٹتی ہیں، نور میں یہ قاعدہ نہیں، بلکہ سمندر اور چشمہ کا پانی بھی خرچ سے گھٹتا نہیں۔ ۲؎ حضرات صحابہ نے سمجھا کہ روزہ افطار کرانے کے معنی ہیں آسودہ پیٹ کر دینا، اس لیے یہ سوال کیا۔ ۳؎ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف پیٹ بھرنے پر یہ ثواب موقوف نہیں، جو چیز بھی اولًا روزہ دار کے حلق سے نیچے اتاری جائے یہ ثواب مل جاتا ہے، بلکہ اگر چند آدمی ایک روزہ دار کو کسی چیز سے افطار کرادیں تو سب کو الگ الگ روزے کا ثواب ہوگا، داتا کے دینے کے بہانے ہوتے ہیں، صدقے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ۳؎ یعنی صرف افطار کرانے کا ثواب تو بیان ہوچکا، روزہ دار کو سیر کرکے کھلانے کا ثواب یہ ہے۔ خیال رہے کہ جیسے آج دنیا میں سب کو کھانے کی سخت ضرورت ہے ایسے ہی کل میدان محشر میں پانی کی سخت ضرورت ہوگی، وہاں بھوک نہ ہوگی مگر پیاس ہوگی، اللہ تعالٰی حوض کوثر کی ایک نہر میدان محشر میں پہنچادے گا جس سے امت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہی سیرابی پائے گی اور پیاس سے امن میں رہے گی، ایک بار جس نے یہ پانی پی لیا، تو جنت میں داخلہ تک پیاس نہ لگے گی، اللہ تعالٰی ہم سب کو وہاں کے حوض کا پانی نصیب کرے، پھر جنت میں پہنچ کر نہ بھوک ہوگی نہ پیاس، لہذا حدیث بالکل واضح ہے، اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ محشر میں حوض کوثر کہاں، حوض تو جنت میں ہوگا، نہ یہ اعتراض رہا کہ پیاسا نہ ہونے کی انتہا جنت میں داخلہ تک بیان کیوں فرمائی، کیا جنت میں پہنچ کر پیاس لگے گی، نہ یہ اعتراض رہا کہ کھانے کا بدلہ پانی کیسا، اس کا بدلہ تو کھانا ہی چاہیے تھا۔ خیال رہے کہ جنت میں بھوک نہ ہوگی نہ پیاس مگر، ہاں کھانا پینا سب کچھ ہوگا۔ لذت کے لئے نہ کہ بھوک پیاس دفع کرنے کے لئے اسی لئے وہاں میوے ہیں غلہ نہیں کہ غلہ بھوک دفع کرنے کو ہوتے ہیں میوہ لذت کو۔ ۴؎ یعنی ماہ رمضان کے تین عشرے ہیں پہلے عشرہ میں رب تعالٰی مومنوں پر خاص رحمتیں فرماتا ہے جس سے انہیں روزہ تراویح کی ہمت ہوتی ہے اور آئندہ ملنے والی نعمتوں کی استعداد پیدا ہوتی ہے، دوسرے عشرہ میں تمام صغیرہ گناہوں کی معافی ہے جو جہنم سے آزادی کا اور جنت میں داخلہ کا سبب ہے، تیسرے عشرہ میں روزہ داروں کے جنتی ہوجانے کا اعلان اور وہاں کے داخلہ کا ویزہ (VIZA) اور پاسپورٹ (PASPORT) کی تحریر فقیر کی

شَهْرُ رَمَضَانَ أُطْلِقَ كُلُّ أَسِيرٍ وَأُعْطِيَ كُلُّ سَائِلٍ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى حَوْلٍ قَابِلٍ قَالَ فَإِذَا كَانَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُورِ الْعِينِ فَيَقُلْنَ

ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر منگتے کو دیتے تھے؎۱ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے لیے جنت شروع سال سے اگلے سال تک سجائی جاتی ہے؎۲ فرمایا جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے آنکھ والی حوروں پر ایک خوشگوار ہوا چلتی ہے؎۳ تو حوریں عرض کرتی

اس فرمان سے اس ترتیب کی وجہ بھی معلوم ہو گئی اور یہ اعتراض بھی دفع ہو گیا کہ جب پہلے دو عشروں میں رحمت و مغفرت ہو چکی، تو تیسرے عشرہ میں آگ سے آزادی کیا معنی وہ تو پہلے ہی حاصل ہو چکی ؎۱ اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی تمام مدارس اسلامیہ رمضان میں بند رہتے ہیں تاکہ مدرسین کو فراغت اور طلباء کو فراغت رہے بعض امراء اس مہینہ میں نوکروں سے کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر ان کی تنخواہ اور کھانا وغیرہ برابر دیتے رہتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے تم اپنے ماتحتوں، نوکروں پر مہربانی کرو، اللہ تم پر مہربانی کرے گا ۔ حق یہ ہے کہ یہاں قیدی سے مراد وہ شخص ہے جو حق اللہ یا حق العبد میں گرفتار ہو اور آزاد کرنے سے اسکے حق ادا کر دینا یا کرا دینا مراد ہے ورنہ اس زمانہ پاک میں سوائے ان کفار کے جو غزوہ و جہاد میں قید ہو کر آئیں اور کسی کو قید نہ کیا جاتا تھا اور ایسے قیدیوں کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں آزاد نہ کیا کہ ان کو چھوڑ دینا فتنہ سے خالی نہ تھا وہ پھر جا کر مسلمانوں کے مقابل ہوتے احناف کے نزدیک جنگ کے کفار قیدیوں کو چھوڑنا منسوخ ہے، ان کے لیے یا قتل ہے یا غلام بنانا یا فدیہ پر چھوڑنا، اِمَّا مَنًّا بَعْدُ منسوخ ہے اسکا ناسخ ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ ہاں شوافع کے ہاں آزاد کرنے کا بھی حق ہے، یہ معنی جو ہم نے عرض کیے متفق علیہ ہیں ؎۲ یوں تو سرکار ہمیشہ ہی ہر سائل کو دیتے تھے، کریم ہیں، سخی ہیں، داتا ہیں، مگر ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت کا سمندر موجیں مارتا تھا، یہاں دو باتیں خیال میں رکھیے، ایک یہ کہ امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں، مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مال، اعمال، کمال، رضائے رب ذوالجلال اور جنت نیز دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے، حضرت ربیعہ نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ خصوصًا رمضان میں ہر سائل کو اس کی منہ مانگی مراد دیتے تھے، دوسرے یہ کہ سرکار کی یہ بخششیں صرف اس زمانہ سے خاص نہیں تا قیامت ان کا دروازہ ہر فقیر کے لیے کھلا ہے، کیوں نہ ہو کہ رب تعالٰے نے فرمایا وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائل میں زمانہ و مکان کی قید نہیں لہذا اب بھی رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر مومن کو رہائی بھی مانگنی چاہیئے اور جنت وغیرہ بھی، ہم نے عرض کیا ہے شعر

ہم قیدی، یہ جرم بے حیائی — رہائی یا رسول اللہ رہائی
رہائی کردی غزالے زدائے — عطا کن زیں بلا مارا رہائی
چھڑایا قید سے ہرنی کو تم نے — مجھے بھی اس بلا سے دو رہائی

؎۳ یعنی عید الفطر کا چاند نظر آتے ہی، اگلے رمضان کے لیے جنت کی آراستگی شروع ہو جاتی ہے، اور سال بھر تک فرشتے اسے سجاتے رہتے ہیں

يَارَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ أَزْوَاجًا تَقَرُّ بِهِمْ أَعْيُنُنَا وَتَقَرُّ أَعْيُنُهُمْ بِنَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُغْفَرُ لِأُمَّتِهِ فِيْ آخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفّٰى أَجْرَهُ إِذَا قَضٰى عَمَلَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ ۔ بَابُ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُوْا

یا رب اپنے بندوں کو ہمارا ایسا ساتھی بنا جن سے ہماری آنکھیں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں [1] یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمائیں [2] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کی بخشش رمضان کی آخری رات میں ہوتی ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا وہ شب قدر ہے فرمایا نہیں لیکن مزدور کو مزدوری جب ملتی ہے جب اپنا کام پورا کر لیتا ہے [3] (احمد) باب چاند دیکھنا [4] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ نہ رکھو

جنت خود بھی سجائی اور پھر اور بھی زیادہ سجائی جائے، اور سجانے والے فرشتے ہوں، تو کیسی سجائی جاتی ہوگی، اس کی سجاوٹ ہمارے وہم و گمان سے وراء ہے۔ بعض مسلمان رمضان میں مسجدیں سجاتے ہیں، وہاں قلعی چونا کرتے ہیں، جھنڈیاں لگاتے، روشنی کرتے ہیں، ان کی اصل یہی حدیث ہے [9] یعنی یہ جو عرش سے شروع ہوتی ہے جنت کے درختوں، پھولوں سے متصل ہو کر حوروں تک پہنچتی ہے۔ مرقات نے فرمایا یہ روزہ داروں کے منہ کی بو کے اثر سے ہوتی ہے واللہ اعلم

[1] یعنی ہم کو ان روزہ داروں کے نکاح میں دے، کیونکہ ہم تو حافظ ہوں، ہم ان کی بیویاں نہیں۔ خیال رہے کہ نکاح کے لیے نامزدگی تو پہلے ہی ہو چکی ہے کہ فلاں حور فلاں کی بیوی، مگر نکاح جنت میں پہنچ کر ہوگا یا نکاح تو پہلے ہو چکا ہے رخصتی یعنی عطا بعد قیامت ہوگی، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ قرۃ خوشگوار ٹھنڈک کو کہتے ہیں، اسی لیے بیٹے کو قرۃ العین کہتے ہیں [2] یہ احادیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں، لہذا قوی ہیں، کثرت اسناد ضعیف کو قوی کر دیتی ہے (مرقات) [3] یعنی رمضان کی انتیسویں یا تیسویں رات کو روزہ داروں کی بخشش کا فرشتوں میں اعلان ہو جاتا ہے، کہ ان کے روزے، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی عبادتیں قبول فرمائی گئیں، اور ان کی بخشش کا فیصلہ کر دیا گیا، یہی رات بندوں کے عمل سے فراغت کی رات ہے، رب تعالیٰ کی عطا کی رات بھی حسن اتفاق ہے کہ یہ گنہگار بندہ احمد یار آج انتیسویں رمضان دوشنبہ ۱۳۷۹ھ کو یہ شرح لکھ رہا ہے، خدا کرے اس رات میں اس گنہگار کی معافی بھی ہو گئی ہو، اور جو مسلمان بھائی میری مغفرت کی دعا کرے اللہ اس کی مغفرت فرمائے آمین۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ [4] عربی میں تیسری شب تک کے چاند کو ہلال کہتے ہیں، ان کے بعد کی راتوں میں قمر کہا جاتا ہے، اور چودھویں شب کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے۔ آخری راتوں میں محاق، یہاں رمضان وغیرہ کی پہلی شب کا چاند مراد ہے بہت سی اسلامی عبادات چاند پر موقوف ہیں، اس لیے ہر مہینہ کا ہی چاند دیکھنا چاہیے، مگر خصوصیت سے شب برات، رمضان، شوال، بقرعید کا چاند ضرور دیکھنا چاہیے

حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ

تک کہ رمضان کا چاند دیکھ لو اور افطار نہ کرو حتی کہ چاند دیکھ لو۱ اگر تم پر ابر کی وجہ سے چاند چھپ جائے تو مہینہ کا اندازہ لگاؤ۲ اور ایک روایت میں ہے کہ مہینہ انتیس راتوں کا ہے تو روزہ نہ رکھو حتی کہ چاند دیکھ لو۳ پھر اگر تم پر چاند مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کر لو۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۵ پھر اگر چاند تم پر مشتبہ ہو جائے تو شعبان تیس دن کا شمار کر لو۶ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن

ان سے روزے، عید، قربانی وغیرہ متعلق ہیں، اسی لیے مصنف نے چاند دیکھنے کا مستقل باب باندھا۱ یعنی نہ تو مشکوک دن میں روزہ رکھو اور نہ مشکوک میں عید مناؤ، لہذا تیسویں شعبان کو روزہ نہ رکھو کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو، اور تیسویں رمضان کو عید نہ مناؤ، اس شبہ پر کہ کل شاید شوال کا چاند ہو گیا ہو، بلکہ جب رمضان یا شوال کا چاند یقینی طور پر ہو جائے، تب روزہ یا عید مناؤ، اس جملہ پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے ۲ یعنی تیس دن پورے کرلو کیونکہ چاند کا مہینہ ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا اور ۳۰ دن سے زیادہ نہیں ہوتا، چاند دیکھنے کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں آ رہی ہے ۳ یعنی عربی مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے لیکن اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس کا ہوگا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاند ہی دیکھنے کا اعتبار ہے جنتری حساب وغیرہ شریعت میں بالکل غیر معتبر ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے ۴ یہ جملہ اس آیت کی تفسیر ہے فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ یعنی ماہ رمضان کی گنتی پوری کرنا فرض ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر جنتری والا اپنے حساب سے روزہ رکھے یا عید کرے، تو سخت گنہگار ہوگا کیونکہ شریعت میں چاند دیکھنے کا اعتبار ہے اور اگر حساب پر عید منائے تو سخت فاسق ہوگا، اور اگر اسی حساب پر لوگوں کے روزے تڑوا دے، تو سب پر کفارہ واجب ہوگا، اور اگر اس حساب پر عمل کو واجب جان کر روزہ یا عید کو فرض جانے تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ وہ آیت مذکورہ کا بھی منکر ہوا، اور احادیث متواترہ کا بھی۔ ۵ صُوْمُوْا کا فاعل سارے مسلمان ہیں، لِرُؤْيَتِهٖ میں ضمیر کا مرجع چاند ہے، لِرُؤْيَتِكُمْ نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائیگا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شوافع کا خیال ہے کہ ایک علاقہ کی رویت دوسرے علاقہ والوں کیلئے معتبر نہیں مانتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل ہے شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان لَمْ رَأَيْتُمْ وَلٰكِنَّا رَأَيْنَا اس کا جواب ان شاء اللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائیگا کہ وہاں شرعی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا بعض جہلا تیسویں رمضان کو عید کا چاند ظہر کے وقت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آ گیا روزہ کھول دیتے ہیں یہ غلط ہے یہاں افطار سے مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے ۶ چاند مشتبہ ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنتری والے کہتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا دوسرے یہ کہ اڑتی اڑتی خبر معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ چاند

عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّا أُمَّۃٌ أُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّہْرُ ہٰکَذَا وَہٰکَذَا وَہٰکَذَا وَعَقَدَ الْإِبْہَامَ فِی الثَّالِثَۃِ ثُمَّ قَالَ الشَّہْرُ ہٰکَذَا وَہٰکَذَا وَہٰکَذَا یَعْنِی تَمَامَ الثَّلَاثِیْنَ یَعْنِی مَرَّۃً تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ وَمَرَّۃً ثَلَاثِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ وَعَنْ أَبِی بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَہْرَا عِیْدٍ لَا یَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّۃِ

عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگ بے پڑھی جماعت ہیں نہ لکھیں نہ حساب لگائیں [1] مہینہ یوں اتنا اتنا اور اتنا ہے تیسری بار میں انگوٹھا شریف بند کر لیا پھر فرمایا کہ مہینہ اتنا اتنا اور اتنا ہے یعنی پورے تیس دن کا یعنی کبھی انتیس کا اور کبھی تیس کا [2] (مسلم، بخاری)

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کے دو مہینے [3] کبھی کم نہیں ہوتے رمضان اور بقر عید [4] کے

ہو گیا شرعی گواہی نہ پہنچے، فقیر نے ریڈیو کی خبر کے متعلق فتوے یہ دیا ہے کہ اگر ریڈیو پر کسی جگہ چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں، اور سننے والے اس خبر پر روزہ یا عید نہیں منا سکتے، لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا پہلا غیر معتبر دوسرا معتبر، حاکم کے فیصلہ کی اطلاع تو فائر، گولہ، بہر اعلان وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے، ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاویٰ نعیمیہ میں دیکھو، خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتوے اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے اراکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں، اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔

[1] نسبت ام، اُم سے بنا بمعنی اصل یا ماں، اس میں اشارہ اہل عرب کی طرف ہے امی کے معنی ہیں ام القریٰ یعنی مکہ یا حجاز والا یا بے پڑھا ہوا شخص کہ جیسے ماں کے شکم سے پیدا ہوا ویسے ہی ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو امی کہا جاتا ہے اس کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ فرمائیے، یعنی ہم عربی جماعت عموماً حساب کتاب نہیں کیا کرتے یا عام صحابہ بے پڑھے ہیں حساب نہیں لگاتے، اگر قیامت تک سارے مسلمان منشی بے پڑھوں کے تابع ہیں (مرقاۃ) خیال رہے کہ امی کے معنی بے پڑھا ہے بے علم نہیں، اللہ تعالٰی نے صحابہ کرام کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ایسا عالم بنایا کہ جہان بھر کے علماء ان کی شاگردی کریں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بایں معنے امی ہیں کہ پیدائشی عالم، عارف، معلم ہیں، صلے اللہ علیہ وسلم، شعر

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکے ۔ وہ راز اک امّی لقبی نے سمجھا دیئے چند اشاروں میں

[2] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چاند میں حساب جنتری، چاند کی رفتار کا قیاس، چاند کا چھوٹا بڑا ہونا، انتیسویں تاریخ کو نظر آنا وغیرہ کچھ بھی معتبر نہیں صرف رؤیت کا اعتبار ہے، اگر انتیس کو رؤیت نہ ہو تو تیس دن پورے کرنا لازم ہیں۔ دوسرے یہ کہ سبحان اللہ ان پاک انگلیوں پر ہماری جانیں قربان ہوں، دو اشاروں میں ہزاروں مسائل حل فرما دیئے، اس اشارہ فرمانے سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حدود و قصاص کے سوا باقی اکثر احکام شرعیہ میں، اشارہ معتبر ہے اگر کوئی اپنی بیوی کو تین انگلیاں دکھا کر کہے کہ تجھے اتنی طلاقیں، تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، اگر حاکم کے سامنے کوئی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُومُوا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے[1] مگر وہ جو کوئی روزہ رکھتا ہو تو اس دن روزہ تو رکھ لے[2] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ماہ شعبان آدھا گزر جائے تو روزہ نہ رکھو[1] (ابوداؤد، ترمذی)

دس انگلیاں دکھا کر کہے، پھر پر فلاں کے اتنے روپے قرض ہیں تو دس روپے کا اقرار ہوگا، اگر کسی عورت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ تیرا نکاح اس سے کرتا ہوں، تو نکاح ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ، اسی طرح گونگا اشاروں سے نکاح، طلاق وغیرہ کرسکتا ہے۔ [3] رمضان اور بقرعید چونکہ رمضان عید الفطر کا پیش خیمہ ہے یا اس کی ہر ساعت خوشی و مسرت کی ہے اس لیے اسے بھی ماہ عید کہہ دیا گیا، یا تغلیباً تثنیہ کردیا گیا، جیسے چاند سورج کو قمرین کہہ دیتے ہیں، اور حضرت ابوبکر و عمر کو عمرین۔ [4] بعض نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ ایک سال میں ماہ رمضان و بقرعید دونوں انتیس کے نہیں ہوتے، یا دونوں تیس کے ہوں گے یا ایک انتیس کا، دوسرا تیس کا۔ مگر یہ غلط ہے مشاہدہ کے خلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اکثر یہ قاعدہ ہے مگر یہ بھی غلط ہے، مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل نو رمضان کے روزے رکھے، جن میں دو تیسے تھے باقی سات اُنتیسے اب بھی بہت دفعہ رمضان و بقرعید دونوں اُنتیسے ہوجاتے ہیں، لہٰذا یہاں کمی سے مراد ثواب و اجر کی کمی ہے، نہ کہ تعداد ایام کی کمی یعنی رمضان و بقرعید انتیس کے ہوں یا تیس کے، ثواب عمل برابر ہی ملے گا یعنی انتیس کا ثواب تیس کے برابر، یا بقرعید کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کا ثواب رمضان کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کے برابر ہے، نہ یہ کم روزہ واللہ اعلم۔

[1] یعنی رمضان کے چاند سے ایک دو دن پہلے نفلی روزے نہ رکھے تاکہ نفل و فرض مخلوط نہ ہوجائیں، جیسے فرض نماز سے ملاکر نفل نہ پڑھے بلکہ وقفہ کرکے جگہ تبدیل کرکے پڑھے یا اس لیے نہ ملائے، تاکہ لوگوں کو رمضان کا چاند ہونے کا شبہ نہ ہوجائے، لوگ سمجھیں کہ شاید اس نے چاند دیکھ لیا ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے، وہ بھی عوام کے لیے، خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں، اور کسی پر ظاہر نہ کریں، تو درست ہے، لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں، جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے (لمعات و مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ قضا اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلاکراہت جائز ہے [2] یعنی اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ ہر سوموار یا ہر جمعرات یا جمعہ کو نفلی روزہ رکھا کرتا ہے، اور اتفاقاً انتیسویں شعبان اسی دن آئی، تو اسے بلاکراہت یہ نفلی روزہ رکھ لینا جائز ہے کیونکہ یہ شک کے دن کا روزہ نہیں، بلکہ اپنی عادت کے دن کا روزہ ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن بہ ہمیشہ روزہ رکھنا یا نوافل پڑھنا یا خیرات کرنا جائز ہے، نہ یہ تعیین حرام ہے اور نہ یہ تقرر مکروہ، لہٰذا ہر ماہ کی بارہویں میلاد شریف کرنا، گیارہویں تاریخ کو غوث پاک کی فاتحہ

وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے لئے شعبان کے چاند کا حساب رکھو ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر دو ماہ روزے رکھتے نہ دیکھا سوائے شعبان و رمضان کے ۲؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے فرماتے ہیں جو شک کے دن روزہ رکھے اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ۳؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

کرنا اس میں نوافل پڑھنا، ختم قرآن کرنا، صدقہ و خیرات کرنا جائز اور باعث ثواب ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں، کہ نفلی عبادات میں مقرر کرنا حرام ہے، خود ان بزرگوں کے ہاں دینی مدارس کی تعطیلیں و امتحانات مقررہ دنوں میں ہوتے ہیں ۳؎ یہ ممانعت ان کمزور لوگوں کے لئے ہے جو اس زمانہ میں نفلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں یا ان سے بہت تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لئے جو شروع شعبان میں تو روزے نہ رکھیں، پندرھویں شعبان کے بعد بلاوجہ مسلسل روزے شروع کردیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے، مرقات نے فرمایا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لئے۔

۱؎ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت تحقیق سے دیکھو، اور اس کے دن گنتے رہو تاکہ رمضان کا آنا یقین سے معلوم ہو، فقہاء فرماتے ہیں کہ شعبان کا چاند دیکھنا بھی ضروری ہے رمضان کے لئے۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ہی شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے، رہے کہ ستائیسویں یا تیسویں شعبان تک بھی اس کی ممانعت کی توجیہیں پہلے کی جا چکی ہیں کہ کمزوروں کے لئے پندرھویں شعبان کے بعد روزے مناسب نہیں، قوت والوں کے لئے مناسب ہیں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں روزے زیادہ رکھتے تھے، اور افطار کم فرماتے تھے، یعنی کبھی وہ عمل فرماتے تھے اور کبھی یہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۳؎ اس نافرمانی کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ سارے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے، صرف شک کے دن، بلاوجہ نفلی روزہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ شک کے دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے، تیسرے یہ کہ اس روزہ میں متردد نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے، تو یہ روزہ فرضی ہے اور اگر شعبان کی تیسویں ہے، تو یہ روزہ نفل ہے یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں، دوسری صورت زیادہ بری کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث اباحت کے خلاف نہیں۔ مرقات میں ہے کہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ شوال کے چھ روزوں کا رمضان سے ملانا حرام کہتے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّيْ رَأَيْتُ الْهِلَالَ يَعْنِيْ هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بِلَالُ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَّصُوْمُوْا غَدًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّيْ رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک بدوی حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا کہ میں نے چاند دیکھا ہے یعنی رمضان کا چاند[1] حضور نے فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بولا ہاں فرمایا کیا یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں بولا ہاں[2] فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں[3] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا حضور نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو روزے کا حکم دیا[4]

ناپسند کرتے تھے ؎ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا اور بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا، حاکم نے اسے صحیح بتایا، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی، مرفوعاً یہ حدیث صحیح ہے جن لوگوں نے اسے موضوع بتایا انہوں نے سخت غلطی کی، خیال رہے کہ ترمذی وغیرہ میں اصل حدیث یوں ہے کہ حضرت صلہ ابن زفر فرماتے ہیں کہ ہم شک کے دن حضرت عمار ابن یاسر کے پاس تھے، آپ کی خدمت میں بھنی بکری لائی گئی، بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے، تب آپ نے فرمایا جس نے اس دن روزہ رکھا اس نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس قسم کی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں۔

۱؎ یعنی اس نے توحید و رسالت کی اور گواہی پیش کی اور نہ گواہی کے الفاظ ادا کیے، اس سے معلوم ہوا کہ اس چاند میں خبر کافی ہوتی ہے ۲؎ اس زمانہ میں چونکہ اسلام میں فرقے نہ بنے تھے، صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے کافی تھا، نیز کلمہ طیبہ پڑھنا تمام عقائد اسلامیہ مان لینے کی دلیل تھا اس لیے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دو اقرار کرائے، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ رمضان کے چاند میں مسلمان کی خبر معتبر ہے نہ کہ کافر کی، دوسرے یہ کہ کسی بات کے جواب میں ہاں کہہ دینا بھی اقرار ہوتا ہے، اس سے اقرار نکاح طلاق کے بہت سے مسائل مستنبط ہوں گے، مثلاً کسی نے پوچھا کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس نے کہا ہاں، طلاق ہوگئی وغیرہ البتہ حدود و قصاص میں اقرار کے صریح الفاظ بولنے ضروری ہیں، وہاں فقط ہاں کافی نہیں، کیونکہ یہ چیزیں شبہات سے ختم ہوجاتی ہیں، فقیر نے حدیث کی جو شرح عرض کی اس سے معلوم ہوگیا کہ اب مرزائیوں وغیرہ مرتدین کا فقط کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لیے کافی نہیں، خود زمانہ نبوی میں بھی (صلے اللہ علیہ وسلم) منافقوں کا کلمہ پڑھنا ان کے اسلام کے لیے کافی نہ تھا، لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ اور نہ ان احادیث کے مخالف جن میں فرمایا گیا کہ آئندہ زمانے میں لوگ قرآن اور نمازیں پڑھیں گے مگر اسلام سے دور ہوں گے ۳؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر انتیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو تو ایک عادل مسلمان کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت ہوجائے گا، ان کا ماخذ یہ حدیث

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ‌: اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ‌: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ‌: وَعَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا اِنَّا رَاَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ

(ابوداؤد، دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان کی اتنی نگرانی فرماتے تھے جتنی دوسرے مہینہ کی نہ کرتے تھے ۱ پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے پھر اگر مشتبہ ہو جاتا ۲ تو تیس دن پورے کرتے پھر روزہ رکھتے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالبختری سے ۳ فرماتے ہیں ہم عمرہ کے لئے روانہ ہوئے جب بطن نخلہ میں اترے ۴ تو ہم چاند دیکھنے جمع ہوئے ۵ بعض قوم نے کہا کہ یہ تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے ۶ پھر حضرت ابن عباس سے ملے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو بعض نے کہا ہے۔

ہے اس حدیث عائشہ سے معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند پر صحابی عادل کی گواہی کافی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلمہ کا اقرار کرا کر اعمال کی تحقیق نہ فرمائی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ۲ یعنی انتیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ تھا، لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی کسی کو نظر آیا، صرف میں نے دیکھ لیا، اور صرف میری خبر پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دے دیا خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں رمضان کے چاند میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو دو شخصوں کی گواہی ضروری ہے مگر یہ احادیث ان کے اس فرمان کے خلاف ہیں، اس لئے اکثر شوافع اس حدیث پر فتویٰ دے کر صرف ایک مسلمان کی خبر معتبر مانتے ہیں جیسا کہ امام اعظم کے ہاں صرف ایک عادل کی خبر کافی ہے، اور اگر مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہوگا عید کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو کی گواہی ضروری ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی درکار ہے، کیونکہ رمضان کے چاند پر صرف شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں جن میں ایک کی خبر کافی ہوتی ہے، مگر عید کے چاند سے بندوں کے حقوق وابستہ ہیں، لہذا یہاں دو کی گواہی ضروری ہوئی۔ بڑی جماعت میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے ہاں پچاس آدمی بڑی جماعت ہیں، بعض کے ہاں تعداد مقرر نہیں، اتنے لوگوں کی گواہی ضروری ہے جن سے چاند کا گمان غالب ہو جائے ۳ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے، کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقرعید کے چاند پر بھی اگرچہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا، اور نماز بقرعید قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان کا چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے، لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے ۴ یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے، تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے ۵ ان کا نام سعید ابن فیروز ہے، تابعین میں سے ہیں، کوفی ہیں آدمی ٹھیک تھے، مائل بہ رفض تھے، آپ کی حدیثیں صحیحین میں مروی ہیں (مرقات وغیرہ) ۶ بطن نخلہ مکہ معظمہ سے مشرق کی جانب طائف کے راستہ پر واقع ہے، مشہور منزل ہے۔ اب آگے مضمون کہتے ہیں کہ میدان میں جمع ہو کر ایک دوسرے کو دکھانے لگے کہ وہ ہے چاند

اَلْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ اَیَّ لَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ قُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَاَرْسَلْنَا رَجُلًا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَمَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَاِنْ اُغْمِیَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

بَابٌ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً مُتَّفَقٌ

تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے تو آپ نے فرمایا تم نے کس رات دیکھا ہم نے عرض کیا فلاں رات ؎ تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی مدت دیکھنے تک کی رکھی لہٰذا وہ اسی رات کا ہے جب تم نے دیکھا ؎ انہی سے ایک روایت ہے کہ ہم نے رمضان کا چاند دیکھا جب ہم ذات عرق میں تھے تو ہم نے حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص مسئلہ پوچھنے بھیجا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کی مدت دیکھنے تک رکھی تو اگر تم پر مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو ؎ (مسلم) باب ؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے ؎ (مسلم، بخاری)

خیال رہے کہ چاند کی طرف اشارہ کرنا دکھانے کیلئے جائز ہے بلا ضرورت مکروہ کہ فعل کفار ہے مرقات و شامی ؎ یعنی چاند اونچا اور بڑا تھا اسی لئے بعض نے کہا دوسری شب کا ہے بعض نے کہا تیسری شب کا ہے یعنی کسی نے کہا کل ہو چکا ہے کسی نے کہا پرسوں ہو چکا ہے یہ چاند رمضان کا تھا، یہ حضرات شعبان کے آخر میں عمرہ کرنے گئے تھے۔ ؎ یعنی مجھے اپنا اندازہ نہ بتاؤ اپنی رویت کی خبر دو کہ تم میں سے کسی نے اس سے پہلے کب دیکھا تھا، کل یا پرسوں ؎ یعنی حضرت ابن عباس کے فرمانے پر اب ہم نے دیکھنے کی رات بتائی کہ فلاں کل دیکھا تھا ؎ یعنی چاند میں چھوٹا بڑا ہونے یا اونچا ہونے کا اعتبار نہیں، دیکھنے کا اعتبار ہے اس سے وہ لوگ عبرت و نصیحت پکڑیں کہ صرف جنتری یا اخبار میں لکھی ہوئی تاریخ دیکھ کر یا چاند کی بڑائی دیکھ کر جھگڑتے ہیں ؎ ذات عرق عراق والوں کا میقات ہے جہاں یہ لوگ احرام باندھتے ہیں طائف کے راستہ پر واقع ہے، اب اس کا نام سیل ہے، لاری بسوں کا مشہور اڈہ ہے، فقیر وہاں سے گزرا ہے عراق سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے یہیں اور مکہ معظمہ سے طائف آتے جاتے بھی بڑے عمرہ کا احرام یہاں سے ہی باندھا جاتا ہے، یہاں کا پانی بہت لذیذ اور ہاضم ہے ؎ حضرت عبداللہ ابن عباس کا قیام طائف میں تھا، وہاں ہی آپ کا مزار پر انوار ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔ غالباً ان حضرات نے طائف پہنچ کر آپ سے یہ مسئلہ پوچھا ہوگا، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی مدت رمضان کا چاند دیکھنے تک ہے حساب وغیرہ کا اعتبار نہیں، مرقات نے فرمایا کہ یہاں لیلۃ فرمانے سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر دن میں زوال کے بعد رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے مگر بعد غروب آفتاب نظر نہ آئے، تو اس دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد کی رویت کا اعتبار ہے واللہ اعلم ؎ چونکہ اس باب میں روزے کے متعلق مختلف احادیث آئیں گی، اسی لئے اس باب کا کوئی ترجمہ مقرر نہ فرمایا بعض نسخوں میں باب الصوم وغیرہ ہے مگر صحیح یہی ہے کہ یہ باب بغیر ترجمہ کے

عَلَيْهِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتٰبِ أَكْلَةُ السَّحَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ

روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کے چند لقمے ہیں ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت سہل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ بھلائی میں رہیں گے جب تک افطار جلدی کرتے رہیں گے ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے

۱؎ یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ روزہ کے لئے سحری مستحب ہے واجب یا فرض نہیں، صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں، اور اس وقت کے کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا، سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے، مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے میں کھائی جائے۔ سحور سین کے پیش سے بھی ہے اور زبر سے بھی، مگر زبر سے زیادہ فصیح ہے، بعض نے فرمایا کہ سحور سین کے پیش سے سحری کھانا، اور سین کے زبر سے اس وقت کی غذا (مرقات و اشعہ) سحری کا کھانا مبارک ہے، اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے، کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارک ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے خیال رہے کہ علماء سے روشنائی اور سحری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے، تو دنیا دین ہو جاتی ہے، تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہو جائے وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے، کیونکہ انہیں عبادات سے تعلق ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا مجھے اللہ نے مبارک بنایا، یہ حضرات بذات خود مبارک ہیں، اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک۔

۲؎ اَکْلَۃُ الف کے پیش اور کاف کے جزم سے بمعنی لقمے یا نوالے، اور الف کے زبر سے بمعنی کھانا یعنی سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمانوں اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں، کیونکہ ان کے ہاں رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہو جاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پو پھٹنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا، سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ، اُکْلَۃ فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے، اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھٹی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں۔

۳؎ افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہو جانے پر افطار کر لیا جائے، پھر دیر نہ لگائی جائے، خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں، وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ، وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار کیا جائے، وقت مباح تارے گننے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گنتے جانے پر افطار کرنا مکروہ، اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطار تے ہیں اس میں ان سے مشابہت ہے، اور جلدی افطار نے میں اپنے عجز بندگی کا اظہار بھی ہے، اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی (مرقات) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا، نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب و عشاء کو ملانے کے لئے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے، مگر یہ غلط ہے کیونکہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھٰھُنَا وَاَدْبَرَ النَّھَارُ مِنْ ھٰھُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ اَلْفَصْلُ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رات ادھر سے آجائے اور دن ادھر سے چلا جائے ¹ اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار افطار کرے ² (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا ³ تو حضور سے کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں ⁴ فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے ⁵ میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے ⁶ (مسلم بخاری) فصل

سنت رسول اللہ سیدھا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے نفس کشی کے لیے سنت کی مخالفت نہ کرو، کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے

¹ پہلے ادھر سے سمت مغرب مراد ہے اور دوسرے ادھر سے سمت مشرق مراد ہو کہ مغرب کی طرف سیاہی پہلے نمودار ہوتی ہے اور سورج کا آخری کنارہ پیچھے ڈوبتا ہے، اسی لیے اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے آنے کا ذکر پہلے فرمایا، دن کے جانے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے نہ کہ سرخی غائب ہو جانا کیونکہ سرخی غائب ہونے پر تو صاحبین کے ہاں وقت عشاء آجاتا ہے اسی لیے اگلا جملہ ارشاد ہو رہا ہے ² اس جملے نے دن جانے کی شرح فرمادی یعنے سورج چھپتے ہی روزہ افطار کرو اب نفس کشی کے بہانے یا وہمیات کی اتباع نہ کرو، اب خواہ مخواہ دن ہونے کا شبہ کرنا شک نہیں بلکہ وہم ہے ³ روزہ کا وصال یہ ہے کہ شب کو بغیر افطار کیے بغیر کچھ کھائے پیئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے، حق یہ ہے کہ یہ وصال ہمارے لئے مکروہ تحریمی ہے، اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے، اس ممانعت میں صدہا حکمتیں ہیں، وصال سے جسم بہت کمزور ہو جاتا ہے وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑ جاتی ہیں، وصال میں جوگیوں، سادھوؤں کی مشابہت ہے، وصال ساری امت کے لیے ناجائز ہے خواہ ادنی ہو یا اعلی یا دیگر طبقہ کے لوگ ⁴ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک دن کا نہیں بلکہ متواتر کئی کئی روز کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزے رکھتے تھے، اس لیے سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہیے، منع کیوں ہے ⁵ یہ استفہام انکاری ہے، اور ایکم میں صحابہ اور تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنے تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں، جب صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہو سکے اور کسی کا کیا منہ ہے جو ان سے ہمسری کا دعوے کرے، ہمارا عقیدہ تو یہ ہے۔ شعر:۔

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی است

رب تعالٰی کے فرمان قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں خالص بشریت میں تشبیہ ہے جس میں الوہیت کا شائبہ نہ ہو یعنے میں تمہاری طرح خالص بشر ہوں نہ خدا نہ خدا کا ساجھی، ہاں میری بشریت سے نبوت کا ظہور ہوا جسے یوحٰی الیَّ نے بیان کیا لہذا یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے خلاف نہیں، تمام جہان کے اولیاء ایک صحابی کی مثل نہیں ہو سکتے جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن دیکھا ان کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ⁶ یعنے مجھے اس کھلانے پلانے

الثَّانِيْ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ اَبُوْدَاؤُدَ

دوسری روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فجر سے پہلے روزہ کا ارادہ (نیت) نہ کرے اس کے روزے نہیں ہوتے[1] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) ابوداؤد فرمایا کہ

کی بہت توجیہیں کی ہیں، بعض نے کہا کہ اس سے قوت برداشت مراد ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذائیں مراد ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے معنوی فیضان اور مناجات کی لذتیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے بھوک پیاس کا نہ ہونا مراد ہے وغیرہ، مگر حضرت شیخ کا فتویٰ یہ ہے کہ حدیث اپنے بالکل ظاہری معنے پر ہے، اور اس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا، ایک یہ کہ تم سب اپنے بیوی بچوں کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب کے پاس۔ شعر

فرشی و برادج عرش منزل ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ امی وکتاب خانہ در دل

امی و دقیقہ دان عالم ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ بے سایہ و سائبان عالم

دوسرے یہ کہ میں رب تعالیٰ کے پاس رہ کر خود نہیں کھاتا پیتا بلکہ مجھے رب تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے، کھلانے والا اس کا دست کرم، کھانے والا میں تیسرے یہ کہ رب تعالیٰ مجھے وہ روزی کھلاتا پلاتا ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے، نہ روزوں کا تسلسل جائے یعنی جنت کے میوے اور سلسبیل تسنیم وغیرہ کے شربت، اس جملہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے (۱) ایک یہ کہ کوئی شخص کسی وجہ پر پہنچ کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہو سکتا، جب انسان کو ناطق کی قید نے تمام حیوانات سے ذاتی امتیاز دے دیا، تو نبوت اور وحی کی صفتوں نے بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں سے ذاتی ممتاز کر دیا (۲) دوسرے یہ کہ اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بہ نیت عبادت کھانا پینا چھوڑ دیں تو خواہ مہینوں نہ کھائیں، ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہوگی، اور اگر بطور عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف بھی نمودار ہوگا اور شکم پاک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی، عبادت میں نورانیت کا ظہور ہے اور عادت میں بشریت کی جلوہ گری، لہذا یہ حدیث حضرت جابر کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو وقت کھانا نہ کھانے پر دو پتھر پیٹ سے باندھے (۳) تیسرے یہ کہ جنتی میوے کھانے اور وہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا، جیسے رب تعالیٰ سے کلام کرنے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی، بعض اولیاء خواب میں کھا پی لیتے ہیں اور کھانے کی خوشبو بیداری کے بعد اُن کے منہ میں پائی جاتی ہے، مگر اُن کا روزہ قائم رہتا ہے، دیکھو احتلام سے ہمارا روزہ نہیں جاتا (۴) چوتھے یہ کہ بعض بندوں کو اسی زندگی میں جنتی میوے ملتے ہیں، حضرت مریم علیہا السلام کا جنتی میوے کھانا قرآن پاک سے ثابت ہے (۵) پانچویں یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر کام ہمارے لئے سنت نہیں، بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہو، خصوصیات مصطفوی ہمارے لئے سنت نہیں روزہ وصال، ۹ بیویاں نکاح میں جمع فرمانا، ہمارے لئے نہ سنت ہیں نہ لائق عمل، سنت و حدیث میں یہی فرق ہے۔

[1] یعنی روزے کی نیت رات سے کرنا چاہیئے صبح صادق سے پہلے، تاکہ دن کا ہر حصہ روزے کی نیت سے گزرے، یہاں اس سے مراد وہ روزہ ہے جو فرض ہو مگر معین نہ ہو جیسے رمضان کی قضا یا مطلق نذر کا روزہ، نفل روزہ اور معین فرض روزے کی نیت دن میں ضحوی کبریٰ سے پہلے ہو سکتی ہے جیسے

وَقَفَهُ عَلٰی حَفْصَةَ مَعْمَرٌ وَالزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَيُونُسُ الْاَيْلِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ اَحَدُكُمْ
وَالْاِنَاءُ فِيْ يَدِهٖ فَلَا يَضَعْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحَبُّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ
اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰی مَاءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ

---

۱ معمر زبیدی ابن عیینہ اور یونس ایلی نے حضرت حفصہ پر موقوف کیا یہ تمام حضرات زہری سے راوی ہیں ۱ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کئے بغیر اسے نہ رکھے ۲ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے میرے بندوں میں مجھے بہت پیارے وہ ہیں جو افطار میں جلدی کریں ۳ (ترمذی) روایت ہے حضرت سلمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرنے لگے تو چھوارے پر افطار کرے کہ یہ برکت ہے ۴ پھر اگر چھوارہ نہ پائے تو پانی پر افطار کرے کہ یہ پاک کرنے والا ہے ۵ (احمد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس صبح کو تشریف لاتے تو فرماتے کچھ کھانے کو ہے میں عرض کرتی کچھ نہیں تو فرماتے اچھا تو ہمارا روزہ ہے، نیز روایات میں ہے کہ ایک بار حضور کو رمضان کا چاند ہو جانے کی خبر ملی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ابھی تک کچھ نہ کھایا پیا ہو وہ روزہ رکھ لے۔ فقیر کی اس شرح پر یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ وہاں نفلی روزہ یا رمضان کا غیر معین روزہ اور یہاں فرضی غیر معین روزہ مراد ہے۔

۱ اس حدیث کے متعلق ترمذی نے فرمایا کہ نافع نے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا، نسائی نے فرمایا کہ صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، دار قطنی نے اسے مرفوعًا نقل کیا، امام نووی نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے، بہت سی اسنادوں سے مروی ہے۔ ۲ یعنی بوقت افطار اذان مغرب ہو رہی ہے، تم روزہ افطار کرتے رہو، افطار سے فارغ ہو کر نماز کو آؤ، اذان سن کر افطار کا کھانا پینا نہ چھوڑ دو، یا سحری کے وقت اگر اذان فجر ہو جائے اور تمہیں غالب گمان ہو کہ ابھی صبح نہیں ہوئی ہے، مؤذن نے غلطی سے اذان کہہ دی ہے، تو سحری کھاتے پیتے رہو (مرقات، اشعۃ اللمعات، لمعات) لہذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس پر یہ لازم نہیں آتا کہ فجر کی اذان کے وقت سحری کھاتے رہو۔ ۳ یعنی یہود و نصاریٰ یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں اور سنی مسلمان جلد افطار کر لیتے ہیں، سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے، کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے، اور جلدی افطار میں رب تعالٰی کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے، اپنی محتاجی کا اظہار ہے۔ ۴ چھوارے سے روزہ افطار کرنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے صحابہ کرام کی سنت ہے، نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا تندرستی خصوصًا نظر کے لیے بہت مفید ہے۔ اس لیے یہ عمل دینی و دنیاوی برکتوں کا ذریعہ ہے کھجور محبوب بندوں کی غذا ہے ۵ یعنی پانی جیسے جسم کو پاک کرنے

وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَلَمْ يَذْكُرْ فَإِنَّهٗ بَرَكَةٌ غَيْرُ التِّرْمِذِيِّ فِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ

ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی اور "فانہ برکۃ" کا لفظ ترمذی کے سوا کسی نے روایت نہ کیا انہی دوسری روایت میں روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند تر کھجوروں پر روزہ افطار کرتے تھے اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک چھواروں پر لے اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے تھے (ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت زید بن خالد سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روزہ دار کو افطار کرائے یا غازی کو سامان دے تو اسے

والا ہے ایسے ہی دل و دماغ کو بھی پاک صاف کرنے والا ہے، نیز پانی میں حرام ہونے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے، کہ کنوئیں کا پانی جنگل کا شکار اصل میں مباح ہے دوسری چیزوں میں احتمال ہے کہ حرام کمائی سے حاصل کی گئی ہوں، روزہ حلال سے افطار کرنا بہتر ہے یا اس استحباب ہے لے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ روزہ دار افطار پہلے کرے، نماز مغرب بعد میں پڑھے، نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے، دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ بعض روایات میں تین خرمے کا ذکر ہے مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لئے تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں یا اس لئے کہ اتفاقًا اس وقت افطار کے لئے کچھ موجود نہ تھا بہرحال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو تو بعد نماز افطار کرے یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے، یعنی افطار تو نماز سے پہلے کر لیتے تھے، اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے بہرحال حدیث واجب العمل ہے لے اس ترتیب سے پتہ لگا کہ تر کھجور پر روزہ افطار نا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں تو خشک چھواروں پر افطار کرنا، چاہئے ہاں رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں، اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں مسجدوں میں بھیجتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے لے حضور انور روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے، پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا کہ سگریٹ سے روزہ افطار تے ہیں، نعوذ باللہ روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہیئے سگریٹ گندی بدبودار چیز بھی ہے اور اس سے روزہ افطار نا مضر صحت بھی ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے پکی چیز سے روزہ نہ افطارے، بلکہ گرمی میں پانی سے، سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی پکی چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہئے، تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہوگا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ والے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ افطاریں یہ غلط ہے سنت کے خلاف ہے سنت ہے کھجور یا چھوارے سے افطارنا، اگر یہ نہ لیں تو پانی سے افطارنا۔

مِثْلُ اَجْرِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَمُحْيِ السُّنَّةِ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ صَحِيْحٌ ۞ وَ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ
الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ رَوَاهُ
اَبُوْدَاوٗدَ مُرْسَلًا ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اُن ہی کی طرح ثواب ہے۔ ۱؎ (بیہقی شعب الایمان) محی السنہ نے شرح سنہ میں اسے روایت کیا اور فرمایا کہ صحیح ہے ۲؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ ثواب ثابت ہوگیا ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاذ
ابن زہرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے الٰہی میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا ۴؎
(ابوداؤد) مرسلًا دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

۱؎ اسلئے کہ روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان جنگ دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے رب تعالٰے فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى نیز روزہ دار نفس و شیطان سے جہاد کرتا ہے اسلئے اسے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب تو مل جائیگا مگر اس سے روزہ دار کا روزہ کم نہ ہوگا اور تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا۔ ثواب مل جانا اور ہے فرض ادا ہونا کچھ اور ۲؎ یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابن حبان وغیرہم محدثین نے نقل فرمائی، ترمذی نے اسے حسن صحیح فرمایا شاید حضرت مصنف قدس سرہ ان اسنادوں پر مطلع نہ ہوئے اسلئے ان کا ذکر نہ فرمایا ۳؎ اس میں رب تعالٰے کا انتہائی شکر ہے کہ پیاس اور رگوں کی خشکی ایک عارضی چیز تھی جو افطار کرتے ہی مفقود ہوگئیں مگر اس عارضی تکلیف پر جو رب تعالٰے نے ثواب عطا فرمایا وہ عظیم الشان ہے۔ اور اِنْ شَاءَ اللّٰهُ یا محض برکت کے لئے فرمایا گیا یا ہماری تعلیم کے لئے۔ کیونکہ روزہ مقبول یا مردود ہونے کی خبر نہیں۔ اگر رب تعالٰے نے قبول فرمایا ہو تو پھر اجر ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اِنْ بمعنی اِذْ ہے اور اس کا تعلق گذشتہ تینوں چیزوں سے ہے مگر پہلی توجیہ قوی بھی ہے اور موقعہ کے مناسب بھی ۴؎ افطار کے وقت یہ دعا مانگنا سنت ہے۔ بعض روایات نے فرمایا کہ اگر یہ بھی کہے وَبِكَ اٰمَنْتُ تو حرج نہیں کوئی اصل تو نہیں مگر درست ہے۔ بعض لوگ آخر میں یہ بھی کہتے ہیں وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ یہ کل کے روزے کی نیت ہے اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بدعت حسنہ ہے بعض لوگ افطار کے وقت یوں کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ اس میں بھی حرج نہیں، حرف شکر دعائیہ کلمات کی زیادتی جائز ہے۔ بعض التحیات میں اَشْهَدُ اَنَّ میں اور درود ابراہیمی میں لفظ مُحَمَّد سے پہلے سَيِّدِنَا بڑھا دیتے ہیں بعض حجاج تلبیہ میں یہ زیادتی کرتے ہیں اِنَّ الْعَبْدَ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَاقِفٌ بَيْنَ يَدَيْكَ حَاجٌّ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ وغیرہ اس میں بھی حرج نہیں۔ ہاں درود وظیفوں کے الفاظ بالکل نہ بدلے جائیں کیونکہ وہ کسی خاص اثر کے لئے ہوتے ہیں اور یہ اثر منقول الفاظ سے وابستہ ہے اور دعا میں محض ثواب کے لئے، یہاں جتنے الفاظ زیادہ اتنا ثواب زیادہ۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْ اَبِیْ عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْنَا يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحٰبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلٰوةَ قَالَتْ اَيُّهُمَا يُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ مُوْسٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ دَعَانِیْ رَسُوْلُ

علیہ وسلم نے دین غالب رہے گا جب تک لوگ جلدی افطار کرتے رہیں گے ١ کیونکہ یہود و عیسائی دیر سے افطار کرتے ہیں ٢ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوعطیہ سے فرماتے ہیں میں اور مسروق حضرت عائشہ کے پاس گئے ٣ ہم نے عرض کیا اے ام المومنین حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں دو حضرات ہیں ایک تو افطار بھی جلد کرتے ہیں اور نماز بھی جلد پڑھتے ہیں اور دوسرے صاحب افطار بھی دیر سے کرتے ہیں اور نماز بھی دیر سے پڑھتے ہیں ٤ فرمانے لگیں کون صاحب نماز و افطار میں جلدی کرتے ہیں ٥ ہم نے عرض کیا عبداللہ ابن مسعود فرمایا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور دوسرے حضرت ابوموسیٰ ہیں ٦ (مسلم) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ

١ یعنی مسلمانوں کا جلدی روزہ افطار کرتے رہنا دین کے غلبہ کا سبب ہے معلوم ہوا کہ سنتوں بلکہ مستحبات کی پابندی مسلمانوں کی شوکت اور دین کے ظہور و غلبہ کا باعث ہے، پھر فرائض کا کیا پوچھنا، ہندوستان کے مسلمان اذان اور گائے کی قربانی پر کٹے مرتے رہتے ہیں یہی شعار اسلام کو قائم رکھنے کے لیے۔ خیال رہے کہ یہاں جلدی سے مراد وقت جواز میں جلدی ہے جب سورج ڈوب جائے پھر دیر نہ لگائے، بلا وجہ دیر لگانا سنت کے خلاف ہے اور اتنی دیر کہ تارے گتھ جائیں مکروہ تحریمی ہے ٢ یہود دیر سے افطار کرتے ہیں لہٰذا اس مشابہت سے بچو مرقاۃ و اشعہ نے فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کی درستی سارے کفار کی مخالفت و علیحدگی میں ہے اور ان کی مشابہت میں دین کی کمزوری ہے افسوس کہ مسلمان پرجوش عیسائیوں کی مشابہت کے لیے داڑھیاں منڈائیں، کھڑے ہو کر پیشاب کریں، ننگے سر پھریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَآءَ اور فرماتا ہے وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بہت دیر کرکے روزہ افطار کرتے ہیں سمجھتے ہیں سورج ڈوبتے ہی فوراً روزہ افطار نہ چاہیے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ، فِی الَّيْلِ نہ فرمایا یعنی روزے کو رات میں بالکل داخل نہ کرو رات آتے ہی روزہ ختم کردو ٣ یہ دونوں حضرات جلیل القدر تابعی ہیں، ان میں نماز مغرب اور افطار روزہ میں اختلاف ہوا، فیصلہ کے لیے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے، کیونکہ آپ بڑی فقیہہ عالمہ تھیں ٤ یہاں نماز سے مراد نماز مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھپتے ہی بالکل متصل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاطاً دیر لگانا ہے نہ کہ تارے گتھ جانے تک کی تاخیر، لہٰذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں، ایک صاحب عزیمت پر عامل ہیں دوسرے رخصت پر ٥ سبحان اللہ جناب ام المومنین کا کیسا سلیقہ سوال ہے، دیر لگانے والے کا نام نہ پوچھا تاکہ ان پر الزام کا ذکر نہ ہو ٦ آخری جملہ راوی کا اپنا ہے۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السُّحُورِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ سُحُورُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. بَابُ تَنْزِيهِ الصَّوْمِ. اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سحری کے لئے بلایا ۱؎ تو فرمایا برکت والے ناشتے کے لئے آؤ کیونکہ سحری میں برکت ہے ۲؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی اچھی سحری چھوہارے ہیں ۳؎ (ابوداؤد) باب روزے کو پاک وصاف رکھنا ۱؎ فصل پہلی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جھوٹی باتیں اور برے کام نہ چھوڑے ۲؎ تو اللہ تعالٰی کو اس کے کھانا پانی چھوڑ دینے کی پرواہ نہیں ۳؎ (بخاری) روایت ہے

حضرت ام المومنین نے جناب عبداللہ کے عمل کو حضور کے موافق بتایا اور تقدیم سے تاخیر کو مستحب قرار دیا معلوم ہوا کہ جناب ام المومنین مزاج شناس رسول ہیں اور احوال دان مصطفٰے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابوموسیٰ اشعری کو پہنچی ہوگی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کرلی ہوگی صحابہ سے یہ توقع ہو سکتی ہی نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واقف ہو کر اس کے خلاف کام کریں۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عرباض سحری کے وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہوں گے تو فرمایا آؤ سحری کھالو انہیں باقاعدہ دعوت دیکر گھر سے نہ بلایا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ کھاتے وقت اگر کوئی مسلمان آجائے تو اس پر کھانا پیش کردینا سنت ہے ۳؎ اس کی شرح پہلے ہوچکی کہ سحری کھانا سنت بھی ہے لہذا اس میں اخروی برکت ہے اور اس سے روزہ میں مدد بھی ملتی ہے لہذا اس میں دنیوی برکت بھی ہے خیال رہے کہ تمر اسم جنس ہے ایک کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور بہت کے لئے بھی [illegible] سے فرمایا تمر شہد آذکر ۳؎ اس طرح کہ سحری کے وقت کچھ کھانا کھائے آخر میں کچھ چھوہارے بھی کھائے تاکہ روزے کی ابتدا بھی چھوہارے سے ہو اور انتہا بھی سحری کھانا بھی سنت ہے اور چھوہارے کھانا بھی سنت اس صورت میں دو سنتوں کا اجتماع ہوگا ان شاء اللہ روزہ آسانی سے طے ہوجائیگا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ سحری میں بہت کھانا کھاؤ کیونکہ بدہضمی کا باعث ہو چند چھوہارے کھا کر پانی پی لو ۱؎ تنزیہ کے لغوی معنے ہیں دور رکھنا الگ کرنا اصطلاح شریعت میں تنزیہ صوم یہ ہے کہ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا مکروہ ہوجاتا ہے یا اس کا ثواب کم ہوجاتا ہے ان سے روزہ کو الگ رکھنا یعنی روزہ دار کا الگ رہنا تاکہ روزہ ہر نقصان سے پاک وصاف رہے یہ چیز بہت ضروری ہے ۲؎ یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان غیبت، چغلی، تہمت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے، اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے گناہوں سے زیادہ ہیں اس لئے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا یہ حدیث بہت جامع ہے دو جملوں میں ساری چیزیں بیان فرمادیں اگرچہ برے کام ہر حالت میں اور ہمیشہ ہی برے ہیں مگر روزے کی حالت میں زیادہ برے کہ ان کے کرنے میں روزے کی بے حرمتی اور اہانت [illegible]

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِأَرَبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِيْ رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ و کنار کر لیتے تھے اور حضور اپنی نفسی حاجت پر سب سے زیادہ مالک رکھنے والے تھے ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں بحالت جنابت صبح ہوتی تھی ۲؎ بغیر احتلام کے ۳؎ پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت

کی بے ادبی ہے اسی لئے خصوصیت سے روزے کا ذکر فرمایا ہوگا ایک گناہ کا عذاب ایک، مگر مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کا عذاب ایک لاکھ ہے کیوں؟ اس زمین پاک کی بے ادبی کی وجہ سے ۔ یہاں حاجت بمعنی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالٰے ضرورتوں سے پاک ہے بلکہ بمعنی توجہ و التفات پرواہ یعنی اللہ تعالٰے ایسے شخص کے روزہ قبول نہیں فرماتا قبول نہ ہونے سے روزہ گویا ناقص ہو جاتا ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ روزہ شرعًا تو درست ہو جائے گا کہ فرض ادا ہو جائے گا مگر قبول نہ ہوگا شرائط اداء صرف نیت ہے اور کھانا پینا صحبت چھوڑ دینا مگر شرائط قبول میں یہ باتیں چھوڑنا ہے جو روزہ کا اصل مقصود ہے، روزے کا منشاء نفس کا زور توڑنا ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے جب روزے میں گناہ نہ چھوڑے تو معلوم ہوا نفس نہ مرا صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیئے صرف حلال چیزوں یعنی کھانے پینے کو نہ چھوڑو بلکہ حرام چیزوں یعنی جھوٹ غیبت کو بھی چھوڑو۔ مرقات نے فرمایا کہ ایسے بے پاک روزے دار کو اصل روزہ کا ثواب ملے گا اور ان چیزوں کا گناہ۔ ۱؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر پورا قابو رکھتا ہو یا بیماری یا بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے یا تقوٰی و پرہیزگاری کی وجہ سے وہ اپنی بیوی سے بوس و کنار کر سکتا ہے، اور جو قابو نہ رکھے، وہ ہرگز ہرگز یہ کام نہ کرے اسی لئے ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نفسی حاجت پر قادر تھے: حضرت عائشہ کا ایسے واقعات بیان فرمانا مسئلہ شرعی کے بیان کے لئے ہے لہٰذا بے غیرتی کہنا حماقت ہے رب تعالٰے فرماتا ہے لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ، طبیب لوگ بیماریوں و علاجوں کے بیان میں کھلی کھلی باتیں بیان کرتے ہیں بے غیرتی کے لئے نہیں بلکہ بیان علاج کے لئے ۔ ۲؎ اس طرح کہ نماز تہجد کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے مقاربت فرماتے اور فورًا غسل نہ فرماتے تھے بلکہ نماز فجر کے وقت پر پہنچنے کے بعد کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصًا رمضان شریف میں

۳؎ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ ابلیس عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں، بلکہ جو بیبیاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا جیسا کہ ہم باب الغسل میں عرض کر چکے ہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں انزال ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی زیادتی منی کے باعث: حق یہ ہے کہ یہ حضرات اس سے بھی محفوظ ہیں: یہاں حضرت ام المؤمنین کا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فرمانا یہ بتانے کے لئے ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی جنابت مقاربت سے ہوتی تھی یہ منشاء نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے حضرت ام المؤمنین کا مقصود یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مخالطت سے ہی جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں (مرقاۃ و اشعہ) ۴؎

عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام اور بحالت روزہ فصد لی [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بحالت روزہ بھول جائے تو کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے [2] کہ اُسے رب تعالٰے نے کھلایا پلایا ہے [3] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص آیا [4]

سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل یہی قول صحیح ہے حضرت ابوہریرہ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ جو جنابت میں سو رہا ہے اس کا روزہ نہیں مگر یہ حدیث سن کر رجوع فرما گئے اور بولے کہ حضرت عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما مجھ سے زیادہ جانتی ہیں اس حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہے فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ نیز اس آیت سے بھی اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ کیونکہ جب رمضان میں رات بھر صحبت کرنے کی اجازت دی گئی اور پوپھٹے تک صحبت جائز ہوئی اب لامحالہ غسل پوپھٹنے پر ہی ہوگا نیز اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں، بعض علماء نے فرض و نفل میں فرق کیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں۔

[1] اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم محرم بھی تھے اور روزہ دار بھی اس حال میں پچھنے لگوائے فصد لی، جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ دونوں واقعے الگ ہیں یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام بھی فصد لی ہے اور بحالت روزہ بھی، معلوم ہوا کہ فصد سے نہ احرام خراب ہو نہ روزہ فاسد، مگر احرام میں ضروری یہ ہے کہ بال نہ اکھڑیں، ورنہ کفارہ واجب ہوگا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد نہ تو روزہ توڑتی ہے اور نہ اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے، یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا فرمان ہے، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے، فصد کرنے والا اور کرانے والا دونوں کا روزہ باقی رہتا ہے ٹوٹتا نہیں، امام احمد کے ہاں حاجم و محجوم دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر ان پر کفارہ نہیں صرف قضا ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے، ان کی دلیل دوسری حدیث ہے جس کے متعلق اس کی شرح میں ان شاء اللہ عرض کیا جائیگا [2] یہ حکم فرض و نفل تمام روزوں کے لئے ہے کہ ان میں بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں جاتا: بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ ہے اور کھانا پینا ارادۃً ہو اس میں نہ قضا ہے نہ کفارہ، خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کلی یا غرارہ کرتے وقت اس میں قضا ہے کفارہ نہیں، عمد یہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادۃً ہو اس میں ماہ رمضان میں قضا بھی ہے کفارہ بھی، جماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دار بھول کر صحبت کرلے تو بھی روزہ نہیں جائیگا، یہی احناف کا مذہب ہے فلیتم امر سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا ہے جس کو پورا کرنا فرض ہے [3] یعنی یہ بھول رب تعالٰے کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھا پی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالٰے کی طرف سے ہے، لہذا حدیث

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ مَا لَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى امْرَأَتِيْ وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ هَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ اجْلِسْ وَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ الضَّخْمُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ قَالَ أَنَا

عرض کیا یا رسول اللہ میں تو ہلاک ہو گیا ۱؎ فرمایا تجھے کیا ہوا عرض کیا میں نے بحالت روزہ اپنی بیوی سے صحبت کر لی ۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو غلام پاتا ہے جسے آزاد کر دے ۳؎ بولا نہیں فرمایا تو کیا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے بولا نہیں ۴؎ فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کا کھانا پاتا ہے بولا نہیں ۵؎ فرمایا بیٹھ جا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ توقف فرمایا ۶؎ ہم اسی حال میں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زنبیل لائی گئی جس میں کھجوریں تھیں عرق بڑی زنبیل ہوتی ہے ۷؎ فرمایا مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے بولا میں ہوں

۱؎ یہ عرض نہیں کہ پہلا تو شیطانی اثر ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ، پھر اسے رب تعالٰی کی طرف نسبت کیوں فرمایا کہ یہ حاضر ہونے والے صاحب حضرت سلمہ ابن صخر انصاری بیاضی ہیں، بعض نے فرمایا ان کا نام سلیمان انصاری ہے، مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے انہوں نے رمضان میں بحالت روزہ دن میں اپنی زوجہ سے صحبت کر لی تھی اسلئے حاضر بارگاہ ہوئے۔ ۲؎ اس طرح کہ اس قانون شکنی کی سخت سزا کا مستحق ہو چکا اور اپنی بیوی کو اس جرم میں مبتلا کیا کہ وہ بھی روزہ دار تھیں، اسلئے ہلاکت کو صرف اپنی طرف نسبت کیا یہ نہ کہا کہ ہم دونوں ہلاک ہو گئے کہ وہ بے قصور تھیں انہوں نے جبراً صحبت کی تھی بیوی کو مجبور کرکے وہ اس پر راضی نہ تھی نہ اسکے لئے آمادہ تھی ۳؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ رمضان میں بحالت روزہ عمداً دن میں صحبت کر لینے سے قضا بھی واجب کفارہ بھی، دوسرے یہ کہ عمداً کھا پی لینے سے بھی کفارہ واجب ہے کیونکہ کفارہ کا سبب رمضان میں روزہ توڑنا ہے، روزہ جیسے جماع سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی کھانے پینے سے، تیسرے یہ کہ اگر عورت سے جبراً صحبت کی ہو تو اس پر کفارہ نہیں بلکہ مرد پر ہوگا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ میں صرف مرد سے خطاب فرمایا چوتھے یہ کہ کفارہ میں ترتیب معتبر ہے کہ اگر غلام آزاد کر سکتا ہے تو یہ کرے۔ اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ کے مسلسل روزے، اگر یہ ناممکن ہو تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا، دار قطنی میں بروایت حضرت ابوہریرہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے دن میں بحالت روزہ عمداً کھا لیا تھا اسے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا، اسی دار قطنی میں بروایت سعید ابن المسیب ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ دیا ہے اسے بھی کفارہ کا حکم دیا گیا، بہرحال رمضان میں جس طرح بھی عمداً روزہ توڑے، کفارہ واجب ہے۔ یہ ہی احناف کا قول ہے ۴؎ کیونکہ مجھ میں دو ماہ مسلسل روزہ رکھنے کی طاقت نہیں کہ اپنے نفس کو بیوی سے نہیں روک سکتا جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے، معلوم ہوا کہ روزے کی طاقت نہ ہونا، بڑھاپے، بیماری، غلبہ شہوت ہر طرح ثابت ہو جاتا ہے ۵؎ یعنی میرے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہے ساٹھ مسکینوں کو کہاں سے کھلاؤں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے ۶؎ یعنی انتظار فرمایا کہ کہیں سے کچھ آ جائے تو اس کو ادائے کفارہ کے لئے

قَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰى اَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اَلْفَصْلُ

فرمایا یہ لے جاؤ اور صدقہ کردو ۱؎ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں خدا کی قسم مدینہ کے دو کناروں یعنی دو سنگلاخوں کے بیچ میرے گھر والوں سے زیادہ کوئی خاندان محتاج نہیں ۲؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتی کہ آپ کے دانت مبارک چمک گئے ۳؎ فرمایا اپنے گھر والوں کو ہی کھلادو ۴؎ (مسلم، بخاری) فصل

دے دیا جائے خیال رہے کہ ایسے فقیر پر کفارہ واجب نہیں صرف توبہ کرے مگر یہاں کا یہ واقعہ خصوصیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ یہ کھجوریں صدقہ کی تھیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیرات کرنے کے لئے حاضر کی گئی تھیں عرق وہ بڑا ٹوکرا ہے جس میں پندرہ صاع کھجوریں آتی ہیں، کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو فی مسکین آدھا صاع کھجوریں دی جاتی ہیں لہذا یہ کھجوریں اس کے کفارے کے لئے کافی نہ تھیں بعض نے فرمایا کہ اس زنبیل میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں ہر مسکین کو چوتھائی صاع یعنی مد کھجوریں دی جاتیں۔ ۱؎ یعنی اس صدقہ کا پہلے تو مالک بن جا پھر مالک ہو کر اپنی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو خیرات کرتے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شرعی حیلے درست ہیں کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا پھر وہ زکوٰۃ اس سے دوسری جگہ خیرات کرادی مسجد کو دلوادی یا مسجد میں خرچ کرادی حیلہ کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے جہاں آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے اس کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ۲؎ یعنی کفارہ فقیروں کو دینا چاہیئے مگر مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ فقیر و حاجتمند ہم ہی ہیں، مطلب یہ تھا کہ اجازت ہو تو لے لیں اور میرے بال بچے ہی کھالیں، طلب کے لئے بھی منہ چاہیئے، کس ڈھنگ سے داتا سے مانگا ۳؎ یعنی مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک میں سے کچلیاں ظاہر ہوگئیں ۴؎ یعنی اپنا یہ کفارہ تو خود بھی کھالے اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلادے، تیرا کفارہ ادا ہوجائے گا یہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار خداداد، کہ مجرم کے لئے اس کا کفارہ اس کے لئے انعام بنادیا، ورنہ کوئی شخص اپنا کفارہ اپنی زکوٰۃ، نہ تو خود کھاسکتا ہے، نہ اپنے بیوی بچے، مگر یہاں اس کا اپنا ہی کفارہ ہے اور اپنے آپ ہی کھا رہا ہے، یہاں بعض لوگوں نے بڑے غوطے کھائے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ کفارہ نہ تھا کیونکہ وہ فقیر تھا اور ایسے فقیر پر مالی کفارہ واجب نہیں، بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تو یہ کھالے، جب کبھی تیرے پاس مال آئے تو کفارہ ادا کردینا، مگر یہ غلط ہے چند وجوں سے، ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا فَتَصَدَّقْ بِهٖ اس کا صدقہ دیدے، پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کفارہ نہ تھا اگر فقیر کو بقدر کفارہ مال دیدیا جائے، تو وہ کفارہ ضرور دے، یہاں ایسا ہی ہوا، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ نہ فرمایا کہ آئندہ تو کفارہ دے دینا، تم یہ کہاں سے کہتے ہو یہ قید اپنی طرف سے ہے حدیث میں نہیں، تیسرے یہ کہ روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صرف تجھے ہی کافی ہے دوسرے کو کافی نہ ہوگا (ہدایہ) اگر آئندہ کفارہ دینا ہوتا تو اس خصوصیت کے کیا معنی، چوتھے یہ کہ دارقطنی میں اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اللہ نے تیرا کفارہ ادا کردیا، پھر آئندہ کفارہ دینے کے کیا معنی، پانچویں یہ کہ امام زہری وغیرہ محدثین نے اسے اس شخص کی خصوصیات سے مانا۔ دیکھو مرقات و اشعۃ اللمعات وغیرہ غرضکہ یہ

الثانی: عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَیَمُصُّ لِسَانَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهٗ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَسَاَلَهٗ فَنَهَاهُ فَاِذَا الَّذِیْ رَخَّصَ لَهٗ شَیْخٌ وَاِذَا الَّذِیْ نَهَاهُ شَابٌّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَیْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَیْسَ عَلَیْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْیَقْضِ رَوَاهُ

دوسری روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحالت روزہ انہیں چومتے اور ان کی زبان شریف چوستے تھے۱ (ابوداؤد)۲ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے بوس وکنار کے متعلق پوچھا آپ نے اسے اجازت دے دی۳ پھر دوسرا حاضر ہوا اور یہی پوچھا تو اسے منع فرمادیا جس کو اجازت دی تھی وہ بڈھا تھا اور جسے منع کیا وہ جوان تھا۴ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے روزہ کی حالت میں قے آجائے تو اس پر قضا نہیں اور جو جان کر قے کرے وہ قضا کرے۵

تاویل بہت ہی ٹھیک ہے حق وہ ہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اختیارات میں سے ہے، اس اختیار کی پوری بحث ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ ماہ رمضان میں واقع ہوتا تھا جبکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی روزہ دار ہوتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر قادر ہو تو اپنی بیوی کا بوسہ بھی لے سکتا ہے اور اس کی زبان بھی چوس سکتا ہے بشرطیکہ ایک دوسرے کا تھوک دوسرے کے منہ میں نہ جاوے، اگر چلا جائے تو نگلے نہ بلکہ تھوک دے، یہ مسئلہ بتانے کے لیے حضرت ام المؤمنین یہ واقعہ بیان فرمارہی ہیں، ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ طبیب بیان علاج میں بڑی بڑی خفیہ باتیں بیان کردیتے ہیں اس بیان میں شرم نہیں کرتے، اگر شرم کریں تو علاج کیسے ہو، اسی طرح یہ حضرات مسئلہ شرعی بیان کرنے کے لیے بلاحجاب خفیہ باتیں بیان فرمادیتے ہیں، اگر شرم کریں تو دینی مسائل کیونکر واضح ہوں اور لوگوں کو ہدایت کیسے ملے ۲؎ مرقاۃ و اشعۃ اللمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی اسناد میں سعد ابن اوس بصری اور محمد ابن دینار ہیں، سعد ابن اوس تو ضعیف ہیں، اور زبان چوسنے کی روایت سوائے محمد ابن دینار کے کسی نے نہ کی، اور محمد ابن دینار بھی ضعیف ہیں ۳؎ غالبًا اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تجھ جیسے روزہ دار کو بحالت روزہ بوس وکنار کی اجازت ہے یہ مسئلہ بتانا تھا ۴؎ اس تفریق سے مسئلہ فقہی واضح ہوا کہ بڈھا یا بیمار یا کمزور یا بہت متقی جو بوس وکنار کے باوجود اپنے نفس پر قابو رکھے اسے اس کی اجازت ہے، دوسرے کے لیے نہیں تاکہ روزہ نہ توڑ بیٹھے۔ ۵؎ یہ حدیث صحیح ہے اس کی اسناد بہت جید و قوی ہے اسی پر چاروں اماموں کا عمل ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ یاد ہوتے ہوئے عمدًا قے کرے تو روزہ جاتا رہے گا، کیونکہ قے کا کچھ غیر محسوس حصہ حلق میں واپس لوٹ جاتا ہے جس کا احساس نہیں ہوتا، جیسے سونا وضو توڑ دیتا ہے کہ اس میں اکثر ریح نکل جاتی ہے، مگر احساس نہیں ہوتا، ہاں امام یوسف نے عمد کے ساتھ منہ بھر قے ہونے کی پابندی لگائی ہے، اگر قے کردینے سے صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہ ہوگا، قے کے پورے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ
لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ لَا أُرَاهُ مَحْفُوظًا
وَعَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَاءَ فَأَفْطَرَ قَالَ فَلَقِيتُ ثَوْبَانَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ إِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَنِي
أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ قَالَ صَدَقَ وَأَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوءَهُ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ. وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا أُحْصِي يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ

ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم سوائے عیسےٰ ابن یونس کسی سے نہیں معلوم کرتے امام محمد
بخاری نے فرمایا کہ میں اسے محفوظ نہیں جانتا[1] روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ[2] سے کہ ابوالدرداء نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے قے کی تو روزہ افطار کردیا[3] فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان[4] سے ملا میں نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء نے مجھے خبر دی کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو روزہ افطار فرمادیا فرمایا انہوں نے سچ کہا اور میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی انڈیلا[5] (ابوداؤد، ترمذی، دارمی)
روایت ہے حضرت عامر ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بے شمار دفعہ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا
[6] (ترمذی، ابوداؤد)[7] روایت ہے حضرت

[1] اہل حدیث کی تحقیق کا مرجع حدیث ہے، یعنی میں اس حدیث کو محفوظ نہیں جانتا۔ خیال رہے کہ امام ترمذی و بخاری کا یہ حدیث غریب ہو کر بھی اسکو حاکم، ابن حبان، دارقطنی نے صحیح اسنادوں سے نقل فرمایا، حاکم نے فرمایا حدیث صحیح شرط شیخین پر ہے، دارقطنی نے فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مؤطا امام مالک نے حضرت ابن عمر پر موقوفًا روایت کی، نسائی و عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ پر موقوفًا روایت کی، ابن ماجہ نے مرفوعًا نقل فرمائی بعض مضمون والفاظ اس کے کچھ متفاوت ہیں مگر متن حدیث صحیح ہے[2] آپ جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت عمر، حضرت ابوالدرداء اور ثوبان سے احادیث روایت کرتے ہیں[3] یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ میں عمدًا قے کی کسی ضرورت سے نفلی روزے کا افطار فرمانا جس کے بعد کھانا وغیرہ ملاحظہ فرمایا[4] حضرت ثوبان حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں انہوں نے حضرت ابوالدرداء کی تصدیق فرماتے ہوئے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے قے کو ناقض وضو بھی قرار دیا، چنانچہ آپ نے وضو کیا اور پانی میں نے حاضر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ منہ بھر کے قے روزہ بھی توڑ دیتی ہے اور وضو بھی، یہی ہمارا مذہب ہے یہ حدیث ہمارے امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں قے سے وضو نہیں ٹوٹتا، وہ یہاں وضو سے مراد کلی کرنا لیتے ہیں، مگر قول امام اعظم قوی تر ہے بلا وجہ شرعی عرف چھوڑنا کمزور سی بات ہے[5] اس حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ و مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزے میں ہر وقت ہر قسم کی مسواک بلا کراہت جائز ہے، زوال سے پہلے کرے یا بعد، تر مسواک کرے یا خشک، بہرحال بلا کراہت درست ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث

أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اشْتَكَيْتُ عَيْنِيَّ أَفَأَكْتَحِلُ وَأَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَأَبُو عَاتِكَةَ الرَّاوِي يُضَعَّفُ. وَعَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ

انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میں آنکھوں کا بیمار ہوں کیا بحالت روزہ سرمہ لگا سکتا ہوں فرمایا ہاں[1] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اسکی اسناد قوی نہیں ابو عاتکہ راوی ضعیف مانے جاتے ہیں[2] روایت ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام عرج میں[3] بحالت روزہ سر مبارک پر پیاس یا

اس حدیث کے خلاف نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے کیونکہ وہاں لفظ خلوف ہے نہ کہ لفظ بخر خلوف منہ کی وہ بو ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہو جاتی ہے، وہ مسواک سے نہیں جاتی جیسا کہ بار ہا اشارہ ہو چکا ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ آپ نے روزے میں مسواک کرلی پھر توریت لینے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ لوٹ کے دس روزے اور رکھو تاکہ پھر وہ ہی مہک پیدا ہو جو مسواک سے جاتی رہی ہے ورنہ مسواک سے روزے کی قضا اور پھر دس روزے رکھنے کا حکم کسی امام کے ہاں نہیں امام شافعی کے ہاں زوال کے بعد روزے میں مسواک مکروہ ہے اور امام احمد کے ہاں آخر دن میں مکروہ، مگر مذہب حنفی بہت قوی ہے چنانچہ دارقطنی میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا بہترین شغل مسواک ہے طبرانی میں حضرت عبدالرحمن ابن غنم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ ابن جبل سے پوچھا کیا میں روزے میں مسواک کر سکتا ہوں، فرمایا ہاں، پوچھا دن کے کس حصہ میں؟ فرمایا ہر حصہ میں، یہ خیال ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو رب تعالیٰ کو ایسی ہی پیاری ہے جیسے غازی کے قدم کی گرد و غبار، اگر غازی اپنے قدموں پر ویسے ہی خاک ڈالے تو ثواب ملتا نہیں اور اگر وہ قدموں کی دھول جھاڑ دے تو ثواب گھٹتا نہیں، ایسے ہی اگر روزہ دار بہ تکلف منہ میں بو پیدا کرے تو ثواب ملتا نہیں، اور اگر مسواک کرے تو ثواب گھٹتا نہیں، اسی لئے بیہقی، ابن حبان، طبرانی وغیرہ میں عام صحابہ کا یہ عمل بیان ہوا کہ وہ حضرات روزے میں ہر وقت مسواک کرلیتے تھے، اسکی پوری تحقیق یہاں مرقاۃ میں دیکھو۔ ؎ اس حدیث کو ترمذی نے حسن فرمایا اور احمد و ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا۔

[1] یہی تینوں اماموں کا مذہب ہے یعنی امام ابوحنیفہ، شافعی و مالک کہ روزہ دار کو سرمہ لگانا آنکھ میں خشک یا تیل اگرچہ چکنی ہو دوا ڈالنا ہر وقت جائز ہے یعنی سونے سے پہلے بھی اور بعد بھی، اگرچہ دوا کا رنگ یا مزا حلق میں محسوس ہو جب بھی مضر نہیں، امام احمد سونے سے پہلے سرمہ لگانا مکروہ فرماتے ہیں، یہ حدیث ان تینوں اماموں کی دلیل ہے۔

[2] یہ حدیث بہت طریقوں سے مختلف اسنادوں سے بہت کتب میں مروی ہے تمام اسنادیں ضعیف ہیں لیکن زیادتی اسناد اور عمل علماء کی وجہ سے قوی ہو گئی، تمام اسنادیں بالتفصیل یہاں مرقات نے نقل فرمائیں اور اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو کہ تعدد اسناد اور عمل علماء سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ [3] عرج مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک منزل کا نام تھا اور

أَوْ مِنَ الْحَرِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ. وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى رَجُلًا بِالْبَقِيْعِ وَهُوَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِيْ لِثَمَانِيْ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِي السُّنَّةِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَتَأَوَّلَهُ بَعْضُ مَنْ رَخَّصَ فِي الْحِجَامَةِ أَيْ تَعَرَّضَا لِلْإِفْطَارِ الْمَحْجُوْمُ لِلضَّعْفِ وَالْحَاجِمُ لِأَنَّهُ لَا يَأْمَنُ مِنْ أَنْ يَصِلَ شَيْءٌ إِلَى جَوْفِهِ بِمَصِّ الْمَلَازِمِ. وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَفْطَرَ

گرمی کی وجہ سے پانی ڈالتے دیکھا ۱؎ (مالک، ابوداؤد) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک شخص پر تشریف لائے جو فصد دے رہا تھا حضور انور میرا ہاتھ پکڑے تھے ۲؎ یہ رمضان کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے تو فرمایا فصد لینے والے اور فصد کرانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا ۳؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) شیخ امام السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض علماء نے فصد کی اجازت دی ہے وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ وہ دونوں قریب الافطار ہوگئے فصد کرانے والا ضعف کی وجہ سے اور فصد کرنے والا اس لیے کہ وہ اس سے امن میں نہیں کہ سینگی چوسنے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں کچھ پہنچ جائے ۴؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان میں بغیر

مدینہ منورہ میں ایک محلہ بھی تھا یہاں دونوں احتمال ہیں کہ یا سفر کا واقعہ ہو یا گھر کا لہذا یہ غسل نہیں فرماتے تھے بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے صرف سر شریف پر پانی بہاتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوئے ایک یہ کہ باتیں ذریعے جو پانی وغیرہ جسم میں پہنچ جائے وہ روزے کے لیے مضر نہیں لہذا روزے دار کا نہانا پانی میں غوطہ لگانا سر یا جسم پر تیل کی مالش کرنا بھیگا کپڑا جسم پر لپیٹنا روزے کے لیے مضر نہیں ٹیکہ و ۱۵ ACT ۱۹۸۱ء گرنے کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا کان سے روزہ نہیں جاتا جیسے سانپ بچھو بھڑ کے کاٹ لینے سے دوسرے یہ کہ روزے میں سر پر پانی ڈالنا زیادہ نہانا مکروہ نہیں جبکہ گھبراہٹ کے اظہار کے لیے نہ ہوں اگر کوئی اپنے گھبراہٹ کے اظہار کے لیے ہو تو مکروہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں ۲؎ یعنی میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب تھا لہذا میں نے آپ کے کلمات نہایت صحیح سنے، یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر اس دن اللہ کا بڑا فضل تھا کہ میرا ہاتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے پکڑا ہوا تھا ۳؎ یہی مذہب ہے امام احمد و اسحاق کا کہ فصد سے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ فصد سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزے میں بارہا فصد کرائی ہے لہذا یہ حدیث یا منسوخ ہے یا اس کی تاویل لازم ہے، چنانچہ علماء نے اس کی بہت تاویلیں کی ہیں، جن میں سے ایک تاویل وہ ہے جو خود مشکوۃ شریف میں ہی آگے آرہی ہے ۴؎ فصد لینے والا پہلے نشتر سے عضو پر زخم لگاتا ہے پھر سینگی کا چوڑا حصہ زخم پر رکھ کر اس کا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کر زور سے چوستا ہے پھر اس سوراخ کو آٹے وغیرہ سے بند کر دیتا ہے جس سے عضو کا خون کھینچ کر سینگی میں آجاتا ہے خون نکل جانے کی وجہ سے فصد کرانے والا بہت کمزور ہو جاتا ہے بسا اوقات فوراً اسے کچھ کھانا پینا پڑتا ہے اور فصد لینے والے کے منہ بلکہ حلق میں بے اختیاری طور پر چوستے وقت کچھ خون پہنچ جاتا ہے لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں

يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبُخَارِيُّ فِي تَرْجَمَةِ بَابٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يَقُولُ أَبُو الْمُطَوِّسِ الرَّاوِي لَا أَعْرِفُ لَهُ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ

شرعی اجازت اور بغیر بیماری کے ایک دن کا روزہ چھوڑ دے تو اگرچہ عمر بھر روزے رکھے اس کی قضا نہ کرسکے گا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور بخاری نے ترجمہ باب میں روایت کیا ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد یعنی امام بخاری کو فرماتے سنا کہ ابوالمطوس راوی سے اس حدیث کے سوا اور حدیث مجھے معلوم نہیں ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے روزہ دار وہ ہیں جنہیں روزہ سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ۱ اور بہت سے شب خیزے وہ ہیں جنہیں شب خیزی میں جاگنے کے سوا کچھ میسر نہیں ہوتا۔

قریب الافطار ہوگئے، فصد یعنی رگ کھلوانا تو اس لئے کہ شاید کچھ خون حلق میں اتر گیا ہو، اور فصد کرانے والا اس لئے کہ شاید وہ زیادہ کمزوری کی بنا پر کچھ کھانے پینے پر مجبور ہو جائے اور پچھنے کو لازم اسلئے کہتے ہیں کہ زخم سے چوس لیا جاتا ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ دونوں صاحب فصد کے وقت غیبتیں بھی کر رہے تھے اس غیبت کی وجہ سے فرمایا کہ ان کا روزہ جاتا رہا یعنی روزے کا ثواب جاتا رہا، بعض نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی حضرات شام کے وقت افطار کے قریب فصد کرا رہے تھے تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یعنی یہ دونوں افطار کرنے والے ہی ہیں تھوڑی دیر میں افطار ہو جائے گا غرضکہ یہ حدیث واجب التاویل ہے اور فصد کرانے والی حدیثوں کے خلاف نہیں۔ ۱ یعنی جو رمضان میں ایک روزہ بھی نہ رکھے وہ اگر اس کے عوض عمر بھر روزے رکھے، تو وہ درجہ اور ثواب نہ پائیگا جو رمضان میں رکھنے سے پاتا اگرچہ شرعاً ایک روزے سے اس کی قضا ہو جائے گی اور فرض ادا ہو جائے گا مگر وہ درجہ نہ پا سکے گا۔ رخصت سے مراد شرعی اجازت ہے جیسے سفر یا عورت کا حیض یا بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر عبادت کر لینا بہت بہتر ہے، نماز وغیرہ ساری عبادات کا یہی حال ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جوانی کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے کہ عبادات کا اصل وقت جوانی ہے۔ شعر

کہ جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں — جب بڑھاپا آگیا کچھ بات بن پڑتی نہیں
ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی — یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

وقت کی قدر کرو اسے غنیمت جانو جو گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ ۲ یعنی اس حدیث کی اسناد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابوالمطوس ہیں، ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے، ابن خلف قرطبی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مگر خیال رہے کہ ایک اسناد ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہو جانا لازم نہیں، ترمذی کی اسناد میں ابوالمطوس ہیں باقی ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی و احمد نے مختلف اسنادوں سے یہ حدیث نقل کی، تعدد اسناد ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے (مرقات) ۳ یعنی وہ لوگ جو روزے میں گالی گلوچ، جھوٹ

رواہ الدارمی وذکر حدیث لقیط بن صبرۃ فی باب سنن الوضوء: الفصل
الثالث: عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث لا یفطرن
الصائم الحجامۃ والقیء والاحتلام رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غیر محفوظ
وعبد الرحمن بن زید الراوی یضعف فی الحدیث: وعن ثابت البنانی قال سئل
انس بن مالک کنتم تکرھون الحجامۃ للصائم علی عھد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال لا الا من اجل الضعف رواہ البخاری: وعن البخاری تعلیقا

(دارمی) اور لقیط ابن صبرہ کی حدیث باب سنن الوضوء میں بیان کر دی گئی۔ فصل تیسری روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑتیں فصد لے قے احتلام ۲ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور عبدالرحمن ابن زید راوی حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں ۳ روایت ہے حضرت ثابت بنانی سے ۴ فرماتے ہیں حضرت انس ابن مالک سے پوچھا گیا کیا آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے لیے فصد ناپسند کرتے تھے ۵ فرمایا نہیں مگر ضعف کی وجہ سے ۶ (بخاری) اور امام بخاری نے تعلیقا

غیبت، بہتان وغیرہ گناہوں سے نہیں بچتے کہ یہ لوگ بھوک پیاس کی تکلیف تو اٹھاتے ہیں مگر روزہ کا ثواب حاصل نہیں کرتے، چونکہ روزے میں بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لیے صرف پیاس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ ایسے روزے سے فرض شرعی ادا ہو جائیگا ادا اور چیز ہے اس کے شرائط کچھ اور ہیں اور قبولیت دوسری چیز ہے اس کے شرائط بھی دوسرے۔

۲ یعنی وہ تہجد خواں جو حضور قلبی کے بغیر تہجد پڑھے وہ جاگنے کی مشقت تو اٹھا لیتے ہیں مگر اس کا ثواب نہیں پاتے اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مغضوب زمین میں نماز پڑھیں اور نماز میں ممنوعات سے بچیں نہیں اور سنن و مستحبات کا لحاظ نہ رکھیں۔ اس فرمان کا منشاء یہ نہیں ہے کہ ایسے لوگ روزہ یا تہجد چھوڑ دیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ برائیاں چھوڑ دیں، اللہ تعالٰی انہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مقبول عبادتوں کی توفیق دے۔ ہم کمزور ہیں نفس امارہ اور شیطان جیسے قوی دشمنوں میں گھرے ہیں۔ اے قوی و قادر ہمیں اپنی امان میں رکھ۔ ۲ اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے کہ قے سے مراد وہ قے ہے جو خود بخود ہو جائے، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں قے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا گیا کیونکہ وہاں وہ قے مراد تھی جو خود کی جائے ۳ لہٰذا یہ شاذ بھی ہے اور ضعیف بھی، خیال رہے کہ یہ حدیث صرف ترمذی کی اسناد میں ضعیف ہے اسے دارقطنی، بیہقی ابوداؤد نے بھی روایت کیا، ابوحاتم نے کہا کہ ابوداؤد کی روایت اشبہ بالثواب ہے۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت ہی صحیح ہے، بزار نے سیدنا عبداللہ ابن عباس سے اور طبرانی نے ثوبان سے مرفوعًا روایت کی، بزار نے فرمایا حدیث صحیح ہے ۴ آپ ثابت ابن اسلم مشہور تابعی ہیں، بصرہ کے علماء اعلام میں سے تھے، حضرت انس کے ساتھ چالیس سال رہے ۵ صحابہ کرام سے فصد کے متعلق یہ سوالات اس حدیث کی وجہ سے ہوتے تھے جو لوگوں میں مشہور ہو چکی تھی افطر الحاجم والمحجوم۔ اس کا مطلب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ ۶ یعنی چونکہ فصد لینے سے خون نکل جانے

قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ ❊ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ إِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيرُهُ أَنْ يَزْدَرِدَ رِيقَهُ وَمَا بَقِيَ فِي فِيهِ وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيقَ الْعِلْكِ لَا أَقُولُ إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلٰكِنْ يُنْهٰى عَنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَرْجَمَةِ بَابٍ ❊ بَابُ صَوْمِ الْمُسَافِرِ ❊ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ❊ عَنْ

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر روزہ کی حالت میں فصد لیتے تھے پھر چھوڑ دی پھر رات میں فصد لیتے تھے ۱؎ روایت ہے حضرت عطاء سے فرماتے ہیں اگر کلی کرے پھر منہ میں کا پانی اگل دے تو اسے تھوک کا اور جو پانی کا اثر اسکے منہ میں رہ گیا ہے اسے نگل جانا مضر نہیں ۲؎ اور علک یعنی مصطگی نہ چبائے ۳؎ اگر علک والا تھوک نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس سے منع کرنا چاہیے ۴؎ (بخاری) ترجمہ باب وباب مسافر کا روزہ ۵؎ پہلی فصل روایت ہے۔

کے باعث آدمی کمزور ہوجاتا ہے ممکن ہے کہ روزہ پورا کرنے کے بابت تکلیف اٹھانا پڑے اسلئے روزے میں فصد بہتر نہ جانتے تھے اس حدیث نے گزشتہ حدیث اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ کی تفسیر کردی جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں ۲؎ بغیر اسناد حدیث بیان کرنے کو تعلیق کہتے ہیں تعلیقات بخاری سب مقبول و معتبر ہیں کیونکہ امام بخاری اسی جگہ اسناد چھوڑتے ہیں جہاں انہیں حدیث کی صحت کا یقین ہوتا ہے جب امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے تو تبع تابعین کا ارسال بھی قوی ہے بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمادینا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا بالکل قبول ہے یہ حضرت امام بخاری سے زیادہ رتبہ والے ہیں۔

۱؎ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ آپ جوانی اور طاقت کے زمانہ میں روزہ میں فصد لیتے تھے کہ اسوقت آپ کو ضعف کا اندیشہ نہ تھا پھر بڑھاپے اور کمزوری میں یہ عمل چھوڑ دیا کیونکہ فصد سے روزہ پورا کرنا دشوار تھا ۲؎ یعنی روزہ دار کو کلی کرکے تھوک نگلنا جائز ہے اگرچہ اسمیں پانی کی ٹھنڈک اور اس کا اثر رہ گیا ہو کیونکہ اس قدر اثر سے بچنا ناممکن ہے اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز سے روزہ دار نہ بچ سکے اس سے روزہ نہیں جاتا لہذا اگر گردوغبار دھواں، مکھی مچھر اور آٹے کی مشین کا اڑتا ہوا آٹا، کلی کے پانی کی تری روزہ دار کے حلق میں چلی جائے، تو اس سے روزہ نہیں جائیگا ۳؎ علک عربی کا مشہور گوند ہے، جسے دانتوں کی صفائی اور مضبوطی کے لئے چبایا جاتا ہے مصطگی کی طرح دانہ دانہ ہوتا ہے ۴؎ خلاصہ یہ ہے کہ روزہ میں گوند مصطگی وغیرہ چبا کر تھوک دینا مکروہ ہے، کیونکہ اندیشہ ہے کہ گوند کے کچھ اجزاء حلق میں اتر جائیں، گویا اس میں روزہ کو قریب الافطار کردینا ہے جو شخص یہ چبا کر اچھی طرح تھوک دے، پھر تھوک نگلے، تو اگرچہ گوند کے کچھ نامعلوم ذرے حلق میں اتر جائیں روزہ نہ جائیگا۔ مسئلہ، درزی نے رنگین دھاگا دانت سے توڑا جس سے اس کا تھوک رنگین ہوگیا، تو اگر دھاگہ کی طرح تیز رنگین ہوگیا اس کا نگلنا روزہ توڑ دیگا اور اگر خفیف رنگین ہوگیا تو نہیں۔ مسئلہ، عورتوں کے لئے مسواک مکروہ ہے کہ ان کے مسوڑھے کمزور ہوتے ہیں، ان کے لئے علک، مسکوا، انگلی، موٹا کپڑا مسواک کے قائمقام ہے۔ مسئلہ، مردوں کے لئے مصطگی اور مسکوا ملنا مکروہ ہے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے ۵؎ شریعت میں مسافر وہ ہے جو اپنے شہر سے تین منزل یعنی چھتیس کوس (۵۷ میل) کے ارادہ سے نکلے، پھر جب تک وہ گھر لوٹ نہ آئے یا کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے مسافر ہی ہوگا کہ اس پر نماز میں قصر واجب ہوگا اور روزہ قضا کرنے کی اجازت ہوگی امام

عائشة قالت إن حمزة بن عمرو الأسلمي قال للنبي صلى الله عليه وسلم أأصوم في السفر وكان كثير الصيام فقال إن شئت فصم وإن شئت فأفطر متفق عليه. وعن أبي سعيد الخدري قال غزونا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم لست عشرة مضت من شهر رمضان فمنا من صام ومنا من أفطر فلم يعب الصائم على المفطر ولا المفطر على الصائم رواه مسلم. وعن جابر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فرأى زحاما ورجلا قد ظلل عليه فقال ما هذا قالوا صائم

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں وہ بہت روزے رکھتے تھے تو حضور نے فرمایا اگر چاہو روزہ رکھو اگر چاہو افطار کرو ۱ے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا جبکہ ماہ رمضان سے سولہ دن گزر گئے تھے ۳ے تو ہم میں بعض نے روزہ رکھا اور بعض وہ تھے جنہوں نے افطار کیا تو نہ روزہ داروں نے بے روزوں کو عیب لگایا اور نہ بے روزوں نے روزہ داروں کو ۴ے (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور ایک شخص کو ملاحظہ کیا جس پر سایہ کیا گیا تھا فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا ایک روزہ دار ہے

ابو حنیفہ، مالک، شافعی، ثوری رضی اللہ عنہم کے ہاں مسافر کو روزہ رکھنا بہتر ہے اور امام احمد و اوزاعی کے ہاں افطار بہتر یہ عام حالات میں ہے بعض حالات میں اس پر افطار واجب ہوجاتا ہے جیسے مسافر غازی جب روزہ کی وجہ سے جہاد کرنے سے عاجز ہو جائیں (مرقات) ۱ے یہاں مرقات نے فرمایا کہ آپ صائم الدھر یعنی ہمیشہ کے روزہ دار تھے چاہتے تھے کہ سفر میں بھی کبھی روزہ نہ چھوڑیں تب یہ سوال کیا کہ سفر میں روزہ رکھنا گناہ تو نہیں، شاید آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن چکے تھے کہ سفر میں روزہ اچھا نہیں، اس لئے یہ سوال کیا ۲ے اس جواب سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام حالات میں روزہ رکھ لینا بہتر تاکہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہوجائے اور رمضان کے بعد قضا گراں بھی نہ پڑے، کیونکہ حضور نے روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا خیال رہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرنے کا اختیار نہیں، لہذا بازاروں میں علانیہ نہ کھائے پیئے، نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کر کچھ کھائے پیئے حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پیئیں ۳ے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی درمیان رمضان میں سفر کرے تو اسے افطار جائز نہیں، اس پر روزہ ہی فرض ہے، افطار کی اجازت صرف اسے ہے جسے بحالت سفر رمضان شروع ہو، اس حدیث میں ان کی کھلی تردید ہے کیونکہ سولہ رمضان کو سفر شروع ہوا اور بعض صحابہ نے روزے نہ رکھے ۴ے یہ حدیث بظاہر ان علماء کی دلیل ہے جو سفر میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کو یکساں سمجھتے ہیں کسی کو ترجیح نہیں دیتے، مگر یہ استدلال ضعیف سا ہے، کیونکہ یہاں عیب لگانے کی نفی ہے، ترک مستحب پر نہ عیب لگایا جاتا ہے نہ اعتراض ہوتا ہے، خیال رہے کہ اس غزوہ میں حالات معمولی پر ہونگے ورنہ بحالت جنگ روزہ نہ رکھنا بہتر ہے ۵ے ان صاحب کا نام قیس یا تیمر ہے، کنیت ابو اسرائیل ہے، گرمی سخت تھی یہ سفر کی حالت تھی غزوہ تبوک کا موقعہ تھا جبکہ لشکر اسلام میں کھانے کی بھی کمی تھی، یہ

فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ فَسَقَطَ الصَّوَّامُوْنَ وَقَامَ الْمُفْطِرُوْنَ فَضَرَبُوا الْأَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ

فرمایا سفر میں روزہ رکھنا بھلائی نہیں ١ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم میں بعض روزہ دار تھے بعض بے روزہ ہم گرم دن میں ایک منزل پر اترے تو روزہ دار تو گر گئے ٢ اور بے روزہ کھڑے رہے انہوں نے خیمے لگائے اونٹوں کو پانی پلایا ٣ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج بے روزہ ثواب لے گئے ٤ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے ٥ تو روزے رکھتے رہے حتی کہ عسفان پہنچ گئے ٦ پھر

ایک درخت کے پاس کھڑے ہوئے تھے، بغیر سحری کا روزہ رکھا تھا کہ بے ہوش ہو کر گر گئے، صحابہ کرام نے اپنی چادروں سے سایہ کر لیا، یا ان پر خیمہ لگا دیا کیونکہ عرب کے عام درختوں کا سایہ کافی نہیں ہوا کرتا (از مرقات و لمعات)۔

١ بلکہ برا ہے، یہاں الصوم میں الف لام عہد خارجی ہے یا سفر میں یا دونوں میں، یعنی ایسے سخت سفر میں ایسا بے سروسامانی کا روزہ بھلائی نہیں بلکہ برا ہے، اور رب تعالٰی کے اس فرمان کے خلاف ہے یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں، کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزے رکھے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ صالحین کی خدمت نوافل سے افضل ہے یعنی یہ صاحب اگر روزہ نہ رکھتے، تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی خدمت کرتے، اب روزہ رکھ کر خود جلیل القدر صحابہ سے خدمت لینے لگے۔ ٢ یعنی روزہ دار حضرات ضعف کی وجہ سے منزل پر پہنچتے ہی لیٹ گئے کوئی کام نہ کر سکے، یہاں گرنے سے مراد بے ہوش ہو کر گرنا نہیں، ورنہ ان پر بھی عتاب ہو جاتا جیسے پچھلی حدیث میں گزرا۔ ٣ اور تمام وہ ضروری کام کیے جو سفروں میں ہوتا اور جہاد میں خصوصاً کیے جاتے ہیں لہٰذا یہ کام ثواب ہیں ٤ ثواب سے مراد کامل ثواب ہے، یعنی روزہ داروں نے تو روزوں کا ثواب پایا، یہ لوگ بھی بعد رمضان قضا کر کے حاصل کر لیں گے مگر بے روزوں نے جہاد کی تیاری اور لشکر اسلام کی خدمت کر کے وہ ثواب کمایا جس کی وہ قضاء نہ کر سکیں گے۔ شعر:

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

کیا تمہیں خبر نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز عصر قضا کر دی، خیال رہے کہ چونکہ یہ روزہ دار حضرات بقیہ صحابہ پر بوجھ نہ بنے اس لیے ان پر عتاب نہ فرمایا گیا ٥ فتح مکہ کے سال، خیال رہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر اور فتح مکہ کے موقعوں پر رمضان میں سفر کیا ہے ان دو سفروں کے علاوہ کبھی رمضان میں سفر ثابت نہیں (مرقات) ان دو روایتوں میں آتا ہے کہ ہم ایک بار سخت گرمی میں سفر جہاد میں تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلٰى يَدِهٖ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ شَرِبَ بَعْدَ الْعَصْرِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِي

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰى رَوَاهُ

پانی منگایا اسے اپنے ہاتھ میں اٹھایا[2] تاکہ آپ کو لوگ دیکھ لیں[3] پھر افطار فرماتے رہے حتی کہ مکہ معظمہ آگئے اور یہ واقعہ رمضان میں تھا[4] چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے تو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے[6] (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ آپ نے بعد عصر پانی پیا[7]

فصل دوسری

روایت ہے حضرت انس ابن مالک کعبی سے[8] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرمادی اور روزہ مسافر و دودھ پلانے والی اور حاملہ سے[9]

کے سوا ہم میں کوئی روزہ دار نہ تھا اور یہاں رمضان کا ذکر نہیں۔ [1] عسفان مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کے راستہ پر دوسری منزل ہے، مشہور جگہ ہے۔ [2] یہ اِلٰی بمعنی مع ہے جیسے لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور ہوسکتا ہے کہ بمعنی من ہو جیسے مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ یا جیسے لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَهُمْ إِلٰى أَمْوَالِكُمْ اور ممکن ہے کہ بمعنی علیٰ ہو اور ہوسکتا ہے کہ اپنے ہی معنی میں ہو یعنی انتہا کے لئے، اور اصل عبارت یوں ہو اِلٰی مُنْتَہٰی یَدِہٖ۔ یعنی پانی کا پیالہ اپنے ہاتھ میں اٹھایا یا اپنے ہاتھ پر یا دست مبارک کے ساتھ پیالہ بھی اوپر اٹھایا یا پیالہ ہاتھ میں لے کر ہاتھ پورا بلند کردیا، الحمد للہ عبارت میں کوئی اشکال نہ رہا۔ [3] یہ لوگوں کو دکھانا ماہ رمضان کی بے حرمتی کے لئے نہ تھا بلکہ لوگوں کو مسئلہ بتانے کے لئے تھا کیونکہ وہاں سب ہی مسافر تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مسافر راستہ میں مسافروں کے ساتھ رمضان میں علانیہ کھا سکتا ہے۔ [4] بعض شارحین نے اَفْطَرَ کے معنی یہ کیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر توڑ دیا، اسی بنا پر انہوں نے فرمایا کہ مسافر کو رمضان میں روزہ رکھ کر توڑ دینا بھی جائز ہے مگر یہ غلط ہے، اَفْطَرَ کے وہی معنی ہیں جو فقیر نے عرض کئے، ورنہ ابھی حدیثوں میں گزر چکا کہ بعض صحابہ سفر جہاد میں روزہ کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر گئے، ان پر صحابہ نے سایہ تو کیا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روزہ توڑنے کی اجازت نہ دی۔ [5] یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے ۱۰ رمضان ۸ھ میں بعد عصر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے (مرقات) اور ۲۰ رمضان کو مکہ معظمہ فتح ہوا، بعض مورخین نے وسط رمضان کو روانگی بیان کی ہے۔ [6] بعض شیعہ سفر میں روزہ مطلقًا ناجائز کہتے ہیں، اور اس قول کو سیدنا عبداللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں، حضرت ابن عباس کا قول وہ ہے جو یہاں منقول ہوا۔ [7] اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سرکار نے اس دن روزہ رکھا ہی نہ تھا اس کا اظہار عصر کے بعد اس طرح کیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ روزہ رکھ کر توڑ دیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پانی پینا ایک مسئلہ شرعیہ کی عملی تبلیغ تھی نہ کہ ماہ رمضان کی بے حرمتی۔ [8] یہ انس ابن مالک وہ مشہور انس نہیں جو ابوطلحہ انصاری کے سوتیلے بیٹے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں، وہ تو انصاری نجاری خزرجی ہیں، بعث

أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ حُمُوْلَةٌ تَأْوِىْ إِلٰى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ فَرَفَعَهُ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيْلَ لَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَنَّ

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبق سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے پاس سواری ہو جو اسے بحالت سیری منزل تک پہنچا دے[2] وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے[3] (ابوداؤد)[4] تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے سال رمضان میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے[5] تو روزے رکھتے رہے حتی کہ کراع الغمیم پہنچ گئے[6] لوگ بھی روزہ دار رہے پھر حضور نے پانی کا پیالہ منگایا اُسے اٹھایا حتی کہ آپ کو لوگوں نے دیکھا پھر پیا[7] اس کے بعد حضور سے عرض کیا گیا کہ

بھی احادیث کے راوی ہیں، بلکہ یہ انس ابن مالک عبداللہ ابن کعب کی اولاد سے ہیں، اسی لیے کعبی کہلاتے ہیں، ان سے بہت ہی کم احادیث یعنی صرف یہی ایک مروی ہے (مرقات) اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ بیس صحابہ کے نام انس ہیں جن میں سے دو کے نام انس ابن مالک ہیں، ایک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص بہت سی احادیث کے راوی، دوسرے یہ، ان کا قیام بصرہ میں رہا۔[8] اس طرح کہ مسافر پر نماز میں قصر واجب ہے، صرف جائز نہیں جیسا کہ ہم مسافر کے باب میں ثابت کر چکے ہیں، اور اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں بہت دلائل سے بیان کر چکے ہیں[9] یعنی ان تین شخصوں سے روزہ کا فوری وجوب معاف ہو چکا ہے، اگر چاہیں تو قضا کر دیں، خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضا ہی واجب ہے وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے، یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں کا ملا کو قضا کی اجازت جب ہے جبکہ انہیں روزہ سے اپنے بچہ پر خوف ہو، اسی لیے فرمایا کہ حاملہ عورت حمل کو یا دودھ پلانے والی بچہ کے لیے دودھ باقی رکھنے کو روزہ نہ رکھے[10] آپ خود بھی صحابی ہیں، اور آپ کے بیٹے سنان ابن سلمہ بھی صحابی، سنان بڑے پہلوان تھے، بہت سے غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے[11] یعنی آرام و آسائش سے منزل پر افطار سے پہلے پہنچ جائے یا اس کا سامان خورونوش ساتھ ہو، تو وہ سفر میں روزہ قضا نہ کرے بلکہ تمام مسلمانوں کی موافقت میں روزہ رکھے[12] یہ حکم استحبابی ہے یعنی آرام کے سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے، قضا کر دینا مناسب نہیں آج کل ریل، موٹر کے سفروں میں قریبًا آسانیاں ہیں، ان سفروں میں روزہ رکھنا ہی اچھا ہے[13] اس حدیث کی اسناد میں عبدالصمد ابن حبیب ازدی ہے اکثر محدثین کے ہاں قوی نہیں ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، مگر فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے جیسا کہ بارہا عرض کیا گیا، یہاں بھی فضیلت عمل ہی کا ذکر ہے یعنی آسان سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے لہذا قبول ہے[14] فتح مکہ کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی بھی رمضان میں اور فتح فرمانا بھی رمضان میں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا[15] یہ مشہور جگہ ہے جو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے عسفان سے تین

بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ؛ وَعَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَجِدُ بِيْ قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ قَالَ هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ

بعض لوگوں نے روزہ رکھ لیا ہے[1] فرمایا یہ لوگ گنہگار ہیں یہ لوگ گنہگار ہیں[2] (مسلم) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سفر میں رمضان کے روزے رکھنے والا ایسا ہے جیسے گھر میں افطار کرنے والا[3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی سے[4] انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے اندر سفر میں روزے کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر گناہ ہے فرمایا وہ تو اللہ عزوجل کی طرف سے رخصت

میل فاصلہ پر ہے چونکہ اس جنگل کا نقشہ بکری کی پنڈلی کی طرح ہے اسلئے اسے کراع کہا جاتا ہے غمیم بمعنے جنگل یعنے بکری کی پنڈلی کے نمونہ کا جنگل۔ کے یعنے آج تک روزہ رکھا آج سے افطار شروع فرمایا یہ مطلب نہیں کہ آج روزہ رکھ کر توڑ دیا جیسا کہ ظاہر ہے۔

[1] یعنے صحابہ کرام میں سے بعض نے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر عمل کرکے روزہ نہیں رکھا ہے اور بعض نے اس خیال سے رکھ لیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس سفر میں اب سے روزہ نہ رکھنا سنت اور روزہ رکھنا خلاف سنت ہے غرضکہ ان سے خطائے اجتہادی واقع ہوئی [2] اس جملے کی تکرار تاکید بلکہ تغلیظ کے لئے ہے یعنے یہ لوگ یقیناً سخت گنہگار ہیں دو وجہ سے (۱) ایک یہ کہ میری موجودگی میں انہیں اجتہاد نہ کرنا چاہیئے تھا بلکہ براہ راست مجھ سے مسئلہ پوچھ لینا چاہیئے تھا کیونکہ اجتہاد حدیث نہ مل سکنے پر ہوتا ہے (۲) دوسرے یہ کہ آج سے روزہ نہ رکھنا میری سنت ہو چکا تھا لہذا ان کا روزہ رکھنا خلاف سنت ہوا اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے۔ فقیر کی اس تقریر سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ صحابہ کرام تو فسق سے پاک ہیں پھر یہ حضرات یہ گناہ کیسے کر بیٹھے کیونکہ ان بزرگوں نے نہ گناہ کی نیت سے یہ کام کیا تھا نہ بعد میں اس پر قائم رہے اور فسق کے لئے دونوں چیزیں ضروری ہیں، اور یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ خطائے اجتہادی پر پکڑ نہیں اور روزہ گناہ ہے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گنہگار کیوں فرمایا کیونکہ سرکار نے اپنی موجودگی میں ان کے اجتہاد کو گناہ قرار دیا کہ انہیں مجھ سے پوچھنا چاہیئے تھا، یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اس پر وہ حضرات گنہگار کیوں ہوگئے کیونکہ اس وقت سے افطار کرنا سنت ہو چکا تھا، اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے خیال رہے کہ عدم سنت اور ہے، اور مخالفت سنت کچھ اور اسی وقت سے معلوم ہوا کہ روزہ نماز بذات خود ثواب کا باعث نہیں بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ثواب کا باعث ہے جو عبادت ان کی اتباع سے خالی ہو جائے وہ گناہ بن جاتی ہے عید کے دن کا روزہ سورج نکلتے ڈوبتے نماز پڑھنا منع ہے ایسے ہی اب ان کے لئے روزہ گناہ ہو گیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کر جانے پر مکہ معظمہ میں رہنا گناہ ہو گیا تھا۔ [3] یہاں اَلسَّفَرِ میں الف لام عہدی ہے اور اس سے وہ سفر مراد ہے جس میں روزہ ہلاکت یا سخت تکلیف کا باعث ہو یا وہ سفر جہاد مراد ہے جس میں روزہ دار بجائے جہاد کرنے کے دوسرے غازیوں پر بوجھ بن جائے، لہذا یہ حدیث سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث کے خلاف نہیں، یعنے ایسا مسافر سفر میں روزہ رکھنے سے ایسا ہی گنہگار ہوگا جیسے

اللہِ عَزَّوَجَلَّ فَمَنْ اَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

بَابُ الْقَضَاءِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقْضِيَ اِلَّا فِيْ شَعْبَانَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ تَعْنِي الشُّغْلَ مِنَ النَّبِيِّ اَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

ہے جو اسے قبول کرے تو اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر گناہ نہیں [1] (مسلم) باب روزوں کی قضا [2] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے [3] تو میں سوائے شعبان کے قضا نہ کرسکتی تھی [4] یحییٰ ابن سعید نے فرمایا آپ کی مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغولیت ہے [5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی عورت کو یہ درست نہیں کہ جب اس کا خاوند موجود ہو تو اس کی بغیر اجازت روزہ رکھے [6]

خواہ گھر میں رہ کر یا مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر معلوم ہوتا ہے [1] یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے کی بھی اجازت ہے اور نہ رکھنے کی بھی۔ یہاں ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنا بہتر، رکھنا خلاف اولیٰ، کیونکہ سرکار نے نہ رکھنے کو حسن فرمایا اور رکھنے کو لا جناح۔ جواب یہ ہے کہ عرب کے سفر خصوصاً گرمی کے موسم کے عموماً دشوار ہوتے تھے اور ان میں روزہ سخت تکلیف کا باعث، بعض لوگ اندازہ میں غلطی کر کے روزہ رکھ بیٹھتے تھے اور پھر بڑی مشقت جھیلتے تھے، اس لئے فرمایا گیا کہ ان حالات میں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزے کو افضل قرار دیا گیا، اور عام حالات میں بحالت سفر روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے [2] ظاہر یہ ہی ہے کہ قضاء سے روزوں کی قضا مراد ہے جیسا کہ اس موقعہ سے اور اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے خیال رہے کہ ہر عبادت کی قضا بہت جلد کر لینا چاہیئے کیونکہ موت کی خبر نہیں، جیسے کہ اگر حائضہ یا مسافر کے پانچ روزے قضا ہو گئے، پھر حائضہ پاک ہو گئی اور مسافر گھر آنے کے تین دن بعد فوت ہو گئے تو ان تین دن کی پکڑ میں آجائیں گے رب کی پناہ [3] جو نسائی عوارض یا بیماری کی وجہ سے رہ جاتے تھے پچھلے معنے زیادہ مناسب ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں رمضان کے روزوں کی قضا شعبان سے پہلے نہ کر سکتی تھی، شعبان میں قضا کرتی تھی کہ وہ آخری مہینہ ہوتا تھا جس کے بعد دوسرا رمضان ہوتا تھا، یا ماہ شعبان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر روزے رکھتے تھے اس لئے میں فرصت پالیتی تھی۔ [4] اس جملہ کے دو مطلب ہیں، ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہتی تھی کہ نہ معلوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کس وقت شرف خدمت عنایت فرمائیں، بعض نے قضا نہ کر سکتی تھی معلوم ہو رہا ہے کہ ام المؤمنین ان دس ماہ میں نفلی روزے بھی نہ رکھتی تھیں جب فرض قضا نہ کر سکتی تھیں تو نفل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خاوند کو حق ہے کہ ایک عورت کی باری کے دنوں میں دوسری عورت سے صحبت کرے کیونکہ باری صرف رات کے قیام کی ہے نہ صحبت کی۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے، دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے

وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ أَنَّهَا قَالَتْ لِعَائِشَةَ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ

نہ دے اور اس کی بلا اجازت اس کے گھر میں کسی کو آنے دے لے (مسلم) روایت ہے حضرت معاذہ عدویہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ حائضہ کا کیا حال ہے کہ وہ روزہ تو قضا کرتی اور نماز قضا نہیں کرتی ہے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ حالت ہم کو آتا تھا تو ہم کو روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مر گیا اور اس پر روزے تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے ادا کرے گا

نفلی روزے نہ رکھتی تھیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر روزہ دار رہتی تھیں۔ تیسرے یہ کہ ام المومنین کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے معلوم تھا کہ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجگی میں وفات نہ پاؤں گی، اگر آپ کو اپنی وفات کا ہر دم خطرہ رہتا تو آپ پر قضا بست جلد کرنا ضروری ہوتا جیسے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حج فرض ہونے پر پہلے سال حج نہ کیا کیونکہ آپ کو اپنی زندگی کا یقین تھا ہم پر حج فرض ہوتے ہی کر لینا ضروری ہے تاخیر گناہ ہے چوتھے یہ کہ ایک سال کے رمضان کی قضا دوسرے رمضان آنے سے پہلے ضرور کر لینا چاہیے شعبان میں ضروری کر لے لے یعنی خاوند جب گھر پر ہو تو اس کی مرضی یا اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھے نہ نفلی اعتکاف کرے، کیونکہ مرد کو دن میں صحبت کرنے کا حق ہے اور اس کا روزہ یا اعتکاف اس حق کو روک دیگا نذر اس وقت والے جو اجازت سے ملے اس حکم سے نذر نفلی اور رمضان کے روزے علیحدہ ہیں کہ وہ حق شرع ہیں، اگر عورت بغیر خاوند کی اجازت نفلی روزہ رکھ لیا تو خاوند اس کے روزہ توڑ کر صحبت کر سکتا ہے جس کی قضا واجب ہوگی، اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث باب القضاء میں لائے۔ فقیر کا اس تقریر سے بہت اعتراضات اٹھ گئے۔ حدیث واضح ہو گئی۔ خیال رہے کہ عورت کو نفل نماز سے منع نہیں فرمایا گیا کیونکہ وہ تھوڑی دیر میں ہو جاتی ہے اس سے خاوند کا حق صحبت نہیں مارا جاتا۔

لے یعنی خاوند کی ناراضگی پر کسی مرد و عورت، اجنبی یا قریبی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ خاوند عورت کو اس کے ماں باپ ملنے سے نہیں روک سکتا، ہاں انہیں اپنے گھر میں آنے سے روک سکتا ہے عورت وہاں جا کر ملے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲ یعنی نماز بھی فرض ہے روزہ بھی فرض، اور حیض و نفاس دونوں سے مانع، پھر نماز کی قضا کیوں ہوتی ہے اور روزے کی کیوں نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں پوچھنا برا نہیں، ہاں احکام شرعیہ پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔ فقیر نے ایک کتاب لکھی اسرار الاحکام، اس میں احکام شریعت و طریقت کی عقلی حکمتیں بیان کی ہیں ۳ سبحان اللہ کیا ایمان افروز جواب ہے کہ ہمیں عقلی حکمتوں سے غرض نہیں، ہم تو حکم کے تابع ہیں چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے روزے کی قضا کا حکم دیا، نماز کی قضا کا نہیں دیا، اس لئے یہ فرق ہو گیا، ہمیں عقلی حکمتوں سے کیا غرض، بیمار طبیب کے نسخے پینے کی کوشش کرتا ہے، دواؤں کے اوزان سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ روزے کی قضا میں ندرت ہے کہ سال میں سات آٹھ روزے قضا کرنے پڑتے ہیں اسلئے اس میں دشواری نہیں، اور قضائے نماز میں کثرت ہے کہ ہر مہینہ سات آٹھ دن کی فی دن پانچ نمازیں قضا کرنی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عُمَرَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ عُمَرَ كَانَ يُسْاَلُ هَلْ يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ اَوْ يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَيَقُوْلُ لَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا

(مسلم بخاری) دوسری فصل ۔ روایت ہے حضرت نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو مر جائے اور اس پر ماہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھلا دیا جائے[1] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر پر موقوف ہے[2] تیسری فصل روایت ہے حضرت مالک سے انہیں روایت پہنچی کہ حضرت ابن عمر سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے یا نماز پڑھے تو آپ فرماتے تھے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے[3] (مؤطا)

چونکہ یعنی چالیس بلکہ بعض کو پچاس نمازیں اس میں بہت دشواری ہوتی، اسی لئے نمازوں کی قضا نہیں، روزوں کی ہے، واللہ ورسولہ اعلم۔ [1] یعنی جس شخص پر رمضان یا نذر کا روزہ قضا ہو گیا پھر اسے قضا کرنے کا موقعہ ملا مگر قضا نہ کیا کہ مر گیا، تو اس کا ولی وارث اس کی طرف سے ادا کرے، امام احمد کے ہاں اس طرح کہ روزے رکھے، اور باقی تمام اماموں کے ہاں اس طرح کہ روزوں کا فدیہ دے۔ چند وجوں سے ایک یہ کہ رب تعالٰی فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں ان پر فدیہ ہے اور میت بھی اب طاقت نہیں رکھتا، دوسرے یہ کہ خود حدیث شریف میں صراحۃً وارد ہوا لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ تیسرے یہ کہ خود صحابہ کرام کا فتویٰ یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جاوے روزہ نہ رکھا جائے، دیکھو مرقات۔ چوتھے یہ کہ قیاس شرعی بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ نماز بمقابلہ روزہ زیادہ اہم و ضروری ہے مگر میت کی طرف سے کوئی نماز نہیں پڑھتا تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے محض بدنی عبادات خود ہی کرنی پڑتی ہے دوسرے نہیں کرا سکتا۔ [2] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے کہ وہاں ولی کے روزہ رکھنے سے مراد تھی روزوں کے عوض فدیہ ادا کرنا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کی نمازوں کا بھی فدیہ دے دیا جائے، کیونکہ نماز روزہ سے زیادہ اہم ہے، حیلہ اسقاط کی اصل یہ حدیث ہے اس حیلہ کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ [3] اگرچہ یہ حدیث موقوف ہی صحیح ہے، مگر یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ کرام کے وہ اقوال جو عقل سے وراء ہوں وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں، کہ صحابی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی یہ فرمایا ہے عقل کو اس میں گنجائش نہیں۔ [4] اس حدیث کی تائید آیات قرآنیہ کر رہی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ جس سے معلوم ہوا کہ سعی اور کسب یعنی بدنی عبادات خود بندے ہی کو کرنا ہوں گی، دوسرا نہیں کر سکتا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں یا بعد موت کوئی شخص کسی کی طرف سے محض بدنی عبادتیں روزہ نماز وغیرہ نہیں ادا کر سکتا۔ نسائی شریف میں حضرت ابن عباس

بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ: اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهٗ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا كُلَّهٗ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهٗ صَامَ شَهْرًا كُلَّهٗ اِلَّا رَمَضَانَ

باب نفل روزے ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے رہتے حتی کہ ہم کہتے کہ افطار نہ کریں گے اور افطار کرتے رہتے حتی کہ ہم کہتے کہ روزے نہ رکھیں گے ۲؎ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ سوائے رمضان کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں ۳؎ اور میں نے حضور کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے نہ دیکھا ۴؎ ایک روایت میں یوں ہے فرماتی ہیں کہ قریبا سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور بجز تھوڑے سے دنوں کے سارے شعبان کے روزے رکھتے ۵؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شقیق سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے کہا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ کے پورے روزے بھی رکھتے تھے ۶؎ بولیں مجھے خبر نہیں کہ رمضان کے سوا کسی اور پورے مہینے کے

سے ہمیشہ یہ ترتیب نقل فرمایا عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے یہ قول نقل کیا، امام مالک نے فرمایا کہ میں نے کسی صحابی یا تابعی کے متعلق یہ نہ سنا کہ کسی نے کسی کی طرف سے نماز یا روزہ ادا کرنے کی اجازت دی ہو، یہ گفتگو نماز روزے میں نیابت کے متعلق ہے رہا ان عبادات کا ثواب بخشنا وہ باتفاق اہل سنت بالکل جائز ہے (مرقات) اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۱؎ تطوع، طوع سے بنا بمعنی رغبت و خوشی، رب تعالٰی فرماتا ہے قالوا اتینا طائعین نفل عبادات کو تطوع اس لئے کہا جاتا ہے کہ بندہ وہ کام اپنی خوشی سے کرتا ہے، رب تعالٰی نے اس پر فرض نہ کی۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں مسلسل اتنے روزے رکھتے کہ ہم گمان کرتے یا مخاطب گمان کرتا کہ آپ اس ماہ بالکل افطار نہ کریں گے، اور کسی مہینہ میں مسلسل اتنا افطار فرماتے کہ سمجھا جاتا کہ اس مہینہ میں آپ روزہ کوئی نہ رکھیں گے، غرضکہ روزہ نفل میں آپ ہمیشگی نہ کرتے تھے۔ ۳؎ یہ کلام عموم جس کی کوئی ہمیشہ مستثنیٰ نہیں، کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کسی مہینے کے مکمل روزے کبھی نہ رکھے۔ ۴؎ یعنی آپ رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے ضرور رکھتے تھے مگر شعبان میں زیادہ رکھتے تھے فی شہر، اکثر کی ضمیر سے حال ہے اور فی شعبان منہ کی ضمیر سے حال، یا یہ دونوں ظرف ہیں۔ ۵؎ اس عبارت کا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے، یعنی کل شعبان سے مراد قریبا کل ہے، چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اس لئے وہ بھی حرمت والا ہے، نیز اس مہینہ میں رمضانی عبادات کی تیاری کرنا چاہیئے، اس لئے اس ماہ میں نفلی نماز روزے کثرت سے ادا کرنا بہتر ہے۔ ۶؎ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ خصوصیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدم و ہمراز تھیں، اور آپ کے ہر حال پر نگاہ رکھتی تھیں، ساتھ ہی بڑی فقیہ و عالمہ بھی تھیں، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونی و بیرونی حالات زیادہ تر آپ ہی سے پوچھے جاتے تھے۔

وَلَا أَفْطَرَهُ كُلَّهُ حَتّٰى يَصُوْمَ مِنْهُ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا أَبَا فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ رَوَاهُ

روزے رکھے ہوں یا کسی مہینہ کا پورا افطار کیا ہو ہر مہینہ میں کچھ روزے رکھتے تھے حتی کہ اپنے رب سے جا ملے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یا کسی اور سے پوچھا اور عمران سن رہے تھے تو حضور نے فرمایا اے ابو فلاں کیا تم نے آخر شعبان کے روزے رکھے ۲؎ وہ بولے نہیں فرمایا جب یہ روزے نہ رکھ سکے تو دو دن روزے رکھ لینا ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینہ محرم کے ہیں ۴؎ اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے ۵؎

۱؎ یعنی عمر بھر میں حضور نے کبھی کسی مہینہ میں صرف افطار نہ کیا بلکہ ہر ماہ میں کچھ نفلی روزے رکھنا سنت ہے جس قدر ہو سکتا ہے کہ [illegible] بہت تکلیف ہے (مرقات) ۲؎ یہ حدیث تینوں جگہوں کی اسناد ہے اور [illegible] ۳؎ سرر ماہ مہینہ کے آخری دن کو بھی کہتے ہیں [illegible] بعض لوگوں نے یہاں اول یا درمیانی مہینہ مراد لیا ہے کیونکہ شعبان کی آخری تاریخ میں روزہ منع ہے جیسا کہ گزر چکا مگر لمعات اشعۃ اللمعات مرقات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں آخری کے معنی ہی ہیں یہ صاحب ہر مہینے کے آخر روزہ رکھنے کے عادی تھے یا اس کی منت مان چکے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سن کر انہوں نے شعبان کے آخر میں روزہ نہ رکھا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ۳؎ یعنی یہ ممانعت ان لوگوں کے لئے ہے جو صرف شعبان کے آخر میں روزے رکھیں تم جو ہر ماہ کے آخر میں روزوں کے عادی ہو تم ان کے بجائے [illegible] دو روزے رکھ لینا اشعۃ اللمعات و مرقات کی اسی شرح سے حدیث بالکل واضح ہو گئی اور اس پر کوئی اعتراض نہ رہا ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم، ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع ہوا ہے جس میں بہت سے اہم واقعات ہو چکے ہیں، آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادت امام حسین اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہے [illegible] اس مہینہ کو اللہ کا مہینہ فرمایا [illegible] اور جس دن یا جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے، لہذا ربیع الثانی کی گیارھویں، ربیع الاول کی بارھویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا باعث ثواب ہے، یہ حدیث [illegible] کا ماخذ ہے صوفیائے

مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ
فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهٖ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْهُ قَالَ حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهٖ
قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهٗ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ آپ کسی دن کے روزہ کو دوسرے دنوں پر بزرگی دے کر تلاش کرتے ہوں [1] سوائے اسی دن یعنی عاشورہ کے دن اور اسی مہینہ یعنی ماہ رمضان کے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا [3] تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ وہ دن ہے جس کی یہود و عیسائی تعظیم کرتے ہیں [4] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ ہم بہت سے اعمال کی زکوٰۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے [1] فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض، وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے کیونکہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ رب تعالٰی نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وغیرہ۔ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے، اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا کرے، ان شاء اللہ خوبی بہت کچھ ملیگا [1] یعنی اسکو بہت بہتر بھی سمجھتے ہوں اور بہ اہتمام اس کی جستجو بھی کرتے ہوں اور سال بھر تک اس کا انتظار فرماتے ہوں یعنی آپ کا انتظار اور تلاش کرنا اتنا نہ تھا جتنا کہ ان کو سب سے افضل بیان کرتا ہے [2] یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تمام دنوں میں عاشورہ کے دن کو بہت افضل جانتے تھے اور مہینوں میں رمضان کے مہینہ کو، عاشورہ کی افضلیت کی وجوہ ابھی عرض کی گئیں، ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے اس میں شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے اس کا آخری عشرہ اعتکاف کا زمانہ ہے اس مہینہ میں جبریل امین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے، نیز اس مہینہ میں دوزخ بند ہوتی ہے جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں شیاطین قید ہو جاتے ہیں اسلئے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور ہجرت سے پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا ہجرت کے بعد اسلام میں اس دن کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان کی فرضیت سے اس روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی، مگر سنیت اور استحباب اب بھی باقی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ یوم عاشورہ کا افضل اور یوم عرفہ کا افضل یعنی نویں ذی الحجہ کہ وہ حج کا دن ہے لہذا یہ حدیث عرفہ کی افضلیت کی حدیث کے خلاف نہیں [3] پہلے وجوبا حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابا، واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود مدینہ کو روزہ رکھتے پایا، ان سے اس کی وجہ پوچھی وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ بمقابلہ تمہارے موسیٰ علیہ السلام کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر بعد رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی مگر حضور

وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهِ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اگر میں سال آئندہ زندہ رہا تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ام الفضل بنت حارث سے[2] کہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق گفتگو کی بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار نہیں[3] تو ام الفضل نے ایک پیالہ دودھ حضور انور کی خدمت میں بھیجا جبکہ آپ عرفات میں اپنے اونٹ پر قیام فرماتے تو آپ نے پی لیا[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ

استحبابًا خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے اب وہ وقت پیش آیا جو پہلے مذکور ہے۔ لہٰذا اگر ہم بھی عاشورے کی تعظیم کریں تو اہل کتاب سے مشابہت ہو جائیگی اور کفار سے مشابہت اسلام میں حرام ہے یہ عبارت حرف بحرف منقول ہے از مرقات۔[1] یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت اس طرح بچ جائیں گے کہ یہود صرف عاشورے کا ایک روزہ رکھتے ہیں اور ہم نویں محرم کا بھی روزہ رکھ کر دو کر دیں گے، یہ مشابہت کے خوف سے نیکی بند نہ کریں گے بلکہ اس میں نیا رنگ دیں گے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک تشریف فرما نہ رہے بلکہ اسی سال ربیع الاول میں وفات پا گئے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشورے کے دو روزے رکھے سنت قولی تو ادا ہو جاتی ہے اور سنت فعلی ادا نہ رہی۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ رکن اسلام ہے نماز پنجگانہ کی رکعتیں بقر عید کی نماز قربانی اور حج کے سارے ارکان یادگار انبیاء ہیں (علیہم السلام) دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول لہٰذا عرس میلاد شریف گیارہویں پاک سب افضل چیزیں ہیں، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی احکام کے مالک و مختار ہیں عاشورے کے روزے کی کوئی آیت موجود نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاہا فرض ہو گیا، اور جب چاہا مستحب ہو گیا، تیسرے یہ کہ حدیث قرآن سے منسوخ ہو سکتی ہے دیکھو عاشورے کا روزہ حدیث سے ثابت تھا اور اس کا نسخ رمضان سے ہوا جو قرآن سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ کفار سے ہر تشبہ برا نہیں صرف بری باتوں میں یا ان چیزوں میں تشبہ حرام ہے، جسے اسلام نے ان کا قومی یا مذہبی نشان قرار دیا ہو۔ تشبہ اور اشتراک میں بڑا فرق ہے دیکھو سنہ ھ تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا ایک ہی روزہ رکھا اور صحابہ کے عرض کرنے پر بھی اس روزے کو حرام نہ کیا پانچویں یہ کہ معمولی فرق سے تشبہ اٹھ جاتا ہے، تشبہ کے بہانے سے عبادات بند نہ کرو، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں، جو میلاد شریف کو کنہیا جنم سے اور نیاز فاتحہ کو کسی اور سے تشبیہ دیکر حرام کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا کہ اس سال ہو جائیگی، اسی لیے صرف اس موقعہ پر اگر فرمایا یہ اگر اپنے شک کے لیے نہیں بلکہ اوروں کو شک میں رکھنے کے لیے ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا۔ [2] آپ کا نام لبابہ ہے حضرت عباس کی بیوی عبداللہ ابن عباس و فضل ابن عباس کی والدہ ہیں، ام المؤمنین حضرت میمونہ کی بہن ہیں آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے۔ [3] یہ واقعہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہوا جب حضور انور صلی اللہ

صلى الله عليه وسلم صائما في العشر قط رواه مسلم ۔ وعن ابي قتادة ان رجلا اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال كيف تصوم فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم من قوله فلما راى عمر غضبه قال رضينا بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبيا نعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله فجعل عمر يردد هذا الكلام حتى سكن غضبه فقال

علیہ وسلم کو بقر عید کے عشرہ میں کبھی روزہ رکھتے نہ دیکھا ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے ۲؎ جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضی دیکھی تو عرض کیا ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفے کے نبی ہونے سے راضی ہیں ہم اللہ و رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۳؎ حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے حتی کہ حضور کی ناراضی جاتی رہی ۴؎ پھر حضرت

دس راتوں میں قیام فرماتے۔ خیال رہے کہ یہاں صیام مصدر ہے جمع نہیں، جیسے قیام کبھی مصدر ہوتا ہے کبھی جمع، صیام صوم کی جمع بھی آتی ہے اور صائم کی بھی اور مصدر بھی۔ ۲؎ سبحان اللہ ام الفضل کی فراست پر قربان جاؤں کہ آپ نے نہایت آسانی سے ان کا جھگڑا ختم کر دیا اور دودھ بھیجا کیونکہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت مرغوب تھا، فقہاء فرماتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ غیر حاجی کے لیے سنت ہے حاجی کے لیے سنت نہیں، بلکہ ایسے کمزور کو جو روزہ رکھ کر ارکان حج ادا نہ کرسکے مکروہ ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر دودھ پینا اسی کے اظہار کے لیے تھا۔ ۳؎ اس میں ام المؤمنین اپنے علم کی نفی کر رہی ہیں نہ کہ اصل روزے کی لہذا یہ حدیث نسائی کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ آپ نویں بقرعید کو روزہ رکھتے تھے نیز سرکار نے فرمایا کہ بقرعید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ بعد رمضان بقرعید کے پہلے عشرہ کی عزت ہے خیال رہے کہ اگر نفی اور ثبوت کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت والی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے (مرقات) ۲؎ چند وجہ سے یہ ناراضی ہوئی ایک یہ کہ سوال میں بے ادبی کا شائبہ ہے سائل کو چاہیے کہ اپنے متعلق سوال کرے نہ کہ مفتی کے بارے میں انہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھا کروں، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کبھی مختلف تھے تو آپ کبھی زیادہ روزے رکھتے تھے کبھی کم تو جواب دشوار تھا، تیسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کم کرتے تھے تاکہ امت پر دشواری نہ ہو ان پر آسانی رہے، چوتھے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام حقوق ازواج اور سلطنت کے انتظام مہمانوں کی تواضع میں زیادہ مشغول رہتے تھے اس کی وجہ سے روزے کبھی کم رکھتے تھے، پانچویں یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑے اعمال پر وہ ثواب ملتا تھا جو دوسروں کو زیادہ اعمال پر بھی نہیں ملتا، ممکن تھا کہ وہ سائل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سن کر انہیں کم سمجھتا، جیسے بعض لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سن کر انہیں کم جانا (مرقات و اشعہ و لمعات) ۳؎ یعنی ہم سارے مسلمانوں کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سے جو بے ادبیاں سرزد ہو جاتی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں آپ کے مراتب کا انکار ہے بلکہ محض دربار کے آداب سے ناواقفیت کی بنا پر ہے، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں   ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ مَنْ يَّصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهٗ قَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ أَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيقُ ذٰلِكَ أَحَدٌ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُومُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوٗدَ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُومُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُّ أَنِّي طُوِّقْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ

عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ جو ساری عمر روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ سکا اور نہ افطار کرسکا[1] عرض کیا جو دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے[2] عرض کیا جو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں[3] عرض کیا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے یہ طاقت ملتی[4] پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ماہ میں

مرقات نے یہاں فرمایا کہ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے رب تعالٰی بھی ناراض ہوجاتا ہے اسی لئے جناب عمر نے اللہ کے غضب کا بھی ذکر کیا، خیال رہے کہ اللہ رسول کے غضب سے سوائے رب کی بارگاہ کے کہیں پناہ نہیں مل سکتی ۲؎ معلوم ہوا کہ عاجزی اور خوشامد بڑی اکسیر ہے شعر

عجز کار انبیاء و اولیاء است ... عاجزی محبوب درگاہ خدا است

۳؎ یعنی ایسا شخص ہمیشہ دنیا میں کھانے سے محروم رہا اور روزوں کا ثواب بھی نہ پاسکا کیونکہ سال میں پانچ دن روزے منع تھے وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ گیا لہذا گنہگار ہوا، یا یہ حکم اسکے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قادر نہ ہو بہت مشقت اٹھائے اور نفس کو ہلاکت میں ڈال کر روزے رکھے اور ان روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کرسکے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت ابو طلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو اسلمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سوا ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلقًا منع نہ کیا، نیز بیہقی شریف میں ہے کہ جو ہمیشہ روزے رکھے اس پر دوزخ ایسی تنگ ہوجائیگی جیسے نوے کا عدد کہنے کی انگلی کا نشان اگر یہ کی گرہ میں لگا دیا جائے صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ تنبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے ایسے عادی ہوجائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف محسوس نہ ہو (لمعات و مرقات) لہذا امام اعظم ابوحنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس عتاب کی زد میں نہیں آتا ۴؎ یعنی عام لوگ ایسے روزوں پر مشغول ہوجائیں تو بھی لوگوں کے سامنے کا دعا ضم ہوجائے گی اس جواب سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کا کمزور ہونا ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس سے اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اس کے لئے یہی افضل ہے ۳؎ یعنی یہ ہمیشہ نفلی روزے رکھنے کا بہترین طریقہ ہے یا مطلب یہ کہ عوام پر یہ بھی مشکل ہے یہ تو داؤد علیہ السلام ہی تھے جو اس طرح روزے رکھ گئے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہورہا ہے، اور دوسری حدیثیں پہلے معنی کی تائید کرتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں علماء فرماتے ہیں کہ عمل اتنا کرو جو تمہیں علم سے نہ روکے اور علم میں اتنا مشغول ہونا جو تمہیں اعمال سے نہ روکے، درمیانی چال اچھی ۴؎ یعنی یہ پرات کا ایسا ازواج کے حقوق، مملکت کے انتظامات نہ ہوتے تو میں اسی طرح روزے رکھا کرتا، اگر میں ایسے روزے رکھتے تو کمزور مسلمان بھی اس سنت پر عمل کرنے لگیں جس سے ان کے کاروبار بند ہوجائیں گے، یہاں طاقت رکھنے سے مراد موقع پانا ہے لہذا یہ

مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانَ إِلَى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ رَوَاهُ

تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں[1] عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے ایک سال پچھلے کا کفارہ ہو جائے[2] اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بن جائے[3] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا[4] تو فرمایا کہ اس دن میں ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر قرآن اتارا گیا[5]

حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم روزۂ وصال رکھا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ نہ رکھتے تھے کبھی کبھی، پھر بھی صحابہ کو اس سے منع فرما دیا۔ لہٰذا اس حدیث سے کوئی دھوکہ نہ کھائے اور نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کمزور تھے، اور آپ میں ان روزوں کی بھی طاقت نہ تھی۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلامان غلام حضرت بایزید بسطامی نے ایک بار تین سال تک پانی نہ پیا، اعلیٰحضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے ایک بار اکتیس دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا، یہ واقعہ مجھے میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ [1] ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کے روزے رکھ لئے جائیں، اور پورے رمضان کے روزے رکھے جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جب ایک کا دس ملتا ہے تو اٹھا وان تین روزوں میں تیس کا ثواب ملیگا، اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہو جائیں گے، یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقہ سے ہیں صلے اللہ علیہ وسلم۔ [2] پہلے عرض کیا جا چکا کہ یہ صیام مصدر ہے نہ کہ صوم یا صائم کی جمع یعنی ذی الحجہ کی نوتاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر گناہ صغیرہ نہ ہوں، تو درجے بلند کر دیتا ہے گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور بندوں کے حق بغیر ادا کئے معاف نہیں ہوتے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنی یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لئے ہے حاجی کے لئے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ [3] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کے روزے سے ذی الحجہ کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عرفہ کا روزہ دو سال کا، مگر عاشورے کا دن عرفے کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی۔ [4] یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے، یا یہ کہ یا رسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے (مرقات ولمعات)۔ [5] یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں، ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزول قرآن کی ابتداء کہ غار حرا میں پہلی وحی (اِقْرَأْ بِاسْمِ) آلایہ پیر کے دن ہی آئی، لہٰذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہو جاتے ہیں (مرقات)، دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

مُسْلِمٌ وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ لَهَا مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ

(مسلم) روایت ہے حضرت معاذہ عدویہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھتے تھے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کہ مہینے کے کن حصہ میں روزے رکھتے تھے فرمایا اسکی پرواہ نہ کرتے تھے کہ کس حصہ میں روزہ رکھیں[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوایوب انصاری سے انہوں نے خبر دی[2] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے[3] تو ساری عمر کے روزوں کی طرح ہوگا[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

کی ولادت کریمہ اللہ تعالٰے کی بڑی ہی نعمت ہے۔ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالٰے نے صرف اس نعمت پر خصوصی احسان جتایا کہ فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الآیہ تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا سنت سے ثابت ہے چوتھے یہ کہ یادگاریں تعمیل کرنا ہی چاہیئے بلکہ جائز ہیں پانچویں میلاد شریف، عید معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے انکی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔

[1] چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اس لئے سرکار کے حالات زیادہ تر ام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مہینوں میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے۔ اکثر تیرھویں چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے، اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخوں میں دس قول ہیں۔ [2] اپنے سے نیچے راوی کو یعنی اپنے شاگرد ابن عمر وابن ثابت کو انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ [3] مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے۔ [4] کیونکہ سال میں دن تقریباً تین سو ساٹھ ہوتے ہیں، اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا۔ تو رمضان کے تیس روزے تین سو بن گئے، اور یہ چھ روزے ساٹھ ہو گئے خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے روزے ہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہوا اور ان کا بھی یہی، ثواب ایک لیکن اسکے حاصل کرنے کے ذریعہ بہت۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریباً بیس صحابہ سے مروی ہے۔ ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی اسنادیں اسکی نہایت صحیح ہیں، چنانچہ اسے طبرانی، بزار، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابوہریرہ، جابر، ثوبان، براء ابن عازب، ابن عباس، سعد ابن سعید، ابوایوب انصاری اور حضرت عائشہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصُوْمُ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَّصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ يَصُوْمَ بَعْدَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛

صلی اللہ علیہ وسلم نے عید و قربانی کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو دن روزہ جائز نہیں عید و بقر عید[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت نبیشہ ہذلی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریق کا زمانہ کھانے اور پینے اور اللہ کے ذکر کا زمانہ ہے[3] (مسلم)[4] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے[5] مگر یہ کہ اس کے آگے پیچھے بھی روزہ رکھے[6] (مسلم، بخاری)

صدیقہ سے روایتیں کیں اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے۔ [1] نحر کے دن سے تشریق کے سارے دن مراد ہیں چونکہ ان میں سے اکثر میں قربانی ہوتی ہے اسلئے تغلیبًا ان سب کو نحر کا دن فرمادیا، دسویں ذی الحجہ صرف قربانی کا دن ہے گیارہویں بارہویں قربانی کا دن بھی ہے اور تشریق کا بھی اور تیرہویں صرف تشریق کا دن ہے خلاصہ یہ ہے کہ سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے یکم شوال اور دسویں گیارہویں بارہویں تیرہویں ذی الحجہ۔ مسئلہ جو شخص ان دنوں میں روزے کی نذر مانے تو دوسرے اماموں کے ہاں وہ نذر ہی درست نہیں البتہ امام اعظم کے ہاں نذر صحیح ہے مگر اس کی قضا واجب۔ [2] دو دن سے مراد دو قسم کے دن ہیں یعنی عید سے مراد دسویں ذی الحجہ مع تین دن بعد والے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے غرضکہ یہ حدیث مجمل ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ [3] بقرعید کے تین دن بعد تک یعنی تا تاریخ تک اہل عرب قربانی کے گوشت سکھاتے تھے اسلئے ان دنوں کو تشریق یعنی سکھانے اور دھوپ دکھانے کا زمانہ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ چار دن بندوں کی مہمانی کے ہیں جن میں رب تعالٰی میزبان بندے مہمان اسلئے ان دنوں میں روزہ رکھنا گویا رب تعالٰی کی دعوت کا انکار ہے اس زمانہ میں خوب کھاؤ خوب پیؤ اور خوب اللہ کا ذکر کرو، یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفصیل ہے جس نے بتایا کہ وہاں بقرعید سے مراد یہ چار دن تھے۔ [4] احمد، طبرانی، دارقطنی، ابن ابی شیبہ وغیرہم نے مختلف الفاظ سے روایتیں کیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اعلان کراتے تھے اصحاب منٰی کے بازار میں شور کرتے پھرتے تھے کہ خبردار ایام تشریق میں روزے نہ رکھنا یہ دن کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے ہیں۔ [5] یعنی نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آرہی ہے۔ [6] فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے، وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، کپڑے بدلنے، خطبہ سننے، نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن ہے روزہ کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے، جیسے حاجی کے لئے عرفے کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخْتَصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَّصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں میں شب بیداری کیلئے خاص نہ کرو[۱] اور جمعہ کے دن کو دیگر دنوں میں روزے سے خاص نہ کرو[۲] مگر یہ کہ جمعہ اس تاریخ میں آجائے جس میں کوئی روزہ رکھتا ہو[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے تو اللہ اسے آگ سے ستر سال کی راہ دور رکھے گا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ اس ممانعت کی شارحین نے بہت سی وجہیں بیان کی ہیں، لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے: بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار پھر یہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہو جائے گی، واللہ اعلم۔ ۲؎ مسلمان کو صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کرلینا پھر دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کی ممانعت نہیں، بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اسکو نفلی عبادتوں سے خاص کرلیں گے اسلئے اسی رات کا نام لیا گیا۔ ۳؎ کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے اور عید میں روزہ رکھنا کیسا۔ لمعات میں ہے کہ امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیہ صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا، بلکہ بعض فقہاء ارادۃً جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں (اشعہ) خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلاف اولیٰ کے لئے ہے، کیونکہ آگے مرفوع حدیث میں آرہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے۔ ۴؎ مثلاً کوئی شخص ہر گیارھویں یا بارھویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو، اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے، یہ خلاف اولیٰ بھی نہیں۔ بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پکڑتے ہیں، الحمد للہ اس جملہ نے ان کے خیال کو باطل کردیا صاف بتا دیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا، بلکہ اسکی وجہ کچھ اور ہے جو پہلے عرض کی گئی، ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا، اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۵؎ عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں چونکہ اہل عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں، اسلئے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس روزے سے نفلی روزہ مراد ہے، اسی لئے صاحب مشکوۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی جو مسلم اگر ایک نفلی روزہ

وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ

اے عبداللہ کیا مجھے یہ خبر نہ ملی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ایسا نہ کرو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی ۲ کیونکہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے ۳ اور تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے ۴ جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں ۵ ہر مہینہ تین روزے ساری عمر کے روزے ہیں ہر مہینہ میں تین روزے رکھو ۶ اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو ۷ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں ۸ فرمایا تم

رکھو اور اللہ قبول کرے تو دوزخ میں جانا تو کیا وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا ۱ یہ سوال انکاری ہے یعنی مجھے خبر ملی ہے کہ تم ہمیشہ پانچ ممنوعہ دنوں کے باقی سال بھر مسلسل نفلی روزے رکھتے رہتے ہو اور ساری رات عبادات کرتے ہو کہ دن میں کبھی افطار کرتے ہو نہ رات میں سوتے ہو ۲ ورنہ تم اتنے کمزور ہو جاؤ گے کہ فرضی عبادتیں اور لوگوں کے شرعی حقوق ادا نہ کر سکو گے، اور نفل کی وجہ سے فرض چھوڑنا یا فرض میں حرج کے اسباب پر عمل کرنا نہ عقلاً مناسب نہ شرعاً خیال رہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے اور مرحمت ہے ۳ کہ ہمیشہ روزہ رکھنے سے جسم بہت کمزور ہو جائے گا اور بالکل نہ سونے سے نگاہ کمزور پڑ جانے کا خطرہ ہے ۴ کہ ہمیشہ روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے سے تم کمزور ہو جاؤ گے اور بیوی کو حق نہ دے سکو گے، ملاقاتی لوگ و مہمان چاہتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ کھاؤ پیو اور رات کو دو گھڑی اُن سے بات چیت کرو تم یہ بھی نہ کر سکو گے، ان جملوں سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ روزے رکھنے کی ممانعت ہم جیسے لوگوں کے لیے ہے جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں جن کے لیے ہمیشہ کا روزہ اور ساری رات بیداری مذکورہ حقوق سے آڑ نہ ہو ان کے لیے اس میں حرج نہیں، مگر ایسے بہادر لوگ لاکھوں میں ایک دو ہیں، جیسے حضرت طلحہ وغیرہ صحابہ میں اور امام ابوحنیفہ تابعین میں ۵ یعنی کامل روزے نہ رکھے جس سے پورا ثواب ملے ہماری پہلی شرح سے معلوم ہو چکا کہ یہاں مَنْ سے مراد وہ عام مسلمین ہیں جو دن میں عبادتوں میں مشغول ہو کر باقی حقوق ادا نہ کر سکیں ۶ کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے، تو ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینے کے روزوں کا ہوگا، بہتر یہ ہے کہ یہ تین روزے چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو رکھے جائیں ۷ یہ جملہ قرآن کریم کے تیس پارے بنانے کی اصل ہے، زمانہ نبوی میں قرآن کریم کی تقسیم سورتوں اور منزلوں پر تھی، رکوع اور پاروں پر نہ تھی، پھر خلافت عثمانیہ میں اس میں رکوع قائم کیے گئے، کہ حضرت عثمان غنی تراویح کی رکعتوں میں جس قدر تلاوت کر کے رکوع فرماتے، اس کا نام رکوع رکھا گیا اور حاشیہ پر ع کا نشان لگایا گیا تاکہ تراویح کا باقاعدہ رواج دینے والے جناب عمر اور اس رواج کو تمام دنیا میں پھیلانے والے حضرت عثمان کی طرف اشارہ ہو، تراویح روزانہ بیس رکعت ہوتی تھیں، اور ستائیسویں شب کو ختم قرآن، اس لیے قرآن کریم کے پانچ سو چالیس رکوع ہوئے ہیں

قرآن پاک کے رکوع کس بنا پر لگے گئے ؟

أفضل الصوم صوم داود صيام يوم وإفطار يوم واقرأ في كل سبع ليال مرة ولا
تزد على ذلك متفق عليه۔ الفصل الثاني۔ عن عائشة قالت كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يصوم الاثنين والخميس رواه الترمذي والنسائي۔ وعن أبي هريرة
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعرض الأعمال يوم الاثنين والخميس فأحب
أن يعرض عملي وأنا صائم رواه الترمذي۔ وعن أبي ذر قال قال رسول

بہترین روزے یعنی روزے داؤد رکھو کہ ایک دن روزہ ایک دن افطار اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اس سے زیادہ نہ کرو (مسلم بخاری)
دوسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے (ترمذی، نسائی)
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال پیر و جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں لہٰذا میں
چاہتا ہوں کہ میرے عمل اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ والا ہوں (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

سو صاحب قرآن کریم کے تیس پارے کیے گئے تاکہ روزانہ تلاوت کرنے والوں کو آسانی ہو کہ وہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر مہینہ ایک قرآن ختم کیا کریں
ثہ لہٰذا مجھے زیادہ عبادت کی اجازت دیجئے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ممانعت سے منشا یہ تھا کہ نوافل اور روزے سے ناجائز ہو گئے تھے، اسی لئے آپ
خوشامد کرکے زیادہ کی اجازت حاصل کر رہے ہیں، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ضرور معلوم ہوئے دوسرا یہ کہ صحابہ کا شوق عبادت بھی ظاہر ہو گیا
اسی لئے بزرگان کا طفیل جو بھی عبادات کا شوق ہے اس لئے کہ روزانہ قرآن شریف کی ترتیب پر ایک منزل پڑھو تاکہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو ابھی عرض کیا جا چکا کہ یہ
حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمرو جیسی طاقت رکھتے ہوں، ان سے کم درجہ مہینہ میں ختم کریں، اور ان سے زیادہ قوی ہفتہ سے کم میں بھی ختم کر سکتے ہیں
ایک مہینہ میں بھی ختم نہ کرنا بڑی محرومی ہے ۲ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے، اسکی وجہ اگلی حدیث میں آ رہی
ہے پیر کو یوم الاثنین غالبًا اسلئے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے، لہٰذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع
ہوتا ہے (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اسی دن ہی پیدائش عالم کی ابتدا ہوئی، واللہ اعلم۔ ۳ اس طرح
کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دو دنوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا
یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹہ میں دوبار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال
رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں، مگر پیشی ہفتہ میں دوبار، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں
روزانہ دوبار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں
کی نقل اپنے رجسٹروں میں کیا کرتے ہیں (اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے ۴ تاکہ روزہ کی برکت سے رحمت الٰہی کا دریا جوش مارے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اذا صمت من الشھر ثلاثۃ ایام فصم ثلاث عشرۃ واربع عشرۃ وخمس عشرۃ رواہ الترمذی والنسائی ۞ وعن عبد اللہ بن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من غرۃ کل شھر ثلثۃ ایام وقلما کان یفطر یوم الجمعۃ رواہ الترمذی والنسائی ورواہ ابو داود الی ثلثۃ ایام ۞ وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من الشھر السبت والاحد والاثنین ومن الشھر الاخر الثلثاء والاربعاء والخمیس رواہ الترمذی ۞ وعن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرنی ان اصوم ثلثۃ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابوذر جب تم ہر مہینہ تین روزے رکھو تو تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے رکھو[1] (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں پہلی تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے[2] اور جمعہ کے دن بہت کم افطار کرتے تھے[3] (ترمذی، نسائی) اور ابوداؤد نے تین ایام تک روایت کی۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ میں ہفتہ، اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ میں منگل، بدھ اور جمعرات کا[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیتے تھے کہ میں تین روزے

خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، غرضکہ فرشتی سال اور ہے جس کی ابتدا محرم سے [illegible] فرشتی سال کچھ اور (از مرقات)۔

[1] ان ہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمکدار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ [2] پہلی، دوسری، تیسری تاریخوں میں یا ان کے قریب۔ حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھا کرتے تھے، لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ سرکار مہینہ کے روزوں میں خاص تاریخوں کے پابند نہ تھے اور نہ اس کے خلاف کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے۔ [3] یعنی اکثر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے چونکہ جمعہ کی نیکی کا ثواب ستر گنا ہے، ظاہر یہ ہے کہ آپ صرف جمعہ کا روزہ رکھتے تھے، اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے نہیں، ہر شخص کو اس دن کے روزے کی اجازت ہے لہٰذا یہ حدیث مذہب حنفی و فقہاء کے فتوے کی مؤید ہے کہ جمعہ کا روزہ ممنوع نہیں، جہاں ممانعت آئی ہے وہاں کسی عارضہ سے ہے یا یعنی خلاف اولیٰ ہے (مرقات و اشعہ)۔ [4] یعنی آپ نے ہفتہ کے سات دنوں میں اپنے روزے تقسیم کر دیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے روزہ کی برکت سے محروم نہ رہے، چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی تو عادت کریمہ تھی ہی جیسا کہ ابھی حدیث پاک میں گزر گیا، ہم لوگ [illegible]

أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ أَوَّلُهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ ◆ وَعَنْ مُسْلِمٍ
الْقُرَشِيِّ قَالَ سَأَلْتُ اَوْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ قَالَ
اِنَّ لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ وَكُلَّ اَرْبِعَاءَ وَخَمِيْسٍ فَاِذًا اَنْتَ
قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ كُلَّهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ◆ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ◆ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ
بْنِ بُسْرٍ عَنْ اُخْتِهِ الصَّمَّاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ

ہر مہینے میں رکھوں جن میں پہلا روزہ پیر یا جمعرات کا ہو (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت مسلم قرشی سے فرماتے ہیں کہ میں نے یا کسی اور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بھر کے روزوں کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے رمضان کا اور اس کے متصل کا روزہ رکھو اور ہر بدھ جمعرات کا روزہ رکھو تو تم نے ساری عمر کے روزے رکھ لئے (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام عرفات میں عرفہ کے روزے سے منع فرمایا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے وہ اپنی بہن صماء سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتہ کے دن

سے برکت حاصل کرتے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سے دن برکت پاتے تھے، جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے ۔ لے یہ حکم استحبابی ہے تاکہ دیر لگے اسی لئے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے وہ روزے نقل ہوئے تھے، مرقات نے فرمایا کہ اثنین پیر کے دن کا نام بن چکا ہے، جیسے بحرین ایک علاقہ کا نام ہے، اور ناموں میں تبدیلی نہیں ہوتی اسلئے یہاں رفع کی حالت میں اثنان نہ آیا بلکہ اثنین ہی آیا بعض کا خیال ہے کہ یہاں یوم پوشیدہ ہے اثنین اس کا مضاف الیہ ہے، مگر پہلی بات بہت قوی ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی مہینے میں پیر منگل اور بدھ کے روزے رکھیں اور کسی میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے، بعض شارحین کے خیال میں یہ واؤ بمعنی اَوْ ہے، یعنی تمہیں اختیار ہے کہ پیر سے شروع کرو یا جمعرات سے ۔ لے کہ پانچ ممنوعہ دنوں کے علاوہ باقی سارا سال روزہ رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے ثواب ہے یا گناہ ۔ لے متصل سے مراد یا شعبان ہے یا شوال یعنی اگر شعبان و رمضان کے روزے رکھو یا سارے رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھو، یہ حدیث مجمل ہے جس کی شرح پہلی احادیث ہیں ۔ لے یعنی ان روزوں میں تمہیں ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا، یہاں مرقات نے فرمایا اس سے معلوم ہوا ہے کہ عمر بھر کے روزے بذات خود ممنوع نہیں، بلکہ اگر ضعف پیدا کریں جس سے مسلمان دوسرے حقوق ادا نہ کرسکے تو ممنوع ہیں، لہذا بعض صحابہ کرام اور مشائخ عظام کا عمر بھر روزے رکھنا اس حدیث کے خلاف نہیں ۔ لے یعنی حاجی کو نویں بقرعید کے دن عرفات شریف میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا تاکہ حاجی اس دن دعا مانگنے، نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہوجائے، اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہوجائیں، یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ نے بارہا اس دن روزہ رکھا ہے، حضرت عطا فرماتے ہیں اگر سردی میں ایسا موقع آئے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں، گرمیوں میں نہیں ۔

السَّبْتِ اِلَّا فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ اَوْ عُوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❊ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ❊ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَنِيْمَةُ الْبَارِدَةُ الصَّوْمُ فِي الشِّتَاءِ

بجز تمہارے فرض کے اور روزہ نہ رکھو لے اگر تم میں کوئی انگور کی چھال یا درخت کی لکڑی کے سوا کچھ نہ پائے تو وہ ہی چبا لے ۲ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) ۳ روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے ۴ تو اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان ایسی خندق کردیگا جیسی آسمان اور زمین کے درمیان ۵ (ترمذی) روایت ہے حضرت عامر ابن مسعود سے ۶ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈی غنیمت جاڑوں کے روزے ہیں ۷

لے یعنی نفلی روزہ صرف ہفتہ کے دن نہ رکھو کیونکہ اس میں یہود سے مشابہت ہے کہ وہ اگرچہ اس دن روزہ تو نہیں رکھتے مگر اس کی تعظیم بہت ہی کرتے ہیں تو ایسے اس روزے میں اُن سے اشتباہ ہوگا جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے لہٰذا یہ حدیث ہفتہ کے دن کے روزے کی احادیث کے خلاف نہ ہوگی کہ وہ بیان جواز کے لئے ہیں اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے، اگر ہفتہ کے ساتھ اور دن کا بھی روزہ رکھ لیا جائے تو نہ مشابہت رہے گی نہ ممانعت، بیان فرض سے مراد صرف فرض ہی نہیں بلکہ ہر ضروری ہے لہٰذا رمضان و قضائے رمضان نذر و کفارہ عاشورہ گیارھویں بارھویں وغیرہ متبرک تاریخوں کے روزے اس دن بھی رکھنا بلاکراہت جائز ہیں (مرقات و لمعات) ۲ یعنے ہفتہ کے دن اتفاقیہ نا دیمی نہ کرے، اگر گھر میں کچھ کھانے پینے کو نہ ہو تو معمولی چیز نگل کر ہی فاقہ سے بچ جائے یہ فرمان مبالغہ کے لئے ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہو اور حدیث منسوخ ہو ۳ اس حدیث کو حاکم نے صحیح اور شرط بخاری پر کہا اور نووی فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے، ابوداؤد فرماتے ہیں حدیث منسوخ ہے (مرقات) ۴ اللہ کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے یعنے ان میں سے جو سفر ایک دن بھی رکھ لے یا اس سے مراد رضائے الٰہی ہے یعنے جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے ۵ یعنے پانچسو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے، مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں، کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہو جاتا ہے خندق فرماکر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ ان شاء اللہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی، جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا ۶ ان کے نام اور ان کی صحابیت میں بڑا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ عامر ابن عبداللہ ابن مسعود ہیں تابعی ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ عامر ابن مسعود ابن امیہ ابن خلف جمحی ہیں، یعنے صفوان ابن امیہ کے بھتیجے، حق یہی ہے کہ آپ صحابی نہیں تابعی ہیں ۷ کہ جن میں تکلیف بہت کم اور اصل روزے کا ثواب پورا جیسے جہاد میں دشمن بغیر مقابلہ بھاگ جائے، اور سردی کا موسم بھی ہو کہ غازی بلاتکلیف ثواب و غنیمت لے آتا ہے سردی کے رمضان کا بھی یہی حال ہے خیال رہے کہ یہ اصل ثواب میں گفتگو ہے، ورنہ گرمی کے روزوں میں زیادہ مشقت کا ثواب بھی ملیگا اسی لیے حضرت علی مرتضیٰ

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَا مِنْ
أَيَّامٍ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ فِيْ بَابِ الْأُضْحِيَةِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ
فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهُ فَقَالُوْا هٰذَا
يَوْمٌ عَظِيْمٌ أَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ فَصَامَهُ مُوْسٰى شُكْرًا
فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ

(احمد ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث مرسل ہے لے اور حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث ما من ایام الحدیث قربانی کے باب میں ذکر ہوچکی
تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے پایا ۲ ان
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو ۳ وہ بولے یہ وہ عظمت والا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ
السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبویا موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ میں روزہ رکھا ہم بھی رکھتے ہیں ۴ تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں ۵

فرماتے ہیں کہ مجھے تین چیزیں بڑی پیاری ہیں اکرام الضیف صیام الصیف جہاد بالسیف مہمان کی خدمت گرمی کے روزے تلوار سے جہاد ۔ لے کیونکہ
عامر ابن مسعود نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہ پائی خیال رہے کہ آپ ابراہیم ابن عامر قرشی کے والد ہیں اور آپ کی اس کے سوا کوئی حدیث نہیں ۲ لطیفہ
ہجرت کے دوسرے سال میں جب عاشورے کا دن آیا تو آپ نے یہود کو روزہ دار دیکھا کیونکہ ربیع الاول شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تھے
اس سال کا عاشورہ گزر چکا تھا ۳ خیال رہے کہ یہود کے مہینے و تاریخیں اسلامی مہینوں و تاریخوں کے علاوہ تھیں مگر انہوں نے عاشورے کے دن کو روزہ کے
لیے پہچان لیا تھا جیسے چاند کے حساب ہی سے روزے رکھتے تھے محض برکت کے لیے لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب یہود کے مہینے ہی اور تھے تو ان کا عاشورہ
کے دن روزہ کیسا ۔ ۴ کیونکہ شرعی قاعدہ دینی باتوں میں کفار کی خبر معتبر نہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خبر معتبر مانی یا اسلئے کہ عبداللہ ابن سلام وغیرہ علمائے
یہود جو اسلام لاچکے تھے انہوں نے بھی یہ خبر دی یا اسلئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ وحی سے معلوم تھا اسکی تائید کرانے کیلئے ان سے یہ سوال فرمایا
گیا یا اس لیے کہ یہود کے ہاں یہ خبر متواتر تھی متواتر خبریں کفار کی بھی معتبر ہیں، تواتر مستقل دلیل ثبوت ہے ۔ ۵ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سارے بھائی ہیں اصل
دین میں سب متفق ہیں اے یہود تم نے تورات کی کتاب ہی بدل دی اور تم اصل دین ہی میں اُن کے مخالف ہوگئے تو جب ہم ان کی خوشی میں شرکت کرتے
ہیں تو ہم بھی ان کی خوشی میں شریک ہوں گے اور ان کی یادگار قائم کریں گے ۔ اس میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ ہم عاشورہ کا روزہ یہود کی
مشابہت کے لیے نہیں رکھتے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لیے رکھتے ہیں اور موافقت انبیاء علیہم السلام اسلام میں بڑی پیاری چیز ہے دیکھو
سورۂ ص کا سجدہ داؤد علیہ السلام کی موافقت کے لیے ہے نہ کہ داؤدیوں کی مشابہت کے لیے ۔ فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث پر یہ شبہ اٹھ گیا کہ یہود و

فَصَامَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ اَكْثَرَ مَا يَصُومُ مِنَ الْاَيَّامِ وَيَقُولُ اِنَّهُمَا يَوْمَا عِيدٍ لِلْمُشْرِكِينَ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اُخَالِفَهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِصِيَامِ

چنانچہ یہ روزہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی رکھا ۱؎ اور اس روزہ کا حکم بھی دیا ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جن دنوں میں روزے زیادہ رکھتے تھے ان میں اکثر ہفتہ و اتوار کو رکھتے تھے ۳؎ اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہیں میں چاہتا ہوں کہ اُن کی مخالفت کروں ۴؎ (احمد) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عاشورا کے دن روزہ رکھنے

نصاریٰ سے مشابہت اسلام میں منع ہے، یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شروع اسلام میں یہ مشابہت ممنوع نہ تھی، ایک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بہت سی باتوں میں اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے، حتی کہ اسلام کا پہلا قبلہ بیت المقدس رہا، کیونکہ انہی کی تالیف قلوب کے لئے، پھر جب اُن کی ہٹ دھرمی کھل گئی تو اسلام میں ان کی مخالفت لازم کردی گئی ۲؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ رکھنا موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ ان کی متابعت کے لئے، موافقت اور متابعت میں زمین آسمان کا فرق ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یہاں موافقت کا ذکر ہے کہ آپ سارے انبیاء کی موافقت فرمائیں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بحیات ظاہری زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا، یہاں اتباع کا ذکر ہے، خلاصہ یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے موافق ہیں اور انبیاء کرام حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ۳؎ چنانچہ شروع اسلام میں عاشورا کا روزہ فرض رہا، پھر رمضان کی فرضیت سے عاشورا کے روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی، مگر سنیت اب بھی باقی ہے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ معظم واقعات کی یادگاریں منانا رکن اسلامی ہے، دوسرے یہ کہ یادگاریں محض اسلامی رسم نہ کی جائیں کہ ان میں مشابہت کفار کا شائبہ ہے، تیسرے یہ کہ اسلامی یادگاریں کھیل کود سے نہ منائی جائیں بلکہ عبادتوں سے منائی جائیں، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یادگار میں روزہ رکھا جو کہ عبادت ہے، چوتھے یہ کہ اللہ والوں کی خوشی میں شرکت کرنا کچھ ملنے کا بہانہ ہوجاتا ہے، بادشاہوں کے نوکر چاکر شہزادوں کی سالگرہ میں دکھلاوے کی خوشی مناکر بھی کچھ پالیتے ہیں، تو اگر ہم عید میلاد و عید معراج دل سے منائیں تو ان شاء اللہ منہ مانگی مرادیں پائیں گے بلکہ پارہے ہیں ان تمام عیدوں کی اصل یہ حدیث ہے ۳؎ خیال رہے کہ ہفتہ یا اتوار یا دونوں دنوں کے روزے رکھنا یہودیوں عیسائیوں کی مخالفت کرنے کے لئے بہت ہی بہتر ہے اور ان دنوں کی تعظیم کے لئے روزہ رکھنا سخت منع، لہذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہفتہ کے روزے سے منع فرمایا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں دوسری نوعیت کا روزہ مراد تھا اور یہاں اس قسم کا روزہ مقصود ہے، اور ہوسکتا ہے کہ وہاں صرف ہفتہ کا روزہ مراد ہو اور یہاں ہفتہ اتوار دونوں دن کا روزہ ہے ۴؎ یعنی ہفتہ کا دن یہود کی عید ہے اور اتوار کا دن عیسائیوں کی عید، ان میں وہ خوب کھاتے پیتے ہیں، اور عیش کرتے ہیں، ہم نے ان کی مخالفت میں روزہ رکھا، مشرکین سے مراد یہودی عیسائی ہیں، کیونکہ یہود عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر ان کو پوجا

يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهٗ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا
عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ اَرْبَعٌ لَّمْ يَكُنْ يَّدَعُهُنَّ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ
قَبْلَ الْفَجْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يُفْطِرُ اَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

کا حکم دیتے اور ہم کو اس پر رغبت دیتے اور عاشورہ کے دن ہماری تحقیقات فرماتے تھے پھر جب رمضان فرض ہوا تو نہ ہمیں اس کا حکم دیا نہ منع کیا
نہ تحقیقات فرمائی[1] (مسلم) روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم چار کام نہ چھوڑتے تھے عاشورہ کا روزہ بقرعید کے دس دن کے
ہر مہینہ تین دن کے روزے[2] اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں (نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چاندنی
کے روشن دنوں میں روزے نہ چھوڑتے تھے نہ گھر میں نہ سفر میں[3] (نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

کہتے ہیں اور عیسائی بیٹے علیہ السلام کو لہٰذا یہ دونوں مشرک ہوئے، قرآن شریف میں جگہ شرک بمعنی کفر اور شرک بمعنی کا زیادہ استعمال ہوا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے
اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ اور فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ان آیتوں میں شرک بمعنی کفر ہے ہوسکتا ہے کہ یہاں بھی مشرکین سے کفار مراد ہوں

[1] یہ دونوں واقعہ ہجرت کے بعد ہیں، ہجرت سے پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی روزے کا حکم نہیں دیا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا، کیونکہ اس کا حکم دیا اور عاشورہ آنے پر تحقیقات فرماتا کس نے روزہ رکھا اور کس نے نہیں فرضیت کی علامت ہے۔ رمضان کی فرضیت کے بعد عاشورہ کی فرضیت اٹھ گئی، مگر سنیت باقی رہی، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ روزہ رکھا ہے۔ مسلم بخاری میں حضرت سلمہ ابن اکوع سے روایت ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے یہ اعلان کرایا کہ جس نے کچھ کھا لیا ہو وہ بقیہ دن کچھ نہ کھائے اور جس نے نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے کیونکہ آج عاشورہ ہے۔ یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب عاشورہ کا روزہ فرض تھا

[2] یعنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ تینوں قسم کے روزے رکھے، لہٰذا یہ سب سنت ہیں، بقرعید کے دس دن سے مراد نو دن ہیں، ورنہ دسویں بقرعید کو روزہ حرام ہے یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے نہ کہ ہمیشگی، لہٰذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں، جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا، بقرعید کا عشرہ بہت ہی بہتر زمانہ ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں بہتر ہیں کہ ان سب میں شب قدر ہے اور بقرعید کے پہلے عشرہ کے دن افضل ہیں کہ ان میں عرفہ کا دن ہے۔

[3] یہاں مرقات نے فرمایا ایام بیض کے متعلق علماء کے ۹ قول ہیں جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں راتیں ہیں، انہیں ایام بیض کے متعلق یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اجیالی ہیں، اور یا اس لئے کہ ان کے روزے دلوں کو نورانی اور اجیالا کرتے ہیں، اور یا اس لئے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے آکر سیاہ پڑ گئے تھے، رب تعالیٰ نے انہیں ان تین

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوۃٌ وَّزَکٰوۃُ الْجَسَدِ اَلصَّوْمُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَ
عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَقِیْلَ یَا
رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَقَالَ اِنَّ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ یَغْفِرُ اللّٰہُ
فِیْهِمَا لِکُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا ذَا هَاجِرَیْنِ یَقُوْلُ دَعْهُمَا حَتّٰی یَصْطَلِحَا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ
وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ بَعَّدَہُ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزے ہیں؎۱ (ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزے رکھتے تھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ حضور پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالٰے سوائے عداوت والوں کے باقی سب مسلمانوں کو بخش دیتا ہے؎۲ ان کے متعلق فرماتا ہے انہیں چھوڑ دو حتی کہ آپس میں صلح کرلیں؎۳ (احمد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو رضائے الٰہی کی تلاش میں ایک دن روزہ رکھے؎۴ تو اللہ

روزوں کا حکم دیا جو روزے سے آپ کا اتنا جسم چمکیلا ہوا تھا کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہو گیا۔ ؎۱ کہ روزے کی برکت سے اکثر آدمی دبلے ہو جاتے ہیں، جسم کا کچھ گوشت گل جاتا ہے، یا روزہ کی برکت سے جسم گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ یا روزہ کی برکت سے آگ روزہ دار تک نہ پہنچ سکے گی۔ غرضکہ روزہ زکوٰۃ کے سے تینوں کام کرتا ہے ؎۲ سبحان اللہ یہ دونوں دن بڑی عظمت اور برکت والے ہیں کیوں نہ ہوں کہ انہیں عظمت والوں کا نسبت ہے، جمعرات آمنہ کا پردہ سی ہے اور حضرت آمنہ خاتون کے حاملہ ہونے کا دن ہے، اور پیر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بھی ہے اور نزول قرآن کریم کا بھی جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک صحابی (حضرت عباس) نے ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے، بولا سخت عذاب میں گرفتار ہوں، مگر پیر کے دن میرا عذاب کچھ ہلکا ہوتا ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کی بیچ والی انگلی سے مجھے پانی ملتا ہے، کیونکہ میں نے اس دن حضور انور کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو اس انگلی کے اشارے سے کہا تھا جا تو آزاد ہے۔ سبحان اللہ تا قیامت ان دونوں میں اللہ کے فضل سے ہم گنہگار بخشش و مغفرت کا شاہانہ لیتے رہیں گے۔ شعر

بزرگوں سے نسبت بڑی چیز ہے　　خدا کی یہ نعمت بڑی چیز ہے

؎۳ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پیر و جمعرات کے دن اُن مسلمانوں کی بخشش ہوتی ہے جو ان دونوں میں روزہ رکھنے کے عادی ہیں یہ خطاب کہ انہیں چھوڑ دو یا تو اس فرشتے سے ہوتا ہے جو اعمال کے رجسٹروں سے لوگوں کے گناہ مٹانے پر مقرر ہے، یا اُن لوگوں سے ہوتا ہے جو ان کے لئے دعائے مغفرت کریں (مرقات و اشعہ) یعنی ابھی ان کے گناہ باقی رہنے دو جب تک کہ یہ آپس میں صلح نہ کرلیں، عداوت سے مراد دنیاوی عداوتیں ہیں جو جائداد مال وغیرہ کے باعث ہوں، دینی عداوتیں تو عبادت ہیں، ہر مسلمان سرکار کے دشمنوں سے عداوت رکھے، رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان سے کینہ و عداوت اللہ تعالٰے کی بڑی رحمت سے محرومی کا باعث ہے، سینہ کینہ سے پاک رکھنا، بعض میں مدینہ کے انوار دیکھو، گندی کاٹھی پر حرف کندہ نہیں ہوتے۔ ؎۴ ظاہر یہ ہے کہ اس روزے سے مراد نفلی روزہ ہے اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث

مِنْ جَهَنَّمَ كَبُعْدِ غُرَابٍ طَائِرٍ وَهُوَ فَرْخٌ حَتّٰى مَاتَ هَرِمًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ ۔ بَابٌ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّيْ اِذًا صَائِمٌ ثُمَّ اَتَانَا يَوْمًا اٰخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ اَرِيْنِيْهِ فَلَقَدْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا فَاَكَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

آگ دوزخ سے اتنا دور کرے گا جیسے اُڑنے والے کوے کی دوری جب بچہ ہو حتٰی کہ بوڑھا ہو کر مر جائے[1] (احمد) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سلمہ ابن قیس سے روایت کی[2] باب[3] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے ہم نے عرض کیا نہیں تب فرمایا تو میں اب روزہ دار ہوں[4] پھر دوسرے دن تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں حیس ہدیۃً آیا ہے[5] تو فرمایا مجھے دکھاؤ میں نے تو صبح روزہ دار کی تھی پھر آپ نے کھایا[6] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

نفلی روزوں کے باب میں لائے تاکہ رضائے الٰہی کی قید سے پتہ لگے کہ کوئی عمل بغیر اخلاص مقبول نہیں، اس کا کوئی ثواب نہ اس کے فوائد کا ظہور ہو، اس حدیث میں بتایا جا رہا ہے کہ جب ایک نفلی روزے کے ثواب کا یہ حال ہے تو اندازہ لگاؤ کہ فرضی روزے کا ثواب کتنا ہوگا[1] کوے کی طبعی عمر ایک ہزار سال ہے وہ تاڑتا اور بہت تیز اڑتا ہے یہاں دوزخ سے انتہائی دوری بتانے کے لئے بطور تمثیل یہ ذکر ہوا کہ کوا بچہ اگر پیدا ہوتے ہی اڑنا شروع کرے اور مرتے دم یعنی ایک ہزار سال تک برابر اڑتا رہے تو اندازہ لگاؤ کہ اپنے گھونسلے سے کتنی دور جائے گا، یہ شخص اس روزے کی برکت سے دوزخ سے اتنا دور رہے گا حدیث بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، رب تعالٰی کی عطائیں ہمارے وہم و گمان سے وراء ہیں[2] مرقات نے فرمایا کہ ان کا نام سلمہ ابن قیس نہیں بلکہ سلمہ ابن قیصر حضرمی ہے، طبرانی نے ان کا نام سلامہ بتایا واللہ اعلم[3] یہ باب بلا عنوان ہے کیونکہ اس باب میں گزشتہ بابوں کے متعلق مختلف مضامین بیان ہوں گے نفلی روزے اور روزہ کی قضا وغیرہ اسی لئے مصنف نے اس کا تیسرا عنوان قائم نہ فرمایا گویا یہ باب المتفرقات ہے[4] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا اور جواب بھی سب کی طرف سے ہوا یعنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں، جو مالک کونین ہے آپ کے اپنے گھر کا یہ حال ہے شعر

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ۔ دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ خیال رہے یعنی جو کہ آج گھر میں کچھ کھانا کو نہیں لہٰذا ہم اب اسی وقت سے روزہ نفل کی نیت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روزے نفل کی نیت ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف نہار شرعی سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے رات سے ہونا ضروری نہیں، مصنف اسی مقصد کے لئے یہ حدیث یہاں لائے[5] یعنی کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں عربی میں حیس کے معنی ہیں خلط یا مخلوط چیز، اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو کھجور پنیر گھی سے یا آٹے کھجور اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے جو لذیذ اس سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے، فقیر نے مدینہ طیبہ میں حیس بھی کھایا ہے اور حریرہ بھی[6] یعنی یہ صورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أُمِّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ فَقَالَ أَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ فَإِنِّيْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِأُمِّ سُلَيْمٍ وَأَهْلِ بَيْتِهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلٰى طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّيْ صَائِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ إِذَا

علیہ وسلم ام سلیم کے ہاں تشریف لائے[1] تو وہ حضور کی خدمت میں چھوارے اور گھی لائیں[2] حضور نے فرمایا اپنا گھی تو مشکیزہ میں لوٹ دو اور اپنے چھوارے اس کے برتن میں ڈال دو میں روزہ دار ہوں[3] پھر گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے تو فرض کے علاوہ نماز پڑھی پھر ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا کی[4] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو تو کہدے میں روزہ دار ہوں[5] ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جب

جو غالباً روزے کی نیت کرلی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر کہا ہو نفل روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفل روزہ یا نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا فرض کا ہوتا ہے کیونکہ رب تعالٰی نے فرمایا ہے وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ اور فرماتا ہے فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا یعنی اہل کتاب نے ایک عمل شروع کرکے انہیں نبھایا نہیں، معلوم ہوا کہ نیکی شروع کرکے پوری کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص نفل روزہ شروع کرکے توڑ دے تو اس کی قضا واجب ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ آگے آرہی ہے اور نفل حج و عمرہ پر قیاس کی وجہ سے، کہ یہ دونوں چیزیں احرام باندھ کر ہی واجب ہو جاتی ہیں، کہ اگر انہیں پورا نہ کرسکے تو قضا کرنا واجب ہے، خیال رہے کہ نفل روزہ اور نماز بلاعذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عذر ہیں یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ توڑنا مذکور نہیں اتفاقیہ کسی روزے کھانا ملاحظہ فرمایا اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے کی قضا نہ کی، لہٰذا یہ حدیث نہ شافعیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور نہ حنفیوں کے خلاف۔ نوٹ: شوافع کے ہاں نفل روزہ توڑنے سے مطلقاً قضا واجب نہیں، اور مالکیوں کے ہاں اگر بلاعذر توڑا ہو تو قضا واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقاً قضا واجب۔ [2] ام سلیم بنت ملحان کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں کہ یہ حضرت انس کی والدہ ہیں اور ابوطلحہ کی زوجہ، ان کے نام میں بہت اختلاف ہے، سہلہ ہے یا ملیکہ یا رمیصہ یا رمیثہ یا غمیصاء، پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں، ان سے حضرت انس پیدا ہوئے، پھر حضرت ابوطلحہ سے اسلام کی شرط پر نکاح کیا۔ [3] ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے اور ام سلیم نے خاطر و تواضع کے طور پر یہ پیش کیا، باقاعدہ دعوت نہ تھی، ورنہ ام سلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے روزہ کے دن دعوت نہ دیتیں یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزے کے عذر سے دعوت قبول نہ فرماتے، نیز دعوت میں عموماً روٹی سالن پیش کیا جاتا ہے نہ کہ فقط چھوارے گھی، اس سے معلوم ہوا کہ ملاقاتی اور مہمان کی خاطر و تواضع کرنا سنت ہے، علماء فرماتے ہیں کہ بغیر کھائے پیئے مُردوں کی سی ملاقات ہے۔ [4] روزے کا اظہار اس لئے فرمایا تاکہ جناب ام سلیم کو اس تحفہ واپس دینے پر رنج نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ دار کو اگر پتہ ہو کہ میرے روزے سے گھر والے مطلع ہو کر نہ کھلانے پر ناراض نہ ہوں گے تو روزہ نہ توڑنا افضل ہے اور اگر ان کے رنجیدہ ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دینا اور کچھ کھا لینا بہتر ہے بعد میں قضا کی جائے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی نفلی عبادت کا ظاہر کر دینا ریا نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں کھانے پینے کا سامان جمع رکھنا توکل کے خلاف نہیں، دیکھو حضرت ام سلیم کے گھر گھی کی

دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَجَلَسَتْ عَلٰى يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِئٍ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَجَاءَتِ الْوَلِيْدَةُ بِإِنَاءٍ فِيْهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهٗ أُمَّ هَانِئٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ أَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا أَكُنْتِ تَقْضِيْنَ شَيْئًا قَالَتْ لَا قَالَ

تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر اگر روزہ دار ہو تو دعا کرے اور اگر بے روزہ ہو تو کھالے (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہ زہرا آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور ام ہانی حضور کے داہنی طرف تھیں تو ایک لونڈی ایک برتن لائی جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے اس سے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا پھر بولیں یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ لیا میں تو روزہ دار تھی تو فرمایا کیا تم کوئی روزہ قضا کر رہی تھیں بولیں نہیں فرمایا

شکلیں بھری ہوئی تھیں اور جھولوں کے ذکر سے کہ گھر کے گوشہ میں نماز نفل اس لئے پڑھی تاکہ وہ گھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل سے متبرک ہو جائے اور یہ جگہ گھر والوں کے لئے دائمی جائے نماز بن جائے، اور دعا اس لئے کی تاکہ معلوم ہو کہ روزہ دار اگر کھانا نہ کھائے تو گھر والوں کے لئے دعا ضرور کرے ۵ یعنی یا صراحۃً کہ دعوت قبول ہی نہ کرے یا اس طرح کہ قبول کرے اور پہنچ بھی جائے مگر وہاں کھائے نہیں بے عذر کردے، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے خیال رہے کہ نفلی روزے کو چھپانا بہتر ہے مگر یہ بہر حال چھپانے سے یا صاحب خانہ کے دل میں عداوت پیدا ہوگی یا مسلمان کے دل کو خوش کرنا بھی عبادت ہے اس لئے روزے کے اظہار کا حکم دیا گیا۔ ۶ یہ دعا کا حکم تو استحبابی ہے کہ وہیں نفل پڑھ کر یا بغیر نفل پڑھے دعا کر دینا بہتر ہے اور کھانے کا حکم وجوبی بھی ہو سکتا ہے اور استحبابی بھی جیسا دعوت دینے والا اور جیسا موقعہ ویسا حکم (مرقات) لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں عورت کو بغیر پر روزہ توڑنے کا حکم ہے۔ ۲ غالبًا بیٹھنے کی یہ ترتیب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی کیونکہ ام ہانی فاطمہ زہرا کی نند بھی تھیں اور پھوپھی بھی، عمر میں بھی آپ سے بڑی تھیں اسی لئے انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف بٹھایا اور ام ہانی کو داہنی طرف اب بھی اجتماع کے موقعہ پر نشستگاہوں میں مرتبہ کے مطابق ترتیب چاہیے، غالبًا یہ واقعہ ام ہانی کے اپنے گھر میں ہوا نہ کسی دوسرے گھر میں، ورنہ ام ہانی میزبانی کی خدمت خود انجام دیتیں۔ خیال رہے کہ ام ہانی نے کر مسلمہ ہجرت نہیں کی تھی۔ ۳ سنت یہ ہے کہ مجلس میں پانی وغیرہ کا برتن پہلے بزرگ کی خدمت میں پیش کیا جائے، پھر داہنی طرف کو دے چلے کہ اگر اس طرف چھوٹا آدمی یا بچہ ہی ہو اور بائیں طرف بڑا، مگر دیا جائے داہنی طرف ہی، اور یہاں تو اتفاقًا داہنی جانب ام ہانی تھیں جو رشتہ اور عمر میں فاطمہ زہرا سے بڑی تھیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزیز قرابت دار مرد و عورت ایک دوسرے کا جھوٹا پانی پی سکتے ہیں، جن روایات میں ہے کہ عورت مرد کا جھوٹا نہ پیئے نہ مرد عورت کا، وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ ۴ سبحان اللہ کیا عجیب عمل ہے کہ ام ہانی نے پہلے روزہ توڑا پھر مسئلہ پوچھا۔ ان کے نزدیک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پس خوردہ تبرک پینا روزے سے افضل تھا

فَلَا یَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ نَحْوُهُ وَفِيهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمَا إِنِّي كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ أَمِيرُ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ رَوَاهُ

اگر نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ حرج نہیں (ابوداؤد، ترمذی، دارمی) اور احمد و ترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ بولیں یا رسول اللہ میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفلی روزہ والا اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کرے اگر چاہے افطار کرے روایت ہے حضرت زہری سے وہ عروہ سے وہ عائشہ صدیقہ سے راوی فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہ دونوں روزہ دار تھیں اور ہمارے سامنے وہ کھانا آیا جس کی ہمیں رغبت تھی ہم نے اس میں سے کھا لیا تب حضرت حفصہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے مرغوب کھانا آیا تو ہم نے اس میں سے کھا لیا فرمایا کسی اور دن کی قضا کرو

ان کے دل نے فتویٰ دیا کہ روزے کی قضاء یا کفارہ ادا کروں گی، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا میسر کہاں ملے گا، عشق کے رنگ نرالے ہیں شعر

نیست ایں باراں ازیں ابر شما ✽ ہست باراں دیگر و دیگر سما

عشق کا مدرسہ ہی دوسرا ہے اور اس کے آسمان و زمین ہی کچھ اور۔ ۲؎ یعنی اگر یہ روزہ نذر یا قضائے رمضان وغیرہ کا تھا تب تو اسکا توڑنا منع تھا اور اگر محض نفلی تھا تو توڑنا بالکل جائز اگرچہ اس کی قضاء واجب اس سے معلوم ہوا کہ مرید یا شاگرد اپنے پیر یا استاد کے تبرک کھانے کیلئے نفلی روزہ توڑ سکتا ہے دعوت کی طرح یہ بھی روزہ توڑنے کا ایک عذر ہے۔ ۳؎ ان ظاہری الفاظ سے امام شافعی نے فرمایا کہ نفلی روزہ توڑ دینے سے قضاء واجب نہیں لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ یہاں گناہ کی نفی ہے نہ کہ قضاء کی، قضاء کا حکم تو اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ اَمِیْرُ نَفْسِہٖ کا مطلب یہ ہے کہ نفلی روزہ دار کسی موقعہ اور محل پر افطار بہتر سمجھے تو توڑ سکتا ہے۔ اس حدیث پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ فتح مکہ رمضان میں ہوئی، ام ہانی اس دن مسافرہ تھیں ان پر روزہ رمضان فرض تھا نفلی روزہ نہ رکھ سکتی تھیں اس لئے ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے، نسائی نے کہا کہ اس کی اسناد میں بہت اختلاف ہے، امام منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور ممکن ہے کہ جو یہاں فتح مکہ کے دن کہا گیا اس سے زمانہ فتح مکہ مراد ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ میں پندرہ دن قیام فرمایا تھا لہذا یہ واقعہ ماہ رمضان کے بعد پیش آیا۔ شیخ نے فرمایا کہ فتح کرنے کیلئے مدینہ منورہ سے سفر رمضان میں ہوا مگر فتح بعد رمضان لیکن پہلی توجیہ قوی معلوم ہوتی ہے کیونکہ سارے مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ فتح مکہ بھی رمضان ہی میں ہوئی۔ ۵؎ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگ بیبیوں کا یہ روزہ نفلی تھا قضائے رمضان یا نذر کا فرضی روزہ نہ تھا کہ فرضی روزہ توڑ دینے کی ہمت کوئی عام مسلمان بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ ازواج مطہرات محض کھانا دیکھ کر ایک اہم عبادت توڑیں لہذا بعض شافعیوں کا اسے فرضی روزہ قرار دینا درست نہیں ان بزرگوں کی شان کے خلاف ہے بلکہ یہ دونوں بزرگ سمجھیں کہ جب دعوت کیلئے نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے تو رغبت کیلئے بھی جائز ہو جاتا ہے کہ دونوں قریبًا یکساں ہیں یہ بھی اجتہادی غلطی یا خطاء ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کیونکہ اِقْضِیَا امر ہے اور امر وجوب کیلئے ہوتا ہے

الترمذی وذکر جماعۃ من الحفاظ رووا عن الزہری عن عائشۃ مرسلا ولم یذکروا فیہ عن
عروۃ وہذا اصح ورواہ ابوداؤد عن زمیل مولی عروۃ عن عروۃ عن عائشۃ
وعن ام عمارۃ بنت کعب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا فدعت لہ بطعام
فقال لہا کلی فقالت انی صائمۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الصائم اذا اکل

ترمذی حافظین کی ایک جماعت نے اسے زہری سے انہوں نے حضرت عائشہ سے مرسلاً روایت کیا لہ اور اس میں عروہ کا ذکر نہ کیا یہ ہی صحیح تر ہے اور روایت کیا ابوداؤد نے اسے عروہ کے مولیٰ زمیل سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی لہ روایت ہے حضرت ام عمارہ بنت کعب سے لہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے تو انہوں نے حضور کے لیے کھانا منگایا حضور نے ان سے فرمایا تم بھی کھاؤ بولیں میں روزہ دار ہوں لہ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے ....

معلوم ہوا کہ اگر نفلی روزہ شروع کر کے توڑ دیا جائے تو اس کی قضا واجب ہوتی ہے اور جس کی قضا واجب ہو وہ خود بھی واجب ہوتا ہے لہذا نفلی روزہ شروع کر دینے سے واجب ہو جاتا ہے شوافع فرماتے ہیں کہ یا تو یہ روزہ قضا یا نذر کا واجب روزہ تھا اس کا جواب تو ابھی عرض کر دیا گیا اور یا یہ حکم استحبابی ہے مگر یہ جواب کمزور ہے کیونکہ نفل پہلے بھی نفل ہے اور بعد شروع بھی نفل، شروع کے بعد واجب ہو جانا اس کی نفلیت کے خلاف ہے اگر یہ حضرات بھی نفل حج و عمرہ کو شروع ہو جانے کے بعد واجب مانتے ہیں اور توڑ دینے یا چھوڑ دینے پر قضا لازم سمجھتے ہیں لہذا انکا یہ استدلال یہاں بھی کمزور ہے نیز جب نذر ان کے نفل واجب ہو جاتے ہیں تو شروع کر دینے سے بھی واجب ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں اس مسئلے پر بہت قوی دلائل ہیں جو کچھ پہلے عرض کیے جا چکے وہ قطعی ہیں حضرت جابر سے ... بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی دعوت کی جب سب حضرات کھانے لگے تو ایک صاحب الگ بیٹھ گئے بولے میرا روزہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توڑ دو اور اپنے بھائی میزبان کو خوش کرو اور اس کی قضا کر لو (مرقات ولمعات) لہ یہاں مرسل سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں یعنی صحابی کا چھوٹ جانا بلکہ لغوی مرسل مراد ہے یعنی اسناد میں راوی کا رہ جانا جسے محدثین کے ہاں منقطع کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جناب زہری اور حضرت عائشہ کے درمیان عروہ ہیں جن کا اس اسناد میں ذکر نہیں [illegible] یعنی اسناد میں بھی انقطاع ہے کیونکہ زمیل نے عروہ سے حدیث نہیں سنی نیز زمیل مجہول شخص ہیں لہذا یہ اسناد ضعیف ہے مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ ضعف مضر نہیں کیونکہ ابن حبان وغیرہ نے عن جریر بن حازم عن یحیی بن سعید عن عمرہ عن عائشہ روایت کی اور ابن ابی شیبہ نے عن خصیف عن سعید ابن جبیر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن خصیف عن عکرمہ عن ابن عباس عن عائشہ روایت کی اور بزار نے عن حماد ابن سلمہ عن عبید اللہ ابن عمر [illegible] عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن محمد ابن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ عن عائشہ روایت کی جب اتنی صحیح اسنادیں موجود ہیں تو حدیث صحیح ہے اور اس سے دلیل پکڑنا درست لہذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے لہ آپکا نام نسیبہ ہے کعب بن عوف کی بیٹی ہیں صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں [illegible] بیعت عقبہ اور بیعت رضوان میں حاضر تھیں غزوہ احد میں آپ نے [illegible] زخم کھائے [illegible] کی وجہ سے ایک ہاتھ کٹ گیا تھا رضی اللہ تعالٰی عنہا [illegible] غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں لہ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا

عِنْدَهُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰى يَفْرُغُوْا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❁

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغَدَاءُ يَا بِلَالُ قَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ يَا بِلَالُ اِنَّ الصَّائِمَ يُسَبِّحُ عِظَامُهُ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلٰئِكَةُ مَا اُكِلَ عِنْدَهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ ❁

تو اس پر فرشتے دعائیں دیتے ہیں جب تک کہ وہ فارغ ہوں (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے[1] فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ حضور ناشتہ کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال ناشتہ کرو[2] عرض کیا یا رسول اللہ میں روزہ دار ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اپنی روزی کھا رہے ہیں اور بلال کی بہتر روزی جنت میں ہے[3] کیا اے بلال کیا تمہیں خبر ہے کہ جب تک روزہ دار کے سامنے کچھ کھایا جائے تب تک اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور فرشتے دعائیں دیتے ہیں[4] (بیہقی شعب الایمان)

انہوں نے نہ کھایا اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی تواضع خاطر کھانے سے کر سکتا ہے۔ ہاں رمضان میں روزہ توڑ دوں اور روزہ دار بچوں کو نہ کھانا کھلائے نہ ان کے سامنے لائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ دوسرے یہ کہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو تو میزبان نفلی روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کر دے۔

[1] یعنی روزہ دار دو عبادتیں کر رہا ہے، ایک روزہ دوسرا کھانا کھاتے دیکھ کر صبر اس لئے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعائیں نفع بھی ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں [2] آپ مشہور صحابی ہیں، اسلمی ہیں، سہمی ہیں، زمانہ نبوی اور زمانہ خلفائے راشدین میں آپ نے اسلام کی شاندار خدمات کیں، جنگ جمل و صفین میں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے یزید پلید کے زمانہ میں ۶۳ ہجری میں مقام مرو میں وفات ہوئی، وہیں آپ کا مزار ہے جس سے لوگ برکتیں حاصل کرتے ہیں [3] اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا کھاتے میں کوئی آجائے تو اسے بھی کھانے کے لئے بلانا سنت ہے، مگر دلی ارادہ سے بلائے، جھوٹی تواضع نہ کرے، اور آنے والا بھی جھوٹ بول کر یہ نہ کہے کہ مجھے خواہش نہیں، تاکہ بھوک اور جھوٹ کا اجتماع نہ ہو جائے بلکہ اگر کھانا کم دیکھے تو کہہ دے بارک اللہ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عبادات نہیں چھپانی چاہئیں بلکہ ظاہر کر دی جائیں، تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ بن جائیں یہ اظہار ریا نہیں [4] یعنی آج کی روزی ہم تو یہیں کھائے لیتے ہیں، اور بلال اس کے عوض جنت میں کھائیں گے، وہ عوض اس سے بہتر بھی ہوگا اور زیادہ بھی [5] یہ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے واقعی اس وقت روزہ دار کی ہر ہڈی و جوڑ بلکہ رگ رگ تسبیح کرتی ہے جس کا روزہ دار کو پتہ نہیں ہوتا مگر سرکار سنتے ہیں یہ تسبیح اگرچہ بغیر اختیار ہے، مگر اس پر ثواب بے شمار جب سبزہ کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ جاتا ہے تو ان ہڈیوں کی تسبیح سے خود روزہ دار بلکہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی ثواب ملے گا

بَابُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ

باب شب قدر کا بیان پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں میں ڈھونڈو۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کو شب قدر خواب میں دکھائی گئی کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہوگئیں۳؎

۱؎ شب قدر اس امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے ہم سے پہلے کسی کو نہ ملی قدر کے معنی ہیں اندازہ یا عزت و عظمت چونکہ اس رات میں سال بھر کے ہونے والے واقعات فرشتوں کے صحیفوں میں لکھ کر انہیں دے دیئے جاتے ہیں ملک الموت کو سال بھر میں مرنے والوں کی فہرست مل جاتی ہے حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کی فہرست عطا ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے فیہا یفرق کل امر حکیم نیز اس رات میں اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے ارشاد باری تعالٰی ہے تنزل الملئکۃ والروح فیہا اس لیے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں نیز اس رات کی عزت و عظمت بہت زیادہ اس شب میں عبادت کرنے والا رب کے ہاں عزت والا ہے اس لئے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ رات کب ہوتی ہے بعض کے خیال میں یہ مقرر نہیں کسی سال کسی مہینہ اور کسی تاریخ میں ہو دوسرے سال کسی مہینہ اور تاریخ میں بعض کا خیال ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے مگر تاریخ مقرر نہیں بعض کے خیال میں رمضان کے آخری عشرہ میں ہے بعض کہتے ہیں کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں ہے اکیسویں تیئسویں وغیرہ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ ان شاء اللہ شب قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں ۹ حرف ہیں اور یہ لفظ سورۂ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا جس کا مجموعہ ستائیس ہوتے ہیں نیز سورۂ قدر میں تیس حرف ہیں جن میں سے ستائیسواں حرف ہی ہے ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹتی ہے جو صاف بیان ہے اس کی پوری تحقیق اور اس رات میں کرنے کے اعمال ہماری کتاب مواعظ نعیمیہ اور اسلامی زندگی میں ملاحظہ کرو۔ اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ شب قدر ہر سال ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے آخری عشرہ میں اور بھی طاق تاریخوں میں قرآن کریم بھی اس کی تائید فرما رہا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن جس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے انا انزلنہ فی لیلۃ القدر جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں اترا ان دونوں آیتوں کی جمع جب ہی ممکن ہو سکتی ہے کہ شب قدر رمضان میں ہو خیال رہے کہ شب قدر کو رب تعالٰی نے ہم سے چھپایا تاکہ ہم اس کی تلاش میں بہت راتوں میں عبادت کریں اور تلاش سے محروم نہ ہوں یہ بہت مناسب ہے کہ رب تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ دی اسم اعظم کی طرح عوام سے چھپا رکھا تاکہ اس کی تلاش رہے اور یہ بھی ہو کہ تلاش بھی عبادت ہے لہذا یہ چھپانا ہمارے لیے بہتر ہے۲؎ تو بہت اعتقاد سے کہا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے کسی نے دیکھا تیئسویں ہے کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا انتیسویں کہا ہے یعنی آخری عشرہ کی طاق راتیں، چونکہ ان میں اکثر راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنی تیئسویں سے انتیسویں تک اس لئے آخری ہفتہ ارشاد ہوا اس جملہ کی شرح میں شارحین کو بہت دشواری ہوئی ہے فقیر نے جو عرض کیا وہ زیادہ قرین ہے واللہ ورسولہ اعلم

۳؎ یعنی دس صحابہ تمہاری خوابیں ہفتہ کی تعیین میں

الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ إِنِّي اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ أَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ

میں تو جو شب قدر تلاش کرے وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو جب نو دن باقی رہیں یا سات دن باقی رہیں یا پانچ دن باقی رہیں (بخاری) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر ترکی خیمہ کے اندر درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا کہ میں نے اس رات کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا

تو حقیقت یہ ہے کہ خواب کی تعبیر میں متفق ہیں کہ ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ مومن کا خواب معتبر ہے خصوصاً جب کہ جماعت کی تصدیق بھی ہو جائے دیکھو اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی جو آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے اقامت بھی یہی ہے لہذا اکیسویں تئیسویں پچیسویں ستائیسویں انتیسویں میں اس کی تلاش کی جائے اس کی تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے ۲؎ عرب میں دستور ہے کہ ابتدائی مہینہ میں تاریخوں کا اعتبار شروع سے کرتے ہیں یعنی پانچویں تاریخ وہ جس سے پہلے چار تاریخیں گزر گئی ہوں اور آٹھویں وہ جس سے پہلے مہینہ کے سات دن گزر چکے ہوں مگر مہینہ کے انتہا میں آخر کی طرف سے حساب لگاتے ہیں اس طرح کہ نویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے نو دن باقی ہوں یعنی اکیسویں، ساتویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے سات دن باقی ہوں یعنی تئیسویں اور ایسے ساتویں لفظ تبقیٰ بولا جاتا ہے یعنی جس کے بعد آٹھ روز باقی ہیں اسی لحاظ سے یہ فرمان عالی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ شب قدر رمضان کی اکیسویں تئیسویں پچیسویں ڈھونڈو خوش کرو شارحین نے اس جملے کے اور بہت سے معنے کئے ہیں کہ سابعہ سے ستائیسویں شب مراد ہے تاسعہ سے انتیسویں اور خامسہ سے پچیسویں مگر فقیر نے جو معنے کئے آسان تر ہیں واللہ ورسولہ اعلم ان فصیح الفصحاء صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھنا آسان نہیں ۳؎ یہاں اول را کے شد سے بھی ہو سکتا ہے تفضیل کا واحد مذکر کیونکہ لفظ عشر واحد بھی ہے مذکر بھی اور یہ وہ کے پیش واو کے زبر سے بھی اولٰی کی جمع کیونکہ عشر معنے کے لحاظ سے مونث ہے اور جمع ہے مگر پہلی قرأت زیادہ مشہور ہے اگلا جملہ بھی اس کا تابع ہو کر روایت کیا گیا ہے اوسط واحد مذکر آیا ہے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکبار رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا تھا اس خیمہ کو عربی میں حرکاہ کہتے ہیں اور فارسی میں خرگاہ یہ نمدہ یا کمبل کا چھوٹا سا گول خیمہ ہوتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مسجد ہی میں لگایا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں اپنے لیے جگہ خاص کر لیتا ہے جہاں چادر وغیرہ تان لے جس میں بغیر اجازت کوئی نہ آسکے ۴؎ اس وقت تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی اطلاع نہیں دی گئی تھی اور آپ نے صرف اجتہاد سے یہ تلاش فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بھی علم تھا کہ شب قدر رمضان ہی میں ہے دوسرے مہینوں میں نہیں یہ حدیث ان بزرگوں کے خلاف ہوگی جو کہتے ہیں کہ شب

الْأَوْسَطَ ثُمَّ أُتِيتُ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَقَدْ أُرِيتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبِيحَتِهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صَبِيحَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

پھر میرے پاس آنے والا آیا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے لہٰذا جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی میں نے اس رات کی سویرے اپنے کو کیچڑ پانی میں سجدہ کرتے دیکھا ہے لہٰذا تم اسے آخری عشرہ میں ڈھونڈو ہر طاق تاریخ میں تلاش کرو فرماتے ہیں کہ اسی رات بارش ہوئی اور مسجد چھپر پر تھی چنانچہ مسجد ٹپکی اور میری آنکھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اکیسویں کے سویرے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پاک پر کیچڑ کا اثر تھا (مسلم، بخاری)

؎ سال بھر میں کبھی ہر جگہ ہے معلوم ہوا کہ اس عشرہ کی ہر رات میں شب قدر ہونے کا احتمال تھا اس لئے یہاں اوا فرمایا۔ ارشاد ہوا مرقات ۲؎ یعنی بیسویں تاریخ کو فرشتے نے آکر عرض کیا کہ شب قدر پچھلے عشرہ میں ہے اور رب تعالےٰ چاہتا تھا کہ محبوب کا سارا مہینہ اعتکاف میں گزرے اس لئے پہلے اطلاع نہ دی گئی تاکہ اس کی یہ محنت رائیگاں نہ جائے اور شب قدر کی تلاش میں کامیاب ہو جائے اس جملے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان میں ہے اور آخری عشرہ میں ہے ۳؎ مرقات نے یہاں فرمایا کہ غالباً حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خصوصی علامت بتائی گئی تھی پھر وہ بھلا دی گئی تاکہ امت اس کی تلاش میں کوشش کرے اور ثواب پائے معین رات عمداً حضور نے بتائی گئی تھی کہ اس کا بھول جانا کچھ بعید از عقل ہے خیال رہے کہ جو چیز ضروریات دین سے نہ ہو پیغمبر اسے بھول سکتے ہیں اور اس بھول میں اللہ کی بہت حکمتیں ہیں یہ بھی خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر وغیرہ تمام چیزوں کا تفصیلی علم عطا ہوا خود فرماتے ہیں فتجلی لی کل شیء وعرفت ہر چیز میں شب قدر بھی یقیناً داخل ہے بھلا دی گئی فرما کر بتایا کہ یہ بھول ہماری کسی کوتاہی سے نہیں ہوا بلکہ رب تعالےٰ کی طرف سے ہوا رب تعالےٰ فرماتا ہے فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ ۴؎ یعنی میں خواب میں دیکھا ہے کہ اس سال شب قدر میں بارش ہوگی مسجد نبوی شریف ٹپکے گی جس سے مسجد میں کیچڑ ہو جائے گی اور ہم اس کیچڑ میں نماز پڑھ رہے ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہر سال شب قدر میں بارش ہوا کرے گی اور ہم کیچڑ میں پڑھا کریں گے ۵؎ معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دے کر بھلائی گئی تھی بلکہ اس کا تعین بھی ہو گیا تھا اس لئے فرمایا شب قدر آخری عشرہ رمضان کی طاق تاریخوں اکیسویں تئیسویں پچیسویں وغیرہ میں ہے ڈھونڈو۔ ۶؎ کہ بجائے ستونوں کے کھجور کے تنے تھے اور بجائے کڑیوں کے کھجور کی شاخیں تھیں جن پر کھجور کے پتے ڈال دیئے گئے تھے دھوپ بھی چھن کر آتی تھی اور بارش بھی اسی طرح تھوڑی سی بارش سے مسجد میں کیچڑ ہو جاتی تھی ۷؎ تب ہمیں پتہ لگا کہ آج اکیسویں شب کو لیلۃ القدر ہو گئی اس حدیث کی وجہ سے بعض علماء فرماتے ہیں کہ شب قدر اکیسویں رمضان ہے بعض نے فرمایا کہ اس سال اکیسویں شب تھی ہمیشہ نہیں ہم عرض کر چکے ہیں کہ دلائل ہر رات کے متعلق موجود ہیں مگر ستائیسویں شب کے دلائل بہت قوی اور زیادہ ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں پیشانی زمین پر ضرور لگائے اگرچہ فرش پر مٹی کیچڑ ہو اور نماز میں پیشانی وغیرہ نہ پونچھے۔

فِي الْمَعْنَى وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ إِلَى قَوْلِهِ فَقِيْلَ لِيْ إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْبَاقِيْ لِلْبُخَارِيِّ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ قَالَ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ مَنْ يَّقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ رَحْمَةُ اللّٰهِ أَرَادَ أَنْ لَّا يَتَّكِلَ النَّاسُ أَمَا إِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِيْ رَمَضَانَ وَأَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِيْ أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ تَقُوْلُ ذٰلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِيْ أَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

معنے اور لفظاً مسلم کے ہیں اس مضمون تک کہ مجھے بتایا گیا وہ آخری عشرہ میں ہے باقی بخاری میں ہے اور عبداللہ ابن انیس کی روایت میں ہے فرمایا تئیسویں رات ہے (مسلم) روایت ہے حضرت زر ابن حبیش سے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابی ابن کعب سے پوچھا میں نے کہا کہ آپ کے بھائی ابن مسعود فرماتے ہیں جو سال بھر شب بیداری کرے وہ شب قدر پالے گا تو وہ بولے اللہ ان پر رحم کرے انہوں نے چاہا یہ کہ لوگ بھروسہ نہ کر لیں ورنہ وہ جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان میں ہے اور اس کے آخری عشرہ میں ہے اور وہ ستائیسویں شب ہے پھر آپ نے بغیر ان شاء اللہ کہے قسم کھائی کہ وہ ستائیسویں شب ہے میں نے کہا اے ابو المنذر آپ کس دلیل سے یہ فرماتے ہیں فرمایا اس علامت یا اس دلیل سے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی۔

تئیسویں شب یاد رہی اور بارش کی تعبیر کہ وہ آزمائش ہوئی یعنی اس عالم میں کہ کبھی نہیں بھولتا کہ جس کا اظہار دین میں ضروری نہیں وہاں اللہ تعالٰی نے یہ بھلا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ عبادت کا اثر وہاں ظاہر ہو اور حضرت ابو سعید خدری کی روایت میں ہے کہ اکیسویں شب کو بارش ہوئی اور حضرت عبداللہ ابن انیس کی روایت میں تئیسویں رمضان کی شب میں یہ بات راویوں کی یاد میں اختلاف ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال تئیسویں شب یاد رہی اور یا لیلۃ کو شب ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ شب قدر تئیسویں رمضان کی رات ہے اکثر تابعین اور علماء کا یہی قول ہے آپ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں آپ کی عمر ایک سو بیس یا ایک سو تیس سال ہوئی آدھی عمر جاہلیت میں گزاری آدھی اسلام میں بہت عبادت گزار عالم و باعمل تھے زبردست قاری تھے حضرت ابن مسعود اور ابی ابن کعب کے ساتھیوں میں سے ہیں شب بیداری سے مراد نماز تہجد پڑھنا ہے کیونکہ تمام سال پوری رات جاگنا شرعاً ممنوع ہے رب تعالٰی فرماتا ہے قم الیل الا قلیلا یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ شب قدر نہ تو رمضان کی کسی خاص تاریخ سے مخصوص ہے نہ خود رمضان سے بلکہ سال کے کسی مہینہ میں منتقل ہوتی رہتی ہے یہ مسئلہ۔ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے شب قدر کی صبح کو طلاق ہے تو کہنے سے سال بھر کے بعد طلاق واقع ہوگی کیونکہ نکاح یقینی تھا اور شب قدر کی تعیین میں شک ہے سال میں یقیناً ہوتی ہے یقینی چیز یقینی سے ہی زائل ہو سکتی ہے۔ لیعنی میرا بھی گمان غالب قریباً یقین ہے۔ اور حضرت ابن مسعود کا بھی کہ شب قدر ستائیسویں رمضان کی رات ہے مگر انہوں نے اس کا اظہار اس لئے نہ کیا کہ تم لوگ اس کی تلاش نہ چھوڑ دو تلاش میں لگے رہو کر ثواب پاتے رہو کہ اچھی چیز کی تلاش بھی اچھی ہے یعنی یوں فرمایا کہ قسم خدا کی شب قدر ستائیسویں رمضان کی شب ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسائل اجتہادیہ پر قسم کھائی جا سکتی ہے جیسے حنفی کہے قسم خدا کی آمین بالجہر نہ کہنا یا ہاتھ نہ اٹھانا سنت ہے دیکھو حضرت ابی ابن کعب اپنے اجتہاد سے ثابت ہوئی بات پر قسم کھا رہے ہیں۔ آپ کو اتنا اعتماد ہے یا اللہ کی قسم رفع یدین نہ کرنا سنت ہے

اللہ علیہ وسلم انہا تطلع یومئذ لا شعاع لہا رواہ مسلم۔ وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی العشر الاواخر ما لا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم۔ وعنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیی لیلہ وایقظ اہلہ متفق علیہ۔ الفصل الثانی۔ عن عائشۃ قالت قلت یا رسول اللہ ارأیت

علیہ وسلم نے بتائی کہ اس دن سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اس قدر مشقت فرماتے تھے جو دیگر ایام میں نہ کرتے تھے ۲؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستہ ہو جاتے ۳؎ راتوں کو خود جاگتے اور گھر والوں کو جگاتے ۴؎ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے۔

۱؎ یعنی شب قدر کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے سویرے کو سورج کی پہلی طلوع شعاعیں نہیں پھینکتیں سفید بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے بعد میں شعاعیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور میں نے یہ آزمایا کہ ستائیسویں رمضان کو ایسا ہوتا ہے، اس دلیل کا کبریٰ نص سے ثابت ہے اور صغریٰ ان کے اجتہاد سے لہٰذا دلیل اجتہادی ہوئی۔ اشعۃ اللمعات میں اس جگہ فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے خواہ سات باقی ہوں یا سات گزر گئی ہوں، یعنی تئیسویں یا ستائیسویں شب۔ جناب عمر نے پوچھا دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے آسمان بنائے سات، زمینیں سات، ہفتہ کے دن سات، انسان کی پیدائش سات نطفوں سے، نیز انسان کھاتا ہے سات اعضاء سے، سجدہ کرتا ہے سات اعضاء پر، طواف میں سات چکر ہیں، رمی جمار میں سات کنکریاں مارے جاتے ہیں، لہٰذا شب قدر میں بھی سات کا ہی عدد چاہیے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے ابن عباس تم نے وہ ہی چیز جان لی جو ہمارے علم میں آئی ہے۔ ۲؎ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور شب بیداری بھی، یا تو اس لیے کہ اس عشرہ میں شب قدر ہے یا اس لیے کہ جہان سے جانا ہے اور موت سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے، یا اس لیے کہ مہینہ کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہو، بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں دنیا سے کنارہ کرکے عبادت زیادہ کرتے ہیں کہ اب پچھلا وقت ہے جو ہو سکے کر لیں۔ شعر

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے ÷ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

۳؎ میزر ازار سے بنا یعنی تہبند یا پاجامہ، لغوی معنے ہوئے اپنا تہبند باندھ لیتے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لیے تیار ہو جانا جیسے بولا جاتا ہے کمر باندھ کر بیٹھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک سے قطعًا علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی۔ ۴؎ یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریبًا تمام رات جاگتے تھے، تلاوت قرآن، نوافل، ذکر اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات بیداری و عبادات بھی نہ کیں، خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کیلئے جاگنا، ورنہ لیل اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے لیے جاگتے، ہو سکتا ہے کہ لیلہ مفعول ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادات سے زندہ کر دیتے یا زندہ رکھتے، جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مردہ۔

إِنْ عَلِمْتُ أَيَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ
عَنِّيْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ۔ وَعَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْتَمِسُوْهَا يَعْنِيْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِيْ تِسْعٍ يَبْقَيْنَ أَوْ فِيْ سَبْعٍ يَبْقَيْنَ أَوْ
فِيْ خَمْسٍ يَبْقَيْنَ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ هِيَ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ رَوَاهُ
سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ قَالَ قُلْتُ

اگر میں جان لوں کہ شبقدر کونسی رات ہے تو اس میں کیا پڑھوں[۱] فرمایا یہ عرض کرو الٰہی تو معاف فرمانے والا ہے معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دیدے (احمد، ابن ماجہ، ترمذی) اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ رات یعنی شب قدر ڈھونڈو جب نو دن باقی رہیں یا سات دن باقی رہیں یا پانچ دن باقی رہیں یا تین یا آخری رات[۲] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے[۳] (ابوداؤد) اور ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث سفیان و شعبہ نے ابو اسحاق سے حضرت ابن عمر پر موقوف روایت کی۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن انیس سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا

۱ جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی طبری نے بروایت حضرت ابوامامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے اس نے گویا آدھی رات عبادت کی اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھے تو گویا وہ تمام رات عبادت کرتا رہا یعنی اگر کبھی میری آنکھوں سے حجاب اٹھ جائیں اور میں شجر و حجر کو سجدہ کرتے فرشتوں کو اترتے شبقدر کا نور پھیلتے روح فرشتہ کو زمین پر آتے دیکھوں جس سے معلوم کروں کہ یہی شبقدر ہے تو میں اس میں کیا مانگوں معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کبھی شبقدر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے۔ شبقدر کو چھپانا سنت ہے (مرقاۃ) یہ دعا بہت مختصر مگر بہت جامع ہے کیونکہ جب رب تعالٰی نے بندے کو معافی دیدی تو سب کچھ دیدیا خیال رہے کہ گنہگار گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور نیک کار نیکی کرکے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کہ خدایا ہماری اس حقیر نیکی کو جو تیری بارگاہ کے لائق نہیں معاف فرما تو معاف فرمانے والا ہے، معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دیدے۔ شعر:

زاہداں از گناہ توبہ کنند ٭ عارفاں از طاعت استغفار

حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالٰی کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی ہے۔
۲ یعنی شبقدر کو اکیسویں رمضان یا تئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں کی راتوں میں تلاش کرو اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ عرب میں کبھی آخر ماہ سے حساب لگاتے ہیں وہاں بقین یا بقیت کہہ دیتے ہیں اور یہ حساب اسی حساب سے ہے کہ رمضان تیس دن کا ہو۔ ۳ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہمیشہ شب قدر رمضان میں ہوگی اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں نہیں ہوگی نہ یہ ہوگا کہ کوئی سال شبقدر سے خالی ہو یا کسی مہینہ میں شبقدر نہ ہو اور نہ یہ کہ رمضان کے سوا کسی اور مہینہ میں ہو جاوے اور دوسرے یہ کہ رمضان کے ہر حصہ میں شبقدر ہو سکتی ہے۔ ۴ آخری

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ بَادِيَةً أَكُوْنُ فِيْهَا وَأَنَا أُصَلِّيْ فِيْهَا بِحَمْدِ اللّٰهِ فَمُرْنِيْ بِلَيْلَةٍ أَنْزِلُهَا إِلٰى هٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْزِلْ لَيْلَةَ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ قِيْلَ لِابْنِهِ كَيْفَ كَانَ أَبُوْكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَإِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهٗ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلَحِقَ بِبَادِيَتِهٖ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ

الْفَصْلُ

یارسول اللہ میرا ایک جنگل ہے جس میں میں رہتا ہوں ۱؎ اور الحمد للہ وہاں ہی نماز پڑھتا ہوں ۲؎ مجھے ایک رات کا حکم دیجئے جس میں میں اس مسجد میں آیا کروں ۳؎ فرمایا تیئسویں رات آیا کرو ۴؎ ان کے بیٹے سے پوچھا گیا کہ آپ کے والد کیا کرتے تھے فرمایا جب عصر پڑھ لیتے تو مسجد نبوی میں چلے جاتے ۵؎ پھر کسی کام کے لیے نہ نکلتے حتی کہ نماز فجر پڑھ لیتے جب فجر پڑھ لیتے تو اپنی سواری مسجد کے دروازے پر پاتے اس پر سوار ہو کر اپنے جنگل چلے جاتے ۶؎ (ابوداؤد) ۷؎

فصل

مشہور مہینہ خاص نہیں کبھی شروع تاریخوں میں ہوتی کبھی درمیانی میں اور کبھی آخری تاریخوں میں یہ حدیث ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیشہ شب قدر رمضان ہی میں ہوگی مگر تاریخ مقرر نہیں کبھی کسی تاریخ میں اور کبھی کسی میں واللہ و رسولہ اعلم ۱؎ یعنی میرا مکان مدینہ منورہ سے دور اپنی زمین میں واقع ہے جہاں میرا کنواں باغ وغیرہ ہے وہاں ہی میرے بال بچے رہتے ہیں اور وہاں ہی میرے بال بچے عرب میں یہ بات عام مروج تھی کہ بعض زمیندار اپنی زمینوں میں رہتے تھے ۲؎ اس طرح کہ اس زمین میں میں نے مسجد بنالی ہے جہاں ہم سب گھر والے با جماعت نمازیں پڑھ لیا کرتے ہیں یا اگر مسافر بھی وہاں نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ پنجاب میں کنوؤں کی مسجدوں میں ہوتا ہے لہذا ان صحابی پر ترک جماعت کا اعتراض نہیں ہو سکتا ۳؎ یعنی مسجد نبوی شریف میں حاضر ہو جایا کروں رات بھر نوافل پڑھنے کے لیے یعنی شب قدر بتادیں تاکہ زمین اور مکان دونوں کی برکتیں حاصل کر لیا کروں شب قدر میں مسجد نبوی کی زمین پاک ہو اور میری جبین نیاز ہو اس طرح نوافل ادا کیا کروں رب تعالٰی کبھی ہم کو بھی یہ سعادت میسر کرے ۴؎ یعنی تیئسویں رمضان کی رات یہاں آکر شب بیداری اور نوافل ادا کیا کرو کہ یہ رات شب قدر ہے یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ تیئسویں رمضان شب قدر ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا گیا ۵؎ یعنی میرے والد بائیسویں رمضان کی عصر پڑھ کر مسجد نبوی میں داخل ہو جاتے تھے ظاہر یہ ہے کہ نماز عصر اپنے گھر پڑھ کر آتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ نماز عصر یہاں مسجد نبوی شریف میں ہی پڑھتے ہوں تب داخلہ سے مراد ٹھہرنے کا داخلہ ہو گا اس طرح کہ یہاں عصر پڑھ کر پھر ضروریات سے فارغ ہو کر پھر رات بھر قیام کے ارادے سے مسجد میں آگئے ۶؎ ظاہر یہ ہے کہ حاجت سے مراد مطلق ضرورت ہے تو آپ تمام ضروریات انسانی سے ایسے فارغ ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے کہ پھر وضو کے لیے بھی باہر نہ آتے تھے وضو تو شاید وہاں اس جگہ کی اور بہت شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہت ہی مناسب ہے خیال رہے کہ آپ معتکف نہ ہوتے تھے کیونکہ شرعی اعتکاف تو چوبیس گھنٹہ کا ہوتا ہے اور اعتکاف سنت رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اور اعتکاف نفلی ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے مگر اس میں مسجد سے باہر آنا ممنوع نہیں جب چاہے معتکف باہر آجائے اور جب چاہے اندر چلا جائے پھر نیت اعتکاف کرے لہذا ابن شارحین نے اس سے اعتکاف سمجھا وہ مناسب نہیں معلوم ہوتا آپ اس رات کی حاضری کو قیمتی جانتے تھے اور ایک منٹ کے لیے بھی باہر نہ آتے تھے ۷؎ اور پھر شہر میں کبھی کبھار آتے اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اس رات کو وہ شب قدر جان کر یہ عبادت کرتے تھے جیسا کہ مرقات میں ہے شیخ ابوداؤد نے یہ حدیث ضمرہ ابن عبداللہ ابن انیس سے روایت کی اس اسناد میں محمد ابن اسحاق راوی ہیں جن کا حال یہ ہے کہ وہ مدلس ہیں اور معنعن روایت کی

الثَّالِثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يَّذْكُرُ اللّٰهَ

تیسری روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شب قدر بتانے تشریف لائے تو دو مسلمان مرد لڑ پڑے تو حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں شب قدر بتانے آیا تھا مگر فلاں فلاں لڑ پڑے تو شب قدر اٹھالی گئی ممکن ہے یہ اٹھالینا تمہارے لیے بہتر ہو لہذا اسے آخری نویں ساتویں پانچویں میں تلاش کرو (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں کہ ہر اس کھڑے بیٹھے بندے کو دعائیں دیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو ۔

تو اسناد صحیح ہوتی۔ اصل حدیث مسلم کی ہے بروایت بشر ابن سعید یعنی پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خبر بھی دیدی گئی اور بتانے کی اجازت بھی دیدی گئی اس لئے سرکار بتانے کیلئے تشریف لائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا۔ لڑنے والے حضرات عبداللہ ابن ابی حدرد اور کعب ابن مالک تھے جن کا جھگڑا قرض کے متعلق تھا جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا معاف کرا دیا اور باقی آدھا ادا کرا دیا حکم دیدیا گیا کہ میرے علم سے اسکا تقرر دور کر دیا گیا اور مجھے بھلا دی گئی یہ مطلب نہیں کہ خود شب قدر ہی ختم کر دی گئی ورنہ آگے یہ کیوں فرماتے ذکر کرے گی ان جھگڑنے والوں کا جھگڑا بھی تھا اور اعتدال سے زیادہ بھی جس کا اثر یہ ہوا معلوم ہوا کہ دنیاوی جھگڑے منحوس ہیں اتفاق والی بہت ہی زیادہ جھگڑے کی وجہ سے اللہ کی آتی ہوئی رحمتیں رک جاتی ہیں کیونکہ اس شر کے ضمن میں تمہارے لیے خیر ہے کہ اب تم شب قدر کی تلاش کرو گے اور اس کی تلاش بھی عبادت ہے۔ لہذا تم اس پر بھی بہت ثواب پاؤ گے یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شب قدر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو وہ بھی لوگوں پر ظاہر نہ کرے کہ اس کا ظاہر نہ کرنا سنت ہے اور ظاہر کرنا خلاف سنت اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کر دیا تھا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحقیقی اطلاع نہ دی تھی یا علامتیں بتائیں یا وقتی تقرر ظاہر کیا شاید یعنے رمضان کی اکیسویں ستائیسویں پچیسویں راتوں میں زیادہ ہوگی جو غالب ہے کہ ان میں سے کسی رات میں ہے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ اس جھگڑے سے خود شب قدر نہ اٹھی تھی بلکہ اس کا تعین اٹھا ورنہ اسکی تلاش کرنیکا کیا معنے؟ تلاش وہ چیز کی جاتی ہے جو ہو مگر اسکا پتہ نہ ہو۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے کہ تنزل الملائکۃ والروح فیہا اس سے پتہ لگا کہ وہاں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ملائکہ سے مراد فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو ان کے ساتھ اترتی ہے۔ یہ جماعت سوائے شب قدر کے اور کبھی نہیں اترتی بعض بزرگوں نے کبھی اس جماعت کو دیکھا ہے بھی روح کی تفسیریں اور بہت ہیں مگر قوی یہی ہے کہ وہ حضرت جبریل ہیں انشاءاللہ اس تعلیم سے معلوم ہوا کہ شب قدر میں صرف نماز ہی پڑھنا لازم نہیں بلکہ نماز، تلاوت قرآن اور تمام قسم کے ذکر اللہ کئے جائیں پھر نماز نفل کھڑے ہو کر پڑھی جائے یا بیٹھ کر ہر طرح فرشتوں کی دعائیں مل جاتی ہیں۔

عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلَائِكَتَهٗ فَقَالَ يَا مَلَائِكَتِيْ مَا جَزَاءُ اَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَاؤُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرُهٗ قَالَ مَلَائِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَاِمَائِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكَرَمِيْ وَعُلُوِّيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ رَوَاهُ

پھر جب بندوں کی عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ ان بندوں سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے[۱] فرماتا ہے اے میرے فرشتو اس مزدور کی اجرت کیا ہونی چاہیے جو اپنا کام پورا کر دے[۲] عرض کرتے ہیں الٰہی اس کی اجرت یہ ہے کہ اسے پورا ثواب دیا جائے[۳] فرماتا ہے اے فرشتو میرے بندے بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر تھا پھر دعا میں شور مچاتے نکل پڑے[۴] مجھے اپنی عزت و جلال اپنے کرم اپنی بلندی اپنے مقام کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا[۵] پھر فرماتا ہے واپس جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا[۶] اور تمہاری برائیوں کو نیکیاں بنا دیا[۷] فرمایا پھر یہ لوگ بخشے ہوئے لوٹتے ہیں[۸]

۱؎ فرشتوں پر فخر [illegible]
روزے رکھ کر [illegible] خیال رہے [illegible] شب قدر وغیرہ [illegible]
یہ جو صرف [illegible] فرشتوں [illegible] انسان سے خاص [illegible] رب تعالیٰ نے فرمایا
وحملها الانسان [illegible] عبادات پوری کریں روزے [illegible]
پوری وغیرہ اب کام پورے کر چکے اب بتاؤ ہم کیا دیں [illegible] لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان کا کام تو مرتے وقت پورا ہوتا ہے ابھی کیوں
فرمایا گیا کیونکہ یہاں اس ماہ کی عبادات پوری کر لینا مراد ہے [illegible] مزدوروں کا حق ہے [illegible] جو [illegible]
[illegible] سب معلوم [illegible] فرشتوں کی سفارش [illegible] خیال رہے کہ فرشتے مومنوں کیلئے دعائیں ہمیشہ کرتے رہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے الذین
یحملون العرش [illegible] یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون للذین امنوا [illegible] یہ سب کچھ [illegible] ہے جو انہوں نے بارگاہ
الٰہی میں انسانوں کی شکایت کی تھی [illegible] فرشتے ہی [illegible] کرتے آتے ہیں [illegible] خطاب [illegible] اس حدیث سے پتہ لگا کہ عید الفطر کی نماز
جنگل میں نکل کر پڑھنا بہتر ہے [illegible] درحقیقت اس نعمت کا شکریہ ہے [illegible] قرآن کریم فرماتا ہے ولتکبروا اللہ علی ما ہدٰکم [illegible]
[illegible] عید کی خوشی منانے کا حق [illegible] مگر آج کل عید کی زیادہ خوشی [illegible] یعنی بعد نماز عید جو دعا
مانگیں گے وہ قبول کروں گا معلوم ہوا کہ نماز عید کے بعد دعا [illegible] اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ نماز عید کے بعد دعا مانگنا بدعت ہے نہیں مانگنا
چاہیے [illegible] اس طرح کہ تمہارے سارے گناہ بخش دے [illegible] زیادہ ظاہر یہ ہے [illegible] مرقات نے فرمایا کہ معافی و بخشش تو گنہگاروں کے لئے ہے
اور گناہوں کو نیکیاں بنا دینا توبہ کرنے والوں کے لئے اس کی تائید اس آیت سے ہے الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتہم
حسنات اس کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] گناہ [illegible] کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں [illegible] رب تعالیٰ کے کرم سے کوئی بعید نہیں
شیخ سعدی فرماتے ہیں [illegible] بادشاہ [illegible] خلعت [illegible] یہ عیدگاہ جا کر نماز پڑھتے ہیں [illegible] لوگ جو وہاں نہیں جاتے جیسے

الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ. بَابُ الْاِعْتِكَافِ. اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ. عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ كَانَ جِبْرِيلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي

بیہقی شعب الایمان۔ اعتکاف کا باب ۱ پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے حتی کہ اللہ نے انہیں وفات دی ۲ پھر آپ کی بیویوں نے آپ کے بعد اعتکاف کیا ۳ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھلائی میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ رمضان میں زیادہ سخاوت فرماتے تھے ۴ جب جبریل آپ سے ملتے تھے

دیہاتی لوگ اور عورتیں وغیرہ ان کی بخشش اس کے طفیل ہوتی ہے جیسے عام مسلمانوں کی بخشش، روزہ نماز سے بچوں اور دیوانوں کی بخشش محض کرم سے اسی طرح عطا ہماری طلب پر موقوف نہیں۔ شعر:

ما نبودیم و تقاضا ما نبود ۔ لطف تو ناگفتہ ما مے شنید

۱ اعتکاف عکف سے بنا بمعنی ٹھہرنا یا قائم رہنا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے یعکفون علی اصنام لہم اور فرماتا ہے وانتم عاکفون فی المساجد۔ شریعت میں بہ نیت عبادت مسجد میں خاص ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے، اعتکاف بڑی پرانی عبادت ہے رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام سے فرمایا تھا اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ اعتکاف تین قسم کا ہے، اعتکاف فرض جیسے نذر مانا ہوا اعتکاف، اس میں روزہ شرط ہے اور اس کی مدت کم از کم ایک دن و رات ہے، اعتکاف سنت یہ بیسویں رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے، اعتکاف نفل اس میں نہ روزہ شرط ہے نہ اس کی مدت مقرر جب بھی مسجد میں جائے تو کہہ دے میں نے اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں رہوں۔ حق یہ ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کسی نے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے اگر ایک نے بھی کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا۔ مرد تو جماعت والی مسجد میں ہی اعتکاف کر سکتا ہے جہاں نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو، عورت اپنے گھر میں کوئی جگہ صاف و پاک کر کے وہاں ہی اعتکاف کرے جسے مسجد بیت کہتے ہیں دیکھو مرقاۃ وغیرہ۔ ۲ اس ہمیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، اور چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم امت کو صراحۃً نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں کیونکہ وجوب کے لئے حکم دینا ضروری ہے، لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے پھر سارے مدینہ منورہ میں صرف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ ۳ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں، مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا اعتکاف کے لئے کپڑے کے خیمے لگائے تھے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اکھڑوا دیئے تھے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورت مسجد میں بھی باپردہ رہ کر اعتکاف کر سکتی ہے مگر اس کے لئے گھر میں اعتکاف بہت اچھا ہے۔ ۴ کہ ہمیشہ ہی مال کی، اعمال کی، علم کی، ہر رحمت الٰہیہ کی سخاوت کرتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سی سخاوت آج تک نہ کسی نے کی نہ کوئی کر سکتا ہے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا۔۔۔

رمضان یعرض علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن فاذا لقیہ جبریل کان اجود بالخیر من الریح المرسلۃ متفق علیہ وعن ابی ھریرۃ قال کان یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن کل عام مرۃ فعرض علیہ مرتین فی العام الذی قبض وکان یعتکف کل عام عشرا فاعتکف عشرین فی العام الذی قبض رواہ البخاری۔ وعن عائشۃ قالت کان

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل پر قرآن پیش فرماتے تھے لہٰذا جب آپ سے جبریل ملتے تب آپ بھیجی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی بالخیر ہوتے تھے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ہر سال قرآن ایک بار پیش کیا جاتا تھا جس سال حضور انور کی وفات ہوگئی اس سال دو بار پیش کیا گیا اور حضور ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے وفات کے سال بیس دن اعتکاف کیا (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ

جود و کرم میں قرآن پاک نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو کریم یعنی داتا فرمایا۔ شعر:

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم ۞ صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

شکر ماہ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے جنت مانگنے والوں کو جنت رحمت کے سائلوں کو رحمت خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حضور کو مانگنے والوں کو اپنی ذات کریم، مال مانگنے والوں کو مال، اعمال، کمال، لقاء ذوالجلال غرضکہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مانگی پاتا تھا، بعض عشاق اب بھی رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر چیز مانگتے ہیں، مسلمانوں کو بھی رمضان میں بہت سخاوت کرنا چاہیئے کہ یہ سنت رسول ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔

یہاں مرقات نے فرمایا کہ ہر رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ اول سے آخر تک سارا قرآن مع تجوید مخارج حروف کے دور فرماتے تھے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ رمضان میں دور قرآن کرنا یا قرآن کا دورہ کرنا سنت رسول بھی ہے اور سنت جبریل بھی، دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں نزول قرآن تو امت پر احکام جاری کرنے کے لئے ہوا کیونکہ ہر رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں، حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا نزول کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی چونکہ یہ خوبی خصوصیت سے اعتکاف میں ہوتی تھی اس لئے مصنف یہ حدیث اعتکاف کے باب میں لائے۔ شعر لیجئے جیسے ہوا کی سخاوت کا یہ عالم قائم ہے کہ ہر شخص ہوا سے ہی سانس لیتا ہے، اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے ہوا سے ہی کھیت و باغ پھلتے پھولتے ہیں پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار و غیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچاتی ہے، ایسے ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بوقت ملاقات جبریل کے موقعہ پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے خیال رہے کہ رب تعالٰی رمضان میں بہت جود و کرم فرماتا ہے اس سنت الٰہیہ کے مطابق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے ہوئے جو رب تعالٰی کے مظہر اتم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے شروع نبوت سے یا بعد ہجرت شروع سے ہر رمضان میں حضرت جبریل اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک پارہ روزانہ دور کرتے تھے جس سے پورے رمضان میں ایک ختم ہوتا تھا وفات کے سال دو پارہ روزانہ دور کیا جس سے مہینہ میں دو ختم ہوئے یوں سمجھو کہ افضل رسول پر افضل مہینہ میں افضل کلام افضل مقام میں لاکر سنتے اور سناتے تھے، یہاں مدارسہ سے مراد مدارسہ ہے یعنی دور۔ شعر:

نور آیا نور لایا نور پہ نورانی رات ۞ اس لئے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ اَدْنٰى اِلَيَّ رَأْسَهٗ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے تو مسجد میں رہتے ہوئے میری طرف اپنا سر جھکا دیتے میں کنگھی کردیتی[1] اور بغیر ضرورت انسانی گھر میں تشریف نہ لاتے تھے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا[2] فرمایا اپنی نذر پوری کرو[3] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم..

[1] اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اس سال ہوگی اسی لئے اس سال بیس دن آخرت کی تیاری خصوصیت سے فرمائی یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے مسائل کی اصل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص بڑھاپے میں یا مرض وفات میں خصوصیت سے آخرت کی تیاری کرے دنیاوی تعلقات کم کردے ضرور ہاں کرے یہ بھی سنت رسول ہے اللہ تعالٰی توفیق دے۔ [1] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حجرہ شریفہ مسجد سے ملا ہوا تھا تو بحالت اعتکاف آپ مسجد میں رہتے اور حضرت عائشہ گھر میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے سر مبارک حجرہ میں کردیتے ام المؤمنین کنگھی کردیتی تھیں اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ معتکف کا اپنے بعض اعضاء مسجد سے نکال دینا جائز ہے یہ مسجد سے نکلنا نہیں کہلاتا اسی طرح حائضہ عورت کا اپنے بعض اعضاء مسجد میں داخل کردینا جائز ہے تیسرے یہ کہ کنگھی وغیرہ مسجد میں نہ کرنا بہتر ہے کہ اس سے بال مسجد میں گریں گے اور یہ چوتھے یہ کہ جو کام مسجد میں رہ کر کئے جا سکتے ہیں ان کیلئے معتکف مسجد سے نہ نکلے

حاجت انسانی سے مراد حرف پیشاب پاخانہ ہے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم احتلام سے محفوظ ہیں فقہاء صرف چار کاموں کیلئے معتکف کو مسجد سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں پیشاب، پاخانہ، غسل جنابت اور نماز جمعہ اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو اور اس پر جمعہ فرض ہو، غسل جمعہ کے متعلق اختلاف ہے حضرت شیخ نے یہاں اشعہ میں فرمایا کہ معتکف غسل نفل کے لئے بھی مسجد سے نکل سکتا ہے مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر مسجد میں رہتے ہوئے کسی ٹب وغیرہ میں اس طرح غسل کرے کہ مسجد میں مستعمل پانی بالکل نہ گرے تو وہیں ہی کرے غسل خانہ میں نہ جائے۔

[2] زمانہ جاہلیت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے زمانہ کو کہتے ہیں جب اہل عرب بالکل اندھیرے میں تھے گذشتہ نبیوں کی تعلیم گم ہو چکی تھی، مگر یہاں اشاعت نبوت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے کیونکہ حضرت عمر کی نذر قبول اسلام کے بعد کی ہے آپ نے مسلمان ہوکر یہ نذر مانی مگر پوری نہ کرسکے کیونکہ کفار مکہ کا بہت زور تھا وہ آپ کو مسجد حرام میں رات گزارنے نہ دیتے تھے وہاں ٹھہرنے میں آپ کی جان کا خطرہ تھا مرقاۃ۔ رات سے مراد رات مع دن ہے اہل عرب رات بول کر پورے چوبیس گھنٹے مراد لیتے ہیں اور روزہ کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے اور روزہ دن ہی میں ہوتا ہے امام شافعی کے ہاں صرف رات میں بھی اعتکاف ہوسکتا ہے ان کے ہاں روزہ شرط نہیں وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں، مگر یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے اگلی حدیث آرہی ہے کہ بغیر روزہ اعتکاف نہیں اس طرح کی صریح حدیث ہوتے ہوئے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جاسکتا خیال رہے کہ حضرت عمر کی نذر اسلام قبول کرلینے کے بعد کی ہے مسلمان کی نذر درست ہے اگر کافر زمانہ کفر میں کسی اچھے کام کی نذر مانے پھر مسلمان ہوجائے تو اسے نذر پوری کرنا مستحب

يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مُعْتَكَفِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ فَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْهَا قَالَتْ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے ایک سال اعتکاف نہ کر سکے جب اگلا سال آیا تو حضور انور نے بیس دن اعتکاف کیا (ترمذی) اور ابو داؤد و ابن ماجہ نے ابی ابن کعب سے روایت کی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر پڑھتے پھر اعتکاف گاہ میں داخل ہو جاتے (ابو داؤد و ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بحالت اعتکاف بیمار کی مزاج پرسی یوں فرماتے تھے کہ اسی طرح چلتے رہتے ٹھہرتے نہ تھے اس کا مزاج پوچھتے تھے (ابو داؤد و ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں معتکف کیلئے سنت یہ ہے

ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو ہمیشہ مسجد حرام میں اعتکاف کا حکم دیا بعض فقہا فرماتے ہیں کہ اگر مسجد نبوی میں اعتکاف کی نذر مانی ہو تو دوسری مسجد میں اعتکاف نہیں کر سکتا انکی دلیل یہ حدیث ہے بعض کے ہاں کر سکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے لہذا یہ حدیث ابو داؤد، نسائی اور دار قطنی نے بھی نقل کی مگر انکی روایت میں ہے کہ جناب عمر نے کعبہ معظمہ کے پاس ایک دن و رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی نسائی و دار قطنی نے روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعتکاف و روزے کا حکم دیا مرقات، فتح القدیر میں ہے کہ مسلم و بخاری کی روایت میں بھی ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن و رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی اس لئے کسی مجبوری کی وجہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا عذر اعتکاف کبھی نہ چھوڑا، ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ میں کرتے تھے مرقات نے کہا ظاہر یہ ہے کہ یہ گذشتہ رمضان کے اعتکاف کی قضا نہ تھی اور نہ اس رمضان تک انتظار نہ فرماتے، وہ رمضان گذرتے ہی قضا کر لیتے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رمضان میں جس کے بعد وفات شریف واقع ہوئی بیس دن اعتکاف فرمایا تھا جیسے بھی اس رمضان میں کیا ہو سکتا ہے کہ دس دن گذشتہ رمضان کی قضا ہی ہوں تو یہ قضا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے ورنہ آپ پر اعتکاف فرض نہ تھا اور قضا صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے جیسے ایک دفعہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ظہر چار رکعت رہ گئی تھیں تو بعد عصر ان کی قضا کی پھر ہمیشہ یہ رکعتیں پڑھتے رہے، وہ بھی خصوصیات میں سے تھا مرقات نے فرمایا کہ ہر وقت نفلوں کی قضا کر لینا بہتر ہے جیسے نفل تہجد شہ اس حدیث کی بنا پر امام اوزاعی و لیث نے فرمایا کہ اعتکاف بعد فجر شروع کیا جائے مگر باقی تمام ائمہ کے ہاں اعتکاف سنت و فرض بعد عصر شروع کیا جائے اور وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اس وقت سے اعتکاف گاہ میں جانا تیاری اعتکاف کیلئے ہوتا تھا، اصل اعتکاف بعد عصر شروع فرماتے تھے اسی لئے آپ فرما رہی ہیں کہ اپنے اعتکاف گاہ میں داخل ہو جاتے یہ نہ فرمایا کہ اعتکاف شروع کر دیتے تھے، اعتکاف شروع کرنا اور ہے اور اعتکاف گاہ میں جانا کچھ اور، اعتکاف گاہ سے مراد چٹائی کا وہ حجرہ ہے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کیلئے بنایا جاتا تھا کہ چٹائی گول شکل میں کھڑی کر دی جاتی تھی تہ یعنی جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بحالت اعتکاف پیشاب یا پاخانہ کے لئے مسجد سے باہر جاتے

أَنْ لَا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ أَوْ يُوْضَعُ لَهُ سَرِيْرُهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

کریں نہ تو بیمار کی مزاج پرسی کو جائے نہ اور نہ جنازہ ہی کو جائے نہ عورت کو ہاتھ لگائے نہ اس سے چمٹے لگے نہ کسی کام کو جائے سوائے ضروری کام کے کہ بغیر روزہ اعتکاف نہیں ہوتا ہے اور صرف جامع مسجد میں ہی اعتکاف کرے (ابوداؤد) فصل تیسری روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ جب اعتکاف کرتے تو آپ کے لیے بستر بچھا دیا جاتا یا ستون توبہ کے پیچھے آپ کا تخت پوش ڈال دیا جاتا (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ

اور اتفاقاً کوئی بیمار مل جاتا تو چلتے چلتے ہی مزاج پرسی فرما لیتے نہ ٹھہرتے نہ اس کی خاطر راستہ سے مڑتے۔ جمہور علماء کے ہاں معتکف کے لئے یہی حکم ہے اگر وہ مزاج پرسی کے لئے بقدر ادائے نماز ٹھہرے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگر اس سے کم ٹھہرا تو مکروہ ہوگا۔ جمہور علماء کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ نہ مزاج پرسی کے لئے مسجد سے نکلے اور نہ مسجد سے باہر اس کے لئے ٹھہرے لہٰذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ وہاں چلتے ہوئے مزاج پرسی مراد تھی اور یہاں ٹھہر کر۔ ۳؎ یعنی نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے۔ اگر خارج مسجد میں نماز جنازہ ہو تو معتکف اندرون مسجد رہنا چاہیئے بلا ضرورت وضو اور غسل کی جگہ بھی نہ جائے اگرچہ یہ جگہ مسجد کی اندر ہی ہوتی ہیں ۴؎ یعنی معتکف اپنی بیوی کو نہ شہوۃً ہاتھ سے چھوئے نہ اسے چمٹائے نہ صحبت کرے صحبت سے تو اعتکاف یقیناً جاتا رہے گا اور بوس و کنار یا شہوۃً چھونے سے انزال ہو گیا تو اعتکاف گیا ورنہ سخت مکروہ ہوا ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ نفلی غسل گرمی کے غسل کے لئے مسجد سے نکلنا بھی جائز نہیں۔ صرف پیشاب پاخانہ، غسل جنابت کے لئے نکل سکتا ہے ۶؎ جس پر جمعہ فرض نہیں جیسے عورت یا دیہاتی وہ نماز جمعہ کے لئے مسجد سے نہیں جا سکتا ۷؎ یہ حکم اعتکاف فرض یا اعتکاف سنت کے لئے ہے کہ ان دونوں میں روزہ شرط ہے۔ اعتکاف نفل میں نہ روزہ شرط ہے نہ وقت کی پابندی ۸؎ یہ حکم مردوں کے اعتکاف کے لئے ہے عورتوں کے اعتکاف کے لئے مسجد شرط نہیں وہ اپنے گھروں میں اعتکاف کریں جامع مسجد سے مراد جماعت والی مسجد ہے جہاں مؤذن و امام مقرر ہو اور نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو ایسی ہی مسجد میں اعتکاف کرے اور افضل جمعہ والی مسجد مراد ہو جہاں نماز جمعہ بھی ہوتی ہو تو یہ حکم استحبابی ہے کہ جمعہ والی مسجد میں اعتکاف مستحب ہے ورنہ جائز تو ہر مسجد میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وانتم عاکفون فی المساجد خیال رہے کہ سب سے افضل اعتکاف حرم کعبہ یعنی مسجد حرام میں ہے پھر مسجد نبوی میں پھر بیت المقدس میں پھر وہاں جہاں کا امام افضل ہو پھر وہاں جہاں جماعت بڑی ہوتی ہو (مرقات و لمعات) یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ مرد ہر مسجد ہی میں اعتکاف کر سکتا ہے ۹؎ یہ حدیث کچھ فرق سے نسائی نے بھی نقل کی موطا امام مالک میں کچھ تھوڑی تبدیلی سے ہے اس حدیث کی اسناد میں عبدالرحمن ابن اسحاق ہیں جن پر بعض محدثین نے جرح کی ہے مگر بعض محدثین نے انہیں ثقہ کہا اور قاعدہ ہے جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو تعدیل مقدم ہوتی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ فرمانا کہ سنت یہ ہے مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ یہ باتیں عقل و قیاس سے نہیں کہی جا سکتی ہیں۔

۱؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ستون توبہ کے پاس اعتکاف کرتے تھے وہاں آپ کے لئے کبھی تو صرف بستر بچھا دیا جاتا اور کبھی چارپائی کی طرح تخت بھی۔ معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چارپائی یا تخت پر سو سکتا ہے بشرطیکہ بالکل پاک صاف ہو ۲؎ ستون توبہ مسجد نبوی کا وہ ستون جہاں ابو

صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المعتکف هو یعتکف الذنوب ویجری له من الحسنات کعامل الحسنات کلها رواه ابن ماجة. کتاب فضائل القرآن: الفصل الاول: عن عثمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیرکم من تعلم القرآن وعلمه رواه البخاری. وعن

صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہے ۱؎ اور معتکف کو تمام نیکیوں کا ثواب ہوتا ہے تمام نیکیاں کرنے والے کی طرح ۲؎

قرآن کے فضائل کا بیان ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت

ستون کے پیچھے ہی ستون سے اجس اعتکاف کیا تھا اب جہاں وہیں کھڑے ہو کر توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ ۱؎ یعنی اعتکاف کا ظاہری فائدہ تو یہ ہے کہ معتکف کو گناہوں سے باز رکھتا ہے عکف کے معنی ہیں روکنا باز رکھنا کیونکہ اکثر گناہ غیبت، جھوٹ، چغلی وغیرہ لوگوں سے اختلاط کے باعث ہوتے ہیں معتکف گوشہ نشین ہے وہ اس سے بچا ہوا ہے وہ بھی مسجد و اعتکاف کا لحاظ رکھتے ہوئے بری باتیں نہ کرتا ہے نہ کراتا ہے۔ ۲؎ یعنی معتکف اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں سے محروم ہوگیا جیسے زیارت قبور، مسلمانوں سے ملاقات، بیمار کی مزاج پرسی، نماز جنازہ میں حاضری اسے ان سب نیکیوں کا ثواب اسی طرح ملتا ہے جیسے یہ کام کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے، ان شاء اللہ غازی، حاجی، طالب علم دین کا بھی یہی حال ہے۔ ۱؎ فضائل فضیلت کی جمع ہے، فضیلت فضل سے بنا بمعنی زیادتی، عرف میں فضیلت اس خصوصی بزرگی کو کہتے ہیں جو دوسرے کو حاصل نہ ہو، خیال رہے کہ فضل صفت ہے اور فضول عیب جیسے عبث یا فائدہ سے خالی۔ قرآن کی وجہ تسمیہ ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اول کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجئے کہ یہ لفظ قرء سے بنا یا قراءۃ سے یا قرن سے۔ قرآن کے فضائل بعض عمومی ہیں جیسے سارے قرآن کے فضائل اور بعض خصوصی جیسے بعض سورتوں یا بعض آیتوں کے خصوصی فائدے و تاثیریں۔ جن آیات میں حمد الٰہی ہے وہ ذکر بھی افضل، مذکور بھی اعلیٰ اور ذاکر بھی بہتر مگر جن آیات میں کفار کا ذکر ہے وہاں ذکر اعلیٰ کہ افضل مگر مذکور بدترین خلق، اسی لئے قل ھو اللہ تین بار پڑھنے میں سارے قرآن کی تلاوت کا ثواب ہے کیونکہ یہ رب کی حمد کی سورت ہے، اور تبت یدا تین سو بار بھی پڑھو تو بھی یہ ثواب نہیں کیونکہ سارا ہی خدا کا گھر ہے مگر رکن اسود بہت اعلیٰ ہے، مسجد ساری بیت اللہ ہے مگر محراب و منبر اعلیٰ ہیں لہذا اس فضیلت پر منکرین حدیث کا یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ سارا ہی قرآن کلام الٰہی ہے پھر یہ فرق مراتب کیسا؟ نبیوں ولیوں میں فرق مراتب موجود ہے حالانکہ وہ سارے اللہ کے پیارے ہیں تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔ ۲؎ قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا، مستعلیوں کا تجوید سکھانا، علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث و فقہ سیکھنا سکھانا، صوفیائے کرام کا اسرار و رموز قرآن بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں، لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن، چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار و احکام کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوا، تلاوت سے علم فقہ افضل، رب تعالٰی فرماتا ہے نزله علی قلبك علم القرآن، علم قرآن کے بعد ہے لہذا عالم جاہل سے افضل ہے آدم علیہ الصلوۃ والسلام عالم تھے فرشتے جاہل مگر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام افضل مسجود رہے۔

عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوْ اِلَى الْعَقِيْقِ فَيَاْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ اَفَلَا يَغْدُوْ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمَ اَوْ يَقْرَاَ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَّاَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَّمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم صفہ میں تھے ۱؎ فرمایا تم میں کون یہ پسند کرتا ہے کہ ہر صبح بطحان یا عقیق کی طرف نکل جایا کرے ۲؎ اور بغیر گناہ کے بغیر رشتہ توڑے دو اونچی کوہان والی اونٹنیاں لے آیا کرے ۳؎ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں فرمایا تو تم میں سے ہر شخص روزانہ صبح کیوں نہ مسجد چلا جایا کرے وہاں قرآن کریم کی دو آیتیں سیکھ لیا کرے یا پڑھ لیا کرے کہ یہ دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار چار سے اور اسی قدر اونٹوں سے بہتر ہیں ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ صفہ کے معنی ہیں چبوترہ مسجد نبوی سے متصل پیچھے کی جانب ایک اونچا سا چبوترہ بنا دیا گیا تھا جہاں وہ حضرات رہتے تھے جو علم سیکھنے والے فقراء صحابہ بطور مستقل طور پر رہتے تھے یہ حضرات اصحاب صفہ کہلاتے انہیں کی سی صفات رکھنے والوں کو آج صوفیا کہتے ہیں یعنی صفائی دل اور صوف کا لباس رکھنے والی جماعت یہ حضرات کم و بیش ہوتے رہتے تھے کبھی ستر اور کبھی اس سے زیادہ مگر یہ مدرسہ نبوی تھا عقبہ ابن عامر اور ابوہریرہ بھی انہی میں سے تھے ۲؎ بطحان دور جاہلیت کا ایک وادی میں بڑا بازار تھا عرب میں اونٹنی بڑا عزیز مال تھا عقیق مدینہ منورہ سے دو تین میل پر ایک بازار ہے جہاں جانور زیادہ فروخت ہوتے ہیں یہاں مدینہ پاک کا ایک وسیع جنگل ہے جو بلا معاوضہ ملتا ہے یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں خیال رہے کہ حضرات اگرچہ تارک دنیا تھے مگر دین کیلئے دنیا حاصل کرنے کو بہت افضل جانتے تھے دنیا اگر دین کیلئے ہو تو عین دین ہے اور اگر نفس کی لذت کیلئے ہو تو دنیا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ وہ لوگ تو تارک دنیا تھے پھر یہ جواب کیوں دیا یہ گفتگو صرف اصحاب صفہ سے نہیں ہے وہ تو ہر وقت گویا مسجد ہی میں رہتے بلکہ تا قیامت مسلمانوں سے ہے کہ دنیاوی کاروبار میں مشغول ہونے سے پہلے کچھ علم قرآن حاصل کر لیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ دینی مدرسے مسجد میں ہونا بہتر ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ صفہ میں تھا جو مسجد سے متصل تھا گویا مسجد ہی میں تھا نیز معلوم ہوا کہ سویرے علم قرآن حاصل کرنا افضل ہے کہ صبح کے کام میں برکت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء بلا تامل طلباء کو علم سکھایا کریں ۳؎ یعنی پانچ آیات پانچ اونٹوں سے افضل اور چھ یا سات آیتیں اسی عدد کے اونٹوں سے افضل عرب میں ابل مطلقاً اونٹ کو کہتے ہیں نر ہو یا مادہ اور جمل نر اونٹ کو ناقہ مادہ کو جیسے انسان یا آدمی مطلقاً انسان کو کہتے ہیں اور رجل مرد کو امراۃ عورت کو خیال رہے کہ یہاں آیت سے مراد آیت سیکھنا یا اس کی تعلیم میں مشغول رہنا ہے یعنی ایک آیت سیکھنا ایک اونٹنی کی ملکیت سے بہتر ہے لہذا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ آیت قرآنی تو تمام دنیا سے بہتر ہے ایک اونٹ کا ذکر کیوں ہوا اس کی تفصیل ان اہل عرب کو سمجھانے کیلئے تھی جنہیں اونٹ بہت مرغوب تھے جیسے ہم کسی چیز کو سونے چاندی سے تشبیہ دیتے ہیں کہ سونے چاندی سے بہتر ہے ورنہ قرآنی آیت تو ساری دنیا سے بہتر ہے ÷

أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلٰثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلٰثُ اٰيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ ثَلٰثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب اپنے گھر لوٹے تو وہاں تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیاں پائے لہ ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا تو تین آیتیں جنہیں کوئی اپنی نماز میں پڑھے سہ وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں سہ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا ماہر عزت والے فرشتوں اور محترم نیکو کاروں کے ساتھ ہوگا سہ اور جو قرآن پڑھتا ہو اس میں اٹکتا ہو اور قرآن اس پر گراں ہو اس کے لیے دو ثواب ہیں ہے (مسلم، بخاری)

لہ یعنی جب سفر یا بازار سے گھر پہنچے تو وہاں یہ مال دولت پائے اہل عرب سواری اونٹنی کو خصوصاً جب وہ حاملہ بھی ہو اور بڑی اور موٹی بھی بہت ہی پسند کرتے ہیں اس لیے یہ مثال ارشاد ہوئی کیونکہ اونٹنی سے نسل بھی چلتی ہے اور دودھ بھی اور ظاہر ہے کہ اچھی نسل کی اونٹنی کی نسل بھی اچھی ہوگی۔ سہ قرآن کریم اعلیٰ چیز ہے اور جب نماز میں پڑھا جائے تو نور علیٰ نور ہے کہ نماز و قرآن کی برکتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اگر اتفاقاً یہ حرم محترم یا حرم مدینہ میں نصیب ہو جائے تو اس تلاوت کی برکتیں بے شمار ہو جاتی ہیں کہ تین خوبیاں جمع ہو گئیں، نماز، تلاوت، حرم کی زمین۔ سہ ان اونٹنیوں کا نفع صرف دنیا میں ہے اور آیات قرآنیہ کا نفع دنیا میں بھی آخرت میں بھی اور فانی سے باقی بہتر۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیاوی مال میں مشغول ہو کر آخرت سے لاپرواہ نہ ہو جاؤ یہ مطلب نہیں کہ دنیا بالکل چھوڑ دو کہ اسلام میں ترک دنیا منع ہے بلکہ جو دنیا دین کمانے کا ذریعہ ہو وہ بھی دین ہے۔ سہ قرآن کریم کا ماہر وہ عالم ہے جو الفاظ قرآن، معانی و مسائل قرآنی، اسرار و رموز قرآن کا واقف ہو اس کا بڑا درجہ ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہاں سفرہ سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے اور کرام بررۃ صفتیں ہیں، مقصود مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں سفرۃ یا تو سفر سے بنا ہے یعنی سفر کرتے رہنے والے فرشتے جو ہمیشہ حق تعالیٰ اور رسولوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں وحی وغیرہ کے لیے یا سفیر سے بنا یعنی کتاب جس کی جمع اسفار ہے جیسے اسفارا یعنی وہ فرشتے جو لوح محفوظ سے مضامین صحیفوں میں نقل کرتے رہتے ہیں یا تبلیغ احکام فرشتے یا اسفار بمعنی اصلاح سے بنا یعنی وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر مصلحت و رحمت کی خبریں لاتے ہیں یہ فرشتے اعلیٰ درجہ کے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں اور گناہوں سے بہت ہی پاک و صاف اس لیے ان کے یہ تین لقب ہوئے قرآن کریم کا عالم ان فرشتوں اور نبیوں کا سا کام کرتا ہے اس لیے اس کا حشر بھی انہیں پاکوں کے ساتھ ہوگا معلوم ہوا کہ قیامت میں اچھوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے شعر:

گر تجھ کا ساتھ ہو جائے ٭ پھر تو مجھ کو نجات ہو جائے

بعض نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں صحابہ کرام کی ہیں کہ انہوں نے قرآن جمع بھی کیا اور وہ اللہ کے ہاں مقبول اور گناہوں سے محفوظ بھی ہیں (لمعات) ہے سبحان اللہ عالم القرآن کا تو وہ مرتبہ ہے جو ابھی ذکر ہوا اور جو کند ذہن یا موٹی زبان والا قرآن پاک سیکھ تو نہ سکے مگر کوشش میں لگا رہے کہ مرتے دم تک کوشش کئے جائے وہ ڈبل ثواب کا مستحق ہے، شوق و محنت۔ خیال رہے کہ یہ دوگنا ثواب عالم قرآن کے مقابلہ میں نہیں ہے، عالم قرآن تو فرشتوں،

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد نہیں مگر دو شخصوں پر[1] ایک وہ جس کو اللہ نے قرآن دیا وہ دن رات اسے پڑھتا ہو[2] دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا وہ دن رات اسے خیرات کرے[3] (مسلم، بخاری) اور روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ترنج کی سی ہے جس کی خوشبو بھی اچھی اور لذت بھی اچھی ہے[4] اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا چھوارے کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں مزا میٹھا ہے[5] اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن (حنظل) کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں اور مزا کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے

نیکوں اور صحابہ کے ساتھ ہو جائے گا یہ ہے جو بے تکلف قرآن پڑھ کر بس کرے۔ حسد رشک ہے حسد کسی پر جائز نہیں دنیا دار پر شیطان حضرت آدم علیہ السلام پر شیطان کی دینی نعمت سے جو حسد تھا وہ بعد مال و دولت پر ہو گیا حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا رشک کے معنی ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے۔ یعنی عالم دین جو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہر وقت اس کے مسائل سوچتا ہو اس میں غور و تامل کرتا ہو یقوم میں یہ سب کچھ داخل ہے مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن و حدیث میں کام آئے بلکہ قرآن کی خدمت میں اگر موت آئے تو سبحان اللہ

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ۔ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

انسان جس شغل میں جئے گا اسی میں مرے گا اور انشاء اللہ اسی میں اٹھے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورہ ملک پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ ۳ یعنی چھپ کر خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے۔ اس لئے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی۔ خیال رہے کہ سخت کی نیت سے بچے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ یعنی تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے جس پر عمل نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ معنی سمجھے یا نہ سمجھے۔ ترنج عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہتر ہے اور دماغ اور معدہ کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد کتب طب میں مذکور ہیں۔ یہی اس مومن کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت و ثواب دونوں ملتے ہیں قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے۔ ایسے ہی یہ غافل مسلمان ہے کہ اس کا ظاہر تو اچھا نہیں مگر باطن نور ایمانی سے منور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ نہ کچھ باطنی فیض پاتے ہیں مومن کی صحبت بھی اچھی ہے۔

مَثَلُ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَیَعْمَلُ بِہٖ کَالْاُتْرُجَّۃِ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِیْ لَا یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَیَعْمَلُ بِہٖ کَالتَّمْرَۃِ۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ اُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ قَالَ بَیْنَمَا ھُوَ یَقْرَءُ مِنَ اللَّیْلِ

ریحان کی سی ہے جس کی خوشبو اچھی ہے اور مزہ کڑوا (مسلم، بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ مومن جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے ترنج کی طرح ہے اور وہ مومن جو قرآن نہ پڑھے اور اس پر عمل کرے چھوہارے کی طرح ہے روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعہ کچھ قوموں کو بلند کرتا ہے اور کچھ کو پست کرتا ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ حضرت اسید ابن حضیر فرماتے ہیں اس اثناء میں کہ وہ رات میں

مناسبت ایک مشہور کڑوی گھاس ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور سخت کڑوا ہوتا ہے، منافق کا ظاہر اچھا باطن سیاہ لیتے ہے دین جو ریا کے لئے یا مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے قرآن پڑھے اگرچہ خود تو بدتر ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سننے والوں کو کچھ دوگنی راحت ضرور مل جاتی ہے، جیسے ریحانہ گھاس سنا ہے کہ ہے تو بدمزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ ضرور معطر ہو جاتا ہے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان کان دل دماغ ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں، جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسی ہی تاثیر قرآن۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے مٹی کے ڈھیلے پر قل ھو اللہ پڑھ کر دم کر دیا تو سونا ہو گیا اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فرید بھی چاہیے دیکھو یہاں مومن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرما دیا گیا پھر جیسا مومن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر، تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والا سعید ہو کیونکہ کبھی منافق بھی ہوتے ہیں، قرآن کریم ریڈیو کی مشین ہے تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کی طرف لگی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہو گا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو ان شاء اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے۔ ۲ مرقات نے فرمایا کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جنات نہیں آتے، ایک شاعر کہتا ہے شعر:

کان نعم فیھا الاترج طاب معا ٭ حملا و نورا و طاب العود والورق

۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی، محبوب کا پیغام، دل کا خط پڑھنے سننے میں بھی مزہ آتا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بیکار ہے قرآن عمل کے لئے ہے نہ صرف پڑھنے کے لئے کیونکہ دوا کھانے پینے اور برتنے کیلئے ہوتی ہے محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی، ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند، سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سننے سے فائدہ ہوتا ہے، بیمار عشق کے لئے محبوب کا ذکر سننا بہت مفید دوا ہے لیموں یا ترش چیز کا ذکر کرو تو منہ میں پانی بھر جاتا ہے ۴ یعنی جو مسلمان قرآن کریم کو صحیح طرح سمجھیں ٹھیک طرح عمل کریں تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس سے غافل رہیں یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے قرآن کریم سے زندگی و عزت نصیب ہوتی ہے پیدا ہوتے ہی کپڑا پانی ہے اور مچھلی کے لئے دانہ اور خون ہے، اب بھی قرآن پاک کے صحیح متبع بڑی حکومت و عزت کے مالک ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین

سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهٗ مَرْبُوْطَةٌ عِنْدَهٗ اِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ فَقَرَاَ فَجَالَتْ
فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ ثُمَّ قَرَاَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهٗ يَحْيٰى قَرِيْبًا مِّنْهَا فَاَشْفَقَ اَنْ
تُصِيْبَهٗ وَلَمَّا اَخَّرَهٗ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَآءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيْحِ فَلَمَّا اَصْبَحَ
حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَاْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اِقْرَاْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَاَشْفَقْتُ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ تَطَاَ يَحْيٰى وَكَانَ مِنْهَا قَرِيْبًا فَانْصَرَفْتُ اِلَيْهِ وَرَفَعْتُ رَاْسِيْ اِلَى السَّمَآءِ فَاِذَا
مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيْحِ فَخَرَجَتْ حَتّٰى لَا اَرَاهَا قَالَ وَتَدْرِيْ مَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ

سورۂ بقر پڑھ رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا تھا کہ گھوڑا اچھلنے لگا تو آپ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا پھر پڑھا تو گھوڑا اچھلا آپ چپ ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا
پھر پڑھا تو گھوڑا اچھلا تو آپ نے قرات بند کر دی کیونکہ ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑے سے قریب تھا آپ ڈرے کہ گھوڑا اسے کچل دے جب آپ نے اسے ہٹایا تو اپنا سر آسمان کی
طرف اٹھایا تو دیکھا کہ شامیانہ کی طرح کچھ ہے جس میں چراغ جیسے ہیں پھر جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کیا تو فرمایا اے ابن حضیر پڑھو
اے ابن حضیر پڑھو عرض کیا یا رسول اللہ میں ڈرا کہ گھوڑا یحییٰ کو روند دے وہ اس کے قریب تھے تو میں ان کے پاس چلا گیا اور میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو
شامیانہ سا تھا جس میں چراغ جیسی چیزیں تھیں حتی کہ میں باہر نکلا وہ نظر نہ آئیں فرمایا کیا جانتے ہو یہ کیا تھا عرض کیا نہیں فرمایا

۱؎ آپ اسید ابن حضیر انصاری ہیں حضرت عمر نے آپ ہی کو ... کا حاکم بنایا ... قرآن کے ماہر تھے آپ نقیب انصار
میں سے ہیں جلیل القدر صحابی ہیں ۲۰ھ میں وفات پائی حضرت عمر نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور نماز پڑھائی ۲؎ غالباً یہ تہجد کا وقت تھا آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر تلاوت
قرآن کر رہے تھے کہ شب میں نماز کے سوا تلاوت کا بھی ثواب ہے ۳؎ بچے کی جان کے خوف سے اور اس واقعہ میں غور و تامل کرنے کیلئے کیونکہ تلاوت میں ایک کھٹکا
رہا دل دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا سکون قلب حاصل کرنے کیلئے تلاوت بند فرمائی ورنہ نماز کی حالت میں سانپ بچھو نظر آئے تو انہیں مار سکتا ہے تاکہ سکون دل
میسر ہو اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اپنے دنیاوی وجہ سے دینی کام کیوں بند کر دیا بلکہ اس کو اس کا حال جاننے کی تدبیر ہے کہ غالب یہ ہے کہ یہ شامیانہ
پہلے ان کی تلاوت پر بھی آتا تھا مگر آج ان کی نگاہ سے حجاب اٹھا دیئے گئے اس لئے آپ کی نگاہوں نے اسے دیکھ بھی لیا بلکہ آپ کی فیض صحبت سے آپ کے
گھوڑے نے بھی اسے دیکھ لیا اس سے معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کی خدمت میں قلبی واردات اور غیبیہ اثرات اعمال کی مخفی تاثیریں عرض کر سکتا ہے
اس میں ریا نہیں بلکہ کبھی اس سے اپنی خامی دور ہوتی ہے اور کبھی مدارج میں ترقی ہوتی ہے مریض اپنا ہر حال طبیب سے عرض کرتا ہے حصول صحت کیلئے
خوش نصیب امور کا اظہار عوام پر نہ کرے خواص پر خصوصاً اپنے شیخ پر کرے ۴؎ یعنی آئندہ بھی تلاوت قرآن کیا کرو ان جیسے واقعات دیکھ کر گھبرانا نہیں یہ
ڈرنے کی چیز نہیں ہے یہی شرح زیادہ ظاہر ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں پڑھنے کے معنی ہیں چاہیے تھا کہ تم پڑھتے رہتے اور زیادہ تلاوت کرتے بند کیوں کر دی اور دوسری
شرح کی بنا پر ان کا جواب بالکل ظاہر ہے جو حضرت اسید نے عرض کیا کہ بیٹے کی وجہ سے میں تو چاہتا تھا کہ تلاوت خوب کروں کسی سستی یا دیری کی وجہ سے میں نے
تلاوت بند نہ کی بلکہ واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے تلاوت بند کرنی پڑی ۵؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے گھوڑے نے دیکھا جس سے وہ اچھلا پھر میں نے

تِلْكَ الْمَلٰٓئِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَاَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ اِلَيْهَا لَا تَتَوَارٰى مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَفِيْ مُسْلِمٍ عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ بَدَلَ فَخَرَجَتْ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُتَكَلِّمِ

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَاِلٰى جَانِبِهٖ حِصَانٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْ وَتَدْنُوْ وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى

یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز پر قریب آ گئے تھے اگر تم پڑھتے رہتے تو فرشتے اس طرح صبح کرتے کہ لوگ انہیں دیکھتے فرشتے ان سے چھپتے نہیں (مسلم، بخاری) لفظ بخاری کے ہیں مسلم میں بجائے نکل گئے کے چڑھ گئے ہیں بصیغہ متکلم روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا اس کے پہلو میں دو رسیوں سے گھوڑا بندھا تھا تو اس پر ایک بادل چھا گیا جو گھومنے لگا اور قریب ہونے لگا اور اس کا گھوڑا بدکنے لگا پھر جب صبح ہوئی تو وہ صاحب نبی کریم صلی اللہ

دیکھا اسلاف کرام میں سے بعض کا ان کو دیکھنے کا باعث بنا حضرت اسید کا ان فرشتوں کو دیکھ لینا اس وجہ سے ہوا کہ آج رب تعالٰی نے ان کی آنکھ سے بھی حجابات اٹھا دیئے تھے جیسے ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے تیز بارش دیکھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کو دفن کرنے قبرستان تشریف لے گئے تھے واپسی پر آپ نے عرض کیا کہ حضور اس بارش میں آپ کہاں تھے بھیگے کیوں نہیں؟ فرمایا تمہارے سر پر کیا کپڑا ہے عرض کیا آپ کا تہبند فرمایا اس تہبند کی برکت سے تم نے غیبی نورانی بارش دیکھ لی ورنہ یہ بارش کسی کو نظر نہیں آتی، مثنوی شریف میں اس واقعہ کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے جس کے آخری اشعار یہ ہیں

گفت چہ بر سر فگندی از ازار ۔ گفت کردم آں ردائے تو خمار

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب ۔ چشم پاکت را خدا باران غیب

نیست آں باران ازیں ابر شما ۔ ہست باران دیگر و دیگر سما

بعض بزرگ مرید کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں، تو اس کی آنکھ سے بھی حجابات اٹھ جاتے ہیں اور وہ عالم غیب کا مشاہدہ کر لیتا ہے مولانا فرماتے ہیں: شعر

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء ۔ تا ببینی زابتدا تا انتہا

۳؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ فرشتے پرے باندھ کر ان کی تلاوت سن رہے تھے ان کے سامنے شامیانہ کی طرح حجاب بن گئے ۔ ان کے چہرے چراغوں کی طرح چمک رہے تھے نورانی اجسام کا ازدحام آڑ بن سکتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے فرمایا آج ہم نے شیطان پکڑ لیا تھا چاہا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیں، اگر باندھ دیتے تو مدینے کے بچے اس سے کھیلتے ہیں کیونکہ وہ آسمان کے رہنے والے فرشتے تھے، تلاوت سنتے اور قاری سے قرب حاصل کرنے یہاں آئے تھے تلاوت بند ہو جانے پر اپنے مقام پر چلے گئے زمینی فرشتے رہتے ہی نہیں آتے، اگرچہ فرشتے آسمان پر رہتے ہوئے زمین والوں کی آواز سن لیتے ہیں مگر قرب حاصل کرنے کیلئے ایسی مجلس خیر میں آتے ہیں نعت خواں ایک شعر پڑھا کرتے ہیں وہ شعر یہ

فرشتے محفل میلاد میں رحمت لے کے آتے ہیں ۔ رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کا ماخذ یہ حدیث ہے مجلس ذکر میں اب بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا بہت سی روایات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول ۴؎ گھوڑے کا یہ بدکنا ایک عجیب چیز کے نظارہ کی وجہ سے تھا جیسا کہ عرض کیا گیا

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ كُنْتُ أُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أُجِبْهُ ثُمَّ أَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ كُنْتُ أُصَلِّيْ قَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَخَذَ بِيَدِيْ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ماجرا عرض کیا فرمایا یہ سکینہ رحمت ہے جو قرآن کی وجہ سے اتری[۱] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید ابن معلّی سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا[۲] کہ مجھے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا[۳] فرمایا کیا رب تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ و رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جب تمہیں بلائیں[۴] پھر فرمایا کیا تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی بڑی عظیم الشان سورۃ نہ بتا دوں پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑا

۱ فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے جو ان کے اترنے سے مومن کے دل کو سکون و چین حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے سکینہ کہتے ہیں یہ مومن پر بعض خاص حالات میں بھی اور خاص عبادات کے موقعہ پر بھی یہ فرشتے اترتے ہیں رب تعالٰے ہجرت کے غار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے فانزل اللہ سکینتہ علیہ صدیق اکبر کو اسی وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا ان پر سکینہ اتری۔ خیال رہے کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکون قلبی نصیب ہوتا ہے انہیں بھی رب تعالٰے نے سکینہ فرمایا ہے چنانچہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات عمامہ نعلین وغیرہ تھے ان کے متعلق رب تعالٰے فرماتا ہے فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک اٰل موسٰی واٰل ھٰرون تحملہ الملٰئکۃ۔ بعض لوگ قبروں پر تلاوت قرآن کراتے ہیں تاکہ اس تلاوت سے میت کو سکون قلبی نصیب ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبروں میں اپنے بزرگوں کے تبرکات عمامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ و آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تاکہ سکون قبر نصیب ہو ان کا ماخذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت ہے صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال، تہبند شریف رکھوائے۔ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی بی بی زینب کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے ۲ یہ حضرت مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے جبکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم برسر منبر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آیت قد نرٰی تقلب وجھک فی السماء کی تلاوت فرما رہے تھے انہوں نے تحیۃ المسجد نفل کی نیت باندھی و ایک گوشہ میں نماز پڑھنے لگے (مرقاۃ) ۳ یعنی میں نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بلاوا سن لیا مگر نماز کی مشغولیت کی وجہ سے حاضر نہ ہوا پھر بعد سلام حاضر ہوا اور معذرت کیلئے یہ عرض کیا ۴ یہاں اللہ رسول کے بلانے سے مراد حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے اور رب تعالٰے کا بلاوا کسی کو نہیں ملتا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے اس لئے دعا واحد کا صیغہ ارشاد ہوا (مرقاۃ) اس فرمان سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر عین نماز میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو اسی وقت اسی حالت میں حاضر بارگاہ ہو جانا واجب ہے دوسرے یہ کہ اس بلاوے پر جانے سے بلکہ جو خدمت سرکار فرمائیں اس کے بجالانے سے نماز نہ ٹوٹے گی یعنی وہ نماز ہی میں رہے گا اور خدمت سے فارغ ہو کر بقیہ رکعتیں پوری کرے جیسے حضور سے خطاب اور حضور کو سلام نماز نہیں توڑتا۔ ایسے ہی حضور کی یہ اطاعت نماز فاسد نہیں کرتی (مرقات) نمازی وضو ٹوٹنے پر پانی کے پاس جائے تو نماز نہیں جاتی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو رحمت الٰہی کا سمندر ہیں آپ کے پاس آنے سے نماز کیسے جائے گی ۵ پہلے سے یہ فرما کر شوق بڑھا دیا تاکہ خوب یاد رکھیں یہ بات

فَلَمَّا اَدْنَا اَنْ نَّخْرُجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ
يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُقْرَاُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ

جب ہم نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی عظیم الشان سورۃ بتاؤں گا فرمایا وہ الحمد للہ رب العلمین ہے یہ ہی وہ سات مکرر آیتیں ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئی [۱] بخاری روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے [۵] مسلم، روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں میں نے

۱ انتظار کے بعد ملی چیز کی قدر ہوتی ہے، سورۃ قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہو اور اس کا نام بھی ہو جیسا کہ مرقات نے فرمایا۔ تمام کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورۂ فاتحہ میں، اور ساری سورۂ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اس کے ب کے نقطہ میں دیکھو جیسے نقشہ یا جغرافیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو بڑی سورۃ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دہرائی جاتی ہے۔

۲ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وعدہ یاد تھا مگر آپ نے انتظار تعلیم رکھا تاکہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں ۳ خلاصہ فرمان یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ بہت سی خوبیوں کی جامع سورۃ ہے اس میں حمد الٰہی نعت پاک مصطفوی، وعدے وعید، حشر و نشر کا ذکر، محبوب و مردود بندوں کا تذکرہ، رب تعالیٰ سے سوال کی تعلیم، دین برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی کلاں، اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں، اس کا نزول دو بار ہوا ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد، یہ سورۃ سات حروف سے خالی ہے ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف، لہذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مقرر آیتیں، نیز یہ سورت اس امت کی خصوصیات سے ہے کسی کو ہم سے پہلے نہ ملی، اس لئے رب تعالیٰ نے اس کی عطا کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد کیا وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ اگرچہ قرآن پاک میں یہ سورۃ بھی تھی مگر اس کا ذکر مستقل طور پر فرمایا (لمعات، مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے افضل ہیں اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے ۴ یعنی گھروں میں مردے دفن نہ کرو یہ تو خصوصیت انبیاء ہے یا اپنے گھروں کو ذکر اللہ سے خالی نہ رکھو جیسے قبرستان خالی ہوتا ہے ایسے گھر قبرستان ہیں اور وہاں کے باشندے مردے، دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے خیال رہے کہ بعض مردے اپنی قبروں میں ذکر اللہ کرتے ہیں، مگر وہ ذکر ہم نہیں سنتے ہم کو قبرستان سنسان معلوم ہوتے ہیں اسی لئے یہ ارشاد ہوا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ۵ یعنی شیاطین کا سرگروہ ابلیس اس گھر سے دور رہتا ہے یا سورۂ بقرہ پڑھتے وقت قرین شیطان دور رہتا ہے اگرچہ بعد میں آجائے یا اس گھر کے باشندوں کو وہ جنت سے ہٹا نہیں سکتا یعنی بے دین بے ایمان نہیں بنا سکتا ان شاء اللہ لہذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ شیطان کو دفع کر بھی دیا جائے تو بھی نفس امارہ ان سے نہیں ہٹتا اس کی روک تھام اس کی مخالفت سے ہے اسی لئے اگرچہ رمضان میں شیطان قید ہوتا ہے مگر لوگ گناہ کرتے ہیں نفس امارہ موجود ہے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيْعًا لِّاَصْحَابِهٖ اِقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ غَيَايَتَانِ اَوْ فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَّتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَّلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُؤْتٰى بِالْقُرْاٰنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ تَقْدُمُهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قرآن پڑھا کرو کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا دو چمکدار سورتیں یعنی بقرہ و آل عمران پڑھا کرو کہ یہ دونوں قیامت کے دن یوں آئیں گی گویا بادل کے ٹکڑے یا سائبان یا صف بستہ پرندوں کی ٹولیاں ہیں کہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی سورہ بقرہ پڑھا کرو کہ اس کا لینا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے اسے جھوٹے جادوگر نہیں لا سکتے (مسلم) روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن قرآن اور وہ قرآن والے جو اس پر عمل کرتے تھے بلائے جائیں گے

یعنی ہمیشہ تلاوت کیا کرو اور اس میں غور و فکر بھی، قرآن کریم کی تلاوت مستقل عبادت ہے معنی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں، ترکیب میں بعض صفتیں ہیں انکے اجزاء معلوم نہیں یاد ہوں۔ گنہگاروں کی مغفرت کی سفارش کریگا نیک کاروں کی بلندی درجات کی۔ اصحاب سے مراد قرآن کی تلاوت کرنیوالے، اسکو سیکھنے سکھانے، اس پر عمل کرنیوالے سب ہی مراد ہوتے ہیں مگر یہاں تلاوت کرنیوالے مراد ہیں جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ دونوں سورتیں باقی سورتوں میں ایسی ہیں جیسے تاروں میں چاند سورج اسی لئے انہیں زہراوین فرمایا گیا ورنہ سارا قرآن نور ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ تین تشبیہیں تین قسم کے تلاوت کرنیوالوں کے لحاظ سے ہیں، جیسا قاری کا اخلاص کل قیامت میں ویسا ہی ان کا سایہ، بہت مخلص کے لئے یہ سورتیں ابر رحمت بن کر سایہ بھی کریں گی اور روشنی بھی دیں گی اور درمیانی اخلاص والے کے لئے سائبان و شامیانہ کی طرح اور معمولی اخلاص والے کے لئے پرندوں کی جماعت کی طرح یہ تشکیک راوی کو نہیں ہے جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، نیز یہاں ثواب تلاوت مراد نہیں بلکہ خود یہ سورتیں کل ان شکلوں میں ہوں گی یہاں کے عرض اور اعمال وہاں جسم و جوہر ہوں گے آج ہم خواب میں آئندہ حالات جسمانی شکل میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے آئندہ قحط کے سات سال گایوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھے تھے۔ یا تو اس کے دشمنوں سے جھگڑا کریں گی یا عذاب کے فرشتوں سے جھگڑ کر اسے چھڑا لیں گی یا خود رب تعالٰی سے جھگڑ جھگڑ کر اسے بخشوائیں گی مگر یہ جھگڑا ناز کا ہوگا جیسے آج پیارا بیٹا اپنے باپ سے جھگڑ کر دوسروں کی سفارش کرتا ہے لہذا حدیث واضح ہے کوئی اعتراض نہیں۔ اسی لئے قیامت میں ان سورتوں کے پڑھنے والے کا ثواب دیکھ کر نہ پڑھنے والے کف افسوس ملیں گے جنتی لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں ایک سانس بھی بغیر ذکر اللہ کے نہ گزارا ہوتا۔ اس جملہ کے کئی معنے ہیں، ایک یہ کہ منافقین و ریاکار یہ سورتیں یاد نہ کر سکیں گے یا ان کی تلاوت نہ کر سکیں گے انہیں یہ دونوں سورتیں بہت دراز اور گراں معلوم ہونگی قلعیوں پر گراں بھی ہوں گی، دوسرے یہ کہ جادوگر وغیرہ ان سورتوں کا اثر اپنے جادو کے زور سے زائل نہیں کر سکتے اور ان کی تلاوت کرنیوالے کو نقصان نہیں پہنچا سکتے، تیسرے یہ کہ ان کی صداقت اس قدر ٹکا ہوا ہے کہ انہیں جھوٹے لوگ جھٹلا نہیں سکتے۔ عزت و عظمت کے ساتھ وفد کی شکل میں بارگاہ الٰہی میں

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ رَوَاهُ

کہ سورۂ بقرہ و آل عمران ایسے آئیں گے کہ گویا وہ سفید بادل ہیں یا کہ یہ سائبان ہیں جن کے درمیان کچھ فاصلہ ہو یا گویا پرندوں کی صف بستہ دو ٹولیاں ہیں جو اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔ مسلم۔ اور حدیث میں ہے حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابو المنذر کیا جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی آیت شاندار ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں، فرمایا اے ابو المنذر کیا جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی آیت شاندار ہے میں نے عرض کیا اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم تو حضور نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمہیں علم مبارک ہو اے ابو المنذر۔

پیشی کیلئے لائے جائیں گے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا۔ لطیفہ یہ سورتیں بعض پڑھنے والوں کیلئے سفید بادل کی طرح اور بعض کیلئے سیاہ شامیانہ کی طرح اور سایہ کرنے والی ہوں گی جن سے یہ لوگ گرمی محشر سے محفوظ ہوں گے یہ بادل یا شامیانے ان لوگوں کے ساتھ چلتے ہوں گے تمام اہل محشر ان کو دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن و کافر کی پہچان ہوگی اور جو شبہ کہ عربی میں شرق چمک کو کہتے ہیں یہاں اس سے ان دونوں سورتوں کے درمیان کا فاصلہ مراد ہے یعنی فاصلہ بسم اللہ شریف کا ہوگا یعنی بسم اللہ کی وجہ سے دونوں سورتوں میں فاصلہ و فرق کرتی ہے بعض نے فرمایا کہ شرق کے معنی نور و چمک کے ہیں یعنی ان دونوں سورتوں کے درمیان روشنی ہوگی مقصد یہ ہے کہ سورتیں نور کے بادل کی طرح ہوں گی مگر ان سے درمیان سے انتشار ہوگا بلکہ روشنی چمکتا ہوگا جیسا کہ ہمیں آفتاب وغیرہ کی روشنی محسوس ہوگی یہ چمک اور شعاع نور الٰہی کی ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے واشرقت الارض بنور ربھا یعنی اللہ تعالیٰ کے نور سے زمین چمکے گی اس تمام معانی و مطالب کی تشریح کی ہے جو عرض کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور یہ سورتیں شفاعت نصیب کریں گی حضرت ابی بن کعب کے نام سے یہ چاروں جواب ان کے علم کی بنا پر سوال ہے یعنی ابی بن کعب بتاؤ جو قرآن کریم تم نے حفظ کیا ہے اس میں بہت شاندار آیت کونسی ہے مرقات اس میں قرآن کریم کی تلاوت و اس کا حفظ بہتر قبول ہوا افضل اعظم سے مراد ثواب اور بیان کی زیادتی ہے اس کی زیادتی اضافی ہے البتہ حدیث میں ہے الخ نہیں کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری احادیث میں دوسری آیت کو تو یہ بات اور شارحین نے ہر ایک کی وجہ بیان کی ہے کی نظر میں قوی وجہ یہ ہے کہ ان دو سوالوں کے درمیان کے وقفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں جواب بطور فیضان القا فرما دیا پھر پوچھا تو آپ نے وہی القا کیا ہوا جواب عرض کر دیا حضرات صوفیا کبھی فکر سے کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر کبھی کوئی بات پوچھ کر فیض دیتے ہیں ان طریقوں کی اصل یہ حدیث ہے از لمعات و اشعۃ اللمعات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو نظر بھر کر دیکھا جس سے ان کے سینہ میں علوم کے دریا بہہ گئے یہ فرمان ہمارے

مسلم ۔ وعن ابی ھریرۃ قال وکلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوۃ رمضان فاتانی اٰت فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ وقلت لارفعنک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی محتاج وعلی عیال ولی حاجۃ شدیدۃ قال فخلیت عنہ فاصبحت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ھریرۃ ما فعل اسیرک البارحۃ قلت یا رسول اللہ شکا حاجۃ

مسلم روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک شخص آیا غلہ سے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا وہ بولا میں محتاج ہوں میرے عیال بھی ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا حال ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت

مرقن کے ہوئے مطلب کی ایک ہے یعنی اسے پانچ تھیں یہ علم غیبی مبارک ہوا کہ بغیر کتابیں پڑھے دانا کی دین واحد یا بہر کال کی ایک آنکھ و کر سے تمہیں سب کچھ آ گیا ۲؎ یعنی صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود فقراء میں تقسیم فرما دیں تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰی قبول فرمائے اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابوہریرہ کے سپرد ہوئی ۳؎ یعنی فطرے کا گندم چرانے اور لے جانے لگا میں نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت و نیز جن کل انسانی غذائیں سب کچھ کھاتے ہیں ساتھ ہی گوشت وغیرہ بھی کھاتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ابلیس کو کھانے کی کیا حاجت اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے اس لئے آیۃ الکرسی وغیرہ مال پر دم کر دی جائے تاکہ جن و انس کی چوری سے محفوظ رہے ۴؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اولیاء اللہ خصوصًا صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں ان حضرات نے تو بارہا فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے، دوسرے یہ کہ شیطان ان کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، یہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے جن کا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو اس کی گرفت سے کون چھوٹے تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شیطان گھبراتا ہے اور وہاں حاضری کی ہمت نہیں کرتا خیال رہے کہ قرآن کریم شیاطین کے متعلق فرماتا ہے انہ یرٰکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونہم کہ وہ اور اس کی ذریت تم کو دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے، آیت کا منشاء یہ ہے کہ تم ان جنات کو ان کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتے، لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں تو انہیں دیکھا جا سکتا ہے لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں (مرقات) یا آیت میں عام انسانوں کا ذکر ہے اور یہاں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ ۵؎ اس سے قرض وغیرہ معلوم ہوا کہ شیطان جھوٹ بولتا، وہ محتاج ہے نہ اس کے بال بچوں کو فاقہ ۶؎ یعنی وظیفہ نہ ابقی اس کی نگاہ میں ہیں عملی عمل کرنے والوں کو وہ مدد زمانہ مال پہنچاتا ہے جسے ناجائز دست غیب کہا جاتا ہے جائز دست غیب رب تعالٰی کی رحمت ہے، ناجائز دست غیب حرام ہے یا اس لئے چھوڑ دیا کہ ابھی اس نے چوری نہیں کی تھی ارادہ ہی کیا تھا یا چوری تو کر لی تھی مگر چوری مال کو پاک پہنچنے سے پہلے حق العبد بنتی ہے اور وہاں پہنچ کر حق اللہ بن جاتی ہے پہلی صورت میں بندہ اس سے مال چھین کر اسے چھوڑ سکتا ہے دوسری صورت میں بندہ معاف نہیں کر سکتا ہاتھ ہی کٹیں گے یا اس لئے کہ اگر زکوٰۃ و خیرات سے فقیر چوری کرے تو ہاتھ نہ کٹیں گے کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حق ہے جیسے بیوی بخیل خاوند کے

شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ
لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ
فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ
عِيَالٌ لَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا
فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ

عیال کا عذر کیا اس پر مجھے رحم آگیا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا حضور نے فرمایا وہ جھوٹا ہے پھر آئے گا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے گا میں اس کی تاک میں رہا وہ آیا اور غلہ لپ بھر کر لینے لگا میں نے پکڑ لیا اور کہا اب تو تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے جاؤں گا اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں بہت محتاج ہوں اور میرے اہل و عیال ہیں اب نہیں آؤں گا مجھے رحم آگیا اور میں نے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت اور اہل و عیال کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آگیا —
اور میں نے چھوڑ دیا حضور نے فرمایا وہ جھوٹا ہے پھر آئے گا مجھ کو حضور کے فرمانے سے یقین ہو گیا

ف: اس سے پہلے حق کے بقدر چوری کا ارادہ تو مجرم نہیں کہ اس نے چوری نہیں کی بلکہ اپنا حق لیا ہے اس حال حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انہیں چور کو چھوڑ دینے کا کیا حق تھا کہ یہ جب ہی نماز فجر کے بعد حاضر بارگاہ ہوا تو بغیر ہمارے کچھ عرض کئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پر ظاہر بھی چیزیں روشن ہیں اور کوئی چیز ان سے مخفی نہیں رہتی قبر کے اندر کے عذاب اور مردوں کے حال سے باخبر رہتے ہیں مصرع

بچشم نبی مافی الصدور — اقبال

ف: اس جگہ یہ قیدی کی عرض کی بھی کوئی توجیہ کی جائے کہ حضرت ابوہریرہ کو اس پر رحم کرنے کا بھی حق تھا اور چھوڑ دینے کا بھی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر عتاب نہ فرمایا کہ ابوہریرہ کو اس کے چھوڑ دینے کا بھی حق تھا اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ ہونے والے واقعات کا رب تعالیٰ نے علم بخشا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ بتا رہے ہیں۔ شعر

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب ۔ حق کل شیٔ خبیر آمدی

ف: یعنی آج شب کو میں خوب ہوشیار رہا اس لیے انہیں معاف نہیں ہو رہا اسے پکڑنا بھی تھا اور اس کا تماشہ بھی دیکھنا تھا کہ حضرت ابوہریرہ نے اس کا یہ قول کہ اب نہ آؤں گا اس کی توبہ سمجھا اس لئے چھوڑ دیا اسے سچا سمجھا اگر یہ اس کا جھوٹا ہونا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہو گیا تھا یہ رحمت اسکی توبہ پر ہوا کہ مستحق ہے لہٰذا اس بار بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ پر عتاب نہ فرمایا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے کوئی اعتراض نہیں یا یہ خیال فرمایا کہ یہ جھوٹا ہے تو ہر بار کا جھوٹ ہے اور اب سچ بول رہا ہے جھوٹا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گزشتہ جھوٹ کی خبر دی تھی اور اب سچ بول رہا ہے اس رحم کی وجہ بھی کیا درست ہو گی اس کے چھوڑ دینے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ
لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ
تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِيْ أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا إِذَا أَوَيْتَ إِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ اللّٰهُ
لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَّلَا يَقْرَبُكَ
شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ

علیہ وسلم کے اس فرمانے سے وہ پھر آئے گا یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں گھات میں رہا وہ آیا اور لپ بھر کر غلہ لینے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اب تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤں گا یہ تیسری بار ہے کہ تو کہتا ہے کہ نہ آؤں گا پھر آ جاتا ہے وہ بولا مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایسے کلمات سکھاتا ہوں کہ اللہ ان کی برکت سے تجھ کو نفع دے گا جب تو اپنے بستر میں جایا کرے تو آیۃ الکرسی اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم آخر آیت تک پڑھ لیا کر تجھ پر اللہ کی طرف سے محافظ رہے گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب نہ آسکے گا میں نے اسے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا ...

اسکو چھوڑ دینے سے منع نہ کیا تھا اس خیال سے کہ شیطان معرفت والا ضعیف ہے دوسری بار میں ہی کیا ... حضرت ابوہریرہ حیران ہیں کہ تو کہہ رہا ہے میں دوبارہ نہ آؤں گا ... یہ فرمایا کہ یہاں تم حضور ... اب تو آؤ گے ... دونوں طرح ... تیسری بار میں ... حقیقت ... میں تم پر ایک کمال ... احسان کرتا ہوں آپ کے ... مجھ پر احسان کریں کہ مجھے چھوڑ دیں ... احسان ہوتا ہے ابلیس کی اس خوشامد سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہوئے بہت گھبراتا ہے ... حاضر ہو جاتے ... آپ کی ... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت ... شیطان ... کہ کہتا ہے انی اخاف اللہ رب العالمین ... جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ... مسلمان کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی ہیبت چاہیے ... اقبال یوں دعا کرتے ہیں۔ شعر

مکن رسوا حضور خواجہ ما را ✤ حساب من ز چشم او نہاں گیر

یعنی سونے کے لئے لیٹیں بستر پر یا فرش خاک پر یا تخت پر بستر کا ذکر عرف کی بنا پر ہے اور سونا خواہ دن میں ہو یا رات میں ... خود رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گا کہ گھر گرنے آگ لگ جانے وغیرہ سے محفوظ رہے گا اور مال چوری وغیرہ سے ... جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔ یعنی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لئے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آسکے گا، مطلقاً قریب آنے کی نفی نہیں البتہ حدیث پر یہ اعتراض ... دیکھا گیا ہے کہ ہم آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی احتلام ہو جاتا ہے اور احتلام شیطان سے ہوتا ہے ... آیۃ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز قضا نہ کرا سکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے ان شاء اللہ گھر میں چور سانپ وغیرہ نہ آئیں گے ... شیطان اسے اس موقع پر غافل نہ کر سکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے ان شاء اللہ آنکھ کھل جائے گی اور ... محفوظ رہے گا ... اس پر رحم کھا کر نہ چھوڑا بلکہ اس کے احسان کے عوض ... اس چھوڑ دینے میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ تھی

أَسِيْرُكَ قُلْتُ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِيَ اللّٰهُ بِهَا قَالَ أَمَا أَنَّهُ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ وَ
تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلٰثِ لَيَالٍ قُلْتُ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِنْ

تمہارے قیدی کا کیا ہوا میں نے عرض کیا اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے نفع دے گا حضور نے فرمایا وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا اور کیا جانتے ہو کہ تم تین دن تک کس سے گفتگو کر رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے (بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں جب حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے اوپر سے آواز کی سنی

کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا تھا۔ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے اور آیات قرآنیہ کے احکام اور اسرار و اشارات سے بھی خبردار ہے۔ امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ شیطان ہر دین کا بچہ بڑے اہل سے تفصیل وار واقف ہے اور ہر شخص کی نیت و ارادہ پر مطلع ہے۔ اس کے بغیر وہ خلق کو بہکا نہیں سکتا۔ جب اس بہکانے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا وہ ای طاقت بخاری سے زیادہ چاہیے قرآن کریم فرماتا ہے۔ انہ یرٰکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونہم شیطان اور اس کی ذریت تم سب کو دیکھتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے جب وہ حاضر ناظر ہے کیونکہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے تو جس کے ذمہ خلق کی ہدایت ہے وہ بھی حاضر و ناظر ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے یہ کہ شیطان کافر کبھی کچھ سچ بول دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مومن کو چاہیے جہاں سے اچھے علم ملے لے لے۔ ہاں بد دین کو استاد نہ بنائے۔ یہاں حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو استاد نہ بنایا جیسے قابیل کو کوے نے طریقہ دفن سکھایا مگر کوا ان کا استاد نہ تھا خیال رہے کہ کافر بے دین کی اچھی بات پر بلا اعتماد کرے لیکن جب وہ شہد میں زہر ملا رہا ہو۔ یہاں جناب ابوہریرہ نے شیطان کی جب مانی جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و تصدیق فرمادی۔ چوتھے یہ کہ آیۃ الکرسی دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے خود شیطان اس کی خبر دے گیا میرے بھاگنے کا ذریعہ آیۃ الکرسی ہے بھگانے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمادی۔ اور بھاگنے والے مردود نے بھی اس کی خبر دے دی۔ پانچویں یہ کہ کافر کی بھی بات کی مسلمان تصدیق و تائید کر سکتا ہے۔ چھٹے یہ کہ ابلیس تھا جو اس مال میں برکت ملانے آیا تھا ورنہ اسے چوری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ حدیث تسخیر جنات کی اصل ہے۔ بعض عامل حضرات جنات کو اپنے عمل سے قید کر دیتے ہیں۔ بالکل حق ہے دلیل یہ حدیث ہے۔ فقیر کی اس مذکورہ شرح سے حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے۔ اول یہ کہ حضرت ابوہریرہ کو شیطان نظر کیسے آگیا قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابوہریرہ کی گرفت میں شیطان کیونکر آگیا وہ تو ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جا سکتا۔ تیسرے یہ کہ شیطان کو چوری کی کیا ضرورت ہے۔ چوتھے یہ کہ حضرت ابوہریرہ کو اسے پکڑ کر چھوڑ دینے کا کیا حق تھا۔ پانچویں یہ کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے اور پھر آئیگا۔ تو جناب ابوہریرہ نے اس کی بات کا اعتبار کیوں کیا۔ چھٹے یہ کہ شیطان کو کیا خبر کہ قرآن کریم کی کس آیت میں کیا تاثیر ہے۔ ساتویں یہ کہ اس سے لازم آیا کہ شیطان حضرت ابوہریرہ کا استاد ہو گیا۔ سمع کا فاعل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اگلی ضمیریں بھی انہیں کی طرف راجع ہیں۔ نقیض نقض سے بنا جیسے ٹوٹنا چونکہ لکڑی وغیرہ کے ٹوٹنے کے وقت کٹ آواز پیدا ہوتی ہے اس لئے اب ہر سخت آواز کو نقیض کہہ دیتے ہیں

فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَ بِهِمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو اپنے سر مبارک کو اٹھایا حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ آسمان کا یہ دروازہ کھولا گیا ہے آج کے سوا کبھی نہیں کھولا گیا اس سے ایک فرشتہ اترا جبرئیل نے کہا یہ وہ فرشتہ ہے جو زمین پر اترا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں اترا اس فرشتہ نے سلام کیا پھر کہا آپ خوش ہو جائیں دو نوروں سے جو آپ کو دیئے گئے آپ سے پہلے کسی نبی کو نہ دیئے گئے سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں ان دونوں کا ایک حرف بھی آپ نہ پڑھیں گے مگر آپ کو اس کا عطیہ دیا جائے گا (مسلم) روایت ہے حضرت ابو مسعودؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو کوئی رات میں پڑھے تو یہ اسے کافی ہیں (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو الدرداءؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۔ خیال رہے کہ آسمان کے بے شمار دروازے ہیں جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں بعض دروازوں سے رزق اترتے ہیں بعض سے عذاب بعض سے رحمتیں اترتی ہیں بعض سے خاص فرشتے اترتے ہیں ایک دروازہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھولا گیا۔ آج کا یہ دروازہ اس فرشتے کیلئے کھولا گیا تھا اس سے پہلے نہ یہ فرشتہ کبھی زمین پر آیا تھا نہ یہ دروازہ کبھی کھلا تھا یعنی نہ کسی کام کیلئے یہ زمین پر آیا نہ کسی پیغمبر کو کوئی پیغام سنانے کیلئے یہ فرشتہ صرف آج ہی آیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا یہ اس فرشتہ کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت و عزت کے اظہار کیلئے ہے ورنہ یہ پیغام تو حضرت جبرئیل بھی عرض کر سکتے تھے کیونکہ یہ دونوں سورتیں دنیا میں سیدھے راستہ کی ہادی ہیں اور پل صراط پر روشنی جس کے ذریعہ ان کی تلاوت کرنے والا سیدھی سے ملے گا اس لیے انہیں نور فرمایا خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی نور ہیں پھر آپ کو یہ نور ملے تو نور علیٰ نور ہوئے یعنی آپ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کو ایسی شاندار آیات و سورتیں نہ ملیں توریت و انجیل وغیرہ میں ایسی شان کی آیات نہیں ہیں تو سارا قرآن شریف ہی ان کتب سے افضل ہے مگر یہ آیات بہت ہی افضل ہیں جیسے سورۃ بقرہ کا آخری رکوع لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ تک۔ یعنی ان آیات کے ہر حرف کی تلاوت پر آپ کو اور آپ کے طفیل سے آپ کی امت کو خصوصی ثواب ملیگا علاوہ تلاوت کے ثواب کے کہ وہ ثواب تو قرآن شریف کے تمام حروف پر ہے دس نیکیاں ہر حرف سے مراد آیت ہے یعنی ان میں جو آیات دعائیہ ہیں ان میں سے ہر آیت قبول ہوگی اور دوسری آیت کی دعا ان شاء اللہ منظور ہوگی مرقات ان دونوں جگہ میں بہت شاندار دعائیں ہیں یعنی ہر طرح میں کافی ہیں کہ ان کا تلاوت کرنے والا ان شاء اللہ ہر بلا سے محفوظ رہتا ہے اور اگر آفات آ بھی جائیں تو ان شاء اللہ مشکل حل کر دیتا ہے یا تمام دینی و دنیوی آفتوں کی طرف سے کافی ہیں یا نماز تہجد میں جو ان آیتوں کی تلاوت کیا کرے تو بہت سی تلاوت سے کافی ہیں بہتر ہے کہ نماز تہجد میں اس کی تلاوت ضرور کی جائے کہ بہت ہی مفید ہے ایک رکعت میں یہ آیات پڑھے دوسری میں اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ تک ان شاء اللہ حضور قلبی بھی نصیب ہوگا اور بہت فیضان بھی میسر ہوگا اگر شروع رات میں بھی پڑھ لی جائیں اور تہجد میں بھی بہت مفید ہے۔

مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ فِيْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَيْفَ
يَقْرَاُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ وَّكَانَ
يَقْرَاُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

کہ جو شخص سورہ کہف کی دس آیتیں یاد کرے اسے دجال سے بچایا جائے گا (مسلم) اور حضرت ابو درداء راوی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے اس سے کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھ لیا کرے لوگوں نے عرض کیا تہائی قرآن کیسے پڑھا جا سکتا ہے فرمایا قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے (مسلم) بخاری میں حضرت ابو سعید سے روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی امامت نماز میں کرتا تھا تو ہمیشہ قل ھو اللہ احد پر قرأت ختم کرتا تھا جب صحابہ لوٹے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

اسی طرح کہ وہ شخص اس کی تلاوت کرتا رہے یا ہر جمعہ کو بعض لوگ ہر جمعہ کو سورۂ کہف کی تلاوت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے یہ ظاہر ہے کہ دجال سے مراد وہی بڑا دجال ہے جو قرب قیامت نکلے گا اس کا فتنہ تمام فتنوں سے بڑا ہو گا ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا لیکن اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانہ میں دجال ظاہر ہو تو انشاء اللہ اس کے فتنے سے محفوظ رہے گا اور یہ ممکن ہے کہ دجال سے مراد تمام فتنہ گر بے دین لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے [illegible] [illegible] کی تلاوت مشکل ہے ایک دو دن تو محنت کر کے پڑھا جا سکتا ہے شارحین نے اس جملہ کے بہت معنی کئے ہیں بہترین معنی یہ ہیں کہ ایک بار قل ھو اللہ احد پڑھنے کا ثواب دس پارے کی تلاوت کرنے کے برابر ہے لہٰذا تین بار تلاوت کر لینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے ختم شریف وغیرہ میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں اگر سورۂ اخلاص تین بار، اس عمل کی اصل یہی حدیث ہے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، قصے، احکام، اور سورۂ اخلاص میں ذات و صفات الٰہی کا کامل ذکر ہے اس لئے یہ سورۃ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب رکھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آیات دیگر آیات سے افضل ہیں۔ کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا سردار قوم کو ہے جب کہ وہ علم شریعت رکھتے ہوں چونکہ یہ اس فوج کے کمانڈر تھے اس لئے ان کے امام بھی رہے یعنی ہر نماز کی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے قرأت ختم کرنے کے یہی معنی ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں اور سورہ پڑھ کر قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے کیونکہ یہ تو مکروہ ہے یا تو شکایت کے طور پر یا تحقیق کے لئے کیونکہ صحابہ کرام نماز میں کوئی سورۃ مقرر نہ کرتے تھے فرائض میں یہ مکروہ بھی ہے ان نوافل میں سورتوں کا مقرر کرنا جائز ہے مثلاً کوئی شخص ہمیشہ تہجد میں قل ھو اللہ ہی پڑھا کرے اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کی شکایت استاد سے، مرید کی شکایت پیر سے، مقتدی کی اپنے امام کی شکایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ اِنَّ حُبَّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ

حضور انور نے فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے تھے لہ لوگوں نے ان سے پوچھا وہ بولے اس لیے کہ یہ رحمٰن کی صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا بڑا پسند ہے لہ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں خبر دیدو کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے لہ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس سورۃ قل ہو اللہ احد سے بڑی محبت کرتا ہوں سرکار نے فرمایا تیری یہ محبت تجھے جنت میں پہنچا دیگی لہ (ترمذی) اور بخاری نے اس کے معنی کی روایت کی لہ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں

مسلمان باسلوم ہے کر سکتے ہیں یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے ۔ لہ یعنی نماز کو مختصر کرنے کیلئے قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے یا اس لئے کہ انہیں دوسری سورتیں کم یاد ہیں یا کسی اور وجہ سے معلوم ہوا کہ فریقین کا بیان لے کر حاکم کو فیصلہ کرنا چاہیئے اور یہ فیصلہ کیا ہو خبر معروف ایک طریقے کے بیان پر دیا جا سکتا ہے دیکھو حضور علیہ السلام نے مجلس میں واعظ شکوی میں ملکہ کا بیان لے کر فیصلہ دیا تھا یہ حدیث تعلیم فیصلہ کے لئے ہے لہ یعنی مجھے اللہ تعالٰی سے محبت ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کا ذکر پیارا ہوتا ہے اور وہ سلطان کا ذکر ہے اس لئے میں بھی اخلاص ہر رکعت میں سورۃ پڑھتا رہتا ہوں اور دوسری سورتیں بھی پڑھتا ہوں لہ یعنی اس سورۃ سے محبت کرنے کی بنا پر یا اللہ تعالٰی سے محبت کرنے کی بنا پر اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات ذات و صفات الٰہی سے محبت کرنا اور یا اللہ تعالٰی کے محبوب بن جانے کا ذریعہ ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بلکہ ان کی اطاعت خدا کی محبت کا ذریعہ ہے رب تعالٰی فرماتا ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب بندوں کے ایسے حالات سے خبردار ہیں جن کی خود ہمیں بھی خبر نہیں ۔ محبوب خدا یا مردود بارگاہ ہونا ایک ایسی چھپی ہوئی حالت ہے جو کسی دلیل یا علامت سے معلوم نہیں ہو سکتی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی خبردار ہیں اس ایک جملہ میں اس کے تقوے پر استقامت ایمان پر خاتمہ بخیر حشر میں نجات جنت میں داخلہ سب کی خبر دے دی گئی ۔ ظاہر یہ ہے کہ ان صحابی کو ہمیشہ نماز میں سورہ اخلاص پڑھنے کی اجازت دے دی گئی یہ اجازت ان کی خصوصیات سے ہے دوسرے لوگ اس پر عمل نہ کریں کہ مکروہ ہے اکثر دوسرے صحابہ نے یہ خوشخبری سن کر خود یہ عمل شروع نہ کر دیا لہٰذا یہ حدیث فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں کہ اس طرح کرنے والے کا تاکثر یا کرنا ہے پہلا قول زیادہ قوی ہے (مرقات) لہ سبحان اللہ کیا مختصر اور جامع جواب ہے یعنی تو اس سورت سے محبت کی بنا پر جنت کا پیارا بن جائیگا ، اور اللہ کے پیارے کی جگہ جنت ہی تو ہے ۔ بعض لوگ سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ ، وَالضُّحٰی اور سورۂ فتح و احزاب سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی سورتیں ہیں ان کی یہ محبت بھی انشاء اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے لہ یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ اس نے پہلی فصل میں ترمذی کی حدیث نقل کی حالانکہ بخاری میں اس کی شکل موجود تھی چنانچہ بخاری نے حضرت انس سے تعلیقاً ایک بڑا واقعہ روایت کیا کہ ایک انصاری مسجد قبا شریف میں امام تھے وہ ہر رکعت میں الحمد پڑھ کر پہلے سورہ اخلاص پڑھتے پھر دوسری سورۃ اس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا انہوں نے فرمایا کہ میں امامت چھوڑ دونگا مگر سورۂ اخلاص پڑھنا نہیں چھوڑونگا چونکہ وہ افضل صحابہ میں سے تھے اس لئے لوگ ان کی امامت کو غنیمت جانتے تھے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألم تر آيات أنزلت الليلة لم ير مثلهن قط قل أعوذ برب الفلق وقل أعوذ برب الناس رواه مسلم، وعن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا أوى إلى فراشه كل ليلة جمع كفيه ثم نفث فيهما فقرأ فيهما قل هو الله أحد وقل أعوذ برب الفلق وقل أعوذ برب الناس ثم يمسح بهما ما استطاع من جسده يبدأ بهما على رأسه ووجهه وما أقبل من جسده يفعل ذلك ثلث مرات متفق عليه وسنذكر حديث ابن مسعود لما أسري برسول الله صلى الله عليه وسلم في باب المعراج إن شاء الله تعالى

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم نے نہ دیکھا کہ آج رات وہ آیتیں اتریں جن کی مثل کبھی دیکھی نہ گئیں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب اپنے بستر شریف پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھ جمع کرکے ان میں پھونکتے پھر ان میں قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے[2] پھر جس قدر ہو سکتا ان ہاتھوں کو اپنے جسم پر پھیرتے ابتدا اپنے سر مبارک اور چہرہ پاک اور جسم کے سامنے والے حصہ سے فرماتے یہ تین بار کرتے[3] (مسلم، بخاری) اور حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی ہم ان شاء اللہ باب المعراج میں بیان کریں گے[4]...

[1] یہ دونوں سورتیں ... میں پیش کیا گیا جس پر ... کر یہ فیصلہ دیا (مرقات) اس حدیث کو ... اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ [2] خیال رہے کہ ... عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور یہ فرمان ... کے لیے تعویذ اور دم کے متعلق ... سب میں یہ سورتیں افضل ہیں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قل ھو اللہ احد تو ان سورتوں سے بھی افضل ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بسم اللہ سورت کا جز نہیں کیونکہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کا ذکر نہ فرمایا قل اعوذ سے سورۃ کی ابتدا بتائی۔ ... بسم اللہ والی بھی ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ دونوں سورتیں قرآن میں داخل ہیں اسی پر امت کا اجماع ہے لہٰذا ان کو قرآن نہ ماننے والا کافر ہے ... حضرت ابن مسعود اور ابی ابن کعب نے انہیں قرآن نہ مانا غلط ہے ان بزرگوں پر تہمت ہے (مرقات) [3] ... سے معلوم ہوا کہ یہ عمل ... رات کو سوتے وقت کرتے تھے بستر سے مراد خواب گاہ ہے لہٰذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کرکے سوتے۔ نفخ اور نفث دونوں کے معنے ہیں پھونکنا مگر نفخ میں محض سانس نکلتا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب بھی شامل ہوتا ہے۔ یہاں ... جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ یا جیسے اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم۔ یعنی جب بستر پر بیٹھے اور دم کرنا چاہتے تو یہ سورتیں پڑھتے یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہٰذا ... بعض نسخوں میں ... تب تو بالکل ... تاکہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکت بھی شامل ہو جاوے اس سے بزرگوں کا دم درود یا مریض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے اس سے آفات سے حفاظت رہتی ہے۔ [4] یہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم نے اسے باب المعراج میں بیان کریں گے کیونکہ وہ اس باب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

الفصل الثانی عن عبد الرحمٰن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثة تحت العرش یوم القیمة القرآن یحاج العباد له ظهر وبطن والامانة والرحم تنادی الا من وصلنی وصله اللہ ومن قطعنی قطعه اللہ رواہ فی شرح السنة وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی

دوسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا قیامت کے دن تین چیزیں عرش کے نیچے ہوں گی ایک قرآن کریم جو بندوں کی طرف سے جھگڑے گا اس کا ایک ظاہر ہے ایک باطن دوسری امانت تیسری رحم جو پکارے گا کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے اور جس نے مجھے توڑا اللہ اسے توڑے (شرح السنہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن والے سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور جنت کی سیڑھیاں چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے دنیا میں پڑھا کرتا تھا

۱ـ یعنی ان تین چیزوں کو بہت ہی عزت و قرب الٰہی عطا فرمایا جائے گا، کہ خاص عرش اعظم کے نیچے انہیں جگہ دی جائے گی جیسے وزیر کی نشست بادشاہ کے بہت قریب ہوتی ہے اور ان کے طفیل ان کے عاملوں کو بھی عزت و قرب نصیب ہوگا، اللہ تعالٰی ان کا اجر ضائع نہ کرے گا ان تینوں سے مراد قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں۔ ۲ـ اور جھگڑنے سے مراد جھگڑ جھگڑ کر ان کی شفاعت کرنا ہے، یعنی قرآن شریف اپنے تلاوت کرنے والوں اور اپنے عاملین کی شفاعت رب تعالٰی سے جھگڑ جھگڑ کر کرے گا، یہ جھگڑنا مقابلہ نہیں بلکہ ناز کا ہوگا ۳ـ یعنی قرآن پاک کے بعض معنے ظاہر ہیں جو عام مسلمان سمجھ لیتے ہیں، بعض مخفی جو صرف اہل دل ہیں جن تک عارف کی رسائی ہے یا تلاوت قرآن پاک کا ایک ظاہر ہے، یعنی الفاظ کا زبان سے پڑھنا اور ایک باطن یعنی اس میں غور و تدبر کرنا یا شرعی احکام قرآن کا ظاہر ہے اور طریقت کے اسرار اس کا باطن جیسے بدن انسان ہمارا ظاہر ہے اور روح انسان ہمارا باطن مطلب یہ ہے کہ قرآن کی شفاعت بقدر تعلق ہوگی، ظاہر قرآن والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا اور باطن قرآن سے تعلق رکھنے والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا ۴ـ امانت سے مراد خلق و خالق کے حقوق ہیں جو ہمارے ذمہ واجب الادا ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے انا عرضنا الامانة علی السموات و الارض الخ یہاں امانت کے یہ معنے بھی کئے گئے ہیں یا امانت سے مراد عشق الٰہی اور عشق رسول ہے کہ قرآن کو عشق سے بہت تعلق ہے [illegible] انسان کے آپس کے قرابت داریاں ہیں چونکہ ان قرابت داریوں کا تعلق عورت کے رحم سے ہے اس لئے ان قرابتوں کو رحم فرمایا جاتا ہے چونکہ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنا بہت ضروری ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے، وآت ذا القربی حقه الخ اس لئے یہ بھی وہاں ہوگا خیال رہے کہ دنیا کے اعمال کی قیامت میں شکلیں ہوں گی اور اعمال کی شکل و صورت ہوگی یہ بات بھی کریں گے، جیسے یہاں خواب میں اعراض اجسام نظر آتے ہیں ۵ـ یعنی دنیا میں جس نے اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا کئے آج اسے قرب الٰہی اور رحمت الٰہی نصیب ہوں گے، اور جس نے دنیا میں اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا نہ کئے ان سے تعلق نہ رکھا آج وہ خدا کی رحمت سے دور ہوگا رحم کا یہ پکارنا رب تعالٰی کے حکم سے ہوگا جیسے حکام کے چپڑاسی کچہری کے دروازے پر اعلانات کرتے ہیں خیال رہے کہ بندے پر تین قسم کے حق ہیں، اللہ تعالٰی کے، عام انسانوں کے اور خاص قرابت والوں کے قرآن پاک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے امانت کا تعلق عام لوگوں سے اور رحم کا تعلق اپنے عزیز و اقارب قرابت داروں سے اس لئے یہ تینوں عرش اعظم کے نیچے ہوں گے کامیاب وہ بندہ ہے جو ان سب حقوق کو ادا کر کے جائے ۶ـ قرآن والے سے مراد وہ مسلمان ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا ہو، اور اس پر عامل ہو وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھتا ہو اور قرآن اس پر لعنت کرتا ہو کہ یہ تلاوت تو عذاب الٰہی کا باعث ہے، بعض اگر یاد در

الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِي وَمَسْأَلَتِي أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِينَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ

کیونکہ تیرا ٹھکانہ وہاں ہے جہاں تو آخری آیت پڑھے گا (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے جسے قرآن میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے مشغول کر دے اسے میں مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت

عیسائی بھی قرآن پاک پر اعتراضات کرنے کے لئے قرآن پاک پڑھتے بلکہ حفظ تک کر لیتے ہیں۔ ۲ یہاں صاحب قرآن سے مراد قرآن کا حافظ ہے (مرقات)۔ ۳ جنت کے درجات آیتوں کی تعداد پر ہیں جس قدر درجہ کی بلندی ہوگی اسی قدر بہتر۔ ان شاء اللہ اس دن تلاوت قرآن مومن کے لئے پیروں کا کام دے گی یا اس سے مراتب قرب الٰہی میں ترقی کرنا مراد ہے یعنی تلاوت کرتا جا اور رب سے قریب تر ہوتا جا۔

۱ یعنی جہاں تیرا پڑھنا ختم ہو وہاں تیرا درجہ ختم۔ وہاں اسی قدر تلاوت کر سکے گا جس قدر تلاوت دنیا میں کرتا تھا اور جس طرح آہستہ یا جلدی یہاں تلاوت کرتا تھا اسی طرح وہاں کرے گا۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنت کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درجے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات اتنی ہی ہیں اور ہر آیت پر ایک درجہ ملتا ہے اگر درجے اس سے کم ہوں تو یہ حساب کیسے درست ہو اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان (مرقات)۔ دوسرے یہ کہ جنت میں کوئی عبادت نہ ہوگی سوائے تلاوت قرآن کے مگر یہ تلاوت ترقی درجات کے لئے ہوگی جیسے فرشتوں کی تسبیح۔ تیسرے یہ کہ دنیا میں تلاوت قرآن کریم کا عادی بعد موت ان شاء اللہ حافظ قرآن ہو جائے گا ورنہ یہ شخص وہاں بغیر قرآن دیکھے سارا قرآن کیسے پڑھ سکتا ہے۔ چوتھے یہ کہ بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت بہت مفید ہے کہ یہاں تلاوت کو متعلق رکھا گیا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن میں تفکر کرنا محض تلاوت سے افضل ہے اسی لئے حضرت صدیق اکبر حفاظ صحابہ سے افضل ہوئے لہٰذا جنت میں ساری امت سے اونچے درجہ میں وہی ہوں گے۔ ۲ جوف کے لغوی معنی ہیں پیٹ اسی لئے معدہ وغیرہ کو جوف یعنی خالی پیٹ والا کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔ مگر یہاں جوف سے مراد دل یا سینہ ہے۔ گھر کی آبادی انسان و سامان سے ہے دل کی آبادی قرآن سے باطن یعنی روح کی آبادی ایمان سے تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان و سامان سے خالی گھر ویران۔ شعر

آباد وہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے ۔ جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

۳ قرآن سے مراد حفظ قرآن یا تلاوت قرآن یا تفکر و تدبر فی القرآن ہے جیسے حفاظ یا قاری قرآن یا تجوید پڑھانے میں یا علماء دین قرآن کریم سے مسائل مستنبط کرنے

عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ

تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اپنی مخلوق پر (ترمذی، دارمی، بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کتاب اللہ (قرآن کریم) کا ایک حرف پڑھے گا تو اسے ایک نیکی ملے گی اور نیکی کا دس گنا ملتی ہے میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث

میں اتنا مشغول رہے کہ اسے دیگر وظیفے و دعاؤں کا وقت ہی نہ ملے اسی طرح جو مسلم تعلیم علوم قرآن کی مشغولیت کی وجہ سے درود وظیفے دعائیں نہ کر سکے یہاں دعاؤں وظیفوں سے مراد وہ دعائیں وظیفے ہیں جو قرآن مجید کے علاوہ ہیں ورنہ قرآن شریف میں خود بہت دعائیں وظیفے ہیں کہ اعطی متکلم کے صیغہ سے ہے اسی لئے سائلین منصوب آیا خیال رہے کہ رب تعالیٰ سے دعائیں مانگنا صراحۃً اور صاف صاف بھیک مانگنا ہے مگر تلاوت قرآن یا تعلیم قرآن بالواسطہ بھیک ہے جیسے ہمارے دروازہ پر بھکاری کھڑے ہو کر ہماری تعریفیں کرتے ہیں کہ آپ بڑے سخی داتا ہیں یوں ہی درود شریف دعا بیہ ہے بھکاری سخی کے بال بچوں کو دعائیں دے کر در پردہ بھیک مانگتے ہیں کہ بچے جیتے رہیں جان مال کی خیر ہو ہم بھی رب تعالیٰ کے محبوب کو دعائیں دے کر اس سے بھیک مانگتے ہیں اسی لئے درود شریف کے متعلق بھی مشکوٰۃ شریف میں گذر چکا کہ جو شخص درود شریف میں مشغولیت کی وجہ سے دعا نہ مانگ سکے اس کے تمام ضروریات خود ہی پورے ہوں گے اور دکھ درد، رنج و غم خود بخود دفع ہوتے رہیں گے۔

۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمان عالی ہے جیسے کلام کی شان متکلم کی شان کے بقدر ہوتی ہے ایک بات فقیر کہے اس پر کوئی دھیان بھی نہیں دیتا وہی بات بادشاہ کہے تو دنیا میں دھوم مچ جاتی ہے چونکہ کلام اللہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے تمام مخلوق کے کلام سے یقیناً افضل ہے اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد خدا تمام خلق سے افضل ہیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تمام خلق کے کلام سے بعد قرآن افضل ہوں گی ۳؎ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے عطیہ عوفی کے کہ ان میں کچھ ضعف ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے خصوصاً جبکہ دوسری روایتوں یا قرآنی آیتوں سے اسے قوت پہنچ جائے اس حدیث کو دوسری اسنادوں سے قوت حاصل ہے اس لئے اسے ترمذی نے حسن فرمایا

۴؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو علیحدہ پڑھا جائے لہٰذا الٓمّٓ تین حرف ہیں اور ذٰلِکَ ایک حرف مرقات مگر قوی یہ ہے کہ حرف سے مراد مطلقاً حرف ہے علیحدگی کے قابل ہو یا نہ ہو کیونکہ حدیث پاک میں کوئی قید نہیں لہٰذا قرآن کریم میں لفظ اللہ پڑھنے سے چالیس نیکیاں ملیں گی خیال رہے کہ قرآن پاک میں خبیث چیزوں کے نام بھی ہیں جیسے ابی لہب، ابلیس، شیطان، خنزیر وغیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی ثواب یہی ملتا ہے کیونکہ یہ حروف یا ان کے ترجمے برے نہیں بلکہ ان کے مصداق خبیث ہیں یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے ۵؎ اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بالحسنة فله عشر امثالها یہ تو ادنیٰ ثواب ہے آگے رب تعالیٰ کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے واللہ یضاعف لمن یشاء مرقات میں فرمایا کہ یہ

حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ اِسْنَادًا ۔ وَعَنِ الْحَارِثِ قَالَ مَرَرْتُ فِی الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ یَخُوْضُوْنَ فِی الْاَحَادِیْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَوَقَدْ فَعَلُوْهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِیْهِ نَبَاُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَیْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ

اسناد کے لحاظ سے صحیح غریب ہے روایت ہے حضرت حارث سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گزرا تو لوگ بات چیت میں مشغول تھے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ کو اس کی خبر دی تو فرمایا کیا لوگ یہ حرکت کرنے لگے میں بولا ہاں فرمایا آگاہ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب فتنہ ہوگا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے نجات کی سبیل کیا ہے فرمایا اللہ تعالٰی کی کتاب جس میں تم سے اگلوں کی خبریں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے آپس کے فیصلے ہیں قرآن فیصلہ کن ہے

ثواب تو عام اوقات کا ہے، مکہ معظمہ و مدینہ میں تلاوت کا ثواب اس حدیث سے معلوم کرو کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار۔ شے جو حروف میں حروف معانی یعنی حرف جار اور حرف مفید، حالانکہ سب کو حرف ہی کہا جاتا ہے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تفسیر فرمائی کہ الف لام میم کو حرف فرمایا حالانکہ یہ حروف کے نام یعنی اسمائے حروف ہیں اس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ الف میں تین حرف ہیں ا، ل، ف مگر اس کو ہم ایک حرف ہی مانتے ہیں کہ قرآنی تلاوت میں یہ ایک حرف ہو کر آتا ہے اگرچہ اس کے اجزا تین ہیں بعض شارحین نے کہا کہ الم تو کیونکہ الم کی تیس نیکیاں ہیں اور آیۃ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ میں الف کی نوے نیکیاں ہیں کیونکہ اس میں حرف نو ہیں اسمائے حروف اگرچہ تین ہیں مگر یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ ملفوظ یعنی لکھے ہوئے حروف مراد ہیں نہ کہ ملفوظی یعنی پڑھے ہوئے حروف اور مکتوبی حروف سورۂ فیل و بقرہ میں یکساں ہیں

۱؎ اسنادًا کا تعلق صرف غریب سے ہے یعنی یہ حدیث اسناد میں غریب ہے ورنہ متن میں اس کا حق تو صحیح ہے، مرقات۔ ۲؎ احادیث سے مراد دنیاوی باتیں ہیں جو مسجد میں حرام ہیں اگرچہ جائز باتیں ہی ہوں، نہ کہ غیبت و چغلی وغیرہ حرام گفتگو تو ہر وقت حرام ہے، احادیث سے مراد احادیث نبویہ نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا کیونکہ مسجد میں حدیث شریف و فقہ وغیرہ دینی علوم کا درس بہترین عبادت ہے، اصحاب صفہ مسجد نبوی میں رہتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سارے دینی علوم سیکھتے تھے، یہ حارث تابعی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدام خاص میں سے ہیں گو اگرچہ اس وقت اور صحابہ بھی موجود تھے مگر آپ خصوصیت سے حضرت علی کے پاس گئے کہ حضرت علی دروازہ شہر نبوت ہیں انا مدینۃ العلم وعلی بابہا یہ حدیث اگرچہ اسناد متفرقہ سے ضعیف ہے مگر قوی حدیث صحیح ہے، مرقات۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں فتنوں سے مراد وہ لڑائیاں اور جھگڑے ہیں جو صحابہ میں رونما ہوئے اور مسجدوں میں دنیاوی باتیں کرنا ان فتنوں کے ظہور کی علامت ہے یعنی اب وہ وقت قریب آ گئے کیونکہ مسجد میں دنیاوی باتیں ہونے لگیں، بعض نے اس سے مراد آگے کا فتنہ دجال کا ظہور لیا مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں خیال رہے کہ فتنہ عالم معصیت یا آزمائش کو کہتے ہیں۔ ۴؎ یعنی ایسا کون سا کام کیا جائے جس سے ان فتنوں سے مسلمان بچا رہے۔ ۵؎ قرآن کریم پر عمل یا اس کی تلاوت میں مشغولیت، معلوم ہوا کہ بعض نیکیوں کی برکت سے انسان دنیاوی آفات سے محفوظ رہتا ہے، درود شریف کی کثرت موت و زندگی کے فتنوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ ۶؎ یعنی قرآن شریف ایسی جامع کتاب ہے کہ اس میں گزشتہ امتوں و واقعات آئندہ تا قیامت بلکہ بعد قیامت کے حالات بھی ہیں اور عبادات و معاملات و سیاسیات بھی ہیں۔

لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِي غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ

وہ غیر درست نہیں ہے جو ظالم اسے چھوڑ دیگا اللہ اس کے ٹکڑے اڑا دیگا۱؎ اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اللہ اسے گمراہ کر دیگا۲؎ وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہ حکمت والا ذکر ہے وہ سیدھا راستہ ہے۳؎ قرآن وہ ہے جس کی برکت سے خیالات بگڑتے نہیں۴؎ اور جس سے دوسری زبانیں مشتبہ نہیں ہوتیں۵؎ جس سے علماء سیر نہیں ہوتے۶؎ جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا۷؎ جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۸؎

۱؎ یہ جملہ یا خبر ہے یا بددعا یعنی جو شخص قرآن کے خلاف چلے خدا اس کے ٹکڑے اڑا دے گا یا جو اس کے علاوہ دوسری راہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے برباد کر دیگا جیسے دور حاضر ... خیال ہے کہ قرآن شریف کو ناحق جانتے ہیں ... کفر ہے اور اسے حق جان کر عمل نہ کرنا فسق ہے۔ مجبوراً اس پر عمل نہ کر سکنا معذوری ہے جس پر پکڑ نہیں۲؎ پہلی صورت مراد ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔ غیر قرآن سے مراد علوم فلسفیہ یا کفار ملکی ... ہے حدیث و فقہ غیر قرآن نہیں کہ یہ دونوں قرآن کریم کی شرحیں ہیں جیسے صرف و نحو قرآن پاک کے لیے مدد معاون ہیں لہذا اس حدیث سے چکڑالوی دلیل نہیں پکڑ سکتے ۳؎ یہ تمام چیزیں قرآن کریم کے اوصاف بھی ہیں اور اس کے نام بھی قرآن پاک میں یہ نام موجود ہیں اس کی مضبوط رسی کی پکڑ کر ... رسی کے ذریعہ کنوؤں سے گری کو اوپر نکالا جاتا ہے قرآن کریم میں یہ ساری صفات موجود ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ذکر سے مراد یا قرآن پاک ہے یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یا دونوں ذکر کے معنے عزت، شہرت، نصیحت، تذکرہ بھی قرآن کریم میں یہ صفات موجود ہیں کہ اسی قرآن کی وجہ سے اہل عرب کی دنیا میں شہرت و عزت ہوگئی اس میں ہر قسم کی نصیحتیں ہیں اور ہر قسم کے تذکرے ہیں یہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا سیدھا راستہ ہے جو اسے چھوڑ دے وہ رب تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا ۴؎ یعنی جو قرآن کریم سے صحیح طور پر استدلال کرے گا وہ اپنے خیالات کو بگڑنے سے محفوظ رکھے گا اگر کوئی اس سے غلط استدلال ہی کرے اور گمراہ ہو جائے تو قرآن کریم کا قصور نہیں بلکہ اس کے استدلال کا قصور ہے قرآن کریم کو حدیث و فقہ کی روشنی میں سمجھو لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا۔ نیز اس حدیث سے موجودہ زمانہ کے چکڑالوی دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ وہ قرآن کریم کو صحیح طور سے سمجھتے ہی نہیں ۵؎ بعض شارحین نے اس جملہ کے معنے یہ کئے ہیں کہ قرآن کریم کو گمراہ لوگ بدل نہیں سکتے یہ اسی طرح محفوظ رہے گا کیونکہ خود رب تعالیٰ اس کا حافظ ہے فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون اس صورت میں باء کی بے تعدیہ ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قرآن کریم بدلنے کی بہت کوششیں کی گئیں مگر بدلنے والے مٹ گئے قرآن کریم نہ بدل سکا ۶؎ یعنی قرآن مجید کی عبارت دوسرے کلاموں سے ایسی ممتاز ہے کہ دوسرا کوئی کلام خواہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو اس سے خلط نہیں ہو سکتا مخلوق کا کلام خالق کے کلام سے مشتبہ نہیں ہو سکتا یا اس جملہ کے معنے یہ ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کی زبان پہ گراں نہیں پڑتا آسانی سے پڑھ لیا جاتا ہے بلکہ حفظ کر لیا جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر ۷؎ یعنی قرآن کریم کے اسرار و نکات کبھی ختم نہیں ہوتے علماء جب بھی غور کرتے ہیں اس سے نئے مسائل و اسرار معلوم کرتے ہیں قرآن کریم کی گہرائی تک کوئی نہیں پہنچا یہ ان موتیوں کا وہ سمندر ہے جس کے موتی کبھی ختم نہیں ہوتے ۸؎ یہ قرآن کریم کا کھلا معجزہ ہے کہ بغیر معنے سمجھے بھی اس کا پڑھنا لذت دیتا ہے اور عمر بھر پڑھو ہر بار نیا لطف دیتا ہے اسی سے دل اکتاتا نہیں دوسرے کلام کتنے ہی اعلیٰ ہوں مگر چند بار پڑھ لینے کے بعد دل اکتا جاتا ہے ۹؎ یہ جملہ پہلے جملوں کی یا تو شرح ہے یا دلیل یعنی اگر

هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا
بِهِ مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِيَ
إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ
وَفِي الْحَارِثِ مَقَالٌ۔ وَعَنْ مُعَاذِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ
الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوتِ
الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهٰذَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ
عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِي إِهَابٍ ثُمَّ أُلْقِيَ

قرآن ہے کہ جب جنات نے سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے جس نے قرآن کے موافق کہا
سچا ہے جس نے اس پر عمل کیا ثواب پائے گا اور جو اس پر فیصلہ کرے گا منصف ہوگا اور جو اس کی طرف بلائے گا سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیا گیا اسے ترمذی اور دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا
اس حدیث کا اسناد مجہول ہے اور حارث میں کچھ گفتگو ہے۔ روایت ہے حضرت معاذ جہنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے
اور اس کے احکام پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے اچھی ہوگی جو سورج دنیا
کے تمہارے گھروں میں ہوتا تو اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو اس پر عامل ہو (احمد، ابو داؤد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر
سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر قرآن کسی چمڑے میں رکھ کر آگ میں ڈال دیا جائے

علماء سیر نہیں ہوتے، بار بار پڑھنے سے پرانا نہیں پڑتا کیونکہ اس کے عجیب مضامین کبھی ختم نہیں ہوتے ہر بار عجیب لطف دیتا ہے۔ یہ تشبیہیں کے
جنات کا واقعہ ہے جو قرآن شریف نے سورہ جن میں بیان فرمایا کہ جنات کے ایک گروہ نے سوق عکاظ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا اپنی قوم میں جا
کر یہ گفتگو کی۔ یہ تمام خوبیاں قرآن کریم سے وہ حاصل کر سکتا ہے جو اسے محض اپنی رائے سے نہ سمجھے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے سمجھے، ورنہ آج بے دین
قرآن کریم ہی کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یعنی اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی حارث ابن اعور ہے، اگرچہ حضرت علی کے ساتھ رہے ہیں اور ان سے چار
حدیثیں بھی روایت کی ہیں مگر امام نسائی نے کہا یہ قوی نہیں، شعبی نے کہا یہ جھوٹا تھا مگر ابو داؤد نے فرمایا یہ بڑا فقیہ علم فرائض کا بڑا عالم اور بہت نسب دان
تھا بہرحال اگرچہ الفاظ حدیث میں کچھ ضعف ہو مگر مضمون حدیث بالکل صحیح ہے نیز فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے (مرقات و لمعات)۔ یعنی ظاہر یہ ہے کہ یہاں
قرآن پڑھنے سے مراد روزانہ اس کی تلاوت کرنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ قرآن پڑھنے سے مراد علم قرآن سیکھنا ہو یعنی عالم باعمل کا ثواب وہ ہے جو آگے مذکور ہے
۵ یعنی عالم باعمل کے ماں باپ کا درجہ یہ ہوگا خواہ انہوں نے اسے اپنی کوشش سے پڑھایا ہو یا نہیں کیونکہ حدیث مطلق ہے پڑھانے کی قید نہیں
۶ یعنی اگر سورج زمین پر ہوتا تو تمہارے گھروں میں اس کی چمک دمک روشنی کتنی ہوتی اس سے زیادہ اس تاج کے موتی چمکتے ہوں گے۔
۷ یعنی پھر عالم باعمل کے متعلق سوچو کہ اس کا درجہ قیامت میں کیا ہوگا وہ تو ہمارے خیال سے وراء ہے۔

فِي النَّارِ مَا احْتَرَقَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ❁ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِيْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❁ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَحَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّاوِيْ لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ ❁ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ

تو جلے نہ (دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے پھر اسے یاد رکھے اس کے حلال کو حلال سمجھے اور حرام کو حرام جانے تو اللہ اسے جنت میں داخل کریگا اور اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس آدمیوں میں اس کی شفاعت قبول فرمائیگا جن پر دوزخ واجب ہو چکی تھی (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حفص ابن سلیمان راوی قوی نہیں انہیں حدیث میں ضعیف مانا گیا ہے۔
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی

لے اس حدیث پاک کی بہت شرحیں کی گئی ہیں قوی تر شرح یہ ہے کہ آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی عظمت یہ ہے کہ اگر قرآن کسی کھال میں رکھ کر اسے دوزخ میں ڈالو تو قرآن پاک کا صدقہ وہ کھال تو نہیں جلے گی تو جس مسلمان کے سینہ میں قرآن پاک ہو وہ دوزخ میں کیسے جل سکتا ہے بعض نے فرمایا کہ قرآن کریم کا یہ معجزہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر تھا جیسے حضرت انس کے ہاں وہ رومال جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پونچھے تھے آگ میں نہ جلتا تھا مولانا فرماتے ہیں شعر:

گفت موسیٰ مصطفیٰ دست و دہاں ÷ پس بمالید اندراں دستار خواں

اے دل ترسندہ از نار و عذاب ÷ باچنیں دست و دہاں کن اقتراب

بعض نے فرمایا کہ یہ کلام فرض و تقدیر پر ہے یعنے قرآن پاک کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ آگ میں اس کا اثر بھی نہ ہو جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔ حضرت ابو امامہ سے روایت ہے فرماتے ہیں قرآنی سورتیں حفظ کرو کیونکہ جس دل میں قرآن ہو گا اسے آگ سے عذاب نہ دیا جائیگا۔ لمعات و مرقات خیال رہے کہ قرآن پاک کے یہ تمام فوائد مومن کے لئے ہیں، اگر سارا قرآن حفظ کریں کفار تو بھی دوزخی ہیں، رام چندر وغیرہ کو چاروں وید حفظ تھے سب جہنم کو گئی۔ دوا معدہ کو نہیں ہے ایمان دل کو کوئی عمل فائدہ مند نہیں۔ ۲ استظہار کے معنے ہیں مدد لینا یعنے تلاوت قرآن میں اپنے دل سے مدد لے کہ اسے یاد رکھے ہر وقت اس کا خیال و لحاظ رکھے یعنے صرف تلاوت و حفظ پر قناعت نہ کرے بلکہ اس کے عقائد کو مانے احکام پر عمل کرے لہٰذا اس میں حافظ و عالم دونوں داخل ہیں۔ ۳ ایسے باعمل عالم کو قرآن پاک سے دو عظیم الشان فائدے حاصل ہونگے، ایک یہ کہ اول ہی سے جنت میں داخل کیا جائیگا دوسرے یہ کہ اس کے اہل قرابت میں سے دس دوزخی مسلمانوں کو اس کی شفاعت سے بخشا جائیگا معلوم ہوا کہ شفاعت بلندئ درجات ہی کی نہ ہوگی بلکہ معافی سیئات کی بھی ہوگی، اور علماء، حافظ، شہداء وغیرہم کی شفاعت برحق ہے خیال رہے کہ شفاعت کبریٰ کا سہرا صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہے شفاعت صغریٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بھی کریں گے شفاعت کی تحقیق و تقسیم ہماری تفسیر نعیمی

كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَرَأَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِي التَّوْرٰىةِ وَلَا فِي الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُعْطِيْتُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ مِنْ قَوْلِهٖ مَا اُنْزِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ

کعب سے فرمایا تم نماز میں قرآن کیسے پڑھتے ہو تو انہوں نے ام قرآن پڑھی[۱] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس جیسی سورت نہ توریت میں اتری نہ انجیل میں اور نہ زبور میں اور نہ قرآن میں[۲] اور یہ سات مکرر آیتیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئے[۳] ترمذی اور دارمی نے ما انزلت سے روایت کی اور ابی ابن کعب کا واقعہ ذکر نہ کیا[۴] ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھو پھر اسے پڑھا کرو کیونکہ جو قرآن سیکھے اور

جلد سوم میں ملاحظہ فرمایئے لہذا یہ حدیث غریب بھی ہے اور حفص ابن سلیمان راوی کی وجہ سے اس کی یہ اسناد جس میں یہ راوی ہے ضعیف بھی ہے مگر ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے،

۱؎ یعنی نماز کی ہر رکعت میں کونسی سورۃ پڑھتے ہو اور کیسے پڑھتے ہو جس سے معلوم ہوا کہ شاگردوں کا امتحان لینا سنت ہے فقیر کی اس شرح سے حدیث پر یہ اعتراض نہ رہا کہ حضرت ابی کا جواب سرکار کے سوال کے مطابق نہیں کیونکہ یہاں سوال قرأت طریقہ قرأت اور مقررہ سب کے متعلق تھا جواب میں حضرت ابی کا سورہ فاتحہ پڑھ کر سنا دینا ہر سوال کا جواب ہو گیا۔ سورۂ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک نام ام القرآن بھی ہے کہ یہ سورۃ سارے قرآن کے سارے مضامین کو اپنے میں ایسے لئے ہوئے ہے جیسے ماں بچہ کو اپنے پیٹ یا گود میں لئے ہوتی ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کا استاد کو پڑھا ہوا سبق سنانا سنت صحابہ ہے۔ ۲؎ یعنی ایسے فضائل والی جامع سورۃ کسی اور آسمانی کتاب میں تو کیا خود قرآن کریم میں بھی نہیں ہے سورۃ فاتحہ کے فضائل وفوائد بے شمار ہیں اسی لئے یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس کے فضائل وفوائد کی کچھ تفصیل ہماری تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ کیجئے، یہ سورۃ شفا ہے، ماں ہے مومن کی حرز جان ہے۔ ۳؎ یعنی قرآن مجید میں ارشاد ہوا سبعا من المثانی والقرآن العظیم اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے، اس میں سات آیتیں ہیں، اور ہر رکعت میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، نیز اس کا نزول ہجرت سے پہلے بھی ہوا اور بعد بھی اس لئے یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مکرر آیتیں اور یہ قرآن عظیم بھی ہے کیونکہ قرآن کریم کی ہر آیت قرآن ہے جیسے پانی کا ہر قطرہ پانی ہے لہذا اس آیت کریمہ میں یہ سورۃ فاتحہ کے ہی نام ہیں۔ ۴؎ یعنی دارمی کی روایت میں حضرت ابی ابن کعب کا یہ واقعہ مذکور نہیں صرف فضائل مذکور ہیں۔ ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ قرآن سیکھنے سے مراد عام ہے جس میں قرآن کے الفاظ معانی احکام سیکھنا سب ہی شامل ہے فقہاء فرماتے ہیں حفظ قرآن فرض کفایہ ہے کہ مختلف بستیوں میں اتنے حافظ ضرور ہیں جن سے قرآن کریم کا تواتر قائم رہے، اور کوئی بے دین قرآن میں تبدیلی نہ کر سکے لہذا اگر لوگ حفظ قرآن چھوڑ دیں تو سب گنہگار رہیں، اور اگر اتنے لوگ حفظ کر لیں تو سب کا فرض ادا ہو گیا، علم قرآن کا بھی یہی حال ہے، اور بقدر جواز نماز قرآن حفظ کرنا فرض عین ہے جیسے بقدر ضرورت مسائل یاد کرنا سیکھنا فرض عین ہے اور

فَقَرَأَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوْحُ رِيْحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِيْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوْكِيَ عَلٰى مِسْكٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الْمُؤْمِنَ إِلٰى إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَرَأَهُمَا حِيْنَ يُمْسِيْ بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ

اس کی قرأت کرے اور اس پر عمل کرے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جس میں مشک بھرا ہو جس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو اور جو اسے سیکھے پھر سو رہے ۱؎ حالانکہ اس کے سینے میں قرآن ہو وہ اس تھیلی کی طرح ہے جو مشک پر منہ بند کر دیا گیا ہو ۲؎ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص صبح کے وقت سورہ حٰم مومن الیہ المصیر تک ۳؎ اور آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرے تو شام تک اس کی حفاظت کی جائیگی ۴؎ اور جو ان دونوں کو شام کے وقت پڑھ لیا کرے تو صبح تک اس کی حفاظت ہوگی ۵؎ (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا

پھر عالم دین بننا فرض کفایہ ہے یعنی قرآن شریف یاد کرنے اور سیکھنے کے بعد اس کا ورد چھوڑ دے اور نہ حفظ پر قائم رہے اور ذکر الٰہی سے غافل رہے گویا سو گیا یا مطلب یہ ہے کہ قرأت قرآن سیکھے تجوید سیکھ کر بقدر جواز نماز تجوید سیکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور پورا قاری بننا فرض کفایہ ہے لہٰذا مرتبہ قرآن سیکھ لیا اور گھر میں بیٹھ رہا دنیوی میں قرآن ذکر کر نہ پڑھتا ہے نہ لوگوں میں قرأت کا چرچا کرتا ہے یہ چیزیں خصوصاً تراویح کی نماز ختم قرآن کا بڑا ذریعہ ہیں لہٰذا ایسے عالم و قاری کا سینہ گویا تھیلا ہے اور اس میں قرآن گویا تھیلے میں بھرا ہوا مشک ہے اور اس قاری کا تلاوت کرنا اس مشک کی مہک ہے جس سے سننے والے فائدہ اٹھاتے ہیں ہر جگہ سے برکت قرآن سننے والے ہیں اور جو قرآن عملی اشاعت کر جائے اسکی مہک سے قیامت تک کے مسلمان فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں رب تعالیٰ خدمت قرآن کی توفیق بخشے ۲؎ کہ اس کی تلاوت نہ کیا کرے یا اس پر عمل نہ کیا کرے تو اس بند تھیلے میں اگرچہ مشک تو ہے اور اسی مشک کی وجہ سے تھیلا قیمتی بھی ہے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے ایسے ہی یہ شخص اللہ کے نزدیک قیمتی ہے حافظ قرآن یا عالم قرآن ہونے کی وجہ سے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ خود بھی عامل نہیں بنتا کسی پنجابی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے شعر

علم وہ پڑھ لیا عمل نہ کیتے نیک ✦ آئی گھٹا ترنگی پر تیری مرا ایک

اور یا احمق ہو گئیں علم وہ پڑھ پڑھ کے ✦ پڑھے لکھے تھے ان کو پیٹ جانا دو کے

۳؎ یعنی سورۂ مومن کی پہلی آیت حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک پڑھ لے ۴؎ کہ جو شخص نماز فجر سے پہلے یا اس کے بعد یہ دو آیتیں پڑھ لیا کرے خواہ آیۃ الکرسی پہلے پڑھے اور سورۂ مومن کی آیات بعد میں یا اس کے برعکس سورۃ وغیرہ، تو شام تک وہ اللہ کی امان و حفظ میں رہے گا کہ شیطان جادو اور دوسری دنیاوی آفتیں اس تک انشاء اللہ نہ پہنچ سکیں گی ۵؎ یعنی بعد نماز مغرب یہ آیتیں پڑھ لیا کرے تو صبح تک اللہ کی حفظ و امن میں رہے۔ خیال رہے کہ بغیر نماز کوئی وظیفہ یا عمل مفید نہیں تمام وردوں وظیفوں کے لئے پابندی نماز ضروری ہے ۶؎ یہ حدیث احمد و ابن حبان نے بھی روایت کی ہے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ کِتَابًا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفَیْ عَامٍ
اَنْزَلَ مِنْہُ اٰیَتَیْنِ خَتَمَ بِہِمَا سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَلَا تُقْرَآنِ فِیْ دَارٍ ثَلٰثَ لَیَالٍ فَیَقْرَبُہَا الشَّیْطٰنُ رَوَاہُ
التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ ثَلٰثَ اٰیَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ الْکَہْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ
رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جس میں سے دو آیتیں اتاریں جن پر سورۂ بقرہ ختم کی
جس گھر میں یہ آیتیں تین رات پڑھی جائیں گی شیطان اس کے پاس نہ آئے گا ۳؎ اسے ترمذی اور دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۴؎
روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سورۂ کہف کی پہلی تین آیتیں پڑھا کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا ۵؎
(ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ دو ہزار برس سے مراد اس قدر مدت ہے کہ اگر سورج ہوتا تو اتنی مدت کے دو ہزار برس بن جاتے ورنہ اس وقت سورج نہ تھا نہ دن رات، پھر دن، ہفتے مہینے اور سال کیسے بن سکتے ہیں۔ لکھنے سے مراد فرشتوں کو لکھنے کا حکم دینا ہے خاص خدا کا کام گویا سلطان ہی کا کام ہے خیال رہے کہ مخلوق کی تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی گئیں مگر یہ تحریر دو ہزار برس پہلے ہوئی لہٰذا یہ حدیث پچاس ہزار برس کی روایت کے خلاف نہیں کہ وہاں لوح محفوظ میں تقدیروں کی تحریر مراد ہے اور یہاں قرآن کریم کی تحریر مراد، اور ہو سکتا ہے کہ یہاں دو ہزار برس سے تحدید مراد نہ ہو بلکہ مطلق زیادتی بیان کرنا مقصود ہو۔ ۲؎ یہ دو آیتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورۂ بقرہ تک ہیں اگرچہ سارا قرآن شریف ہی لوح محفوظ میں تھا اور وہاں سے ہی نازل ہوا مگر ان آیتوں میں یہ خصوصیت ہے جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا ۳؎ یعنی ان آیتوں کی برکت سے وہ گھر تین رات تک شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے جہاں تین دن یہ آیات پڑھ لی جائیں گی تو جس زبان میں یہ آیتیں رہیں ان شاء اللہ وہ بھی شیطان سے محفوظ رہیں گے، ان جیسی تمام احادیث میں شیطان سے مراد ابلیس ہوتا ہے ورنہ قرین شیطان اور نفس امارہ تو بہر حال انسان کے ساتھ رہتے ہیں ان موذیوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں جب اللہ بچائے وہی بچے ۴؎ اس حدیث کو نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی روایت کیا، مرقات ۵؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ چونکہ سورۂ کہف میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو دقیانوس بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچا لیا اور وہ بادشاہ ان بزرگوں کو دین حق سے نہ ہٹا سکا اب اس ذکر میں یہ تاثیر ہے کہ روزانہ یا ہر جمعہ کو ان آیات کا پڑھنے والا دجال کے شر سے محفوظ رہے گا کہ اگر اس کی زندگی میں دجال آ جائے تو اسے ایمان سے نہ ہٹا سکے گا بزرگوں کے ذکر میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً تو پوری سورۂ کہف میں یہ تاثیر رکھی تھی پھر اس کی دس اگلی آیتوں میں یہ تاثیر بخش دی پھر اس کی تین آیتوں میں یہ تاثیر رکھ دی گئی رب تعالیٰ کی عطائیں مختلف رہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں پوری سورۂ کہف یا اس کی دس آیتوں کی یہ تاثیر مذکور ہے۔

اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ قَلْبًا وَّقَلْبُ الْقُرْاٰنِ يٰسٓ وَمَنْ قَرَاَ يٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِقِرَاءَتِهَا
قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَرَاَ طٰهٰ وَيٰسٓ
قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ الْقُرْاٰنَ قَالَتْ طُوْبٰى
لِاُمَّةٍ يَّنْزِلُ هٰذَا عَلَيْهَا وَطُوْبٰى لِاَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا وَطُوْبٰى لِاَلْسِنَةٍ تَتَكَلَّمُ بِهٰذَا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِيْ لَيْلَةٍ اَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ

نے ہر چیز کا دل ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے۱؎ جو یٰسین ایک بار پڑھے تو اللہ اس کی تلاوت کے بدلے دس بار قرآن ختم کرنے کا ثواب دیگا (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۲؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے سورۂ طٰہٰ اور یٰسین زمین و آسمان پیدا فرمانے سے ایک ہزار سال پہلے پڑھی۳؎ تو جب فرشتوں نے قرآن سنا تو بولے خوشخبری ہے اس امت کو جس پر یہ اتریگی اور خوشی ہے ان سینوں کو جو اسے اٹھائیں گے اور خوشی ہے ان زبانوں کو جو اسے پڑھیں گی۴؎ (دارمی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رات میں سورۂ حٰمٓ الدخان پڑھے وہ اس طرح سویرا کرے گا کہ

۱؎ جیسے دل سے اصل زندگی وابستہ ہے کہ اگر دل ٹھیک ہے تو آدمی زندہ ہے اور اس کو ٹھیس لگتے ہی بے جان ہو جاتا ہے ایسے ہی قرآن کریم کا اصل مقصود سورۂ یٰسین سے وابستہ ہے یہ سورت پورے قرآن شریف کا گویا خلاصہ ہے کہ اس میں قیامت کے حالات کا مکمل بیان ہے اس کی تلاوت سے دل زندہ، ایمان تازہ، روح شاداں و فرحاں ہوتی ہیں، قریب موت اس کی تلاوت سے جان کنی آسان ہوتی ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ ایمان کا اصل ہے قیامت کے حالات کو ماننا اور حالات قیامت جس تفصیل سے سورۂ یٰسین میں مذکور ہیں دوسری سورت میں مذکور نہیں اس لئے اسے قرآن کا دل فرمایا گیا۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سارا قرآن شریف ہی کلام الٰہی ہے مگر اس کی سورتوں کی تاثیریں مختلف ہیں ایک بار سورۂ یٰسین کی تلاوت دس ختم قرآن کا ثواب رکھتی ہے جیسے کسی کی بے مثال خصوصیت ہے خیال رہے کہ دس ختم قرآن کا ثواب ملنا اور ہے اور حقیقۃً دس قرآن کریم ختم کرنا کچھ اور طبیب کہتے ہیں کہ ایک مثقال گرم کرکے کھانے میں ایک روٹی کی طاقت ہے مگر پیٹ بھرے گا روٹی ہی کھانے سے ختم قرآن ہو گا تیسوں پارے پڑھنے سے۳؎ اس لیے کہ اس کی اسناد میں ابراہیم ابن مہاجر ہیں جو محدثین کے نزدیک بہت قوی نہیں لیکن حدیث بالکل ظاہری معنے پر ہے واقعی رب تعالٰی نے یہ سورتیں پڑھیں، فرشتوں نے بلاواسطہ سنیں اب رب تعالٰی کی تلاوت کی نوعیت ہماری عقل سے وراء ہے اس طرح قرأت کی جو اس کی شان کے لائق ہے مرقات نے فرمایا کہ یٰسین اور طٰہٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام شریف ہیں چونکہ ان سورتوں کی ابتداء حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہوئی اس لیے یہ سورتیں بہت عظمت والی ہیں اسی وجہ سے رب تعالٰی نے فرشتوں کو سنائیں معلوم ہوا کہ نعت کی سورتیں و آیتیں رب تعالٰی کو بڑی پیاری ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی پیدائش زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے۴؎ طوبیٰ جنت کا ایک درخت بھی ہے جس کی شاخیں جنت کے ہر محل میں ہیں اور بمعنی خوشخبری بھی یہاں دونوں معنے بن سکتے ہیں یعنی ساری امت محمدیہ کو اور ان سورتوں کے حافظ و قاری خصوصًا درخت طوبیٰ کے مالک ہیں یا انہیں خصوصی خوشخبری ہے یہ برکتیں

لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعُمَرُ بْنُ خَثْعَمٍ الرَّاوِي
يُضَعَّفُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا
حَدِيثٌ غَرِيبٌ ضَعِيفٌ وَهِشَامٌ أَبُو الْمِقْدَامِ الرَّاوِي يُضَعَّفُ ۞ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَرْقُدَ يَقُولُ إِنَّ فِيهِنَّ آيَةً خَيْرٌ
مِنْ أَلْفِ آيَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ مُرْسَلًا

اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کریں گے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عمر ابن خثعم راوی ضعیف مانے گئے ہیں امام محمد بخاری نے فرمایا وہ منکر الحدیث ہیں روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کی رات حٰم دخان پڑھے اس کی بخشش ہوگی (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ضعیف ہے اور ہشام ابو المقدام راوی کو ضعیف کہا گیا ہے روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے مسبحات پڑھا کرتے تھے فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے (ترمذی، ابوداؤد) دارمی نے یہ حدیث خالد ابن معدان سے مرسلاً روایت کی ۱ ور

خوش نصیب ہیں وہ جنہیں اس کی تلاوت کے وقت سے صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے، خیال رہے کہ اس دعا سے خصوصی دعا مراد ہے ورنہ حاملین عرش اور دوسرے فرشتے ہمیشہ ہی مومنوں کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون للذین آمنوا ربنا وسعت کل شیء رحمۃ وعلما۔ لہذا یہ حدیث اس قرآنی آیت کے خلاف نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ دخان پڑھنا ان معصوموں کی معصوم زبان سے دعائیں لینے کا ذریعہ ہے۔ امام عسقلانی نے شرح نخبۃ الفکر میں فرمایا کہ محدثین کی اصطلاح میں منکر الحدیث کہنا ضعیف کہنے سے زیادہ سخت ہے یعنی عمر ابن خثعم کو دوسرے محدثین نے تو ضعیف فرمایا مگر امام بخاری نے اسے منکر فرمایا یعنی ضعیف سے بھی سخت تر۔ خیال رہے کہ یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے فضائل میں حدیث ضعیف قبول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ دخان دوسری راتوں میں پڑھنا تو اچھا ہے مگر اس کے ذریعہ ستر ہزار فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں لیکن شب جمعہ میں اس کی تلاوت بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے فرشتوں کی دعائیں بھی ملتی ہیں اور رب تعالیٰ کی مغفرت بھی گویا اس رات کی تلاوت سے دو نعمتیں ملتی ہیں۔ یہ معلوم کہ ان کے ضعف کی وجہ کیا ہے، حنان کے اس طرح مجہول معتبر نہیں۔ یعنی جن سورتوں کے اوّل میں سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ یا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ یا سُبْحٰنَ ہے وہ سورتیں پڑھتے تھے یہ سورتیں کل سات ہیں سورۂ اسریٰ، حدید، حشر، صف، جمعہ، تغابن، اعلیٰ۔ مرقات ظاہر یہ ہے کہ سرکار پوری سورتیں نہ پڑھتے ہوں گے کہ یہ تو بہت زیادہ ہیں بلکہ ان کی ابتدائی چند آیات تلاوت فرماتے ہوں گے۔ ان الفاظ سے یہ پتہ نہ لگا کہ وہ آیت کونسی ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت لو انزلنا ہذا القرآن الخ ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت سورۂ حدید کی شروع کی آیت ہے جس میں ہو الاول کا ذکر ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ آیت رب تعالیٰ کے اسم اعظم و شب قدر کی طرح مبہم راز میں رکھی گئی۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں فیہن سے مراد حدیث ہے یعنی ان تمام سورتوں میں ایک ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل و بہتر ہے۔ خالد ابن معدان شامی ہیں۔

قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَةً فِي الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهٗ عَلٰى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ اَنَّهٗ قَبْرٌ فَاِذَا فِيْهِ اِنْسَانٌ يَقْرَاُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتّٰى خَتَمَهَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ایک تیس آیتوں والی سورۃ نے ایک شخص کی یہاں تک شفاعت کی کہ اس کی بخشش ہو گئی وہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ ڈال لیا انہیں خبر نہ تھی کہ یہاں قبر ہے اچانک اس میں ایک شخص سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا تھا حتی کہ اس نے ختم کر لی تو وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو خبر دی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورۃ روکنے والی ہے نجات دینے والی ہے

یہی ثقہ ہیں تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہم نے پہلے عرض کیا کہ ثقہ تابعی کا ارسال معتبر ہے اور ان سے مرسل حدیث حجت ہے کہ وہ تابعی خود تو ثقہ ہے اور صحابہ سارے ہی عادل ہیں لہ اسے نسائی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ... اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ شریف سورۃ کا جزو نہیں ورنہ سورۂ ملک کی آیتیں ۳۱ ہو جاتیں کیونکہ سورۂ ملک بسم اللہ کے علاوہ تیس آیتیں ہیں سے یعنی ایک شخص سورۃ ملک کا ورد رکھتا تھا اس سے یہ حکایت کرتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس سورۃ نے اس کی سفارش کی تو اس کی شفاعت کی برکت سے وہ شخص عذاب سے محفوظ رہا یہاں شفعت بمعنی ماضی ہی ہے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس عالم کی ہر بات پر پوری خبر ہے تفصیلی خبر رکھتی ہے ... لمعات نے فرمایا کہ شفعت بمعنی مستقبل بھی ہو سکتا ہے یعنی سورۂ ملک اپنے قاری کی شفاعت کرے گی اور اس کی شفاعت کی برکات سے اس کی بخشش ہو گی اس صورت میں یہ فرمان ترغیب کے لئے ہے تاکہ لوگ اس کی تلاوت کیا کریں اس کی شفاعت کی امید رکھیں ... اور حاکم نے بھی روایت کیا حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ سورۃ ہر مسلمان کے دل میں ہو ... تو وہاں ہرگز خیمہ نہ ڈالتے کیونکہ قبر پر بیٹھنا لیٹنا اس پر چلنا پھرنا ممنوع ہے مرقات نے بیان فرمایا کہ بعض روحیں قبر میں بھی بعض وہ نیکیاں کرتی رہتی ہیں جو زندگی میں کرتے تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس حال میں جیو گے اسی میں مرو گے اور جس حال میں مرو گے اسی میں اٹھو گے اس لئے کوشش کرو کہ زندگی اچھے اعمال میں گزار دو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دیتے ہوئے قبر سے اٹھیں گے ... کا مقصد غالباً اس جیسی روایات ہیں ان شاء اللہ نعت خواں مسلمان قبر میں بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی پڑھیں گے ربّنا تقبل ... اس صحابی کا یہ تلاوت سننا ان کی کرامت ہے ورنہ ہم لوگ نہیں سنا کرتے تھے اور تعجب کا اظہار کیا کہ وہ بھی تلاوت قرآن کر رہا تھا یعنی اس سورۃ کی تلاوت کرنے والے

عَذَابِ اللهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ، وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ وَتَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِي الْمَصَابِيْحِ غَرِيْبٌ
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتْ
تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تَعْدِلُ
رُبُعَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ کے عذاب سے نجات دے گی اسے ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے حتی کہ پڑھ لیتے الم تنزیل اور تبارک الذی بیدہ الملک اسے احمد ترمذی دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے یوں ہی شرح سنہ میں ہے اور مصابیح میں ہے کہ غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عباس و انس ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اذا زلزلت آدھے قرآن کے برابر ہے اور قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے ترمذی روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی

کو زندگی میں گناہوں سے موت کے وقت خرابی خاتمہ سے قبر میں عذاب و تنگی اور سے آخرت میں دوزخ و سخت عذاب سے بچاتی ہے لہ یعنی عذاب قبر و حشر سے بچائے گی نیز حجاب ہو گا اگر شخص اپنی زندگی میں اس سورۃ کی تلاوت کرتا تھا قبر میں بھی تلاوت کر رہا ہے اور اس سے مذکورہ بالا فائدے حاصل کر چکا ہے اب بھی کر رہا ہے آئندہ بھی کرے گا لہ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بعد نماز عشاء اور سونے سے پہلے یہ دونوں سورتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے خواہ مسجد ہی میں یا بستر پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ شب کو یہ سورتیں پڑھنا سنت ہے اور اس میں بہت فوائد ہیں لہ خیال رہے کہ حدیث کی غرابت اس کے صحیح ہونے کے خلاف نہیں ایک ہی حدیث صحیح بھی ہوتی ہے اور غریب بھی لہذا ترمذی کا اسے صحیح کہنا اور مصابیح کا غریب فرمانا دونوں درست ہیں، یہ حدیث نسائی ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی حضرت جابر سے روایت کی لہ یعنی سورۃ اذا زلزلت کی تلاوت میں پندرہ پارے تلاوت کرنے کا ثواب ہے کیونکہ قرآن کریم میں معاش و معاد دونوں کا ذکر ہے اور اذا زلزلت میں معاد کا ذکر ہے، یعنی قیامت اور وہاں کے حالات کا لہذا اس کا مضمون معنًا قرآن پاک کے نصف ہے لہ اس کی شرح ابھی پہلے عرض کی گئی ہے اسی باب میں لہ کیونکہ قرآن مجید میں اصل
مضامین چار ہیں، شرک اور بد عقیدگیوں سے دوری، توحید و رسالت اور تمام عقائد اسلامیہ کا اقرار، احکام
قصص اور کافروں میں شرک سے بیزاری کا کامل طور پر ذکر ہے لہذا قرآن کا چوتھائی
مضمون اس سورۃ میں آ گیا اس لیے یہ سورۃ چار بار پڑھنے سے
پورے قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے، لمعات و اشعہ وغیرہ جو کوئی سوتے وقت یہ سورۃ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہو گا فقیر حقیر غفلی رب تقریباً اس پر عامل ہے اور حسن خاتمہ کی رب تعالیٰ سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے

قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَقَرَأَ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ. وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتَيْ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ مُحِيَ عَنْهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ خَمْسِيْنَ مَرَّةً وَلَمْ يَذْكُرْ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَرَأَ

کہ حضور نے فرمایا جو صبح کے وقت تین بار یہ پڑھ لیا کرے میں سننے والے جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے۱؎ پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لیا کرے۲؎ تو اللہ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادیگا جو شام تک اس پر دعائیں بھیجیں گے اور اگر اس دن مرجائے تو شہید مرے گا۳؎ اور جو یہ چیزیں شام کے وقت پڑھے تو اس کا درجہ یہی ہوگا۴؎ (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو روزانہ دو سو بار قل ہو اللہ احد پڑھ لیا کرے تو اس کے پچاس سال کے گناہ مٹادیے جائیں گے سوائے قرض کے۵؎ (ترمذی، دارمی) اور ایک روایت میں پچاس بار ہے اور قرض کا ذکر نہیں ہے روایت ہے انہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے فرمایا جو اپنے بستر پر سونا چاہے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جائے۶؎ پھر

۱؎ یعنی میری بات سننے والے میرے ہر دل جاننے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں خیال رہے کہ اعوذ باللہ خبر ہے معنی انشاء یعنی اے اللہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔ مگر دن بھر وہ مردود مجھے بیکار باتوں میں نہ پھنسا سکے چونکہ سویرا زندگی کی دکان کھلنے کا وقت ہے اس لیے خصوصیت سے اسی وقت یہ دعا پڑھوائی گئی۔ ۲؎ یعنی ھو اللہ الذی سے آخر سورۃ وھو العزیز الحکیم تک یہ آیات خاص مؤثر ہیں۔ ۳؎ یہاں فرشتوں کی دعا سے ان کی خصوصی دعائیں مراد ہیں ورنہ فرشتے عمومی دعائے مغفرت تو ہر مسلمان کے لیے کرتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا اور شہید سے مراد شہادت حکمی ہے کہ بندہ اگرچہ اپنے بستر پر مرے مگر قیامت میں اس کا شمار ان شہداء میں ہو جو راہ خدا میں مارے گئے۔ ۴؎ لغت میں صباح آدھی رات سے زوال تک کو کہتے ہیں اور مساء زوال سے آدھی رات تک مگر اردو محاورہ میں صبح صادق سے سورج نکلنے سے کچھ بعد تک ہے اور شام اس کے مقابل یعنی سورج چھپنے سے کچھ رات گئے تک یعنی وقت عشاء آنے سے پہلے (از مرقات) اعلیٰحضرت قدس سرہ نے صبح و شام کی نہایت نفیس تحقیق اپنی کتاب الوظیفۃ الکریمہ میں فرمائی ہے ناظرین اس کا مطالعہ ضرور کریں۔ ۵؎ یعنی دن رات کے کسی حصہ میں پوری سورۂ اخلاص دو سو بار پڑھا کرے بہتر یہ ہے کہ ایک دم ہی پڑھے اور اگر مختلف مجلسوں میں پڑھے تب بھی یہ ہی ثواب ہے یعنی عمر بھر یہ پڑھتا رہے تو ان شاء اللہ پچاس سال کے گناہ صغیرہ معاف ہونگے اور اگر اتنے گناہ نہ ہوں تو درجے بلند ہونگے کیونکہ یہ اعمال گناہگاروں کے لئے عفو سیئات ہیں اور نیک کاروں کے لئے رفع درجات یہ قانون کرم ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو نیک لوگ یہ عمل نہ کیا کریں۔ ۶؎ کہ قرض اور حق العبد بغیر ادا کئے یا قرض خواہ کے بغیر معاف کئے ساقط نہیں ہوتا سارے حقوق العباد کا یہی حال ہے۔ ۷؎ بستر کا ذکر اتفاقی ہے اگر کوئی زمین پر بھی لیٹے تو یہ پڑھ کر لیٹے

مائة مرة قل هو الله احد اذا كان يوم القيامة يقول له الرب يا عبدي ادخل على يمينك الجنة رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن غريب ❁ وعن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقرأ قل هو الله احد فقال وجبت قلت وما وجبت قال الجنة رواه مالك والترمذي والنسائي ❁ وعن فروة بن نوفل عن ابيه انه قال يا رسول الله علمني شيئا اقوله اذا اويت الى فراشي فقال اقرأ قل يايها الكافرون فانها براءة من الشرك رواه الترمذي وابو داود والدارمي ❁ وعن عقبة بن عامر قال بينا انا اسير مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الجحفة والابواء اذ غشيتنا ريح وظلمة شديدة فجعل

سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھے تو قیامت کے دن پروردگار عالم فرمائے گا اے میرے بندے اپنی داہنی طرف سے جنت میں جا (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قل ہو اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہو گئی میں نے عرض کیا کیا واجب ہو گئی فرمایا جنت (مالک، ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت فروہ بن نوفل سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی چیز سکھا دیجئے جو میں بستر پر جاتے وقت پڑھا کروں فرمایا قل یا ایہا الکافرون پڑھا کرو کیونکہ یہ شرک سے بیزاری ہے (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جحفہ اور ابواء کے درمیان سفر کر رہے تھے کہ اچانک ہمیں تیز ہوا اور سخت تاریکی نے گھیر لیا تو

سونے کے لئے بستر پر داہنی کروٹ لیٹنا کا حکم نہیں اس لئے اس سید الشفعاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے وقت کا ذکر فرمایا کہ اس طرح کہ قبلہ کو رخ ہو اور داہنا رخسار داہنے ہاتھ کے نیچے رکھے کہ سنت اسی طرح لیٹنا ہے پھر داہنی کروٹ لے کر سو جائے غرضکہ قبر کا سا رخ ہو۔

۱؎ فقط قل ہو اللہ احد نہیں بلکہ پوری سورۃ مع بسم اللہ کے ہر بار اگرچہ یہ عمل ہے تو مشکل مگر بہت مفید ہے رات کو لیٹے چونکہ تو میرے محبوب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے داہنی کروٹ لیٹا تھا اور میری حمد والی سورۃ پڑھ کر سویا تھا اس کے انعام میں آج تو جنت کے داہنے باغ میں داخل ہو جا وہ تیرا کام ہے خیال رہے کہ جنتی لوگ تین قسم کے ہوں گے مقربین حضرات داہنے والے ہیں ابرار داہنے والے ہیں گنہگار جن کی شفاعت کی بنا پر مغفرت ہو چکی بائیں والے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کا داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اور یہ کہ عرش کی داہنی طرف والے بائیں سمت والوں سے بہتر ہیں علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ درجہ صحیح کو نہ پہنچی مگر اس پر عمل کرو کہ ایک بار تو عمل کرے کہ اس کے عمل کو بڑی بشارت ہے فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے۔ ۲؎ یعنی اس سورۃ شریف کی تلاوت کی برکت سے اس کے لئے جنت واجب و لازم ہو گئی خیال رہے کہ نیک اعمال جنت حاصل ہونے کے اسباب ہیں علت تامہ نہیں بڑے بڑے نیک لوگ پھسل جاتے ہیں مگر یہ شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کی وجہ سے جنتی یقیناً ہو گیا کہ آپ کی زبان رب تعالیٰ کا قلم ہے اس شخص کا جنتی ہونا قطعی ہو گیا۔ ۳؎ فروہ کی صحابیت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں مگر آپ کے والد نوفل صحابی ہیں۔ ۴؎ اشعۃ اللمعات میں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ قل ہو اللہ احد پڑھ کر سو جائے پھر کوئی دعا نہ کرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ باعوذ برب الفلق واعوذ برب الناس یقول یا عقبة تعوذ بهما فما تعوذ متعوذ بمثلهما رواه ابو داود. وعن عبد الله بن خبیب قال خرجنا فی لیلة مطر وظلمة شدیدة نطلب رسول الله صلى الله علیه وسلم فادرکناه فقال قل قلت ما اقول قال قل هو الله احد والمعوذتین حین تصبح وحین تمسی ثلث مرات تکفیک من کل شیء رواه الترمذی وابوداود والنسائی. وعن عقبة بن عامر قال قلت یا رسول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعوذ پڑھنے لگے اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس پڑھنے لگے اور فرمایا کہ اے عقبہ ان دونوں سورتوں سے تعوذ کیا کر کہ کسی پناہ لینے والے نے ان جیسی تعوذ نہ کیا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن خبیب سے فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار شدید بارش اور سخت اندھیری رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے نکلے تو ہم نے حضور کو پا لیا حضور نے فرمایا کہو میں نے عرض کیا کیا کہوں فرمایا صبح شام کے وقت قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق و الناس تین تین بار پڑھ لیا کرو یہ تمہیں ہر چیز سے کافی ہوں گی (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول

بات مذکورہ اور اگر کہ نماز پڑھ جائے تو اس پر عمل ہے پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اس کا قائل ان شاء اللہ ایمان پر مرے گا علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے ۲ جحفہ اور ابواء دونوں مکہ و مدینہ منورہ کے درمیان دو مقامات ہیں ابواء تو وہ جگہ ہے جہاں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وفات شریف ہوئی جحفہ شام، مصر اور مغرب والوں کا میقات ہے جہاں سے یہاں کے حجاج احرام باندھتے ہیں اسی جگہ کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ خدایا مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل فرما دے چنانچہ وہاں بیماریاں خصوصاً بخار بہت زیادہ ہے اچھا خاصا تندرست آدمی وہاں سے گزرے تو اسے بھی بخار ہو جاتا ہے یہ جگہ رابغ کے پاس ہے بعض کا خیال ہے کہ اب اسی جحفہ کا نام رابغ ہے جحفہ اور ابواء کے درمیان تیس میل کا فاصلہ ہے (لمعات و مرقاۃ)

۳ یعنی کالی آندھی آگئی اور ہم اس میں گھر گئے سفر میں ایسی صورت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔

۴ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سورتیں صرف جادو کے علاج ہی کی نہیں بلکہ دوسری آفتوں میں بھی کام آتی ہیں اگر ان کا تعویذ لکھ کر ساتھ رکھا جائے تو بھی فائدہ ہوگا لہٰذا قرآنی آیات سے تعویذ جائز ہے ۵ یعنی ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے ہم لوگ پیچھے رہ گئے تو ہم نے رفتار تیز کر دی تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں چنانچہ ہم اپنے مطلوب و محبوب تک پہنچ گئے اور انہیں پالیا ۶ ہمارے سلسلہ میں ایک عمل ہے کہ بعد نماز فجر و مغرب حسب ذیل سورتیں پڑھ لیا کرے سورۂ حشر کا آخری رکوع، اذا زلزلت الارض، قل یایھا الکافرون، قل ھو اللہ احد تینوں قل ناس تک ہمیشہ اس پر عمل کرنے والا ان شاء اللہ دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور مرتے وقت اپنی جنت کی جگہ خواب میں دیکھے گا اور قبر میں ... تیرا وقت قریب ہے تیاری کرلے فقیر نے یہ عمل اپنے بزرگوں سے پایا ہے اور بحمدہ تعالٰی اس پر عامل ہے اس کے نتائج کی اپنے رب سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے ۷ یعنی تجھے ہر آفت کے مقابلہ اور ہر مصیبت کو دفع کرنے میں کافی ہوں گی یا تجھے ہر ورد اور وظیفے سے غنی کردیں گی ان کے ہوتے تجھے ضرورت کے لئے اور کوئی وظیفہ کی ضرورت نہیں ... ان سورتوں سے بہتر کوئی تعویذ نہیں یہ بہترین تعویذ و امان ہے ٭ ٭ ٭ ٭

اللہِ اَقْرَأُ سُوْرَةَ هُوْدٍ اَوْ سُوْرَةَ يُوْسُفَ قَالَ لَنْ تَقْرَأَ شَيْئًا اَبْلَغَ عِنْدَ اللہِ مِنْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ
الْفَلَقِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ: اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرِبُوا الْقُرْاٰنَ وَاتَّبِعُوْا غَرَائِبَهٗ وَغَرَائِبُهٗ فَرَائِضُهٗ وَحُدُوْدُهٗ
وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِي الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ
الْقُرْاٰنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّسْبِيْحُ

اللہ کیا میں سورۂ ہود یا سورۂ یوسف پڑھا کروں فرمایا تم قل اعوذ برب الفلق سے بڑھ کر کوئی ایسی سورت نہیں پڑھ سکتے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقبول ہو[۲] (احمد، نسائی، دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو خوب ظاہر کرو[۳] اور قرآن کے عجائبات کی پیروی کرو اس کے عجائب اس کے فرائض اور اس کے امور ہیں[۴] روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں قرآن پڑھنا بیرون نماز کی تلاوت سے افضل ہے[۵] اور بیرون نماز قرآن شریف پڑھنا تسبیح و تکبیر پڑھنے سے بہتر ہے[۶] اور تسبیح پڑھنا ـ

۱ یعنی اللہ سے بہتر دعا استعانت یہ دو سورتیں ہیں جیسے کیا میں آفات سے بچنے اور مصیبتوں کے دفع کرنے کیلئے سورۂ یوسف و ہود کا ورد رکھوں (لمعات و مرقات) مرقات نے فرمایا یہاں ... کی اجازت نہیں چاہ رہے ہیں بلکہ تعویذ کی اجازت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورد وظیفوں میں شیخ کی اجازت چاہیے ورنہ ثواب تو مل جائیگا مگر اثر دیر ہوگا یہ حدیث اجازت شیخ کی اصل ہے ۲ یعنی سورۂ فلق پڑھنے میں عبادت بھی ہے اور مختصر بھی ہے اور بلاؤں کو دفع کرنے میں تیر بہدف اور جامع ہے کیونکہ اس میں ہر مخلوق کی شر سے پناہ مانگی گئی ہے اور وظیفوں اور دعاؤں میں بہترین وظیفہ و دعا وہ ہے جو جامع ہو یہاں مرقات نے فرمایا الفلق سے مراد دو سورتیں فلق و ناس مراد ہیں یعنی ایک کا ذکر کر دو دونوں کی اجازت دی ہو کیونکہ سورۂ ناس سورۂ فلق کی ساتھی ہے واللہ اعلم ۳ اے علماء قرآن کریم کی لوگوں میں خوب اشاعت کرو اسے چھپا نہ رکھو جیسے یہود و نصاریٰ نے توریت و انجیل چھپا دی اور جیسا کہ چھپانے کا حق نہیں یا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کو اعراب لگا کر ظاہر کر کے پڑھو یعنی حرکات یعنی زیر زبر پیش کو اس کی ادا ٹھیک ادا کرو ... کی قابلیت معقولیت ظاہر ہو کر عبارت کے معنی ظاہر ہو جاتے ہیں یا یہ کہ قرآنی متشابہات ... کا ظاہر کرو ۴ یعنی قرآنی احکام ہیں جو بہت اونچے اور نرالے ہیں یا فرائض سے مراد کرنے والے کاموں کے احکام ہیں اور حدود سے مراد نہ کرنے والی چیزیں ہیں یا فرائض سے مراد وراثت کے حصے ہیں اور حدود سے مراد باقی دیگر احکام ہیں یا فرائض سے مراد عام احکام ہیں اور حدود سے مراد قرآنی اسرار ہیں یعنی قرآنی احکام اس کے عجائب اس کے دوسرے عجیب و غریب اسرار (علماء و عوام) پر ظاہر کرو علماء پر مدرسوں میں عوام پر مجلسوں اور وعظوں میں قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن جیسے انسان کا ظاہر بدن ہے اور باطن قلب و روح فرائض میں ظاہر کی طرف اشارہ ہے حدود میں باطن کی طرف اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف سمجھنے کیلئے علم نحو صرف لغت بلاغت وغیرہ سیکھنا ضروری ہے کہ ان علوم کے بغیر قرآن کے یہ صفات ظاہر نہیں ہو سکتے ۵ کیونکہ نماز میں تلاوت دو عبادتوں کا اجتماع ہے اور ایک عبادت سے دو افضل نیز نماز میں جو یکسوئی ہوتی ہے وہ بیرون نماز میسر نہیں ہوتی نیز نماز میں جو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے وہ بیرون نماز نصیب نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ دو عبادتوں کا اجتماع افضل ہے لہذا ختم وغیرہ بہتر ہیں جن میں تلاوت و خیرات کا اجتماع ہو ...

أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ ۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِ الْمُصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهُ فِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلٰى ذٰلِكَ إِلٰى أَلْفَيْ دَرَجَةٍ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاؤُهَا

خیرات سے بہتر ہے۱ اور خیرات روزے سے افضل ہے۲ اور روزہ آگ سے ڈھال ہے۳ روایت ہے حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن اوس ثقفی سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص کا بغیر قرآن کریم دیکھے تلاوت کرنا ہزار درجہ ہے۴ اور قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنا اس پر دو ہزار درجہ تک افضل ہے۵ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۶ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان دلوں کی صفائی کیا ہے۷

ہیں تاکہ معلوم ہو کہ تسبیح و تہلیل قرآن کا جزو نہیں، اور تلاوت میں کل قرآن ہے اور تسبیح میں کلمہ افضل نیز قرآن میں وظیفہ بھی ہے اور رب تعالیٰ کا کلام بھی علاوہ ازیں نماز میں رکوع و تشہد سے قیام افضل ہے کیونکہ قیام میں تلاوت قرآن ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے شیخ نے فرمایا کہ بیرون نماز تلاوت نماز کی تسبیح و تہلیل سے بھی افضل ہے۔

۲؎ یعنی اس خیرات سے بہتر ہے جو ذکر اللہ سے خالی ہو یہ ظاہر ہے کہ صدقہ ہمارا کام ہے اور تسبیح و تہلیل میں ہمارے رب کا نام، ہمارے کام سے رب کا نام افضل ہے، چاہیے کہ خیرات کے وقت اللہ کا ذکر بھی کیا جاوے۔ ۳؎ اس وجہ سے کہ صدقہ میں مال راہ خدا میں خرچ کرنا ہے اور روزے میں مال نفس کے لئے روکنا اور رکھنا ہے کہ روزہ میں دوپہر کا کھانا بچ جاتا ہے اور مال بچانے سے خرچ کرنا راہ خدا میں بہتر۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ صدقہ وہ افضل ہے جس میں بچا ہوا مال خیرات کر دیا جائے یعنی جب نفلی روزہ رکھے تو دوپہر کا کھانا خیرات کر دے تاکہ روزہ و خیرات جمع ہو جائیں بلکہ روزہ میں ذکر اللہ زیادہ کرے تاکہ روزہ و تسبیح و تہلیل کا اجتماع نصیب ہو۔ یہ وجہ ہے کہ روزہ میں صرف روزہ دار کا نفع ہے اور صدقہ میں دینے والے کا بھی اور فقیر کا بھی بھلا، اور لازم عبادت سے متعدی عبادت بہتر ہے خیال رہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے ورنہ کلیۃً روزہ خیرات سے بہتر ہے لہذا یہ حدیث روزہ کی فضائل کی احادیث کے خلاف نہیں۔ ۳؎ جب روزہ جو ان تمام عبادات میں سے آخر درجہ کی عبادت ہے اس کا یہ فائدہ ہے تو سوچ لو کہ اس سے اوپر والی عبادتوں کا کیا فائدہ ہوگا وہ ہمارے خیال و وہم سے وراء ہے۔ ۴؎ یعنی حفظ تلاوت قرآن کا ثواب دیگر عبادات سے ہزار گنا زیادہ ہے اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی۔ ۵؎ یعنی قرآن کریم میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا ثواب دوسری عبادات سے دو ہزار گنا زیادہ یا حفظ تلاوت سے دو ہزار حصہ زیادہ ہے کیونکہ قرآن کریم کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کی تلاوت بھی عبادت تو دیکھ کر پڑھنے والا دو عبادتیں کرتا ہے اور حفظ تلاوت کرنے والا ایک عبادت کرتا ہے خیال رہے کہ چند چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے قرآن کریم، کعبہ معظمہ، عالم دین کا چہرہ، ماں باپ کو شفقت کی نظر سے دیکھنا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا تو ایسی عبادت ہے کہ اس سے مومن صحابی بن جاتا ہے۔ ۶؎ یعنی گناہوں کی زیادتی دنیا میں مشغولیت ذکر محبوب سے غفلت وغیرہ دلوں کے زنگ کا سبب ہے یہ زنگ کبھی معمولی ہوتی ہے اور معمولی کوشش سے جاتی رہتی ہے اور کبھی بہت سخت

قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ
وَعَنْ اَيْفَعَ بْنِ عَبْدِ الْكَلَاعِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ سُوْرَةِ الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ قُلْ هُوَ
اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ فَاَيُّ اٰيَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ اٰيَةُ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ
قَالَ فَاَيُّ اٰيَةٍ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ تُحِبُّ اَنْ تُصِيْبَكَ وَاُمَّتَكَ قَالَ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَاِنَّهَا
مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ تَحْتِ عَرْشِهٖ اَعْطَاهَا هٰذِهِ الْاُمَّةَ لَمْ تَتْرُكْ خَيْرًا مِّنْ

فرمایا موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت ۲ یہ چاروں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں روایت ہے حضرت ایفع ابن عبد الکلاعی سے ۳ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قرآن کریم کی کونسی سورۃ بہت بڑی ہے فرمایا قل ہو اللہ احد ۴ عرض کیا پھر قرآن کریم کی کونسی آیت بہت بڑی ہے ۵ فرمایا آیۃ الکرسی یعنی اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ۶ عرض کیا یا نبی اللہ کس آیت کے متعلق آپ چاہتے ہیں کہ اس کی برکت آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچے ۷ فرمایا سورۂ بقرہ کی آخری آیات ۸ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عرشی خزانے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بخشے ۹ ان آیتوں نے دنیا

زنگ بہت غفلت کے بعد پیدا ہوتا ہے اور کبھی ناقابل علاج جیسے زنگ اور محکم ہو جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون خیال رہے کہ یہاں ھذہ القلوب سے مراد عام انسانوں کے دل ہیں انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کے دل اس سے مستثنیٰ ہیں وہ ہمیشہ حفاظت الٰہی میں رہتے ہیں ان کے لئے ذکر موت اور تلاوت قرآن ترقی درجات کا ذریعہ ہیں خیال رہے کہ ہر چیز کی صفائی کے آلات الگ الگ ہیں اور ہر ایک کی پالش جداگانہ ہے تو دلوں کی پالش و صفائی کس چیز سے ہوگی۔

۲ کیونکہ موت کو یاد کرنے میں دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے آخرت کی طرف راغب ہو جاتا ہے گناہوں سے متنفر اور نیکیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو شخص روزانہ موت کو یاد کر لیا کرے اس کو درجہ شہادت ملے گا اگرچہ طبعی موت سے مرے (شامی) اسی لئے زیارت قبور سنت ہے تاکہ اس سے اپنی موت یاد آئے یہ موت خاموش واعظ ہے ۳ کیونکہ قرآن گویا اپنے روحانی وطن کا خط ہے جو ہم پردیسیوں کو وطن کی یاد دلاتا ہے اسی دیس کی یاد اس جہانی عارضی دیس سے دل سرد کر دیتی ہے یہ بہترین واعظ ہے اس سے معلوم ہوا کہ یاد موت کی کثرت دل کا زنگ دور کرتی ہے اور تلاوت مطلقاً خواہ زیادہ ہو یا کم یہ اثر کرتی ہے ۳ آپ کا نام ایفع ابن ناکور کلاعی ہے ذوالکلاع یمن کا مشہور قبیلہ ہے شیخ نے فرمایا کہ آپ صحابی ہیں مگر مرقات نے فرمایا کہ آپ تابعی ہیں کیونکہ آپ یمن سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ۴ کیونکہ اس سورت میں رب تعالیٰ کی توحید کا نہایت جامع اور مکمل بیان ہے اور کلام کی عظمت اس کے مضمون کی عظمت سے ہوتی ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہوا کہ سورۃ فاتحہ بڑی اعظم سورۃ ہے کہ وہاں عظمت اور فضیلت یہ ہے کہ وہ بہت سے مضامین کی جامع ہے اور یہاں اعظمیت دوسری حیثیت سے ہے ۵ یہاں سوال بھی ایک آیت کا تھا لہٰذا جواب سوال کے مطابق ہے ۶ جس میں رب کی ذات و صفات کا مکمل و جامع بیان ہو پہلے سورت کے متعلق سوال تھا اب آیت کے متعلق سوال ہے ۷ آخر آیت وھو العلی العظیم تک آیۃ الکرسی بہت ہی نافع آیت ہے اس کے فضائل حد و حصر سے باہر ہیں ۸ یہاں برکت سے مراد دائمی ثواب و فائدہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو برکت ہر قسم کی ۹ یعنی آمن الرسول سے آخر تک اور بہتر یہ ہے کہ للہ ما فی السموات سے آخر تک پڑھا کرے

خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ إِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ. وَعَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ
فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ. وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَأَ اٰخِرَ اٰلِ عِمْرَانَ فِيْ لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهٗ قِيَامُ
لَيْلَةٍ. وَعَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ إِلَى اللَّيْلِ
رَوَاهُمَا الدَّارِمِيُّ. وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ خَتَمَ سُوْرَةَ
الْبَقَرَةِ بِاٰيَتَيْنِ أُعْطِيْتُهُمَا مِنْ كَنْزِهِ الَّذِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوْهُنَّ وَعَلِّمُوْهُنَّ نِسَاءَكُمْ

دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہیں جو اس میں نہ ہو (دارمی) روایت ہے عبدالملک ابن عمیر سے مرسلاً فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے [۱] (دارمی، بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرمایا جو رات کو آل عمران کی آخری آیات پڑھے
اس کے لئے تمام رات عبادت کا ثواب لکھا جائے گا [۳] روایت ہے حضرت مکحول سے فرماتے ہیں جو جمعہ کے دن سورۂ آل عمران پڑھے تو رات تک فرشتے اس پر دعائیں کرتے رہتے ہیں (دارمی)
روایت ہے حضرت جبیر ابن نفیر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ایسی دو آیتوں پر ختم فرمایا جو مجھے اپنے اس خزانہ سے عطا ہوئیں جو عرش کے نیچے ہے لہٰذا انہیں سیکھو

ان خزانوں کا نزول عرش سے ہوا اور اس امت کے سوا کسی امت کو اس جیسی عظیم الشان نعمت نہ ملی کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید، ملکیت، غفاری
ستاری وغیرہ صفات کا بھی اعلیٰ بیان ہے، اور جامع دعائیں بھی ہیں اور رب تعالیٰ کو بندے کا مانگنا بہت محبوب ہے یہ آیتیں خود اور تہجد
کی نماز میں خصوصاً پڑھنا چاہئیں اس کے بڑے فائدے دیکھے گئے ہیں۔ [۱] یہ حدیث مرسل اس معنے سے ہے کہ عبدالملک تابعی ہیں، امام شعبی کے بعد کوفہ کے
قاضی رہے اور بڑے عالم و متقی، فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابی کا ذکر نہ کیا [۲] جسمانی خیالی اور روحانی
تمام بیماریوں کی شفا مطلق ہے بہت بیماریوں میں مختلف طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے اور بہت مفید ہوتی ہے تجربہ ہے ایمان و یقین شرط ہے۔
[۳] یہ حدیث اگرچہ حضرت عثمان پر موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ قرآنی سورتوں کے فضائل عقل سے نہیں معلوم ہو سکتے صرف حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کے فرمان شریف سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔ آخر آل عمران سے مراد آیت اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے آخر تک ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیات
تہجد کے لئے اٹھتے وقت بھی پڑھتے تھے آسمان کے تاروں کو ملاحظہ فرماتے جاتے اور آیات پڑھتے جاتے تھے بہتر یہ ہے کہ تہجد کے وقت اٹھتے ہی یہ بھی پڑھے اور نماز تہجد میں بھی
مطلب یہ ہے کہ جو کوئی یہ آیتیں رات کے کسی حصہ میں خصوصاً تہجد میں پڑھے تو اسے تمام رات نوافل پڑھنے کا ثواب ملے گا، سبحان اللہ رب تعالیٰ کی عطا پر
[۴] یعنے حضرت مکحول شامی جو مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں پوری سورۂ آل عمران پڑھ لے، وہ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق
ہے یہاں دعاؤں سے مراد خاص دعائیں ہیں کیونکہ ان کی عام دعائیں تو ہر مسلمان کے لئے وقف ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ اگرچہ حضرت مکحول کا قول ہے مگر حدیث
مرفوع کے حکم میں ہے [۵] یعنی آمن الرسول سے آخر سورۃ تک کی دو آیتیں عرشی خزانوں میں سے ہیں۔ خزانوں سے مراد رحمت کے معنوی خزانے ہیں۔
یعنی ان دونوں آیتوں کا ایک ایک کلمہ سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ جامع ارشاد ہوا اور عورتوں کے لئے خصوصیت سے ان کی تعلیم چاہیئے تاکہ رب تعالیٰ

فَإِنَّهَا صَلٰوةٌ وَقُرْبَانٌ وَدُعَاءٌ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا. وَعَنْ كَعْبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْرَءُوْا سُوْرَةَ هُوْدٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ. وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ النُّوْرُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ. وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اقْرَءُوا الْمُنْجِيَةَ وَهِيَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَأُهَا مَا يَقْرَأُ شَيْئًا غَيْرَهَا وَكَانَ كَثِيْرَ الْخَطَايَا

کریں نماز اور باعث قرب الٰہی اور دعا ہیں (دارمی) مرسلاً روایت ہے حضرت کعبؓ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھا کرو (دارمی) روایت ہے حضرت ابو سعیدؓ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن میں سورہ کہف پڑھے تو اس کا نور چمکتا ہے دو جمعوں کے درمیان (بیہقی دعوات الکبیر) روایت ہے حضرت خالد ابن معدان سے انہوں نے فرمایا نجات دینے والی سورۃ پڑھا کرو جو الٓمّٓ تنزیل ہے مجھے خبر ملی ہے کہ ایک شخص یہی سورۃ پڑھتا تھا اس کے سوا کچھ نہ پڑھتا تھا اور وہ بڑا گنہگار تھا۔

فرماتے ہیں ان حسنات ... [illegible] ... وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الخ ... [illegible] ... کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ ... [illegible] ... کے گناہوں کا کفارہ ہو کر ... [illegible] ... اپنے سارے گھر والوں ... [illegible] ... ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ... [illegible] ... میں فرشتوں کی صلوٰۃ سے مراد ہے استغفار ... [illegible] ... یا یہ مطلب ہے کہ نماز میں تلاوت کی جانے والی آیتیں ہیں ... [illegible] ... ان میں دعا بھی ... [illegible] ... قرب الٰہی بھی، استغفار بھی ... [illegible] ... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کا ... [illegible] ... معلوم ہوا کہ آیات کے فضائل بھی ... [illegible] ... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد کیا صحابی کا ذکر نہ آیا ... [illegible] ... حضرت ابو ذر سے ... [illegible] ... روایت کی تھوڑے فرق سے ... [illegible] ... قرآن کریم ... [illegible] ... معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن ... [illegible] ... سورہ کہف کی تلاوت ... [illegible] ... قیامت کے دن ... [illegible] ... دو جمعوں کے درمیان ... [illegible] ... جو شخص ہر جمعہ کو یہ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ... [illegible] ... سورۃ ... [illegible] ... دجال کی آفت سے بچنے کا ذریعہ ہو گا ان شاء اللہ ... [illegible] ... یہ حدیث مختلف طریقوں اور مختلف عبارتوں سے حاکم، دارمی، نسائی، طبرانی، بزار نے بھی روایت کی ... [illegible] ... آپ مشہور تابعی ہیں ... [illegible] ... صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے ... [illegible] ... عالم ہیں ... [illegible] ... یہ سورۃ دنیا وی آفات عذاب قبر و حشر سے نجات کا ذریعہ ہے اس لئے اسے منجیہ کہتے ہیں جب قرآنی سورۃ کو منجیہ کہنا درست ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو منجی ... [illegible] ... نجات دہندہ کہا جاسکتا ہے ... [illegible] ... صرف اس سورۃ کا وظیفہ کرتا تھا اس کے سوا اس کا کوئی اور وظیفہ نہ تھا۔

فَنَشَرَتْ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ قَالَتْ رَبِّ اغْفِرْ لَهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَتِي فَشَفَّعَهَا الرَّبُّ تَعَالَى فِيهِ وَ
قَالَ اكْتُبُوا لَهُ بِكُلِّ خَطِيئَةٍ حَسَنَةً وَارْفَعُوا لَهُ دَرَجَةً وَقَالَ أَيْضًا إِنَّهَا تُجَادِلُ عَنْ
صَاحِبِهَا فِي الْقَبْرِ تَقُولُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَإِنْ لَمْ أَكُنْ مِنْ كِتَابِكَ
فَامْحُنِي عَنْهُ وَإِنَّهَا تَكُونُ كَالطَّيْرِ تَجْعَلُ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهُ فَتَمْنَعُهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
وَقَالَ فِي تَبَارَكَ مِثْلَهُ وَكَانَ خَالِدٌ لَا يَبِيتُ حَتَّى يَقْرَأَهُمَا وَقَالَ طَاوُسٌ فُضِّلَتَا
عَلَى كُلِّ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ بِسِتِّينَ حَسَنَةً رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ

تو اس سورۃ نے اس گنہگار پر اپنے پر پھیلا دیئے اور بولی یا رب اسے بخش دے کیونکہ یہ میری بہت تلاوت کرتا تھا تب رب تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ شفاعت قبول کر لی اور فرمایا کہ اس کے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی لکھو اور اس کا ایک درجہ بلند کرو اور یہ بھی فرمایا کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑے گی کہے گی الٰہی اگر میں تیری کتاب میں ہوں تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر اور اگر میں تیری کتاب نہیں ہوں تو مجھے اس سے مٹا دے اور وہ پرندے کی طرح ہو جائے گی کہ اپنے پر پھیلائے گی اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور میت سے عذاب قبر ہٹا دے گی اور سورۂ ملک کے بارے میں بھی ایسا ہی فرمایا اور حضرت خالد نہ سوتے تھے حتی کہ یہ دونوں سورتیں پڑھ لیتے حضرت طاؤس نے فرمایا کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی تمام سورتوں پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔

ف: یعنی جب وہ قبر میں گیا تو یہ سورت پرندہ کی شکل میں موجود ہوئی اور اس پر اپنے پروں کا سایہ کر دیا تاکہ اس شخص پر عذاب نہ ہو سکے ظاہر یہ ہے کہ بغیر حضور سے سنے ایسی بات کوئی بڑا صحابی نہیں کہہ سکتا، مرتبہ بعض گنہگار ایسے ہیں کہ ان میں فاسق کوئی نہیں گناہ اور بے فسق کچھ اور رہ گئے اس شفاعت کی برکت سے عذاب قبر تو ختم ہی ہو گیا اور اس عذاب سے بچایا ہوگا گیا یعنی کہ تمام اعمال سے سارے گناہ مٹا دو اور بے گناہ پر نیکی آؤ اب حدیث میں ہے کہ گناہ مٹا کر ہر ایک کے بدلہ اس نے نیکیاں لکھیں یہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رب تعالیٰ نے فرمایا ہے فاولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات بادشاہ خوش ہوتے ہیں تو گالی پر انعام دے دیتے ہیں یا ہے پر شاہ خلعت و ہدیہ دیتا ہے یہ خیال رہے کہ یہاں تحقیق سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں کیونکہ العباد الخ اس سے بے نیاز نہیں کیا قرآن پڑھنے والوں کے مال مرے چور کی طرح گنتی کرتا رہے اور اس کو ان چیزوں پر قبضہ ملے اور اس کی قبر درست اور کر دے اور اسے سوالات قبر میں کامیاب فرما دے کیونکہ یہ مجھے بہت تلاوت کرتا تھا آج اس کا بدلہ اسے دے دے۔ شہ یعنی مجھے لوح محفوظ سے مٹا دے یا قرآنی اوراق سے اس کے سینہ سے نکال دے یہ نازکی ایسی عرض ہے جیسے ناز پروردہ غلام اپنے آقا سے کہے کہ اگر میں تیرا غلام ہوں تو میری بات مان اور نہ مجھے آزاد فرما دے، یا بیٹا باپ سے عرض کرے کہ اگر میں آپ کا فرزند ہوں تو میرے حق کا لحاظ فرمادیں، اگر نہیں ہوں تو مجھے اپنے گھر سے باہر نکال دیجئے، لہٰذا یہ اگر مگر شک و تردد کے لئے نہیں۔ شہ یعنی جیسے مرغی یا چڑیا اپنے بچوں کو اپنے پروں میں لے لیتی ہے جس سے بچوں تک باہر کی تکلیف نہیں پہنچ پاتی ایسے ہی یہ سورۃ اپنے عامل کو قبر و قیامت میں اپنے پروں میں لے لیگی جس سے اس شخص تک گرمی، وحشت، دہشت وغیرہ نہ پہنچ سکے گی۔ ساتھ حضرت خالد ابن معدان نے سورہ ملک کے فضائل بھی تقریباً ایسے ہی بیان کئے۔ شہ یعنی بعض خصوصی فائدوں میں دوسری تمام سورتوں سے ساٹھ گنا زیادہ ہیں، یا بعض حالات میں ان کی تلاوت دوسری سورتوں کی تلاوت سے ساٹھ گنا زیادہ مفید ہو جیسے نماز وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھنا بہتر ہے اور جمعہ کی فجر میں سورۃ سجدہ ۱۲ منہ

قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ فِي صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ
حَوَائِجُهُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا ، وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ تَعَالَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَاقْرَءُوْهَا
عِنْدَ مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ، وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ
شَيْءٍ سَنَامًا وَإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ لُبَابًا وَإِنَّ لُبَابَ الْقُرْآنِ

ترجمہ: مجھ کو خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن کے شروع میں سورۂ یٰسین پڑھے اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں گی لے روایت کیا اس کو دارمی نے مرسلاً
روایت ہے حضرت معقل ابن یسار مزنی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رضائے الٰہی کے لئے سورۂ یٰسین پڑھے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے لہٰذا
اسے اپنے مُردوں کے پاس پڑھا کرو ۔ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے اور ہر چیز کا ایک مغز ہے

اور سورۂ دعا کی تلاوت افضل ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے فضائل زیادہ ہیں لہ آپ جلیل القدر تابعی بڑے متقی عالم اور بے نظیر فقیہ تھے ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطا سے بڑا تو کیا ان جیسا عالم و فقیہ نہ دیکھا ، سیاہ رنگ ایک آنکھ کانی ناک اکی مانند شل تھا ، پاؤں سے لنگڑے تھے ، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے ، اٹھاسی سال عمر پائی ۱۱۵ھ میں وفات ہوئی ، امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں اگر علم نسب یا دوسری خصوصیات سے ملتا تو عطاء کو نہ ملتا کہ ان میں کوئی ظاہر خصوصیت نہ تھی مگر علم کے خزانے ان کے سینے میں تھے پاک ہے وہ جس کی عطا کسی کے کمال پر موقوف نہیں ، شعر

داد حق را قابلیت شرط نیست ⁂ بلکہ شرط قابلیت داد است

آپ نے حضرت ابن عباس ، ابوہریرہ ، ابوسعید خدری ، جابر ، ابن عمر ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث لیں اور ان سے فیوض حاصل کئے لہ بعض بزرگ نماز فجر کے بعد سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے ، یہ عمل نہایت مجرب ہے اس کا عامل ان شاء اللہ کبھی فقر و فاقہ یا دیگر آفات میں نہ پھنسے گا ، دفع حاجات کے لئے یہ سورۃ اکسیر ہے لہ یہ سورۂ یٰسین کا اخروی فائدہ ہے یعنی اس کی تلاوت کرنے والا دنیاوی آفات سے محفوظ رہے گا اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے ان شاء اللہ کبیرہ گناہ بھی (مرقات) لہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں موتیٰ سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو قریب الموت ہو ، ایسی حالت میں سورۂ یٰسین تلاوت کرنے کا عام رواج ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے ، اس سورۃ سے مشکل بھی حل ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف ، اس لئے اس وقت سورۂ یٰسین پڑھنا نہایت مناسب ہے ، اور ہو سکتا ہے کہ موتیٰ سے مراد میت ہی ہو ، یعنی قبر پر یا دفن سے پہلے سورۂ یٰسین پڑھا کرو پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں (لمعات و مرقات) لہ یعنی اونٹ کا حسن اس کی کوہان ہے ، مسجد کا حسن اونچے مینار ، یوں ہی ہے اور قرآن کا حسن سورۂ بقرہ سے ہے کہ اکثر احکام شرعیہ اسی سورۃ میں ہیں اور آیات جہاد بھی اسی سورۃ میں ہیں اور جہاد سے اسلام و قرآن سب ہی کی بقا ہے نیز یہ سورۃ تمام سورتوں سے بڑی ہے ⁂

الْمُفَصَّلِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ • وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِكُلِّ شَيْءٍ عَرُوسٌ وَعَرُوسُ الْقُرْآنِ الرَّحْمٰنُ • وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَأْمُرُ بَنَاتِهِ يَقْرَأْنَ بِهَا فِي كُلِّ لَيْلَةٍ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ • وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ هٰذِهِ السُّورَةَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى رَوَاهُ

مفصل ہے[۱] (دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورۃ رحمٰن ہے[۲] روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہر رات سورۃ واقعہ پڑھا کرے تو اسے فاقہ کبھی نہ پہنچے گا[۳] حضرت ابن مسعود اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے تھے کہ ہر رات یہ پڑھا کریں[۴] یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں، روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۃ سے بہت محبت کرتے تھے سبح اسم ربک الاعلیٰ[۵]

۱ سورہ حجرات سے والناس تک کو مفصل کہتے ہیں، اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال المفصل ہے اور بروج سے لم یکن تک اوساط اور لم یکن سے والناس تک قصار۔ مرقات نے فرمایا کہ بقیہ قرآن کے مضامین توریت و انجیل کے مضامین کے مشابہ ہیں، مگر مفصل کے مضمون بے مثال ہیں۔ ایسے ہی مفصل میں ان مضامین کی تفصیل کر دی گئی ہے جو بقیہ قرآن میں اجمالاً مذکور ہوئے اس لئے اسے خلاصۂ قرآن فرمایا گیا۔ ۲ چند وجہ سے سورہ رحمٰن کو قرآن کی دولہن یعنی زینت فرمایا گیا اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر ہے اور ذات و صفات پر اعتقاد ایمان کی زینت ہے اس سورۃ میں جنت کی حوروں ان کے حسن و جمال، ان کے زیورات کا ذکر ہے، یہ چیزیں جنت کی زینت ہیں، اس سورۃ میں آیت کریمہ فبای آلاء ربکما تکذبان اکتیس جگہ ارشاد ہوا اس سے اس سورۃ کی زینت زیادہ ہوگئی، خیال رہے کہ عربی میں عروس دولہا کو بھی کہتے ہیں اور دولہن کو بھی، یہ عرس سے بنا ہے بمعنی شادی و برات، چونکہ دولہا دولہن کو نہایت آراستہ پیراستہ کیا جاتا ہے اس لئے پھر یہ لفظ بمعنی زینت بہ کثرت استعمال ہونے لگا یہاں اسی مجازی معنی میں ارشاد ہوا ہے، جنت میں رب تعالیٰ سورۂ رحمٰن کی تلاوت فرمائیگا جنتی سنیں گے اس سننے سے جو لذت و سرور حاصل ہوگا وہ بیان بلکہ گمان سے وراء ہے اچھے قاری کی تلاوت سن کر لوگ لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں تو رب تعالیٰ کی تلاوت کیسی ہوگی۔ ۳ بعض شارحین نے اس حدیث کی شرحیں کی ہیں کہ اسے فاقہ میں بے صبری نہ ہوگی یا اسے توکل نصیب ہوگا یا اسے دلی فاقہ یعنی عبادت سے غفلت نہ ہوگی، مگر حق یہ ہے کہ حدیث ظاہر پر ہے سورۂ واقعہ ہر رات پڑھنے والا فقر و فاقہ سے محفوظ رہتا ہے، یہ عمل بہت مجرب ہے، اللہ تعالیٰ نے بعض سورتوں آیتوں میں دنیاوی فائدے بھی رکھے ہیں تاکہ لوگوں کو تلاوت قرآن کی رغبت ہو مختلف آیتوں میں مختلف دنیاوی تاثیریں بھی رکھی گئی ہیں، (لمعات) ۴ تاکہ تلاوت کا ثواب بھی پائیں اور فقر و فاقہ سے محفوظ بھی رہیں معلوم ہوا کہ دنیاوی نفع و اثر کے لئے بھی قرآن پاک پڑھنا جائز ہے، ہاں ناجائز مقاصد کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا کوئی عمل کرنا جائز نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی آیات اور دوسری دعائیں بیماروں پر استعمال فرماتے تھے شفا کے لئے ۵ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں یہی سورۃ پڑھتے تھے اور ویسے بھی اسی کی تلاوت زیادہ کرتے تھے اس لئے کہ اس سورۃ میں حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام اور ان کے صحیفوں کا

أَحْمَدُ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَقْرِئْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ اقْرَأْ ثَلٰثًا مِنْ ذَوَاتِ الٓرٰ فَقَالَ كَبُرَتْ سِنِّي وَاشْتَدَّ قَلْبِي وَغَلُظَ لِسَانِي قَالَ فَاقْرَأْ ثَلٰثًا مِنْ ذَوَاتِ حٰمٓ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَقْرِئْنِي سُورَةً جَامِعَةً فَأَقْرَأَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زُلْزِلَتْ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهَا أَبَدًا ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

احمد نے روایت کی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا یا رسول اللہ مجھے قرآن سکھائیے [1] فرمایا الر والی تین سورتیں پڑھا کرو [2] عرض کیا میری عمر بہت ہوچکی دل سخت اور زبان موٹی ہوچکی [3] فرمایا تو حم والی تین سورتیں پڑھا کرو [4] تو اس نے پھر وہ ہی عرض کیا پھر وہ بولا یا رسول اللہ مجھے کوئی جامع سورۃ سکھا دیجئے [5] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ اذا زلزلت پڑھائی حتی کہ اس سے فارغ ہوگئے [6] تو وہ شخص بولا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر کبھی کچھ زیادتی نہ کروں گا [7] پھر وہ پیٹھ پھیر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بھی ذکر ہے، اور مشکلات آسان کرنے کا بھی وعدہ ہے، جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ فتح دنیا و ما فیہا سے زیادہ پیاری ہے کہ اس میں فتح مکہ کا وعدہ ہے، آنحضرت کی بشارت ہے۔ مرقات میں اس جگہ فرمایا کہ انسان اپنے اوقات کے تین حصے کرے ایک حصہ میں اپنے نفس کا حساب کرے جس نے آج کیا جرم کئے اور کیا نیکی، دوسرے حصہ میں اللہ تعالٰی کی صنعتوں میں غور کرے، تیسرے حصے میں تلاش معاش کرے، اس سورۃ میں یہ تینوں چیزیں صراحۃً یا اشارۃً مذکور ہیں۔

[1] یعنی تلاوت قرآن کی اجازت دیجئے یا قرآنی ورد و وظیفہ بتائیے جو میں پڑھا کروں یہ مطلب نہیں کہ مجھے قرآنی الفاظ کے ہجے یا روانی سکھائیے جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے معلوم ہو رہا ہے [2] یعنی جن سورتوں کے اول میں الف، لام، را، ہے ان میں سے تین سورتیں روزانہ پڑھ لیا کرو، بہت فوائد دیکھو گے [3] یعنی یہ سورتیں ہیں لمبی اور بڑھاپے کی وجہ سے میرا دل قابو میں ہے نہ زبان، زیادہ لمبے ورد نہیں پڑھ سکتا بہت زیادہ تلاوت نہیں کر سکتا [4] یعنی اگر الر والی دراز سورتیں روزانہ نہیں پڑھ سکتے، تو حٰم والی سورتیں پڑھ لیا کرو کہ یہ ان سے چھوٹی ہیں [5] یعنی ایسی سورۃ بتائیے جو پڑھنے میں آسان ہو، الفاظ میں مختصر ہو، فوائد میں جامع ہو، کہ بڑی بڑی سورتوں کے فضائل و فوائد کی جامع ہو، جامع سے یہی مراد ہے [6] یعنی اس سے یہ سورۃ سنی اور سن کر اس کے ورد کی اجازت دے دی، حضرات صوفیاء دلائل الخیرات شریف وغیرہ وظیفہ مریدوں کو سکھاتے ہیں، پھر ان سے سنتے ہیں، پھر ان کی اجازت دیتے ہیں جس سے ان کی تاثیر بہت قوی ہو جاتی ہے۔ اس سننے اور اجازت دینے کی اصل یہ حدیث بھی ہے کہ اس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کے عمل کی اجازت لی، حضور علیہ السلام نے اسے اجازت مرحمت فرمائی کلام کی تاثیر کے ساتھ زبان کی تاثیر بھی چاہیے، کارتوس کی طاقت کے ساتھ رائفل کی قوت بھی ضروری ہے [7] یعنی صرف اسی سورت کا وظیفہ کیا کروں گا اگرچہ تلاوت سارے قرآن شریف کی کیا کروں گا یہ مطلب نہیں کہ سوائے اسی سورۃ کے اور کوئی آیت یا سورۃ کبھی نہ پڑھوں گا کہ یہ تو غلط ہے، نماز میں الحمد شریف پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد سورتیں بدل کر پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید شیخ کے بتائے ہوئے ورد وظیفہ میں نہ تو زیادتی کرے نہ تبدیلی کرے وہ ورد ضرور کرے گا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ الرَّجُلُ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ ؁ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا يَسْتَطِيْعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّقْرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالُوْا وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ أَنْ يَّقْرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا يَسْتَطِيْعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّقْرَأَ أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ ؁ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَأَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَأَهَا ثَلٰثِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا ثَلٰثَةُ قُصُوْرٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذًا لَّنُكْثِرَنَّ قُصُوْرَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

دو بار فرمایا یہ شخص کامیاب و بامراد ہو گیا ۱؎ (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم میں کوئی نہیں کر سکتا کہ روزانہ ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے لوگ بولے روزانہ ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے ۲؎ فرمایا کیا کوئی یہ نہیں کر سکتا کہ الہٰکم التکاثر پڑھ لیا کرے ۳؎ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے ارسالاً وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو قل ہو اللہ احد دس بار پڑھے اللہ اس کے لئے جنت میں محل تیار کرے گا اور جو بیس بار پڑھے اللہ اس کی برکت سے جنت میں دو محل بنائے گا اور جو تیس بار پڑھے اللہ اس کی برکت سے جنت میں تین محل تیار کرے گا ۴؎ تو حضرت عمر ابن الخطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ تب تو اللہ کی قسم ہم اپنے محل بہت بنوا لیں گے ۵؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱؎ سورۃ زلزال فضائل کی وجہ سے کے لحاظ سے بھی جامع ہے اور احکام و مسائل شریعت و طریقت میں جامع ہے، اس کی ایک آیت میں دونوں جہاں جمع ہیں: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ، وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو جامعہ فاذّہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے آئندہ کے عمل اور اس کے خاتمہ کو جانتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس شخص کے متعلق دو خبریں دیں: ایک یہ کہ اسے اس عمل کے بجا لانے کی توفیق ملے گی، دوسرے یہ کہ اس کا انجام بخیر ہوگا کیونکہ کامیابی انہیں چیزوں پر موقوف ہے۔ ۲؎ یعنی ایک دو دن تو آدمی تمام کام بند کرکے ایک ہزار آیتیں پڑھ سکتا ہے، روزانہ نہیں پڑھ سکتا، روزانہ دوسرے کاموں کے لئے وقت دینے کا اہم لوگ کہاں بار بھی کرتے ہیں۔ ۳؎ کہ اس کی تلاوت میں ایک ہزار آیتوں کی تلاوت و عمل کا ثواب ہے، قرآن کریم میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶۶ آیتیں ہیں، کسر کو نکالو تو چھ ہزار آیات رہتی ہیں، اور مقاصد قرآن چھ ہیں جن میں سے ایک ہے آخرت کی یاد، یہ سورۃ تکاثر یاد دلاتی ہے اس لئے یہ سورۃ گویا قرآن کریم کا تقریباً چھٹا حصہ ہے، اس میں غور کرنے سے دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے، آخرت میں رغبت جس سے نفس گناہوں سے متنفر اور نیکیوں میں راغب ہوتا ہے۔ ۴؎ خلاصہ یہ ہے کہ ہر دس بار پر ایک محل کا عطیہ ہے، یہ تکرار اس لئے مذکور ہوئی کہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ محل کی عطا صرف پہلے دس بار پر ہے بعد میں نہیں، وسعت عطا ہر زمانے کے لئے ارشاد فرمایا کہ جتنے دسے پڑھو گے اتنے ہی محل پاؤ گے۔ ۵؎ یہ عرض محض تعجب کے طور پر ہے کہ اگر رب کی عطا کا یہ حال ہے تو ہم میں سے ہر شخص خوب تلاوت سورۂ اخلاص کیا کرے گا اور خوب محل بنوائے گا۔

وَسَلَّمَ اللّٰهُ اَوْسَعُ مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ فِيْ لَيْلَةٍ مِائَةَ اٰيَةٍ لَمْ يُحَاجَّهُ الْقُرْاٰنُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَنْ قَرَأَ فِيْ لَيْلَةٍ مِائَتَيْ اٰيَةٍ كُتِبَ لَهٗ قُنُوْتُ لَيْلَةٍ وَمَنْ قَرَأَ فِيْ لَيْلَةٍ خَمْسَ مِائَةٍ اِلَى الْاَلْفِ اَصْبَحَ وَلَهٗ قِنْطَارٌ مِنَ الْاَجْرِ قَالُوْا وَمَا الْقِنْطَارُ قَالَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۞ بَابٌ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ

اللہ اس سے بھی زیادہ وسعت والا ہے۱؎ (دارمی) روایت ہے حضرت حسن سے۲؎ مرسلاً کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک رات میں سو آیتیں پڑھے تو قرآن شریف اس رات کے متعلق اس سے جھگڑا نہ کریگا۳؎ اور جو رات میں دو سو آیتیں پڑھے تو اس کے لئے تمام رات کی عبادت لکھی جاوے گی اور جو رات میں پانچ سو سے ہزار آیتوں تک پڑھے تو صبح کرے گا اس حال میں کہ اس کے لئے ثواب کا ڈھیر ہوگا لوگوں نے عرض کیا ڈھیر کتنا فرمایا بارہ ہزار۴؎ (دارمی) باب آداب تلاوت۵؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نگرانی رکھو۶؎

۱؎ یعنی اے مسلمانو تم اس عطا پر تعجب نہ کرو رب کی جنت بہت بہت وسیع ہے اور اس کی عطا بہت زیادہ اگر تمام انسان دیا ہی کہ ہزار بار بعید ادر سورۂ اخلاص کی تلاوت کیا کریں تو رب کی عطا کا کوئی حساب ہے یعنی کل عطا دیا گیا اور اسکے خزانوں میں کچھ کمی نہ ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی عطاؤں کے مظہر اتم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وقت پوری جنت بخش دی ہے شعر۔ کیوں جنت پہ کھوٹے جو نکلے ہیں نہ دو ڈھے آئے ÷ ہم کو معلوم ہے دولت تری عزت تیری

۲؎ محدثین جب حسن مطلق بولتے ہیں تو حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں جو جلیل القدر تابعی ہیں۔ ۳؎ قیامت میں قرآن شریف کی ایک شکل و صورت ہوگی جو اپنے عاملوں کی شفاعت اور غافلوں کی شکایت کریگا۔ قرآن کریم کی دو شانیں ہیں ایک تو کلام الٰہی ہونا دوسرے اس حافظ کی جو قرآن کریم کا دور نہ کرے حتیٰ کہ اسے بھول جائے یہاں دوسری شکایت کا ذکر ہے یعنی جو حافظ ہر شب سو آیتیں تلاوت کر لیا کرے تو قرآن کریم اس حافظ کی یہ شکایت نہ کرے گا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے یہاں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، قرآن سے یہی قرآن مراد ہے جو ہم پڑھا کرتے ہیں اور شکایت سے ظاہری شکایت ہی مراد ہے۔ ۴؎ بارہ ہزار درہم یا دینار یا بارہ ہزار اوقیہ خیرات کرنے کا ثواب ملے گا اور ایک اوقیہ آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ وسیع ہے غرضکہ رب تعالیٰ کی عطا ہمارے فہم و سمجھ سے وراء ہے مرقات وغیرہ عربی میں قنطار بہت مال کو کہتے ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا۔ ۵؎ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرف باب ہے یعنی قرآن کریم کے متعلق متفرق مسائل کا باب اور بعض نسخوں میں باب آداب التلاوۃ ہے اور بعض نسخوں میں ہے باب آداب التلاوۃ ودروس القرآن واشعر ہلکہ۔ ۶؎ تعاهد عہد سے بنا بمعنی حفاظت و نگرانی و حفظ و عہد کو بھی اسی لئے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ قرآن شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کا خیال رکھنا اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا خصوصاً حافظ صاحبان کے لئے ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد الفاظ قرآن، معانی قرآن، علوم قرآن اور مسائل قرآن سب ہی ہیں یعنی حفاظ اپنے حفظ کی، قاری صاحبان تجوید کی، علماء علوم قرآنیہ کی تجدید و تکرار کرتے رہیں ورنہ بھول جانے کا اندیشہ ہے۔

فوالذي نفسي بيده لهو أشد تفصيا من الإبل في عقلها متفق عليه. وعن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بئس ما لأحدهم أن يقول نسيت آية كيت وكيت بل نسي واستذكروا القرآن فإنه أشد تفصيا من صدور الرجال من النعم متفق عليه وزاد مسلم بعقلها. وعن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال إنما مثل صاحب القرآن كمثل صاحب الإبل المعقلة إن عاهد عليها أمسكها وإن أطلقها

اسی کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ قرآن رسی میں بندھے اونٹ سے زیادہ بھاگ جانے والا ہے[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا یہ کہنا برا ہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ بھلا دیا گیا تھا اور قرآن یاد کرتے رہو کیونکہ قرآن لوگوں کے سینوں سے وحشی جانوروں سے بھی زیادہ بھاگ جانے والا ہے[2] (مسلم، بخاری) اور مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ اپنی رسی سے۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن والے کی مثال بندھے اونٹ والے کی سی ہے اگر اس کی نگہبانی کرے گا تو اسے روک لے گا اور اگر چھوڑ دے گا تو چلا جائے گا[3]

۱؎ عقل عین کے پیش سے جمع عقال کی بمعنی رسی جس سے جانور باندھا جاوے یعنی جیسے اونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے غافل نہیں ہوتے اسی طرح قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنی یاد پر اعتماد نہ کرو یہ بہت جلد بھول جاتا ہے کیوں نہ ہو کہ کلام الٰہی قدیم اور ہم حادث، ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے یہ رب تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں اور ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے تو ہماری ذرا سی غفلت اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی، پانی والے ہمیشہ پانی کے ڈھیر کو لوٹتے پلٹتے رہتے ہیں تو قرآن والے ہمیشہ اس کی الٹ پلٹ رکھیں۔ ۲؎ یعنی اگر کسی شخص کو قرآن شریف یا کوئی بڑی چھوٹی سورۃ یا آیت یاد نہ رہے تو یہ نہ کہے کہ میں بھول گیا کیونکہ اس میں اپنے گناہ کا اعلان ہے، اور قرآن شریف کی بے ادبی، اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں نے قرآن شریف سے لاپرواہی برتی کہ اسے چھوڑ دیا اسی لئے بھول گیا، یہ عیب کفار کا ہے أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ بلکہ یوں کہے کہ مجھے رب تعالیٰ کی طرف سے بھلا دیا گیا اس کلام میں اظہار حسرت ہے یعنی ہائے افسوس میں اس نعمت سے محروم کر دیا گیا، رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا بجائے اعلان گناہ کے اظہار حسرت کرے، کہ اعلان گناہ بھی گناہ ہے اور اظہار حسرت ثواب۔ خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا رجل اوتی آیۃ فنسیھا ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک آیت کی تلاوت کرتے سنا تو فرمایا لقد اذکرنی آیۃ کنت اسقطتھا اس حدیث کی اور بہت سی شرحیں کی گئی ہیں۔ ۳؎ یہ تشبیہ بہترین ہے یعنی جیسے شکاری جانور کا وطن جنگل ہے وہ تمہاری قید میں جب تک رہے گا جب تک کہ تم اس کی نگرانی رکھو یوں ہی قرآن کریم کا وطن عالم بالا ہے وہ تمہارے سینوں میں جب تک ہی محفوظ رہے گا جب تک کہ تم اس کی نگہبانی کرتے رہو ورنہ چلا جائے گا اس تجربے سے واضح ہو گی یہ تجربہ بھی ہے کہ بڑے سے بڑا حافظ یا عالم اگر کچھ دن یہ شغل نہ رکھے تو بھول جاتا ہے اسی لئے علامہ شامی نے فرمایا کہ قاضی کو کچھ روز بعد کتب بینی کے لئے چھٹی دی جائے تاکہ علم قرآن شریف بھول نہ جائے ۔

ذهبت مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا
الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ قَتَادَةَ
قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا مَدًّا ثُمَّ قَرَاَ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ
حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تو ہٹ جاؤ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک تمہارا دل لگے قرآن پڑھتے رہو اور جب
جی اکتا جائے تو اس سے اٹھ جاؤ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کیسی
تھی تو فرمایا مد سے کھینچ کر پھر آپ نے پڑھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہ بسم اللہ کو کھینچتے تھے پھر رحمٰن کو اور رحیم کو کھینچتے تھے (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ
سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جتنا خوش الحانی سے تلاوت قرآن کا حکم دیا اتنا کسی اور چیز کا نہ دیا
(مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی جیسے اونٹ تو مضبوط رسی سے کھونٹے پر رہتا ہے اور قرآن شریف ہمیشہ دور کرنے اور تکرار کرتے رہنے سے ذہن میں ٹھہرتا ہے پھر جیسے اونٹ اگر ٹھہر جائے تو بڑے فائدے پہنچاتا
ہے سواری، بار برداری، گوشت، دودھ، نسل وغیرہ سب ہی دیتا ہے ایسے ہی قرآن اگر ذہن میں ٹھہر جائے تو ایمان، عرفان، روحانیت وغیرہ سب کچھ ہی بخشتی ہیں
یہ برتاؤ ان خوش نصیب لوگوں کیلئے ہے جنکو قرآن شریف کی تلاوت میں لذت اور حضور قلب میسر ہوتا ہے اور کبھی زیادہ تلاوت کی وجہ سے دل اکتا جاتا ہے وہ دل
لگے تک پڑھتے رہیں کہ جس شخص کا دل تلاوت میں لگتا ہی نہیں وہ دل کو مجبور کر کے تلاوت کرے دل نہ لگنے کے عذر سے تلاوت چھوڑ دے پہلے کچھ دن دل پر جبر کرنا پڑتا ہے پھر
ان شاء اللہ دل لگنے لگتا ہے مگر یہ تجربہ ہے کہ بیٹھ کر دیر تک تلاوت بند کر دو کہ عبادات کا یہی حال ہے کہ دل لگا کر ادا کرو۔ یعنی حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ تلاوت فرماتے تھے ٹھہر ٹھہر کر نہ کہ جلدی اور تیزی سے تاکہ ہم بھی اسی طرح تلاوت کیا کریں معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کریم میں بھی سنت کا
لحاظ رکھے کوشش کرے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کرے کیونکہ طریقہ تلاوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ ہی نے سکھایا
ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان علینا جمعہ وقرآنہ۔ یہاں مد سے مراد اصلی و طبعی مد ہے کہ اگر الف، ی، واؤ ساکن کو قدرے کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو یہ حروف
ادا نہیں ہوتے بلکہ زبر، زیر، پیش بن جاتے ہیں اسے مد اصلی کہتے ہیں اور ایک مد فرعی ہوتا ہے جس کے سبب دو ہیں یا تو ان ہی حروف یعنی الف، ی، و کے بعد
ہمزہ آجائے یا حرف ساکن خواہ مشدد ہو یا غیر مشدد تو انہیں کھینچ کر پڑھا جاتا ہے جیسے لام میم، نون کے الف، ی، واؤ یا دوآب یا ضالین کے آیا۔
اس آیت کا الف ہمزہ خواہ ایک ہی کلمہ میں ان حروف کے بعد واقع ہو جیسے السماء، السوء، بجیئ یا دوسرے کلمہ میں جیسے انا انزلنا وغیرہ مد
کی پوری تحقیق کتب تجوید میں ملاحظہ فرمائیے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی سے مراد تمام انبیائے کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى اَتَيْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

اللہ نے کسی چیز کا اتنا حکم نہ دیا جتنا نبی کو خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالانکہ آپ منبر پر تھے مجھ پر تلاوت کرو میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو پڑھ کر سناؤں آپ پر ہی تو قرآن اترا ہے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں تو میں نے سورۂ نساء پڑھی حتی کہ میں اس آیت پر پہنچ گیا کہ کیا ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنا لیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو جس قدر تاکیدی حکم اس کا دیا کہ اپنی کتاب آسمانی خوش الحانی سے پڑھیں اتنا تاکیدی حکم اور دوسری چیزوں کا نہ دیا اور ظاہر یہ ہے کہ نبی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قرآن سے مراد یہی قرآن شریف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا تاکیدی حکم یہ دیا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے تلاوت کریں اتنا تاکیدی حکم دوسرے احکام کا نہ دیا خوش الحانی قرآن کریم کی زینت ہے جس سے قرآن کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اس کی شرح ابھی پہلی حدیث میں گزر گئی تغنی بالقرآن کے معنے استغناء بھی ابھی اگلی حدیث میں عرض کئے جا چکے ہیں تغنی یا تو غنا سے بنا ہے بمعنی خوش الحانی اور اچھے لہجے سے پڑھنا یا غنا سے بنا بمعنی بے نیاز ہونا یعنی جو شخص قرآن شریف خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہماری جماعت سے خارج ہے معلوم ہوا کہ بری آواز بنا کر بے لحاظ قواعد تلاوت کرنی سے قرآن شریف پڑھنا برا ہے خوش آوازی قرآن کریم کا زیور ہے جس سے تلاوت میں کشش پیدا ہوتی ہے لوگوں کے دل مائل ہوتے ہیں اس سے تبلیغ کا ذریعہ ہے یا جسے اللہ قرآن کا علم دے اور وہ لوگوں سے بے نیاز نہ ہو جائے بلکہ اپنے کو ان کا محتاج سمجھے وہ ہمارے طریقہ یا ہماری جماعت سے خارج ہے عالم صرف اللہ رسول کا محتاج ہے اور باقی مخلوق عالم دین کی حاجت مند ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھ کر بھیک مانگنا علماء کا مالداروں کے دروازوں پر ذلت سے جانا ممنوع ہے اللہ تعالیٰ علماء دین کو کفایت بھی دے قناعت بھی (از لمعات) لہ یعنی قرآن پڑھو میں سنوں۔ شعر:

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ٭ گفتہ آید در حدیث دیگراں

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت رسول ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پڑھوانا تعلیم کے لئے نہ تھا بلکہ سننے کے لئے تھا کہ یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے نیز قرآن کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں، جنہوں نے اللہ عزیز حکیم سے سیکھا یا حکمت حکیم کے منہ سے بھلی ہے میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا موقعہ نہیں پڑتا کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جب چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں یہ اس حدیث پر عمل ہے۔ لہ یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا۔

قَالَ حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ آللّٰهُ سَمَّانِيْ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِيْ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلٰى أَرْضِ الْعَدُوِّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْآنِ فَإِنِّيْ لَا آمَنُ أَنْ يَّنَالَهُ

فرمایا اب بس کرو میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب سے فرمایا اللہ تعالٰی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن پڑھوں انہوں نے عرض کیا کیا اللہ نے میرا نام لیا فرمایا ہاں عرض کیا رب العالمین کی بارگاہ میں میرا ذکر ہوا فرمایا ہاں تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم پر لم یکن الذین کفروا تلاوت کروں عرض کیا کیا میرا نام لیا فرمایا ہاں تو رو پڑے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قرآن لے کر دشمن کی زمین میں سفر کیا جائے (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے قرآن لے کر سفر نہ کرو کہ مجھے اطمینان نہیں کہ اسے

ان کے مخالف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائید کی گواہی دو گے کہ واقعی یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی۔ اس آیت کریمہ کی تفصیل تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن اور تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔

۵ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبت الٰہی سے قیامت کے اس منظر کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات مر ہی گئے معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو بیہقی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم و رنج کے لیے آیا ہے اس لیے تم اس کی تلاوت پر رویا کرو (مرقات) ۶ اس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں یا سورتیں خصوصیت سے تم کو سناؤں اگرچہ عموماً ہر مسلمان کو سنانا احکام تبلیغ تھا جو کہ تبلیغی فریضہ ہے معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو قرآن پاک سنانا بھی سنت ہے ۷ یہ سوال تعجب کے لیے ہے کہ کیا مجھ جیسے عاجز مسلمان کا نام بھی رب تعالٰی نے آپ کے سامنے عزت کے ساتھ لیا کیا میں ایسا خوش نصیب انسان ہوں سوال سے بہت مقصد ہوتے ہیں ایک تعجب بھی ہے ۸ یہ رونا انتہائی خوشی کا تھا اور اس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ میں عاجز انسان اتنی بڑی نعمت کا شکریہ کس طرح ادا کر سکوں گا حضرت ابی ابن کعب نے قرآن سیکھنے میں بڑی محنت کی تھی حتی کہ آپ تمام صحابہ میں بڑے پائے کے قاری تھے اسی بنا پر رب تعالٰی نے فرمایا کہ اے محبوب چونکہ دنیا ان سے قرات سیکھے گی لہذا آپ خصوصیت سے انہیں قرات سنا دیں آپ میرے شاگرد خاص ہیں یہ آپ کے شاگرد رشید ہوں گے خصوصیت سے یہ سورۃ تلاوت فرمانے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابی ابن کعب علمائے یہود سے تھے اور اس سورۃ میں علمائے اہل کتاب کا ذکر ہے اس کے سننے سے ان کا ایمان اور بھی قوی ہوگا۔ اس حدیث سے حضرت ابی ابن کعب کی عظمت کا پتہ لگا یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل مفضول کو ۹ یعنی قرآن کریم ساتھ لے کر ظاہر یہ ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور جانے سے مراد جانا ہے جیسے

الْعَدُوُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسْتُ فِيْ عِصَابَةٍ مِّنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْيِ وَقَارِئٌ يَقْرَاُ عَلَيْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا كُنَّا نَسْتَمِعُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

دشمن لے لے ۱؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ میں کمزور مہاجرین کی جماعت میں بیٹھا تھا ۲؎ وہ حضرات ننگے ہونے کے باعث بعض بعض کی آڑ لیتے تھے ۳؎ ایک قاری ہم پر تلاوت کررہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم پر کھڑے ہوگئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو قاری خاموش ہوگئے ۴؎ حضور نے سلام کیا ۵؎ پھر حضور نے فرمایا تم کیا کررہے تھے ۶؎ ہم نے عرض کیا ہم اللہ کی کتاب سن رہے تھے ۷؎ فرمایا شکر ہے

میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہٰذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دار الحرب میں جائے یا اکیلا مسلمان کفار کی امن لے کر وہاں جائے یا جو مسلمان کفار کی رعایا ہیں کہ ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ نہیں لہٰذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں قرآن سنانا سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں یا وہ صحیفے جن میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ اکیلا حافظ قرآن اکیلے دشمن کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر یہ شہید کردیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہوجائے گا یا یہ صحیفے لے کر دشمن کے ملک میں اکیلے نہ جاؤ کہ اگر یہ برباد ہوگئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ مرقات و لمعات نے فرمایا کہ اس میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ قرآن کریم کتابی شکل میں جمع ہوگا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا۔

لے اور لے کر اس کی توہین کرے یا ختم کر کے واپس نہ دے یا اسے پھاڑ دے یا جلا دے۔ ۲؎ یعنی صفہ والے صحابہ کے ساتھ جو فقیر با صبر تھے جنہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لیے وقف کردیا تھا ۳؎ یعنی ان کی غریبی و افلاس کا یہ حال تھا کہ بعض کے جسم پر بقدر ستر پوشی بھی پورا کپڑا نہ تھا تو وہ دوسرے کی آڑ میں بیٹھا تھا کہ کچھ ستر پوشی ہوجائے۔ اللہ اکبر۔ شعر

یہ وہ تھے جن سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا ؛ یہ وہ تھے جن سے دنیا میں اجالا ہونے والا تھا

۴؎ یعنی اس جماعت میں ایک قاری تلاوت قرآن کررہے تھے باقی تمام سن رہے تھے سب یکدم نہ پڑھتے تھے کہ یہ ممنوع ہے ۵؎ یعنی جب قاری خاموش ہوگیا تب آپ نے سلام کیا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کسی دینی بزرگ کی تشریف آوری پر تلاوت بند کردینا ان کے احترام کے لیے خاموش ہو جانا بالکل جائز بلکہ سنت صحابہ ہے۔ بلکہ قرآن مجید بند کرکے اس کی تعظیم کو کھڑا ہوجانا بھی درست ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب عین نماز میں کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مصلّٰی امامت سے پیچھے ہٹ کر مقتدی بن گئے۔ دوسرے یہ کہ آنے والا بحالت تلاوت سلام نہ کلام نہ کرے جب تلاوت بند ہوجائے تب سلام کرے۔ تیسرے یہ کہ اگر آتے وقت سلام کا موقعہ نہ ہو تو بعد میں بھی آ کر سلام کرنا جائز ہے ۶؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال اگلی خوشخبری کی تمہید ہے۔ ورنہ سرکار نے ان کی تلاوت سن لی تھی اور دل کا حال دیکھ لیا تھا جیسے رب نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا

الَّذِي جَعَلَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ أُمِرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهِ فِينَا ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوا وَبَرَزَتْ وُجُوهُهُمْ فَقَالَ أَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِأَصْوَاتِكُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ

اس خدا کا جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا کئے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا پھر ہمارے درمیان لے تشریف فرما ہو گئے تاکہ اپنے کو ہمارے برابر رکھیں پھر ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ یوں ہو جاؤ وہ سب حلقہ بن گئے کہ سب کے چہرے حضور کے سامنے ہو گئے تو فرمایا اے فقراء مہاجرین بشارت ہو تمہیں قیامت کے دن کامل نور کی بشارت ہو تم جنت میں مالداروں سے آدھا دن پہلے جاؤ گے یہ آدھا دن پانچسو سال کا ہے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے زینت دو (احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت

کہ ہمارے ہاتھوں میں کیا ہے یہ برکت و حلاوت ایمانی کے لئے تلاوت قرآن بہترین مشغلہ ہے اللہ نصیب کرے، اس سے انسان دنیا کے سارے غم بھول جاتا ہے یہ بھی ناشر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پڑھ رہے تھے اس کی شرح کر رہے ہیں یہ فقیر کا تجربہ ہے لہ یعنی میری امت و صحابہ میں ایسے فقراء و مساکین پیدا کئے جو رب پر توکل و قناعت کے کمال میں ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان کی صحبت میں رہوں کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی ان ہی مساکین کے سینوں میں رہتے ہیں اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنا ہے تو ان سینوں میں تلاش کرو ان کے سینے رحمت کے گنجینے ہیں مدینے ہیں ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں ہم ہی میں اس طرح بیٹھ گئے کہ ہم سب قرب میں یکساں ہو گئے اور اپنی نشست پر جلوہ فرما ہوئے نہ ہم سے علیحدہ ہم فقراء کے زمرہ میں ہم مساکین کے حلقہ میں ایسے بیٹھ گئے جیسے تاروں کے درمیان چاند غرضیکہ اس حلقہ پر یہ حلقہ والے ایسے شامل تھے کہ سب پر حضور کی نظر رحمت یکساں پڑے یہ رب کے اس فرمان پر عمل تھا وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ۔ شعر

جو ہم وہاں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن ٭ مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

عام مجلسوں میں حلقہ بنانا افضل ہے، نماز و جہاد میں صف بنانا بہتر ۳؎ معلوم ہوا کہ قیامت کے دن فقراء و مسلمین کا نور مسلمان مالداروں سے زیادہ ہو گا، کیونکہ صبر کا نور شکر کے نور سے قوی تر ہے، جیسے چاند کے نور سے سورج کا نور قوی ہے ۴؎ یعنی قیامت کا دن ایک ہزار سال کا اس کا آدھا پانچسو سال ہو گا، مالداروں کو حساب دینے دیر لگے گی، مگر ان فقراء سے وہ لوگ مراد ہیں جو صابر متقی ہوں، اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے یہ گفتگو ایک درجہ کے فقراء و اغنیاء میں ہے، ورنہ غیر صحابی فقیر صحابی غنی کے قدم کی خاک کو نہیں پہنچ سکتا یوں ہی خلفاء راشدین تک ان کے ماتحت حضرات نہیں پہنچ سکتے لہذا عثمان غنی پر عوام فقیر بہت اونچی شان والے ہیں کہ یہ حضرات بے حساب جنتی ہیں نہ ان کا حساب ہو گا نہ انہیں دیر لگے گی۔ خیال رہے کہ قیامت کا دن ہے تو ایک ہزار سال کا مگر کفار کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہو گا اور بعض خاص مومنین کو چار رکعت نماز کی بقدر ۵؎ یعنی خوش الحانی اور

سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَجْذَمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

سعد ابن عبادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی نہیں جو قرآن پڑھ کر بھلا دے مگر وہ قیامت کے دن اللہ سے کوڑھی ہو کر ملے گا(ابوداؤد،دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تین دن سے کم میں قرآن ختم کرے وہ سمجھے گا نہیں (ترمذی،ابوداؤد،دارمی) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

بہتر ہے بلند آواز سے تلاوت کرنا اور بعض کا یہ خیال ہے کہ صحیح ادا کر دے مگر گا کر تلاوت کرنا جس سے حروف میں فرق آجائے حرام ہے۔ ہکو اسے نسائی، ابن حبان، حاکم نے بھی روایت کیا، ان میں یہ بھی ہے کہ اچھی آواز قرآن کا زیور ہے۔ حکایت: ایک بار حضرت عبداللہ ابن مسعود کسی مجلس پر گزرے جہاں ایک گویا بہت اچھی آواز سے گا رہا تھا آپ نے فرمایا کاش یہ آواز قرآن شریف پر استعمال ہوتی یہ خبر گویے کو پہنچی اس نے بھی توبہ کی اور حضرت ابن مسعود کے ساتھ رہنے لگا حتی کہ قرآن کریم کا عالم و قاری ہو گیا (مرقات)۔

۱؎ اس حدیث کی بہت شرحیں کی گئیں جن میں قوی تر یہ ہے کہ جو شخص قرآن شریف پورا یا اس کی کوئی سورۃ حفظ کرے، پھر اس کا دور چھوڑ دے جس سے وہ بھول جائے تو یہ شخص قیامت میں کوڑھی اٹھے گا، اس کی کوڑھ اس کے اس جرم کی علامت ہوگی جس سے سب لوگ پہچان لیں گے، بعض نے فرمایا کہ اجذم سے مراد دانت گرا ہوا ہے، بعض کا خیال ہے کہ اجذم سے مراد مقطوع الدلیل ہے جو رب تعالیٰ کے سامنے بول نہ سکے وغیرہ مگر پہلی تفسیر اعلیٰ ہے۔ ۲؎ یعنی جو شخص ہمیشہ تین دن سے کم میں ختم قرآن کیا کرے، وہ جلدی تلاوت کی وجہ سے نہ تو الفاظ قرآن صحیح طور پر کہہ سکے گا اور نہ اس کے ظاہری معنی میں غور کر سکے گا۔ خیال رہے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے کہ وہ اگر بہت جلدی تلاوت کریں، تو زبان لپٹ جاتی ہے حروف صحیح ادا نہیں ہوتے، خواص کا حکم اور ہے، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ چھ چھ پارے پڑھ لیتے تھے، حضرت عثمان غنی نے ایک رات میں ختم قرآن کیا ہے، داؤد علیہ السلام چند منٹ میں زبور ختم کر لیتے تھے، حضرت علی گھوڑے پر زین کسنے سے پہلے ختم قرآن کر لیتے تھے (مرقات)، نے فرمایا کہ شیخ موسیٰ سدرانی شیخ ابومدین کے اصحاب میں سے تھے ایک دن و رات میں ستر ہزار ختم کر لیتے تھے، ایک دفعہ انہوں نے کعبہ معظمہ میں سنگ اسود چوم کر دروازہ کعبہ پر پہنچ کر ختم قرآن فرما لیا اور لوگوں نے ایک ایک حرف سنا۔ ارواح ثلثہ میں مولوی اشرف علی صاحب نے اس کی تصدیق کی کہ مولوی محمد اسمٰعیل خاں دہلوی نے ایک بار نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک پورا قرآن ختم کیا کہ ہر حرف الگ الگ سنا گیا۔ لہٰذا اس حدیث کی بنا پر نہ تو ان شیخوں کو حرام کہا جا سکتا ہے اور نہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ان صحابہ کرام پر اعتراض کیا جا سکتا ہے جو ایک دن و رات میں پورا ختم کر لیتے تھے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے جو اس قدر جلد قرآن شریف پڑھیں تو درست نہ پڑھ سکیں۔ ختم قرآن میں عام بزرگوں کے طریقے مختلف رہے ہیں بعض ایک ماہ میں ایک کرتے تھے بعض ایک ہفتہ میں ایک ختم، فمی بشوق کی منزلوں کے لحاظ سے پہلی منزل سورۂ فاتحہ سے شروع ہوتی تھی اور دوسری مائدہ، تیسری یونس، چوتھی بنی اسرائیل سے

وَسَلَّمَ الْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ؛ وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ؛ وَعَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ؛ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ

سے علانیہ قرآن پڑھنے والا علانیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا خفیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے[۱] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے روایت ہے حضرت صہیب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص قرآن پر ایمان ہی نہ لایا جو اس کے محرمات کو حلال جانے[۲] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد قوی نہیں[۳] روایت ہے حضرت لیث ابن سعد سے وہ ابن ابی ملیکہ سے وہ یعلیٰ ابن مملک سے راوی[۴] کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت قرآن کے متعلق پوچھا تو آپ حضور کی قرأت کا طریقہ بتانے لگیں کہ ایک ایک حرف الگ الگ تھا[۵] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے ...

[۱] یعنی جیسے دونوں طرح تلاوت عبادت اور باعث ثواب ہے جیسے دونوں طرح کا صدقہ خفیہ و علانیہ باعث ثواب ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ مگر بعض حالات میں بلند تلاوت افضل ہے کہ اس سے دل بیدار ہوتا ہے دوسروں کو تلاوت کا شوق پیدا ہوتا ہے، نیند بھاگتی ہے شیطان دفع ہوتا ہے، رحمان راضی ہوتا ہے، اور بعض حالات میں آہستہ تلاوت افضل ہے جبکہ تلاوت میں ریا کا اندیشہ ہو یا کسی نمازی وغیرہ کو تکلیف ہو (مرقات و اشعہ) یہ اختلاف احکام ان تلاوتوں میں ہے جن میں جہر و اخفا واجب نہ ہو ورنہ نماز ظہر و عصر میں اخفا اور فجر وغیرہ میں جہر واجب ہے (لمعات و اشعہ)۔ [۲] یعنی تلاوت قرآن جب مفید ہے جب کہ اس کے احکام پر ایمان ہو ایمان کے بغیر تلاوت مفید ہے نہ قرآن سے عقیدت رکھنا اگرچہ سارے ہی محرمات کو حرام ماننا ضروری ہے مگر چونکہ قرآن کریم بہت عظمت والا ہے اس لیے خصوصیت سے اسی کا ذکر فرمایا حلال و حرام پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے پھر تلاوت کا ثواب کیسے پائے، غذا اور دوا زندہ کو مفید ہے نہ کہ مردے کو۔ [۳] اگرچہ حدیث بعض راویوں کی وجہ سے قوی نہ ہو مگر قرآن مجید اس کی تائید فرما رہا ہے فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ [۴] لیث ابن سعد مشہور تابعی فقیہ ہیں مصر کے امام ہیں اور ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں کہ مکہ کے قاضی تھے حضرت ابن زبیر کی طرف سے، آپ نے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے، یعلیٰ ابن مملک بھی تابعین میں سے ہیں۔ [۵] یعنی حضرت ام سلمہ نے خود قرأت کرکے سنائی تو اس قرأت شریف میں دو خوبیاں تھیں ایک تو نہایت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تھی، دوسرے ہر حرف ٹھیک ٹھیک صحیح ادا ہوتا تھا معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی قاریہ تھیں ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی نقل نہ کرسکتیں حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے ترتیل سے ایک سورۃ تلاوت کرنا بغیر ترتیل کے سارا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسند ہے، زیادہ حسن اچھا ہے، ایک موتی،

أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ لِأَنَّ اللَّيْثَ رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَحَدِيْثُ اللَّيْثِ أَصَحُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَفِيْنَا الْأَعْرَابِيُّ وَالْعَجَمِيُّ فَقَالَ اقْرَءُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَسَيَجِيْءُ أَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهُ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهُ

ابو ملیکہ سے وہ حضرت ام سلمہ سے راوی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے تھے[1] اس طرح کہ پڑھتے الحمد شریف العالمین پھر ٹھہر جاتے پھر پڑھتے الرحمن الرحیم پھر ٹھہر جاتے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث لیث نے ابن ابی ملیکہ سے انہوں نے یعلیٰ ابن مملک سے انہوں نے ام سلمہ سے روایت کی لیث کی حدیث زیادہ صحیح ہے[2] تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر تشریف لائے جب ہم قرآن پڑھ رہے تھے ہم میں اعرابی بھی تھے عجمی بھی[3] تو فرمایا پڑھو سب ٹھیک ہے[4] کچھ قومیں ایسی ہونگی جو تلاوت کو ایسے درست کریں گی جیسے تیر سیدھا

[1] لہٰذا بہتر ہے کہ ہر آیت پر ٹھہر کر سانس توڑ دیتے تھے پھر دوسری آیت تلاوت فرماتے تھے، سکتہ اور وقف میں یہ ہی فرق ہے کہ وقف میں سانس توڑ دی جاتی ہے، پھر ٹھہرا جاتا ہے مگر سکتہ میں ٹھہرتے تو ہیں سانس نہیں توڑتے [2] قرا کہتے ہیں کہ وقف تین قسم کا ہے، وقف حسن وقف کافی، وقف تام، الرحمن الرحیم پر وقف کرنا وقف کافی ہے وقف حسن نہیں، بہتر یہ ہے کہ مالک یوم الدین پر وقف کرے اسی طرح رب العالمین پر وقف تام تو ہے حسن نہیں، وقف حسن یہ ہی ہے کہ الحمد سے شروع کرکے یوم الدین پر ٹھہرے ہاں بعض لوگ رب العالمین پر وقف کو سنت بتاتے ہیں یہ بھی درست نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ہاں یہ کہو کہ بہتر نہیں سکتا کیونکہ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ام سلمہ سے ملاقات نہیں کی لہٰذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گئے حدیث منقطع ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے لیث ابن سعد نے بھی روایت کی ہے اور جریج نے بھی مگر لیث ابن سعد کی روایت صحیح تر ہے کہ اس میں کوئی راوی چھوٹا نہیں ام سلمہ سے پہلے یعلیٰ ابن مملک کا ذکر ہے اور جریج کی روایت میں راوی چھوٹ گیا ہے، یہ منقطع ہے، لیث ابن سعد بہت ثقہ تھے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ، عطا، زہری سے حدیثیں لیں اور ان سے بہت محدثین نے احادیث لیں بیس ہزار دینار کی سالانہ آمدنی تھی مگر ان پر کبھی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی نیز اس حدیث کا متن یا وقت دیکھ کے خلاف ہے کہ الرحمن الرحیم پر وقف بہتر نہیں [3] دیہات وغیرہ کے یعنی اس مجلس میں شہری صحابہ بھی تھے اور دیہات کے باشندے بھی عربی و اعرابی میں یہ ہی فرق ہے کہ عربی عام ہے اعرابی خاص اہل دیہات اور عربی بھی تھے بیرون عرب کے بھی کہ بلال حبشہ کے تھے سلمان فارس کے صہیب روم کے رضی اللہ عنہم غرض کہ شعر

گویا تھا الٰہی نے اک باغ ایسا ٭ دیکھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

[4] یعنی قرآن شریف عجمی، عربی، شہری، بدوی سب کے لئے آیا ہے سب ہی تلاوت کیا کرو تم یہ خیال نہ کریں کہ چونکہ ہمارا لہجہ عرب کا سا نہیں ہو سکتا

وَلَا يَتَأَجَّلُونَهُ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُونَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُونَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَسَيَجِيءُ بَعْدِي قَوْمٌ يُرَجِّعُونَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِيعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُونَةٌ قُلُوبُهُمْ وَقُلُوبُ الَّذِينَ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَرَزِينٌ فِي كِتَابِهِ ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْاٰنَ

دنیا حاصل کریں گے آخرت کے لئے نہ کریں گے ۱ (ابوداؤد، بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید عرب کے لہجوں اور عربی آوازوں سے پڑھو ۲ عشق والوں کی آوازوں اور توریت و انجیل والوں کے لہجوں سے بچو ۳ ہمارے بعد وہ قومیں آئیں گی جو قرآن میں ایسی گٹکریاں کریں گے جیسے گانے اور نوحے میں کہ قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا ۴ ان کے اور انہیں پسند کرنے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے ۵ (بیہقی شعب الایمان) اور رزین اپنی کتاب میں روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کیونکہ اچھی آواز قرآن کا

لہٰذا ہم تلاوت کیوں چھوڑ دیں، جو جیسا پڑھ سکے ویسے ہی پڑھے ہاں صحیح پڑھو لہجے کا اعتبار نہیں صحت کا اعتبار ہے وہ خلوص کا ثواب ہے شعر؎

ما دروں را بنگریم و حال را ؎ ما بروں را ننگریم و قال را

۲ یعنی آخر زمانہ میں بعض ریاکار لوگ محض دکھاوے کے لئے قرآن کا لہجہ درست کریں گے اور بہت تکلفات کریں گے مگر ثواب سے محروم رہیں گے اس کی وجہ آگے آرہی ہے ۳ یعنی ان کی تمام مشق صرف لہجہ حسین کرنے کے لئے ہوں گی، تاکہ لوگ زیادہ پسند کریں، واہ واہ ہو، جیسے خوب ہیں اخلاص نہ ہوگا پھر ثواب کیسے پائیں حالانکہ جان کی قیمت ہوتی ہے نہ کہ محض قالب کی، ہر عبادت کا یہی حال ہے اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب کرے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ ناراضی ان کی لحن پر نہیں بلکہ ریا و نمود پر ہے ۴ اہل عرب کی تلاوت میں صرف آواز کی عمدگی، مخارج کی صحت، ادا و الفاظ کی نفاست ہوتی ہے تکلف اور موسیقی کے طریقوں سے خالی ہوتی ہے قرآن شریف عربی ہے اسے عربی طریقے سے پڑھو۔ لحن کے معنے ہیں خوش وضع اور ساز آواز کی لچک ۵ یعنی نہ تو قرآن گیت کے طور پر گاؤ جیسے عشاق گیت ٹھمری دادرے وغیرہ گاتے ہیں اور نہ ایسے تکلفات سے پڑھو جیسے یہود و نصاریٰ توریت و انجیل پڑھتے ہیں کہ اس سے اصل عبارت بگڑ جاتی ہے جہاں مد نہ ہو وہاں پیدا ہو جاتا ہے جہاں شد ہو وہاں نہیں رہتا الف زیر بن جاتا ہے زبر الف وغیرہ، فقیر نے بعض قوالوں کو قرآنی آیات طبلہ سارنگی پر نغموں سے گاتے سنا کہ ان کے گیتوں میں آیتیں ہیں انہیں باجے پر گاتے ہیں ۶ یعنی قرآن میں گٹکریاں سرگم، راگنی کی آوازیں بولنے سے کام لیں گے اسے گیت یا قوالی کا شعر بنا دیا کریں گے جیسا کہ فی زمانہ دیکھا جا رہا ہے اس غیب دان نبی نے پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی ۷ یعنی صرف زبان پر قرآن کے الفاظ ہوں گے دل پر قرآن کا کوئی اثر نہ ہوگا ایمان میں پختگی نہ پیدا ہوگی نہ ان کے نہ سامعین کے کیونکہ جو صرف گلے سے نکلتا ہے وہ کان پر گرتا ہے جو دماغ سے نکلتا ہے وہ دماغ پر گرتا ہے جو دل سے نکلتا ہے وہ دل پر گرتا ہے ۸ یعنی خود ان کے اور سامعین کے دل اس تلاوت سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے بلکہ الٹا فتنہ

حسنا رواه الدارمي ❊ وعن طاؤس مرسلا قال سئل النبي صلى الله عليه وسلم اي الناس احسن صوتا للقرآن واحسن قراءة قال من اذا سمعته يقرأ اريت انه يخشى الله قال طاؤس وكان طلق كذلك رواه الدارمي ❊ وعن عبيدة المليكي وكانت له صحبة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا اهل القرآن لا توسدوا القرآن

حسن بنا لیا کرو (دارمی) روایت ہے حضرت طاؤس سے ارسالاً فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون شخص قرآن میں خوش آواز اور اچھی قراءت والا ہے فرمایا وہ ہے کہ جب تم اسے قرآن پڑھتے سنو تو محسوس کرو کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے جناب طاؤس فرماتے ہیں کہ طلق ایسے ہی تھے (دارمی) روایت ہے حضرت عبیدہ ملیکی سے جنہیں صحبت حاصل تھی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے قرآن والو قرآن کو تکیہ نہ بناؤ

۱؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ ہر شخص کی آواز اس کے لحاظ سے ہوگی اور کبھی شخص اپنی آواز بری بھی نکال سکتا ہے اور کبھی اچھی بھی تو قرآن کی تلاوت میں اچھی آواز استعمال کرو یہ مطلب نہیں کہ جس کی آواز اچھی نہ ہو وہ تلاوت قرآن ہی نہ کرے حضرت بلال اپنی موٹی آواز سے ہی اذان و تلاوت کرتے تھے رب تعالیٰ کو وہی پیاری تھی کہ وہاں دل کی آواز سنی جاتی ہے۔ شعر

گفت ہاتف بانداز بانگ بلال ؎ خوش شدہ پرورش رستہ ذوالجلال

مطلب یہ ہے کہ حتی الامکان خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھو تاکہ سننے والوں کو قرآن کی طرف میلان پیدا ہو۔ شعر

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی ؎ ببری رونق مسلمانی

۲؎ یا اس اچھی آواز کا مطلب وہ ہے جو اگلی حدیث میں آرہا ہے یعنی درد والی آواز جو درد دل کا پتہ دے خشوع و خضوع ظاہر کرے ۳؎ سبحان اللہ کیا پیارا سوال ہے مقصد یہ ہے کہ لوگ اچھی آواز تو سریلی رسیلی آواز کو سمجھتے ہیں اور نغمہ والی تلاوت کو اچھی تلاوت سمجھتے ہیں سرکار نے جو اچھی آواز میں تلاوت قرآن کا حکم دیا ہے کیا اس سے یہی مراد ہے یا کچھ اور یہ حدیث تمام ان احادیث کی شرح ہے جن میں اچھی آواز اچھی تلاوت کا حکم دیا یعنی درد دل والی ادا اور خوف خدا والی قراءت اچھی ہے نفس کا خاتمہ رکیک ہو بارہا ہم نے بعض بزرگوں کو دیکھا کہ ان کی آواز کوئی خاص نہ تھی مگر ان کی تلاوت سے خود ان کے اور سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے دل کانپ جاتے تھے اللہ تعالیٰ ایسی تلاوت نصیب کرے آمین ۴؎ یعنی طلق ابن علی ابن عمرو حنفی یمانی اسی طرح تلاوت کرتے تھے کہ خدا یاد آجاتا تھا آپ قیس ابن طلق یمانی کے والد ہیں مشہور صحابی ہیں حضرت طاؤس نے ان سے ملاقات کی ۵؎ یہ جملہ معترضہ ہے اور امام بیہقی کا قول ہے یعنی عبیدہ ملیکی صحابی ہیں کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے خیال رہے کہ صحابی بننے کے لئے ایک آن کی صحبت یا ایک نظر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا کافی ہے مگر تابعیت کے لئے صحابی کے ساتھ رہنا فیضان صحبت حاصل کرنا ضروری ہے ۶؎ اصطلاح میں اہل قرآن ہر قرآن کے ماننے والے پڑھنے والے اس پر عمل کرنے والے کو کہتے ہیں اور اہل حدیث وہ خاص جماعت ہے جو اپنی زندگی علم حدیث حاصل کرنے اور سکھانے میں گزار دے یعنی محدث نہ تو اہل قرآن سے چکڑالوی منکر حدیث مراد لگتے ہیں نہ لفظ اہل حدیث سے موجودہ وہابی منکر فقہ مراد ہوتے ہیں ۷؎ یعنی اے قرآن ماننے والے مسلمانو یعنی قرآن شریف پر سر رکھ کر نہ لیٹو کہ یہ بے ادبی ہے قرآن سے بے فکر نہ ہو جاؤ کہ اس کی تلاوت میں سستی کرو یا اس پر

وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَافْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

بَابٌ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَنِيْهَا فَكِدْتُ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى

اور رات و دن اس کی تلاوت کرو جیسا کہ تلاوت کا حق ہے اور قرآن کا اعلان کرو اسے خوش آوازی سے پڑھو اس کے معنی میں غور کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اس کا ثواب جلدی نہ مانگو کہ اس کا بہت ثواب ہے (بیہقی شعب الایمان) باب پہلی فصل روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام ابن حکیم ابن حزام کو سورۂ فرقان اس کے خلاف پڑھتے سنا جیسا میں پڑھتا تھا اور مجھے یہ سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی قریب تھا کہ میں ان پر جلدی کر بیٹھوں مگر میں نے انہیں مہلت دی حتی کہ وہ فارغ ہو گئے پھر میں نے انہیں ان ہی کی چادر میں لپیٹ لیا پھر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے انہیں سورۂ فرقان اس کے علاوہ پڑھتے سنا جو آپ نے مجھے پڑھائی

خلاصہ یہ کہ دوسرے حضرات پر وہ قوی ہیں جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے ... قرآن پڑھنا اور درست پڑھنا قرآن کا حق ادا کرنا ہے کہ اس کی تلاوت صحیح طریقے سے کرے اخلاص سے پڑھے رضائے الٰہی کے لیے پڑھے دکھلاوے کے لیے نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ الآیہ ... قرآن کریم کی طرف پاؤں پھیلانا اس پر کوئی اور کتاب رکھنا ... مستحب ہے ... قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھو اور قرآن کے ذریعے لوگوں سے ... نہ مانگو ... قرآن شریف ... ثواب آخرت میں ملے گا ... علم و فہم ... [illegible] قرآن کے متعلق متفرق مضامین کا باب بعض نسخوں میں یوں ہے باب اختلاف القراٰن وجمع القراٰن یعنی قرآن شریف کی مختلف قراءتوں اور جمع قرآن کا باب جمع قرآن سے مراد ہے کتابی شکل میں جمع کرنا ... حکیم ابن حزام قرشی ہیں حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے ... ہشام بھی ... اپنی قراءت کے صحیح ہونے کا یقین تھا کیونکہ میں نے ... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی اس لیے مجھے شبہ ہوا کہ ہشام ... قرآن غلط پڑھ رہے ہیں ... کسی کی رعایت نہیں ... تلاوت قرآن کا بڑا احترام ہے کسی شخص کو دوران

غَيْرِمَا اَقْرَأْتَنِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلْهُ اِقْرَأْ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُهُ
يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِيَ اقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ
اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔
وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلَافَهَا
فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقَالَ

جو آپ نے مجھے نہ پڑھائی تھی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو ہشام پڑھو تو انہوں نے وہی قرأت تلاوت کی جو میں نے انہیں تلاوت کرتے سنی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں ہی اتری ہے پھر مجھ سے فرمایا پڑھو میں نے پڑھا فرمایا یوں ہی اتری ہے یہ قرآن سات قرأتوں پر اترا ہے جو آسان ہو اس سے تلاوت کیا کرو (مسلم، بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو تلاوت کرتے سنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے خلاف تلاوت کرتے سنا تھا تو میں اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور یہ سب بتایا تو میں نے حضور انور کے چہرہ میں ناراضی پہچانی

قرأت میں اس سے لڑنا جھگڑنا نہیں چاہیے ... تلاوت ... دیکھو حضرت عمر قرآن کریم کے الفاظ میں فرق دیکھ کر طیش میں آگئے مگر تلاوت ختم ہونے پر حضرت ہشام کو گرفتار کر کے بارگاہ رسالت میں لائے ... حضور نے آپ کو اس سے منع فرما دیا اور گذشتہ قصور پر سزا نہ دی ... حضرت ہشام ... اس سے معلوم ہوا ... جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے ... اگر غلط فہمی سے کسی کو سزا ناجائز طور پر دے دی تب بھی مجرم نہیں ... قرآن شریف لغت قریش میں نازل ہوا مگر چونکہ عرب کے بہت سے قبیلے ... مختلف تھیں ... ایک قبیلہ کی زبان دوسرے سے ... بالکل نیا تھا لہٰذا اندیشہ تھا کہ دوسرے قبیلے تلاوت قرآن چھوڑ دیں گے اس لئے ... ساتھ ... طریقوں سے تلاوت کی اجازت دے دی گئی تھی یہاں سات سے مراد بیان زیادتی ہے ... خاص ... مراد طریقہ تلاوت ہے خواہ وہ حرف کی ذات میں فرق ہو جیسے نُنْشِزُهَا ز سے اور نُنْشِرُهَا را سے پڑھا گیا یا صفات حرف میں فرق ہو جیسے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یا طریقہ ادا میں فرق ہو جیسے ادغام، اظہار، تفخیم، ترقیق، امالہ، مد، قصر، تلیین وغیرہ مگر ان اختلاف کی وجہ سے معانی نہ بدلیں گے قرآن کریم کی سات قرأتیں تو متواتر ہیں اور چودہ شاذ متواتر قرأتوں کی تلاوت کرے شاذ کی نہ کرے جیسے فصيام ثلثة ايام متتابعات یا جیسے والصلوة الوسطى صلوة العصر وغیرہ اب ہماری قرأت امام حفص والی ہے قاریوں کو چاہیے کہ اسی کی قراءۃ کیا کریں ورنہ عوام میں فتنہ پھیلے گا اور لوگ ان قرأتوں کا انکار ہی کر دیں گے ... بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ حدیث متواتر ہے اکیس صحابہ سے مروی ہے شاید متواتر سے مراد متواتر المعنی ہو ... یہ ناراضی قرآن شریف میں اختلاف کی وجہ سے ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ کہیں مسلمان کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف ڈالنے لگیں۔

كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ فَلَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا جَمِيعًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هَذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَأَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَآ فَحَسَّنَ شَأْنَهُمَا فَسُقِطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِي ضَرَبَ

فرمایا تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو آپس میں جھگڑا مت کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ جھگڑے تو ہلاک ہو گئے (بخاری) اور روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص آیا کہ نماز پڑھنے لگا اس نے ایسی قرأت کی جس کا میں نے انکار کیا پھر دوسرا شخص آیا تو اس نے بھی اس پہلے والے کی قرأۃ کے سوا اور قرأت کی پھر جب ہم نماز پڑھ چکے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ان صاحب نے ایسی قرأت کی جس کا میں نے انکار کیا اور دوسرے صاحب آئے تو انہوں نے ان کے سوا اور ہی قرأت کی تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا انہوں نے قرأت کی تو حضور نے ان کی تحسین کی تو میرے دل میں تکذیب ڈال دی گئی کہ نہ ویسی جاہلیت میں ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر چھایا ہوا دیکھا جو مجھ پر چھا گیا تھا تو

[illegible]

فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللّٰهِ فَرَقًا فَقَالَ لِي يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنِ اقْرَأِ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ اقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنِ ابْنِ

دست اقدس مار کر میں پسینے سے نچڑ گیا اور ڈر سے میں ایسا ہو گیا گویا رب کو دیکھ رہا ہوں آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابی قرآن مجید پر ایک قرأت میں بھیجا گیا تھا میں نے رب کی بارگاہ میں رجوع کیا کہ الٰہی میری امت پر آسانی کر رب نے مجھے دوبارہ جواب دیا کہ دو قرأتوں پڑھ سکتے ہو پھر میں نے رب کی طرف رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی فرما رب نے تیسرا جواب دیا کہ سات قرأتوں پر تلاوت کر سکتے ہو اور اے محبوب جتنی بار تم نے رجوع کیا ہر رجوع پر ایک خصوصی دعا بخشتے ہیں جو تم ہم سے مانگ لینا تو میں نے عرض کیا الٰہی میری امت بخش دے الٰہی میری امت بخش دے اور میں نے تیسری دعا اس دن کے لیے بچا رکھی ہے جب ساری مخلوق حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف شفاعت کے لیے رغبت کریں گے (مسلم) روایت ہے حضرت ابن

ڈالا تاکہ شیطانی وسوسے کا اس انکار کی شناخت کرنا اس لیے کہ پہلے تو وہ مسلمان تھے ہی نہیں اس وقت انکار کرنا اتنا بڑا جرم نہ تھا جیسے کہ مسلمان ہو کر انکار بڑا جرم ہے یہ خطرہ یہ تھا کہ اتنا خطرناک انکار تھا مگر میرے دل میں آ گیا تھا اس وسوسہ کا خطرناک جاننا کمال ایمان کی دلیل ہے اور یہ ندامت بہترین عبادت ہو سکتی ہے کہ اس کا فاعل پوشیدہ ہو اور میں انکو رب کی تسلیم ہے اس غیر اختیاری تکذیب کی وجہ سے پسینہ آ گیا شرمندگی ہوئی اور میرے دل میں ایسی ندامت واقع ہوئی کہ ایسی ندامت اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی کفر میں اسلام میں اس صورت میں بالکل ہی ہے اس واسطے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے ظاہر ہوئے ایک آپ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی دلی ندامت و شرمندگی معلوم فرما لینا دوسرے دست اقدس رکھ کر اس انکار اور ندامت کو ختم فرما دینا تیسرے حضرت ابی ابن کعب کو احسان کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دینا حضرت ابی کو یہ محسوس ہونے لگا کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں اس وقت جو فیضان نبوی پہنچا وہ بیان سے باہر ہے حضرت ابی کو پسینہ آنا قوت فیض کی بنا پر تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت وحی موسم سرما میں نزول ہونے پر پسینہ آ جاتا تھا بعض مشائخ اپنے مریدوں کو ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فیض دیتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ سرکار عالی کا یہ ارشاد فرمانا حضرت ابی کی تسکین خاطر فرمانے کے لیے تھا سائل تسکین ہے حضرت ابی کی اطمینان تو پہلے ہی ہو چکا تھا مگر وہ بیان میں نہ آ سکتا تھا اب کلام ارشاد فرمایا جس کی تبلیغ بھی ہو سکتی ہے گویا پہلے طریقت سکھائی پھر شریعت بتائی ۳؎ یعنی اے محبوب ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ قرآن کریم کی قرأتیں سات ہوں گی مگر ہمارا منشا یہ تھا کہ یہ آسانی تمہاری طلب پر دیں تاکہ ہم یہ نعمت امت کو تمہارے طفیل سے دیں جیسے پچاس نمازوں کی پانچ رہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض اور تمہاری کوشش سے اور ہم کو تمہاری یہ عرض و معروض ایسی پیاری معلوم ہوئی کہ ہم تمہیں ہر عرض پر ایک انعام خاص بخشتے ہیں کہ تم نے تین بار عرض کیا ہم تمہیں تین خصوصی دعائیں دیتے ہیں جو مانگو سو پاؤ گے اس رحمت والے داتا کے قربان اس کی دین کے صدقے اس وقت حضور انور اپنی اولاد کے لیے جو چاہتے مانگ لیتے مگر امت کو یاد فرمایا خیال رہے کہ پہلی بخشش سے کبیرہ گناہوں کی بخشش مراد ہے اور دوسری بخشش سے صغیرہ گناہوں کی مغفرت مقصود یعنی الٰہی میری امت کے چھوٹے بڑے سارے گناہ بخش دے یہ دو بخششیں صرف مجرم مسلمانوں کے

عباسٍ قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اقرأني جبريل على حرفٍ فراجعته فلم ازل استزيده ويزيدني حتى انتهى الى سبعة احرفٍ قال ابن شهابٍ بلغني ان تلك السبعة الاحرف انما هي في الامر تكون واحدًا لا تختلف في حلالٍ ولا حرامٍ متفق عليه. الفصل الثاني عن ابي بن كعبٍ قال لقي رسول الله صلى الله عليه وسلم جبريل فقال يا جبريل اني بعثت الى امةٍ اميين منهم العجوز والشيخ الكبير والغلام والجارية والرجل الذي لم يقرأ كتابًا قط قال يا محمد ان

عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبریل نے ایک قرأت پر قرآن پڑھایا تھا میں نے انہیں لوٹایا میں ان سے زیادہ مانگتا رہا اور وہ مجھے زیادہ دیتے رہے حتی کہ سات قرأتوں تک پہنچ گئے[1] ابن شہاب فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی کہ یہ سات قرأتیں حقیقتاً ایک ہی ہیں جو حلال و حرام میں مختلف نہیں[2] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جبریل سے ملے تو حضور نے فرمایا اے جبریل میں ان پڑھ جماعت کی طرف بھیجا گیا ہوں جن میں بڑھیا عورتیں بوڑھے بڑے بچے بچیاں اور وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے کبھی کوئی کتاب پڑھی ہی نہیں انہوں نے عرض کیا اے محمد

ملے گی ہو سکتی تھی اس لئے اپنی امت کا ذکر کیا گیا یعنی تیری دعا قیامت کے لئے اٹھا رکھی ہے اس دعا کا فائدہ کفار، مسلمان، گنہگار، نیک کار، اولیائے کرام، انبیائے عظام سب ہی اٹھائیں گے کہ اس دعا سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھولیں گے اس کی برکت سے کفار کو میدان محشر سے نجات، ہم گنہگاروں کو دوزخ سے نجات، نیک کاروں کو رفع درجات میسر ہوں گے اور سب کے لئے عرض حاجات کا دروازہ کھل جائے گا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کی دھوم مچ جائے گی۔ شعر۔

گرتے ہوؤں کو مژدہ کہ سجدے میں گرے ہیں ؎ روز بد کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

اللهم صل وسلم وبارك على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم۔

له یعنی پہلی ایک قرأت تو رب کی طرف سے میری بغیر طلب ملی باقی چھ قرأتیں میری طلب پر عطا ہوئیں، یہ قرآنی آیات بلکہ اسلامی احکام کا حال ہے کہ بعض تو رب تعالیٰ نے عطا فرمائیں اور بعض حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طلب و خواہش پر دی گئیں رب تعالیٰ فرماتا ہے قد نری تقلب وجهك في السماء تبدیلی قبلہ کا حکم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش کی بنا پر ہے اس خواہش میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا اظہار ہے۔

له ابن شہاب یعنی امام زہری کا مقصد یہ ہے کہ یہاں سبعة احرف سے مراد احکام قرآنی نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا وہ بولے کہ قصص، امثال، امر، نہی، حلال، حرام، محکم، متشابہ وغیرہ مضامین جو قرآن کریم میں وارد ہوئے یہاں وہ مراد ہیں، امام زہری فرماتے ہیں یہ مراد نہیں بلکہ سات قرأتیں مراد ہیں کہ ان قرأتوں میں صرف حروف کی ہیئتوں میں فرق ہوتا ہے معانی و احکام وغیرہ میں فرق نہیں ہوتا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ قرآن میں مطلق، مقید، عام، خاص، نص، مؤول، ناسخ، منسوخ، مجمل، مفسر وغیرہ میں بعض نے کہا کہ اس میں ذکر حذف، تقدیم، تاخیر، استعارہ، تکرار، کنایہ۔

الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِي دَاوٗدَ قَالَ لَيْسَ مِنْهَا اِلَّا شَافٍ كَافٍ وَفِي رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ قَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ اَتَيَانِيْ فَقَعَدَ جِبْرِيْلُ عَنْ يَمِيْنِيْ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَسَارِيْ فَقَالَ جِبْرِيْلُ اِقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ قَالَ مِيْكَائِيْلُ اسْتَزِدْهُ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ فَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ ۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّهٗ

یہ قرآن سات قراءتوں پر اتارا گیا ہے[1] (ترمذی) اور احمد و ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے ان قراءتوں میں سے ہر قراءت شافی کافی ہے[2] اور نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضور نے جبریل و میکائیل میرے پاس آئے جبریل تو میری داہنی جانب بیٹھ گئے اور میکائیل میری بائیں طرف[3] جبریل بولے قرآن ایک قراءت پر تلاوت کیجئے حضرت میکائیل نے کہا یا رسول اللہ زیادتی کا مطالبہ فرمائیے حتیٰ کہ سات قراءتوں تک پہنچ گئے ہر قراءت شافی کافی ہے[4] روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ وہ

... زہد قناعت یقین معرفت طہارت حیاء کرم مجاہدہ مراقبہ خوف امید رضا شکر و صبر محبت حقیقت و مجاز وغیرہ میں صوفیا سے (ربانی قرآن میں ...) ... خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم تا قیامت شوق اشتباہ وغیرہ ہیں یہاں وہ مراد ہے مگر امام زہری کا قول قوی ہے کہ یہاں سات قراءتیں مراد ہیں لوگوں کے لئے آیا اور ان میں سب لائق و فائق ہی نہ ہوں گے بلکہ ہر قسم کے لوگ ہوں گے تو اگر اس کی قراءت صرف ایک ہی ہوتی تو بہت لوگوں کو دشواری ہوگی کہ بعض لوگوں کی زبان پر یہ آسان ہوتا ہے بعض کی زبان پر وہ تفہیم سہل اس لئے اس میں نرمی کی گئی چاہیے جبریل امین نے یہ فرمایا درحقیقت رب تعالیٰ نے حکم کیا کیونکہ حضرت جبریل رب و محبوب کے درمیان وسیلہ ہیں جیسے ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور رب کے درمیان اور حقیقت حق تعالیٰ سے عرض کرتا ہے معلوم ہوا کہ رب کے قبول بندوں سے عرض و عاکرنا درحقیقت رب تعالیٰ ہی کو کہنا ہے بنی اسرائیل کو جو کچھ رب سے کہنا ہوتا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام سے ہی عرض کرتے تھے وسیلہ کا ثبوت ہوا۔

[2] یعنی قرآن کریم سات طرح میں نازل ہوا جس کو جو لغت آسان ہو اس میں تلاوت کرے اس کی مفصل شرح پہلے ہو چکی ہے یعنی ان سات قراءتوں میں سے جو قراءت پڑھی جائے وہ مومن کے لئے باعث شفا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کافی دلیل ہے یا دنیا میں شافی ہے آخرت میں ثواب کے لئے کافی ہر قراءت کا ثواب یکساں کیونکہ صرف الفاظ اور طریقہ ادا میں کچھ فرق ہے معنے یکساں ہیں[3] سبحان اللہ فرشتے نورانی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نور انور ہیں نے نور کو گھیر لیا اور نبیوں نور علیٰ نور ہو گیا وہی حضرت جبریل لائے اور حضرت میکائیل بھی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مختلف فرشتے مختلف مقاصد سے کر حاضری دیتے تھے کوئی وحی دینے کو کوئی فیض لینے کو[4] ملکہ جبریل امین ہیں اور وہ عرض کریں رب العالمین سے تاکہ آپ کی امت کو یہ نیل اور یہ آسانی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اور ان فرشتوں کے ذریعہ سے نصیب ہو خیال رہے کہ حضرت جبریل کا عرض کرنا کہ ایک قراءت پر تلاوت قرآن کیجئے رب تعالیٰ کی طرف سے تھا اور حضرت میکائیل کی یہ عرض بھی حقیقۃً رب تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے کہ یہ عرض ان کے دل میں ڈال دی اس کی حکمتیں ہم ابھی کچھ پہلے عرض کر چکے ہیں اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر جبریل امین بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوئے اور دو قراءتوں کی اجازت لائے پھر وہاں فرمان عالی پاکر پھر وہاں پہنچے اور تیسری کی اجازت لائے غرضکہ طالب و محبوب کے درمیان سات چکر لگائے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں نمازیں کم کرائے کو حضرت کلیم اور درگاہ

مَرَّ عَلٰی قَاصٍّ یَقْرَأُ ثُمَّ یَسْأَلُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْیَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَیَجِیْءُ اَقْوَامٌ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَأَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَیْسَ عَلَیْهِ لَحْمٌ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

ایک قصہ خواں پر گذرے جو قرآن پڑھتا اور لوگوں سے مانگتا تھا انہوں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھی پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو قرآن پڑھے تو اس کے ذریعہ صرف اللہ سے مانگے عنقریب ایسی قومیں ہوں گی جو قرآن پڑھیں گی اس کے ذریعہ لوگوں سے مانگیں گی (احمد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں سے کھائے وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کے منہ میں ہڈیاں ہوں گی جس پر گوشت نہ ہوگا (بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

سب طالبین کے درمیان دس دفعہ گردش فرمائی تھی یہ حکم کمال ادب ہے لہ قصہ خواں کی اصطلاح میں قاص پیشہ ور واعظوں کو کہتے ہیں جو اپنی تقریر میں احکام شرعیہ بیان نہ کریں صرف شعر و اشعار قصے کہانیاں سنا کر دلوں کو خوش کرنے کی کوشش کریں اگرچہ قرآن شریف پڑھ کر بیان کریں مگر احکام سے خالی جیسے آجکل کے عام بے علم واعظ یہ سب قاص ہیں واعظ نہیں کیونکہ واعظ تو نصیحت کرنے والے کو کہتے ہیں وہ نصیحت نہیں کرتے صرف پیسے مانگتے ہیں اور جو مانگتا ہے وہ کسی کو نصیحت نہیں کر سکتا اس لئے اس کا وعظ بدعت و علامت قیامت ہے دیکھو اس کو مصیبت پر انا للہ پڑھنا چاہئے اگر ہیں کہا کہ انا للہ پڑھی سکتے یا تو اس طرح کہ دوران تلاوت میں جب آیت رحمت پر گزرے تو اس کے حصول کی دعا مانگے اور جب آیت عذاب تلاوت کرے تو اس سے پناہ مانگے یا اس طرح کہ تلاوت سے فراغت پر دعا مانگے معلوم ہوا کہ تلاوت سے فراغت پر خصوصاً ختم قرآن کے موقعہ پر دعا ضرور مانگی جائے لہ جیسا آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ بعض بھکاری مسجدوں میں بازاروں گلی کوچوں میں تلاوت کرتے پھرتے ہیں اور ہاتھ پھیلاتے جاتے ہیں یہ حرام ہے کہ اس میں قرآن کریم کی توہین ہے، خیال رہے کہ طلباء سے ختم قرآن شریف کرا کر ان کی دعوت بھی کی جاتی ہے اور کچھ نقدی بھی دی جاتی ہے یا علماء دین سے جلسوں میں وعظ کہلوا کر انہیں نذرانے دیئے جاتے ہیں یہ تمام صورتیں اس حکم سے خارج ہیں کہ وہاں ختم اور وعظ فی سبیل اللہ ہے اور ان کی خدمت فی سبیل اللہ جیسے مدرسین دینیہ کی تنخواہیں یا حفاظ و علماء کے سبق کی یا وظیفہ بیزدم و تعویذ کی اجرت بھی اس سے خارج ہے کہ وہ تو علاج کی ہے نہ کہ تلاوت قرآن کی خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں اور صحابہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کر کے اجرت میں بکریاں لیں جن کا گوشت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ملاحظہ فرمایا جیسا کہ اسی مشکوٰۃ شریف کتاب الاجارہ میں بیان ہوگا ان شاء اللہ لہ اس طرح کہ بھکاری کچھ پیسے حاصل کرنے کے لئے دروازہ پر بجائے صدا دینے کے قرآن کریم پڑھے تاکہ لوگ کچھ دے دیں اسے قرآن پڑھانے والوں کی اجرت مدرسین و علماء کی تنخواہوں سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ روشن حدیث سے ظاہر ہے۔

لہ یعنی ان کے چہروں پر ذلت و خواری چھائی ہوئی ہوگی جیسے آج بھی بعض لوگوں کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فقیر بھکاری ہے خیال رہے کہ امت محمدیہ کے بے عیب اللہ تعالیٰ ابھی چھپائے گا شان ستاری کی جلوہ گری ہوگی اگر جو عیب خود ان لوگوں نے ہی علانیہ کئے تھے وہ وہاں پر بھی علانیہ ظاہر ہوں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّوْرَةِ حَتّٰى يُنَزَّلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَوَاهُ
اَبُوْدَاؤدَ ۔ وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سُوْرَةَ يُوْسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا
هٰكَذَا اُنْزِلَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ اَحْسَنْتَ فَبَيْنَا هُوَ يُكَلِّمُهُ اِذْ وَجَدَ مِنْهُ رِيْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ اَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَتُكَذِّبُ
بِالْكِتَابِ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْبَكْرٍ

علیہ وسلم سورتوں میں جدا ہونا نہ پہچانتے تھے حتی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اتری تھی (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علقمہ سے فرماتے ہیں ہم حمص میں تھے حضرت ابن مسعود نے سورۃ یوسف پڑھی تو ایک شخص بولا یہ اس طرح نہیں اتری حضرت عبداللہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے یہ سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پڑھی تو حضور نے فرمایا ٹھیک پڑھی جبکہ وہ شخص باتیں کر رہا تھا کہ اس سے شراب کی بو محسوس کی تو عبداللہ نے فرمایا تو شراب پیتا ہے اور قرآن کو جھٹلاتا ہے پھر اسے حد لگائی (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں مجھے ابوبکر صدیق نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تعبیر ہوگی لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ انکار قراءت مصطفوی میں سے تھا پھر اس کا عیب کیوں ظاہر فرمایا گیا کیونکہ یہ انکار تو خود وحی الٰہی کا ہے رب تعالیٰ کسی کا پردہ فاش نہیں کرتا لہٰذا یہ حدیث مذہب حنفی کی قوی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورۃ کا جزو نہیں ہے بلکہ سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل فرمائی گئی ہے اسی لئے امام اعظم نمازوں میں بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھتے اور جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی سورۃ یعنی اقرأ باسم ربک اتری تو بسم اللہ نہ اتری کیونکہ نزول میں پہلی سورت تھی یہاں فصل کی ضرورت نہ تھی اور اسی لئے بسم اللہ شروع سورۃ میں دوسری آیتوں سے ملا کر نہیں لکھی جاتی بلکہ علیحدہ سطر میں لکھی جاتی ہے اور اسی لئے سورۃ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیونکہ توبہ کی سورۃ کا علیحدہ سورۃ ہونا مشکوک تھا اس لئے دونوں سورۃ کا نام تو لکھا گیا بسم اللہ نہ لکھی گئی بعض علماء نے فرمایا کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے اور سورۃ توبہ عذاب و غضب کی سورۃ ہے اس لئے قہر کی سورت میں رحمت کی آیت مناسب نہیں (مرقات، لمعات مع اضافہ) ۲ یعنی تو یہ کہتا ہے کہ سورۃ یوسف اس طرح نازل نہیں ہوئی اور حضور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہی سورۃ سنی اور تصدیق و تحسین فرمائی تھی یہ فخریہ ذکر نہ تھا بلکہ نعمت الٰہی کے اظہار کے لئے فرمایا تھا ۳ کوڑے شراب پینے کی سزا اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ شراب کی بو منہ سے پائی جائے تو اس سے شراب پینے کا ثبوت ہو جائے گا مجرم اقرار کرے یا نہ کرے گواہی قائم ہو یا نہ ہو مگر شرط یہ ہے کہ یقیناً شراب ہی کی بو ہو کیونکہ سیب وغیرہ کی بو بھی ایسی ہی ہوتی ہے یہ امام اعظم کا مذہب ہے دوسرے یہ کہ شراب کی بو پائے جانے یا شراب کی قے کرنے پر بھی حد شرب یعنی شراب کی سزا دی جا سکتی ہے تیسرے یہ کہ نشہ والے کا انکار معتبر نہیں کیونکہ وہ اپنے ہوش میں نہیں ہوتا دیکھو قرآن شریف کا یا اس کی متواتر قرأت یعنی طریقہ ادا کا انکار کفر ہے مگر حضرت ابن مسعود نے اسے مرتد قرار نہ دیا بلکہ شرابی قرار دیا ورنہ آپ یا تو اسے قتل کرتے اور تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم دیتے ایک بار حضرت حمزہ نے نشہ کی حالت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر صحابہ سے کہہ دیا تھا هَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاَبِيْ ، یہ کلمہ کفر تھی مگر انہیں کافر نہ کیا گیا فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر بے ہوشی میں کلمہ کفر بات کہی جائے تو اسے کافر نہ مانا جائے گا اسی کی نماز جنازہ و دفن کیا جائے گا کہ اس وقت ہوش ٹھکانے نہیں ہوتے بے ہوشی میں کہہ دیا ہے بعض صوفیاء سے سکر کی حالت

مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِيْ فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّيْ أَخْشٰى إِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِذٰلِكَ وَرَأَيْتُ فِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ رَأٰى عُمَرُ

جنگ یمامہ کے موقعہ پر بلایا تو حضرت عمر ابن خطاب آپ کے پاس تھے ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ جناب عمر میرے پاس آئے تو بولے کہ یمامہ کے دن قرآن کے قاری بہت شہید ہو گئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ اور جنگوں میں بھی قاری شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دیں میں نے عمر سے کہا تم وہ کام کیسے کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا فرماتے ہیں کہ تب حضرت عمر نے کہا رب کی قسم یہ کام اچھا ہے حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے حتی کہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کشادہ کر دیا اور میں نے حضرت عمر کی رائے میں مصلحت دیکھی

۱؎ یمامہ کو قریات بھی کہتے ہیں یا یمانی یا اعظم شامی صاحب مرقات نے فرمایا یہ بنی حنیفہ کا ایک شہر ہے جو مدینہ منورہ سے سولہ منزل پر واقع ہے یہاں قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اس پر بہت لوگ ایمان لے آئے ان مرتدین سے حضرت ابوبکر صدیق نے جہاد کیا بڑے گھمسان کا رن پڑا اور مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو حافظ قرآن و قاری صحابہ بھی تھے قرآن کریم کی حفاظت خطرہ میں پڑ گئی حضرت خالد ابن ولید اسلامی سپہ سالار تھے آخر حضرت وحشی نے مسیلمہ کو ہلاک کیا اور حضرت علی مسلمانوں کا لشکر رہے اور بنی حنیفہ کی لڑکیاں گرفتار ہوئیں جو حضرت علی کو ملیں جن سے محمد ابن حنفیہ پیدا ہوئے اس جنگ کی خبر قرآن کریم نے یوں دی سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۲؎ کیونکہ ابھی تک قرآن کریم متفرق تھا کتابی شکل میں باقاعدہ جمع نہ کیا گیا تھا صرف سینوں میں تھا اگر یہ سینے ہی ختم ہو گئے تو قرآن کا ختم ہو جانا یقینی ہے سبحان اللہ فاروق اعظم ہم سب کی طرف سے جزائے خیر دے کہ آپ ہی نے قرآن جمع کرایا اور آپ ہی نے تراویح باقاعدہ قائم کی جس سے باقاعدہ تراویح کی جماعت میں ختم قرآن ہوتا اگر تراویح نہ ہوتی تو حفظ قرآن کا رواج بھی ختم ہو جاتا غرضیکہ ان کے احسانات سے مسلمان قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے ۳؎ تمہاری تحریر اور دوسرے صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہ تھی کہ جمع قرآن بدعت ہے اور ہر بدعت بری ہوتی ہے لہٰذا یہ کام بھی برا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں نہ ہو وہ بدعت ہے اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت قائم کر کے فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ یہ بڑی اچھی بدعت ہے یعنی سنت صحابہ شرعی بدعت ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ حیات میں قرآنی آیات کی ترتیب تو دے دی تھی کہ ہر آیت کے نزول پر فرما دیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد رکھو یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق تھی مگر قرآن جمع نہ فرمایا تھا کیونکہ جمع کلی دشوار تھا کہ حیات شریف تک تو مختلف سورتوں کی مختلف آیتیں آتی رہی ہیں جمع قرآن کی یہ سعادت تو حضرت صدیق اکبر و عثمان غنی کے نصیب میں تھی ۴؎ اور میں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں کہ بدعت حسنہ مستحب کبھی واجب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے اس وقت جمع قرآن بدعت تھا مگر فرض تھا اس سے بدعت حسنہ کا قوی ثبوت ہوا مجھے یقین ہو گیا کہ اس وقت جمع قرآن ضروری

...زيدٌ قال أبو بكر إنك رجل شاب عاقل لا نتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه فوالله لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل علي مما أمرني به من جمع القرآن قال قلت كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هو والله خير فلم يزل أبو بكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح صدر أبي بكر وعمر فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال حتى وجدت آخر سورة التوبة مع أبي

حضرت زید کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر نے فرمایا تم جوان ہو عقلمند ہو ہم تم پر بدگمانی نہیں رکھتے اور تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھتے تھے پس تم قرآن کو تلاش کرو اور اسے جمع کرو اللہ کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے ہٹانے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا جتنا قرآن جمع کرنے کا حکم مجھ پر بھاری پڑا فرماتے ہیں میں نے کہا آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا حضرت صدیق نے فرمایا خدا کی قسم یہ کام بہت اچھا ہے پھر حضرت صدیق بار بار یہ فرماتے رہے حتی کہ اللہ نے میرا سینہ بھی کھول دیا جس کے لیے حضرت صدیق و فاروق کا سینہ کھولا تھا پھر میں نے قرآن کی تلاش شروع کی کھجور کی شاخوں پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا حتی کہ سورۂ توبہ کا آخر حضرت ابو

یہاں اس کے ضائع ہو جانے کا سبب ہوگا یہاں مرقات نے فرمایا کہ جمع قرآن بدعت تھا مگر خیر بدعت ... جمع قرآن میں تو علاً بھی ضرورت ہے ... اور اشارۃً بھی ... حضرت خلفاء راشدین ... اور سارے صحابہ ... کتاب ... حضرت علی ... حضرت معاذ ابن جبل ... ابی ابن کعب ... قیس ... ابو زید ... سعد ابن عبید ... ابی ابن کعب ... پھر قرآن کریم ... زید ابن ثابت کی روایت ... کا مستقل کرنا ... اور جمع قرآن میں ... مسلمانوں کے ایمان و اعمال کی حفاظت کی ذمہ داری ہے کہ اگر ایک آیت میں ذرا سی بھی غلطی ہوگئی تو کسی کا بھی ایمان کی خیر نہ اعمال کی خیر لیجئے اگرچہ قرآن جمع کرنا بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے خیال رہے کہ ایجادات صحابہ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے سنت فرمایا ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ لہٰذا یہ ... رب تعالیٰ فرماتا ہے سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا ... ہر بدعت بری نہیں ہوتی بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں جمع قرآن مجید ہے تو بدعت مگر اچھی ہے خیال رہے کہ چار صحابہ کو قرآن کریم کل حفظ تھا ابی ابن کعب زید ابن ثابت معاذ ابن جبل ابو الدرداء رضی اللہ عنہم مگر حضرت زید نے صرف اپنی یاد پر جمع نہ فرمایا بلکہ تمام صحابہ سے ہر آیت کی تائید حاصل کی چونکہ مختلف آیتیں مختلف صحابہ سے مختلف طرح ملیں کسی کو صرف یاد تھیں کسی کے پاس یاد کے علاوہ چمڑے پتھروں وغیرہ پر لکھی ہوئی بھی تھیں حضرت زید ابن ثابت نے

خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ لَمْ اَجِدْهَا مَعَ اَحَدٍ غَيْرِهٖ لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ حَتّٰى خَاتِمَةِ بَرَاۗءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ اَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيٰوتَهٗ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِيْ اَهْلَ الشَّامِ فِيْ فَتْحِ اَرْمِيْنِيَةَ وَاَذْرَبِيْجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاۗءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِكْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ

خزیمہ انصاری کے پاس پایا کسی اور کے پاس نہ پایا لقد جاءکم رسول سے ختم سورۂ برأت تک ۲؎ پھر یہ ورق حضرت ابوبکر کے پاس رہے حتی کہ رب نے انہیں وفات دی پھر تاحیات حضرت عمر کے پاس پھر حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے کہ حضرت حذیفہ ابن یمان جناب عثمان کی خدمت میں آئے جبکہ آپ فتح ارمینیہ میں شام والوں اور فتح آذربیجان میں عراق والوں سے جہاد کر رہے تھے حضرت حذیفہ کو لوگوں کی قرأت قرآن کے اختلاف نے گھبرا دیا تھا ۱؎ چنانچہ حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے عرض کیا اے امیر المومنین اس امت کی اس سے پہلے مدد کیجئے

اس تمام جمع شدہ ورقوں کو پھر ایک جلد میں کر دیا گیا پھر یہ مختلف اوراق میں یعنی کتاب کی شکل میں یکجا کر کے انہیں دھاگے سے باندھ کر ایک تھیلی میں محفوظ کر دیا صدیق اکبر کے زمانہ میں جمع قرآن کی یہ نوعیت تھی کہ آیات قرآنیہ متفرق تھیں یک دھاگہ اور ایک تھیلی میں جمع ہو گئیں حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں یہ تمام پرزے اور ورق ایک کتابی شکل میں جمع کر کے ان کی مختلف قرأتیں دور کر کے ہر طرف بھیجی گئیں کتابی شکل میں قرآن کا نام مصحف عثمانی ہے اس لئے حضرت عثمان کو جامع قرآن کہا جاتا ہے بعض صحیح یہ ہے کہ جمع قرآن کئی بار ہوا ایک بار تو عہد نبوی میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں نے اپنے سینوں میں ترتیب وار جمع کیا پھر عہد صدیقی میں کہ مختلف اوراق یک دھاگہ اور ایک تھیلی میں جمع ہو گئے پھر عہد عثمانی میں قرآن شریف کتابی شکل میں آ گیا یہ ہے ترتیب اس تقریر سے تمام شبہات دفع ہو گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جمع قرآن کیوں نہ کیا اور جب جامع قرآن ابوبکر صدیق ہیں تو عثمان غنی کو جامع قرآن کیوں کہا جاتا ہے یا یہ کہ قرآنی آیات متفرق تھیں بعض مشکوک ہو گئیں یا بعض اوراق یا پتھروں سے مل گئیں وغیرہ وغیرہ۔

۲؎ یعنی یہ آیات ابو خزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس لکھی ہوئی محفوظ نہ تھیں یاد مجھے بھی تھی اور دوسرے صحابہ کو بھی مگر میں نے صرف اپنی یاد پر آیات جمع نہ کیں لہذا اس سے لازم نہیں آتا کہ یہ آیات متواتر نہ ہوں خیال رہے کہ براءۃ سورۂ توبہ کا نام ہے کیونکہ اس کے اول میں ہے براءۃ من اللہ یعنی سورۂ توبہ کی آخری آیت لقد جاءکم سے رب العرش العظیم تک حضرت ابو خزیمہ انصاری کے پاس لکھی ہوئی ملی مرقات نے فرمایا کہ الفاظ قرآن دلیل قطعی سے ثابت ہیں اور طریقہ کتابت دلیل ظنی سے ۳؎ چونکہ صدیق اکبر کی حیات شریف میں ہی حضرت عمر خلیفہ ہو گئے تھے اس لئے اوراق آیات کا یہ تھیلا عمر فاروق کو خود صدیق اکبر ہی نے عطا فرما دیا تھا اور حضرت فاروق کی زندگی میں خلیفہ مقرر نہ ہوا تھا بعد میں چناؤ ہونا تھا اس لئے یہ اوراق جناب عمر کی صاحبزادی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ طاہرہ ام المؤمنین حفصہ کے پاس امانۃً محفوظ رہے جو پھر حضرت عثمان نے ان سے منگائے جن کا ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔ یہاں مرقاۃ نے حدیث حسن نقل کی کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر احسان عظیم فرمانے والے ابوبکر صدیق ہیں اللہ ان پر رحمتوں کی بارش کرے کہ مسلمانوں کو قرآن جمع کر کے دے گئے وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خفیہ قرآن جمع کیا وہ روافض کی گھڑی ہوئی بیہودہ بات ہے اور اس قرآن کی اشاعت کرتے قرآن تو

قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِي الْكِتَابِ اخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰى حَفْصَةَ
اَنْ اَرْسِلِيْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكِ فَاَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ
اِلٰى عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ
الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلٰثَةِ
اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا

جیسا کہ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کر بیٹھیں۔ تب جناب عثمانؓ نے بی بی حفصہ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس وہ اوراق بھیج دو تاکہ ہم انہیں مصحفوں
میں نقل کر لیں پھر تمہیں واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ نے وہ صحیفے جناب عثمان کو بھیج دیئے۔ آپ نے حضرت زید ابن ثابت، عبد اللہ ابن زبیر، سعید ابن عاص،
عبد اللہ ابن حارث ابن ہشام کو حکم دیا کہ انہوں نے انہیں مختلف صحیفوں میں نقل کیا۔ اور حضرت عثمان نے قریشی جماعت سے فرمایا کہ جب تم اور
حضرت زید ابن ثابت قرآن کی کسی آیت میں اختلاف کرو تو اسے زبان قریش ہی میں لکھنا کیونکہ

اشاعت کے لئے آمادہ کر کے غازیوں میں چھپانے کے لئے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون
قرآن چھپانے والے پر اللہ کی اور سب خلق کی لعنت ہے۔ سلہ بلاد المغرب میں آذربیجان مشہور شہر ہے اور اسی شہر کے نام سے علاقہ کو بھی آذربیجان کہا جاتا ہے اس علاقہ
میں آرمینیہ مشہور شہر ہے عہد عثمانی میں یہ علاقہ فتح ہوا اس جہاد میں شام و عراق کے غازی جمع تھے یہ حضرات قرآن کریم مختلف طرح پڑھتے تھے اور ہر ایک کہتا
تھا کہ میرا قرآن صحیح دوسرے کا غلط ہے یہ اختلاف یا تو مختلف قراءتوں کی بنا پر تھا جو زمانہ نبوی میں مروج ہو چکی تھیں یا اس لئے کہ بعض صحابہ کے پاس قرآنی آیتوں کے
ساتھ کچھ تفسیری نوٹ تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے وہ اسے قرآن سمجھ بیٹھے تھے اور قرآن کی طرح ان کی بھی تلاوت کر لیتے تھے لہ یعنی اے امیر المؤمنین
ابھی تو صحابہ موجود ہیں اگر اس وقت سے قرآن میں اختلاف پیدا ہو گیا تو آگے چل کر یہ اختلاف اس قسم کا بن جائے گا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو گا ہر فرقہ کہے گا کہ میرا
قرآن درست ہے دوسرے کا غلط جیسا کہ آج توریت و انجیل کے نسخوں کا حال ہے سلہ حضرت عثمان غنی نے پہلے تو بارہ ہزار مسلمانوں کو جمع فرما کر ان سے مشورہ کیا سب
نے بالاتفاق جمع قرآن کی رائے دی تب آپ نے حضرت ام المؤمنین حفصہ بنت عمر فاروق سے جمع شدہ صحیفہ منگایا۔ یہاں صحف سے مراد وہ اوراق ہیں جو حضرت صدیق اکبر
جمع فرما رہے تھے سے باندھ کر رکھا گیا تھا اور مصاحف سے مراد قرآن کریم کے کامل نسخے ہیں جو کتابی شکل میں ہوں لہذا حدیث واضح ہے چونکہ حضرت حفصہ کے پاس
قرآنی صحیفہ امانت تھا کہ یہ اوراق قرآن مجید نقل کر کے اوراق انہیں بھیج دیئے گئے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت حفصہ کو وہ اوراق واپس کیوں کئے گئے
لہ یعنی قرآن کے جمع کے لئے یہ چار حضرات منتخب ہوئے جن میں سے حضرت زید ابن ثابت تو انصاری تھے باقی تین حضرات مہاجر قریشی تھے سلہ چار یا سات نسخے
قرآن کریم کے جمع کئے جن میں سے ایک نسخہ یہاں مدینہ پاک میں رکھا گیا باقی تمام اطراف میں بھیج دیئے گئے ہے جن کے نام ابھی ابھی ذکر کئے گئے یعنی عبد اللہ
ابن زبیر، سعید ابن عاص، عبد اللہ ابن حارث کہ اس طرح کہ تمہاری قراۃ کچھ اور طرح ہو اور حضرت زید ابن ثابت کی قراۃ دوسری طرح اس
اختلاف کی وجہ وہ ہے جو پہلے گزر چکی کہ زمانہ نبوی میں تلاوت قرآن مختلف قراءتوں سے ہوتی تھی

نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتّٰى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلٰى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلٰى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي كُلِّ صَحِيْفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ اٰيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ حِيْنَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ قَدْ كُنْتُ

قرآن زبان قریش میں اترا ہے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب یہ صحیفے دیگر مصاحف میں نقل کر لیے تو حضرت عثمانؓ نے یہ اوراق پھر حضرت حفصہ کو واپس کر دیئے اور ان نقل شدہ نسخوں میں سے ہر طرف ایک نسخہ بھیج دیا گیا اور ان کے سوا قرآن کے باقی اوراق اور نسخوں کو جلا دینے کا حکم دے دیا ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے خارجہ ابن زید ابن ثابتؓ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت زید ابن ثابتؓ کو فرماتے سنا کہ میں نے سورۂ احزاب کی ایک آیت قرآن نقل کرتے وقت گم پائی جو میں ......

۱؎ یعنی نزول قرآن تو قریشی زبان میں ہوا مگر آسانی کے لئے دیگر قوموں کو اپنی لغتوں میں تلاوت کی اجازت دی گئی تھی اس وقت کے لحاظ سے جیسے نزول تو ہوا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ مگر اجازت دی گئی مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھنے کی بھی یا نزول تو ہوا نُنْشِزُهَا زی نقطے والی سے مگر اجازت دی گئی نُنْشِرُهَا پڑھنے کی بھی را والی سے خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے صرف جمع قرآن کا اہتمام فرمایا لغت قریش پر ہو یا دوسری لغت پر مگر حضرت عثمان نے جمع بھی کیا اور دوسری قرأتوں سے چھانٹ بھی دیا جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں ایک فرق یہ بھی ہے حضرت حفصہ سے اوراق قرآن منگانے کا منشا یہ تھا کہ کوئی آیت رہ نہ جائے بلکہ ہو بہو نقل کر دی جائے لہذا اس واقعہ پر اعتراض نہیں ۲؎ چنانچہ قرآن کریم کے سات نسخے نقل کئے گئے جن میں سے ایک مدینہ پاک میں رکھا گیا اور ایک کوفہ، ایک بصرہ، ایک شام، ایک بحرین اور ایک مکہ معظمہ کو بھیج دیئے گئے ۳؎ یحرق یا تو حرق سے ہے یعنی جلا دینا بعض نسخوں میں یخرق خ منقوطہ سے ہے یعنی پھاڑ ڈالنا یعنی اس کے علاوہ قرآن کے دوسرے اوراق کے جلا ڈالنے کا حکم دیا یا پھاڑ دینے کا مگر یحرق حا والا زیادہ مشہور ہے خیال رہے کہ بعض صحابہ کے پاس کچھ اوراق تھے جن میں وہ آیات بھی تھیں جو منسوخ التلاوت ہو چکی تھیں مگر انہیں نسخ کی خبر نہ ہوئی تھی اور بعض تفسیری الفاظ بھی تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کے ساتھ بطور تفسیر ارشاد فرمائے تھے یہ حضرات انہیں بھی قرآن ہی سمجھے ہوئے تھے جیسے حضرت ابی ابن کعب یا ابن مسعود کے مصاحف اگر وہ اوراق باقی رہ جاتے تو مسلمانوں میں بڑا فتنہ پھیلتا ہر فرقہ کہتا کہ یہ قرآن درست دوسرا غلط اس لئے باقی تمام نسخے جلوا دیئے گئے۔ بعض بیوقوف کہتے ہیں کہ فضائل علی و اہل بیت کی آیات جلا دی گئیں اور اب یہ موجودہ قرآن ناقص ہے مگر یہ محض غلط ہے ورنہ حضرت علی مرتضیٰ اس وقت خاموش نہ بیٹھتے قرآن کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیتے بلکہ کم از کم اپنے دور خلافت میں اس اصلی قرآن کو جاری کرتے اور اس قرآن سے نماز وغیرہ بھی ادا نہ کرتے۔ یہ بھی خیال رہے کہ اس وقت ان نسخوں کا جلا دینا ہی بہتر بلکہ ضروری تھا کیونکہ اگر دفن ہوتے تو بعد میں پھر نکال لئے جاتے، اور ان کی اشاعت سے فساد پھیلتا اور ان اوراق کا دھونا دشوار بھی تھا اور خطرناک بھی ورنہ بیکار قرآن کے اوراق کا دفن کر دینا بہتر ہے۔ اگر کوئی ورق ہو تو اسے دھو کر پی لینا افضل ہے کہ یہ پانی ہر مرض کی شفا ہوتا ہے ۴؎ ابن شہاب امام زہری کی کنیت ہے، اور خارجہ زید ابن ثابت کے بیٹے ہیں مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے تھے تابعی ہیں انہوں نے اپنے والد زید ابن ثابت سے سنا

أسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ بها فالتمسناها فوجدناها مع خزيمة بن ثابت الأنصاري من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فألحقناها في سورتها في المصحف رواه البخاري. وعن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملكم على أن عمدتم إلى الأنفال وهي من المثاني وإلى براءة وهي من المئين فقرنتم بينهما ولم تكتبوا سطر بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتموها في السبع الطول ما حملكم على

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنتا تھا ہم نے اسے بہت تلاش کیا تو ہم نے خزیمہ ابن ثابت انصاری کے پاس پایا[۱] یہ آیت کہ مومنوں میں بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا چنانچہ ہم نے قرآن شریف میں اس سورۃ سے ملا دیا[۱] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ آپ لوگوں کا اس کا کیا سبب ہوا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورۃ براءۃ سے ملا دیا جو مئین میں سے ہے لیکن دونوں کے بیچ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھی اور تم نے اسے سات بڑی سورتوں میں رکھ دیا اس کی وجہ

۱؎ یعنی جب یہ صحیفہ صدیقی سے مصحف عثمانی میں قرآن شریف نقل کیا تو اس صحیفہ میں یہ آیت نہ ملی غالب یہ ہے کہ یہ پرچہ اس عرصہ میں گم ہو گیا ہو گا یا گل گیا ہو گا اور حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں سارا یا لیکن صحیح سارے قرآن کو جمع ہو چکی تھیں ان بزرگوں کو یہ آیت زبانی یاد تھی مگر کوشش یہ کی گئی کہ کہیں سے یہ آیت لکھی ہوئی بھی مل جائے اور ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ عہد صدیقی میں جمع قرآن کے وقت کا ہو تب یہ لکھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس تھی باقی دوسرے لوگوں کو یاد ضرور تھی حضرت خزیمہ کی کنیت ابو عمارہ ہے انصاری ہیں، بدری ہیں یا بدر احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ یہ اس طرح کہ یہ آیت سورۂ احزاب میں اپنی جگہ پر لکھی گئی مرقات نے فرمایا کہ غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ قرآن پاک جمع کے وقت ہوا یعنی زمانہ صدیقی اس وقت سورۂ توبہ کی آخری آیت نقل جا رہا تھا مگر دوسرا کا عجیب واقعہ ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زمانہ صدیقی میں تمام قرآن جمع ہو جائے اور پھر یہ آیت اس میں درج ہو جیسا شرح میں ہے صدیقی کا جمع کیا ہوا قرآن مروان ابن حکم کے زمانہ میں جلا دیا گیا حضرت حفصہ کی وفات کے بعد اشعۃ اللمعات میں ہے کہ فرمایا حضرت علی نے بھی نزول کے مطابق قرآنی آیات جمع فرمائی تھیں مگر فتنہ کے خوف سے اس قرآن کی اشاعت نہ کی بلکہ اپنے گھر میں رکھ لیا کہ مسلمانوں میں دو قرآن مروج ہو جائیں گے یہ سخت فتنہ کا باعث ہوگا قرآن کریم کی تقسیم یوں ہے کہ اول قرآن کا نام مثانی ہے اس کے بعد مئین پھر سبع طول تب پھر مفصل سورۂ حجرات سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے مثانی سورۂ فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی حضرت ابن عباس نے حضرت عثمان سے دو سوال کئے ایک یہ کہ سورۂ انفال تمہارے جمع کے مطابق مثانی حصے کی سورۃ ہے اور سورۂ توبہ مئین حصہ کی سورۃ آپ حضرات نے ان دونوں سورتوں کو ملا کیوں دیا نیز سورۂ انفال چھوٹی سورۃ ہے کہ جس کی صرف ۷۵ آیتیں ہیں اور سورۂ توبہ بہت بڑی کہ اس کی ایک سو انتیس آیتیں ہیں مگر آپ حضرات نے مثانی سورتیں بڑی ہیں اور مئین چھوٹی مگر آپ نے چھوٹی سورت کو مثانی میں داخل کیا اور بڑی یعنی توبہ کو مئین میں، چاہیے تھا اس کے برعکس ہوتا دوسرا سوال یہ ہے یعنی تمام سورتوں کو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے مگر تم نے سورۂ توبہ کے اول بسم اللہ نہ لکھی، خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ کا سورت

ذٰلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَأْتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَإِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ أَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةٌ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ نُزُوْلًا وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا

کیا ہوا؟ لے حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زمانہ گذرتا رہتا تھا کہ آپ پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں ے اور جب بھی آپ پر کوئی آیت اترتی تو بعض کاتبین وحی کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیتیں اس سورۃ میں رکھو جن میں فلاں فلاں چیزوں کا ذکر ہے ے پھر جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو فرماتے کہ اس آیت کو اس سورۃ میں لکھو جس میں ایسا ایسا ذکر ہے ے اور سورۃ انفال ان سورتوں میں ہے جو مدینہ پاک میں پہلے نازل ہوئیں اور سورۂ برأت نزول میں آخر قرآن ہے ے اور اس کا قصہ سورہ انفال کے قصے سے مشابہ تھا ے

ے یعنی وہ چیزوں سے جو لکھا ایک سورۃ کے تمام آیتوں ... کی تعداد کا ذکر اور ... بسم اللہ ... آپ نے ... سورتیں انفال ... ایک فصل ... فصل بسم اللہ ... سورۃ انفال ... آیتیں ... مثانی میں رکھا ... کی آیتیں تو سو سے بھی زیادہ ہوتی ہیں ... سورتوں کی آیتیں سو سے زیادہ ... اور مثانی کی آیتیں تو سو سے بھی زیادہ ہیں ظاہر یہ ہے کہ سورۃ توبہ ... اور سورۃ انفال ... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل ہوتی اور کبھی مسلسل سورتیں نازل ہوتیں ... آیات کے نزول کا یہی حال تھا کبھی کسی سورۃ کی کوئی آیت آگئی اور کبھی دوسری سورۃ کی کوئی آیت سورتوں کے نزول کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی پچھلی سورۃ پہلے آگئی اور کبھی اگلی سورۃ پیچھے نازل ہوگئی کیونکہ سورتوں و آیتوں کا نزول حسب ضرورت ہوتا تھا یہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں بلکہ لوح محفوظ کی ترتیب کے لحاظ سے ہے یہ کلام جواب کے علاوہ ہے ے یعنی جب کوئی آیت نازل ہوتی تو فرما دیتے کہ یہ آیت فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے بعد رکھو معلوم ہوا کہ ترتیب آیات توقیفی چیز ہے جس میں عقل کو دخل نہیں اسی لئے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم سے ترتیب دلوائی کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر لوح محفوظ پر تھی وہ دیکھتے تھے کہ وہاں کون سی آیت کس جگہ ہے ادھر دیکھ کر ادھر ترتیب دیتے تھے [illegible] کچھ معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں فرق یہ ہے کہ وہاں شیء فرمایا گیا جس سے چند آیتوں کا مجموعہ مراد ہے اور یہاں الآیۃ ارشاد ہوا یعنی ایک آیت مطلب یہ ہوا کہ اگر چند آیتیں ایک دم اترتیں تو ان میں بھی سرکار خود ہی ترتیب دیتے تھے اور اگر صرف ایک آیت آتی تب بھی ترتیب دیتے خیال رہے کہ آیتوں کی ترتیب تو بالاتفاق توقیفی ہے جس میں عقل کو دخل نہیں مگر سورتوں کی ترتیب میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ بھی توقیفی ہے بعض کے ہاں نہیں ے یعنی سورۃ انفال و برأت دونوں مدنی ہیں اس لئے انہیں ایک ساتھ رکھا گیا پھر سورۂ انفال پہلے اتری اس لئے اسے آگے رکھا گیا اور سورۂ برأت بعد میں اس لئے اسے پیچھے رکھا گیا یہ وجہ جمع و ترتیب کی ہوئی ے یعنی سورۂ انفال و برأت کا مضمون یکساں ہے کہ سورۃ انفال میں کافروں کی سرکشی کفر کی نگونساری کا ذکر ہے اور

فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یُبَیِّنْ لَنَا اَنَّھَا مِنْھَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ قَرَنْتُ بَیْنَھُمَا وَلَمْ اَکْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَوَضَعْتُھَا فِی السَّبْعِ الطُّوَلِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔ کِتَابُ الدَّعَوَاتِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ مُّسْتَجَابَۃٌ فَتَعَجَّلَ کُلُّ نَبِیٍّ دَعْوَتَہٗ وَاِنِّیْ اخْتَبَاْتُ

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہ بھی صراحتاً بیان نہ فرمایا کہ یہ سورہ سورۂ انفال کا جزء ہے لہٰذا میں نے بیچ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہ لکھی اور بیچ میں اسے سات لمبی سورتوں میں رکھا (احمد، ترمذی، ابوداؤد) دعاؤں کا بیان پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کی ایک دعا خصوصاً قبول ہوتی ہے تو ہر نبی نے اپنی وہ دعا یہاں استعمال کر لی اور میں نے

۵ سورۂ براءۃ میں منافقوں کا اور سورۂ انفال میں جنگ بدر کا ذکر ہے جو جزئیں کی جنگ کا نتیجہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی سورت ہیں اسی لیے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کے نزول سے معلوم فرماتے تھے کہ یہ آیات مستقل علیحدہ سورۃ میں ہیں یہاں ہم کو بتا دیتے تھے مگر سورۂ براءۃ کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر نہ دی کہ یہاں بسم اللہ آئی ہے یا سورۂ انفال سے علیحدہ سورت ہے لہٰذا صحابہ کو شبہ ہوا کہ ان دونوں سورتوں کا مضمون ہو تو دونوں کے مضامین کا بہت مناسب ہونا اور درمیان میں بسم اللہ کا نہ آنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سورۃ ہیں اس لئے درمیان میں بسم اللہ نہ لکھی گئی مگر دونوں کے نزول میں بہت فاصلہ ہونا کہ سورۂ انفال شروع ہجرت میں نازل ہوئی اور یہ سورت تو بالکل آخر میں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ دو سورتیں ہیں اس لئے دو مضمون کی علیحدگی کی ایک علامت تو رکھ دی یعنی درمیان میں لمبا خط سورۃ کا نام اس کی آیتوں کی تعداد کا ذکر اور دوسری علامت نہ رکھی یعنی بسم اللہ یہ ہے ملاحظہ جمع قرآن میں بہت ہی احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے اور سورۂ توبہ کفار سے امان اٹھانے، عذاب آنے کی آیت ہے اسی لئے رحمت کی آیت اس کے اول میں نہ لکھی گئی۔ مرقات و لمعات اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب محض توقیفی نہیں اس میں کچھ عقل کو بھی دخل ہے۔ ۲ اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں دو طرح فرق ہے ایک یہ کہ جمع صدیقی کتابی شکل میں نہ تھی اوراق کو مرتب کرکے دھاگے سے باندھ دیا گیا تھا اور جمع عثمانی میں قرآن کتابی شکل میں ہوا دوسرے یہ کہ جمع صدیقی میں تمام قرأتیں موجود تھیں مگر جمع عثمانی میں صرف ایک قرأت رکھی گئی کیونکہ مختلف قرأتوں کی اب ضرورت نہ رہی تھی لوگ اس قرأت کے عادی ہو چکے تھے اور اس جمع میں وہ ہی قرأت رکھی گئی جو جبریل امین لائے تھے باقی قرأتوں کی لوگوں کو اجازت دیدی گئی تھی کہ مجبوراً اپنی زبان میں قرآن پڑھ لیں ان قبیلوں کی زبانوں میں کچھ الفاظ میں معمولی فرق تھا جیسے ... اور ... وغیرہ ۳ دعوات دعوت کی جمع ہے بمعنی دعا دعا کے معنی ہیں اپنے بڑے سے اظہار عجز کے ساتھ کچھ مانگنا دعا عبادت ہے اس لئے دعوات جمع لایا گیا یعنی بعض علماء دعا کو افضل کہتے ہیں بعض رضا بالقضا کو مگر بہتر یہ ہے کہ زبان سے جو دعا مانگنا بھی ایک عبادت ہے بلکہ عبادات کا مغز ہے حدیث، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دعا مانگے اور دل میں رضا رکھے کہ اگر دعا قبول نہ ہو تو ملول نہ ہو اس صورت میں دعا و رضا دونوں پر عمل ہوگا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہمیشہ دعا مانگنا بہتر ہے کہ اس میں عاجزی کا اظہار ہے ۳ اسی لئے تمام انبیاء خصوصاً حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں مگر وقت احتیاج دعا

دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَهِیَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَلِلْبُخَارِیِّ اَقْصَرُ مِنْهُ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُهٗ شَتَمْتُهٗ لَعَنْتُهٗ جَلَدْتُّهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّزَكٰوةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَیْكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

اپنی دعا روز قیامت کے لیے بچا رکھی اپنی امت کی شفاعت کے واسطے چنانچہ میری یہ دعا ان شاء اللہ میرے ہر اس امتی کو پہنچے گی جو اس طرح مرے کہ رب تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو (مسلم) اور بخاری میں کچھ مختصر ہے۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی میں نے تجھ سے عہد لیا ہے تو ہرگز اس کے خلاف نہ کرے گا کہ میں بشر ہوں لہذا جس مسلمان کو میں ایذا دوں یا اسے برا کہوں یا لعنت کروں یا کوڑا ماروں تو تو اس کے لیے رحمت و پاکی اور قربت بنا کہ جس کے ذریعہ اسے قیامت کے دن اپنے سے قریب فرمائے (مسلم، بخاری)

بشرط قبولیت ہوتی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو نمرودی آگ میں جاتے وقت دعا ہی نہ کی حضرت جبریل کے عرض کرنے پر فرمایا کہ کفانی من سوالی علمہ بحالی لہذا دعاؤں قسم کے اوقات کبھی بھی متعارض نہیں ہیں اور احادیث صحیحہ دعا ورد کرنے والے کی دعا بھی قبول ہوتی ہیں مگر یہ دعا بہت اہم ہے جو احوال متقین میں جیسے حالت دعا یا اہل شد سمجھیں تو انبیاء کرام کی تقریباً ساری دعائیں ہی قبول ہیں مگر رب تعالٰی نے ہر نبی کو ایک خصوصی دعا عطا فرمائی ہے جس کے متعلق رب تعالٰی کا حتمی وعدہ ہے کہ کرم ضرور قبول کریں گے تمام نبیوں نے اپنی اپنی وہ دعائیں دنیا میں استعمال فرمائیں کسی نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے جیسے حضرت نوح و صالح و ہود و موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بعض انبیاء کرام نے کسی اور مقصد کے لیے استعمال فرمائیں جیسے حضرت ابراہیم و اسماعیل و یعقوب و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی بزرگ نے اپنی وہ دعا کسی مقصد میں استعمال فرمائی ایسی بہت سی حضرات ہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ دعا یہاں استعمال نہ کی بلکہ قیامت کے لیے اٹھا رکھی ہے اس سے اپنی امت کی شفاعت کریں گے ورنہ اس کا علم ہر شخص کو نہ تھا جیسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہو خیال رہے کہ ایسے ہر قسم پر شرک و کفر ہے مراد کفر ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ الخ لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مرزائیوں، چکڑالویوں وغیرہ مرتدین کو پہنچے گی کہ یہ لوگ مشرک تو نہیں یہ یہ ہے کہ عہد سے مراد وعدہ ہے اور یہ کلام احتیاط نہیں بلکہ اظہار ہے یعنی اے مولیٰ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ تو میری دعا رد نہ فرمائے گا کیونکہ نبی کی دعا رد نہیں ہوتی ان کی دعا مثل عہد الٰہی کے ہے جس کے خلاف کا احتمال نہیں مرقات سے یعنی چونکہ تو نے مجھ میں بشریت بھی ودیعت رکھی ہے اور بشر ہونے کے لحاظ سے غصہ بھی لازم ہے اگر میں کسی وقت غصہ میں کسی کو زبانی یا بدنی تکلیف پہنچا دوں تو تو میری بد دعا یا میری مار کو اس شخص کے لیے رحمت بنا دے یا میری بد دعا کو الٹی کرکے لگا اس فرمان پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بد دعاؤں کو جو کسی امتی کے لیے ہوں اجابت سے محروم کرا رکھا کہ عرض کیا خدایا وہ بد دعا میری قبول نہ فرما بلکہ ان کے برعکس کر دے دوسرے یہ کہ نبی اگر کسی پر بلاوجہ سختی فرما دیں کچھ کہہ دیں یا مار دیں تو ان پر قصاص نہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی داڑھی بھی پکڑ لی اور بالوں سے پکڑ کر کھینچا بھی مگر قصاص نہیں دیا تیسرے یہ کہ حضرت امیر معاویہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے یہ بد دعا یقیناً ان کو دعا ہو کر لگی کہ عرب میں چیرتے پھاڑتے مالدار ہو گئے کہ امام عقیل اور حضرت علی کے بھائی عقیل کو لاکھوں روپیہ نذرانہ دیتے رہتے تھے دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ خیال رہے کہ ان تمام سے وہ بد دعائیں و سزائیں

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ اِنْ شِئْتَ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ ارْزُقْنِيْ اِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ مَسْئَلَتَهُ اِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا مُكْرِهَ لَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ اِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ اَعْطَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الٰہی اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے تو مجھے روزی دے ۱؎ بلکہ پختہ ارادے سے دعا مانگے کیونکہ رب تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کوئی مجبور نہیں کر سکتا (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الٰہی اگر چاہے تو مجھے بخش دے لیکن لازم کرے اور رغبت زیادہ کرے کیونکہ رب تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں جو چاہے دیدے ۲؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ مانگے ۳؎ جب تک کہ جلد بازی نہ کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ

۱؎ مراد ہیں جو چیزیں مستحق کو دی جائیں اور فکر ہے کہ عام بددعائیں وہ سزائیں مراد ہوں اگر کسی کو دی جائیں یا غیر مستحق کو بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں (اشعہ) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز بہت اصرار سے مانگی اور سرکار کا دامن پیچھے سے پکڑ کر کھینچا کہ مجھے وہ چیز دے دیجئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا کہ تمہارے ہاتھ کٹ جائیں حضرت ام المؤمنین غمگین ہو کر بیٹھ گئیں تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی بعض سے عفو ہو یا غصہ کی حالت میں بعض کو فرمایا رغم انف ابی ذر شاید کہ ان الفاظ سے کچھ بد دعا ہی کی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکلتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر تو دے دیتا ہے تو دے دے یوں ہی دل کو تسلی ہے یہ بے نیازی ہے جو رب کی بارگاہ میں نہایت بے ادبی ہے علاوہ ازیں اس کے کرم پر قوت ہی ہے تو قوت یقین قبول رکھو اور کہے کہ خدایا یہ چیز مجھے ضرور دیدے مجھے اس کی ضرورت ہے میں فقیر ہوں تیرے سوا کس سے مانگوں تیرا سوا کوئی میرا دروازہ اور کون ہے غیروں کے دروازے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی مانگو شعر

اگر میلا ہیم از در پیاسا در دیگر ۔ کرا خواہم کجا تا لم اشقی یا رسول اللہ

۲؎ یعنی جو چیز ہمارے لئے مشکل سے مشکل ہے وہ رب تعالیٰ کو آسان سے آسان ہے اگر تمام جہان کی ساری تمنائیں پوری کر دے تو تمام اس کے سمندر کرم کا ایک قطرہ بلکہ اس سے بھی کم اس کے لئے فرما دینے میں بھلا کیا بڑا بار ہے ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی دعا مانگنی کہ خدایا مجھے شراب پینا نصیب کر یا فلاں کو قتل کر دینے کا موقعہ دے ایسے ہی رشتوں کے جوڑنے کا حکم ہے ان کے توڑنے کی دعا نہ کرے کہ خدایا مجھے میرے باپ سے دور رکھ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ناممکن چیزوں کی دعا مانگنی بھی منع ہے جیسے خدایا مجھے دنیا میں ان آنکھوں سے اپنا دیدار کرا دے یا فلاں مسلمان کو ہمیشہ دوزخ میں رکھ یا فلاں کافر کو

الْاِسْتِعْجَالُ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ يُسْتَجَابُ لِيْ فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْاَلُ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيْبُ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ

جلد بازی کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ یوں کہے میں نے دعا کی اور بار بار کی مگر مجھے نہیں دکھائی دیا کہ قبول ہو پس اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے دعا ضرور قبول ہوتی ہے اس کے سر کے پاس فرشتہ مقرر ہوتا ہے کہ جب یہ اپنے بھائی کے لئے دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی اسی جیسا ملے (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اپنی جانوں کو بددعا دو نہ اپنی اولاد کو بددعا دو نہ اپنے مالوں کو بددعا دو اللہ کی طرف سے اس گھڑی کے موافق نہ ہو جاؤ جس میں عطا مانگی جائے تو تمہاری دعا قبول ہو جائے (مسلم) اور

بخشش وعطا ایسی ہی ... مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ناجائز چیزوں کی دعا نہ کرے ورنہ قبول نہ ہوگی اسی لئے قبولیت دعا کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر قبولیت دعا میں دیر لگے تو دل تنگ ہو کر رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو دیکھو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا کہ مولیٰ فرعون کو ہلاک کردے چالیس سال کے بعد قبول ہوئی یعنی قبولیت کا ظہور اتنے عرصہ بعد ہوا حضرت یعقوب علیہ السلام فراق یوسف علیہ السلام میں چالیس یا اسی سال تک روتے رہے مگر رب کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے بچوں سے فرمایا وَلَا تَيْأَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اے بچو اللہ کی رحمت سے امید رکھو خیال رکھو ہر کام کا ایک وقت ہے دعا مانگے جاؤ مانگنا بندہ کا کام ہے دینا رب کا کام اپنا کام کرو اس کے کام پر اعتراض نہ کرو شعر

حافظ وظیفۂ تو دعا کردن است و بس ٭ در بند آن مباش که نشنید یا شنید

قبول دعا کی بہت قسمیں ہیں مدعا مل جانا دعا کی برکت سے کوئی آفت ٹل جانا دعا کا ثواب مل جانا بعض اوقات چند وجوہ سے کچھ ہو جاتا ہے اور کبھی حاصل ہے کہ کسی کے سامنے اس کے لئے دعا کرنے میں ہو سکتا ہے کہ خوشامد یا ریا وغیرہ کا احتمال ہو مگر پس پشت دعا میں یہ کوئی احتمال نہیں اس میں اخلاص ہی ہوگا اسی لئے پس پشت کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کی خدمت بہترین عبادت ہے اور اس کی خیر خواہی بہترین عمل ہے یہ فرشتہ کراماً کاتبین کے علاوہ ہے یعنی خدمت کرنے والی دعاؤں پر آمین کہنے والا فرشتہ کاتب اعمال فرشتے نہیں وہ فرشتے تو داہنے بائیں ہر وقت رہتے ہیں جب تم مسلمان بھائی کے لئے دعا کرو تو فرشتہ تمہارے لئے دعا کرے گا اگر تم نے فرشتہ کی دعا لینا ہے تو دوسروں کو دعا دو بعض بزرگ جب کوئی دعا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دوسروں کے لئے دعا کرتے ہیں اور اپنے لئے بھی جمع کے صیغہ سے دعا کرتے ہیں ان عملوں کا ماخذ یہ حدیث ہے یہ عمل بھی ہے کہ پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر دوسروں کے لئے ... اب اغفرلی ولوالدی الخ پڑھ دعا کے بعد اگر کہے آمین تو وہ دعا بھی ہوتی ہے اللھم آمین کہنا بہتر ہے مطلب یہ ہے کہ غصہ یا جوش میں اپنی

حدیث ابن عباس اتق دعوۃ المظلوم فی کتاب الزکوٰۃ ۔ الفصل الثانی ۔ عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء مخ العبادۃ رواہ الترمذی

حضرت ابن عباس کی یہ حدیث کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کتاب الزکوٰۃ میں ذکر کی جاچکی دوسری فصل روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا ہی عبادت ہے۱؎ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۳؎ (ترمذی)

جہاں سوا دوسرے مسلمان اور مظلوم کی ہلاکت کی دعا نہ کرنی چاہیے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ان بددعاؤں کے عادی ہو چکے ہیں، بات بات میں کہتے ہیں مرجاوے تیرا ستیاناس ہو جائے، تجھے سانپ کاٹے، تجھ کو گولی لگے معاذ اللہ اور اگر کوئی ایسا حادثہ ہو جائے تو پھر سر پکڑ کر روتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت کی گھڑی صرف جمعہ یا شب قدر یا آخری راتوں میں ہی نہیں ہے اور وقت میں بھی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی تو ہر ساعت میں احتمال ہے کہ وہ قبولیت کی ہو اس لئے ہمیشہ اچھی دعائیں ہی مانگے، کبھی بددعا منہ سے نہ نکالے خیال رہے کہ رمضان میں ایسے ہی سفر میں اپنے کو بددعا دینا ظاہر حق کے لئے ہوتا ہے وہ محض بددعا نہیں ہوتی وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر میں حق پر رہوں تو ہلاک ہو جاؤں لہذا یہ حدیث آیت لعان اور روایات مباہلہ کے خلاف نہیں۔ ۲؎ آیت اپنی حقیقی معنی میں ہے یعنی اللہ سے دعا کرنا بھی عبادت ہے کہ اس میں اپنی بندگی اور رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار و اظہار ہے، یہی عبادت ہے لہذا اس پر بھی ثواب ملے گا لہذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بندے سے کچھ مانگنا گویا اس کی عبادت ہے یہ شرک ہے، لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا، حاکم سے، حکیم سے مالداروں سے کچھ مانگنا نہ اصطلاحی دعا ہے اور نہ کفر و شرک، انبیاء بندوں سے دوا و دعا مانگا کرتے ہیں خیال رہے کہ دعا شرعی اور ہے اور دعا لغوی کچھ اور جیسے صلوٰۃ شرعی اور ہے یعنی نماز اور صلوٰۃ لغوی کچھ اور یعنی نزول رحمت اور دعائے برکت وغیرہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے اقیموا الصلوٰۃ یہاں صلوٰۃ شرعی مراد ہے، اور صلوا علیہ میں صلوٰۃ لغوی مراد ہے یوں کہو کہ اللہ کے بندوں سے دعا مانگنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے جیسے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ کعبہ کی بہرحال یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں ہو سکتی ۳؎ یہ آیت شہادت کے طور پر پیش فرمائی کہ جیسے رب تعالیٰ نے نماز روزے کا حکم دیا ہے ویسے ہی دعا کا حکم دیا ہے اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے معلوم ہوا کہ قبولیت دعا کی شرطیں ہیں جب وہ پوری ہوں تو قبولیت یقینی ہے وقت عبادت و دعا وغیرہ اس کے بعد رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یستکبرون عن عبادتی وہاں عبادت کا ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے خیال رہے کہ دعا مانگنا اکثر مستحب ہے واجب نہیں لہذا آیت کی یہ وعید اس کے لئے ہے جو تکبر سے دعا نہ مانگے کہ یہ تو کفر ہے۔ یعنی دعا عبادت کا رکن اعلیٰ ہے جیسے مغز کے بغیر ہڈی کی اور مغز کے بغیر چھلکے کی کوئی قدر نہیں ایسے ہی دعا سے خالی عبادت کی کوئی قدر نہیں، رب تعالیٰ مانگنے کو پسند فرماتا ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحج عرفۃ حج عرفہ کا نام ہے یعنی عرفہ حج کا رکن اعلیٰ ہے عبادت نام ہے اپنی انتہائی عاجزی رب تعالیٰ کی انتہائی عظمت کے اظہار کا دعا میں یہ دونوں چیزیں اعلیٰ طریقہ سے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ ۔ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّعَاءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے ہاں دعا سے زیادہ کوئی چیز گرامی نہیں ۱؎ ترمذی، ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں ٹالتی اور عمر میں نیکی کے سوا کوئی چیز زیادتی نہیں کرتی ۲؎ ترمذی روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا نازل شدہ آفت میں بھی نافع ہے اور اس بلا میں بھی جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو تو اے اللہ کے بندو دعا کو مضبوط پکڑو ۳؎ ترمذی اور

۱؎ یعنی کہ اس میں بندہ کا [illegible] ہے [illegible] قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم [illegible] دعاؤں کی برکت سے [illegible] ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم [illegible] تقدیر معلق [illegible] تقدیر مبرم کسی طرح نہیں ٹلتی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون [illegible] تقدیر مبرم کو [illegible] اپنے [illegible] وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب معلوم ہوا کہ عمر میں زیادتی کمی ہوتی ہے اور فرماتا ہے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب معلوم ہوا کہ تقدیر میں محو و اثبات ہوتا ہے [illegible] ان دونوں کا نام تقدیر ہی ہے مگر پہلی تقدیر میں تبدیلی قطعاً ناممکن ہے دوسری تقدیر میں تبدیلی ممکن بلکہ واقع ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد سوم میں ملاحظہ کیجئے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر آدم علیہ السلام کی دعا سے ساٹھ سال سے سو سال ہو گئی [illegible] دعا کے دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اس کی برکت سے آئی بلا ٹل جاتی ہے دوسرے یہ کہ آنے والی بلا رک جاتی ہے لہذا [illegible] تقدیر معلق کے متعلق ہے [illegible] امام غزالی فرماتے ہیں کہ جیسے ڈھال [illegible] روک لیتی ہے اور جیسے پانی [illegible] اور باقی ان کے اسباب ہیں ایسے ہی

رَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ، وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْعُوْ بِدُعَاءٍ إِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ مَا سَأَلَ أَوْ كَفَّ عَنْهُ
مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهُ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُّسْأَلَ وَأَفْضَلُ
الْعِبَادَةِ انْتِظَارُ الْفَرَجِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ، وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(احمد) بروایت معاذ ابن جبل اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کوئی دعا مانگے تو اسے اللہ تعالےٰ اس کی منہ مانگی مراد دیتا ہے یا اس جیسی کوئی آفت دور کر دیتا ہے جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ سے اس کا فضل مانگو کہ اللہ تعالےٰ مانگے جانے کو پسند فرماتا ہے اور بہترین عبادت کشادگی کا انتظار ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تعالےٰ سے نہ مانگے تو اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے (ترمذی)

دعا کی برکت سے آنے والی مصیبت ٹل جاتی ہے اور لگی آگ بجھا دیتی ہے اسباب بھی رب تعالےٰ کی طرف سے ہیں اور مسببات بھی رب تعالےٰ فرماتا ہے خُذُوْا حِذْرَكُمْ اپنا بچاؤ کرو جیسے دنیا میں بچاؤ اور ہتھیار سے کر بچو ایسے ہی دنیا میں بھی انسان دعاؤں کا بچاؤ اور نیک اعمال کے ہتھیار لے کر رہے، ورنہ آفات گھیر لیں گی۔ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری قبول کروں گا اس حدیث نے بتایا کہ قبولیت دعا کی چند صورتیں ہیں، ایک منہ مانگی مراد مل جانا دوسرے اس جیسی آفت ٹل جانا مثلاً کسی کے سو روپے کی چوری ہونی تھی اس نے اللہ سے دعا مانگی کہ خدایا مجھے سو روپیہ دے، اسے سو روپیہ تو نہ ملے مگر اس کی چوری ٹل گئی بہرحال دعا خالی نہیں گئی لہذا مانگی مراد نہ ملنے پر دل تنگ نہ ہو بعض مرادیں نہ ملنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ قبول دعا کی شرط ہے کہ انسان بری چیز کی دعا نہ مانگے کہ وہ قبول نہیں اور ناجائز دعا کی بے تاثیریں ہیں خیال رہے کہ کبھی بندہ بری بات بھی مانگ لیتا ہے اور پا لیتا ہے مگر یہ اس کی دعا کی قبولیت نہیں بلکہ ہونا ہی ایسا تھا اتفاقاً اس نے مانگ بھی لیا، نیز اس دعا پہ ثواب کوئی نہیں بلکہ گناہ ہے۔ یعنی اس کا فضل مانگو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے عدل وہ ہے جو کام کے عوض دیا جائے فضل وہ ہے جو بے عوض محض مہربانی سے دیا جائے اگر رب عدل فرمائے تو ہم گنہگار بڑی سزا کے مستحق ہیں فضل فرمائے اور بخشش دے تو اس کی مہربانی ہے حضور نے من فرما کر یہ بتایا کہ اس کا بعض فضل مانگو کہ سارا کیونکہ اس کا فضل غیر متناہی ہے اور تمہاری جھولی متناہی پیالی والا سارا سمندر سمیٹنے کی کوشش نہ کرے۔ عجیب بارگاہ بے نیاز ہے دوسرے سخی مانگنے والوں سے تنگ آ جاتے ہیں رب تعالےٰ وہ کریم ہے مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے بھول کے ساتھ اس کا پیار ہے اور اس کے در پہ بھکاری کا نیاز و انداز۔ شعر۔

اے کہ ہمہ دل فزا را رسے دگر ÷ ہر گدا را بدرت ناز سے دگر

۶ یعنی گرفتار ہو کر تکلیفیں نہ کرتا پھرے بلکہ اس کی مہربانی کا انتظار رکھے اور اس آس والے کی آس نہیں ٹوٹتی نہیں جاتی خیال ہے کہ کسی سے وہ دیا دعا کی

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ الْعَافِيَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْتَجِيبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ سے نہ مانگی گئی جو اسے زیادہ پیاری ہو (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہے کہ مصیبتوں کے وقت اللہ اس کی دعا قبول کرے تو وہ آرام کے زمانہ میں دعائیں زیادہ مانگا کرے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے دعا کرو

درخواست کر، شکایت نہیں اور وہ یہ اس تکبر کے خلاف ہے لہٰذا جو شخص غرور و تکبر اور اپنے کو رب تعالیٰ سے بے نیاز سمجھ کر دعا نہ مانگے وہ غضب و لعنت کا مستحق ہے ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت دعا نہ مانگی کیونکہ وہ سمجھے کہ یہ امتحان کا وقت ہے شاید دعا ترک صبر میں شمار ہو فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کے ذکر یا درود شریف کی کثرت دعا کے عوض رکھے تو وہ دعا مانگنے والوں سے زیادہ پائے گا یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف نہیں بلکہ یہ ہے کہ ہر وقت ہر حال میں دعائیں مانگنے کی توفیق ملے تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کیلئے رب تعالیٰ نے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں ۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ دعا کو ... کا راغب ہونا دعا کیلئے اچھے الفاظ جاننا رب تعالیٰ کا کرم ہے جب اسے کچھ دینا چاہتا ہے تو ہمیں مانگنے کی توفیق دیتا ہے شعر

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے ۔ قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

۲؎ لمعات نے فرمایا کہ عافیت کے معنے سلامتی ہیں، یہاں کامل سلامتی مراد ہے یعنی زندگی موت قبر حشر کی تمام ظاہری باطنی چھوٹی بڑی آفتوں سے سلامتی و حفاظت ظاہر یہ ہے کہ یہ دعا جامع الدعا ہے مرقات نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے مصیبتیں پیدا ہی اس لئے کی ہیں تاکہ بندہ ان سے سلامتی کی دعائیں مانگے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ عافیت ایسی ہے جس میں سب داخل ہے ، لہٰذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر میں زہر کھانا فاروق اعظم کا محراب مصطفےٰ پر خنجر کھا کر شہید ہونا عثمان غنی کا قرآن پڑھتے ہوئے ذبح ہو جانا حسین علیہ السلام کا بے آب و دانہ دشت میں شمع مصطفوی پر نثار ہو جانا عافیت ہی تھا لہٰذا رب تعالیٰ سے وہ عافیت مانگو جو اس کے علم میں ہمارے لئے عافیت ہے نہ وہ جو ہمارے علم میں ہمارے لئے عافیت ہو حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی بہترین دعا سکھائیے فرمایا چچا جان اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو ۳؎ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صرف مصیبت میں دعا مانگنا اور راحت میں رب سے غافل ہو جانا تو خود غرضی ہے اور ہر وقت دعا مانگنا عبدیت ہے رب کو خود غرضی ناپسند ہے عبدیت پسند ہے رب فرماتا ہے وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ایسے خود غرضی کا نتیجہ یہ ہے

مُوْقِنُوْنَ بِالْإِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَآءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ بِبُطُوْنِ أَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ أَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَإِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ۔ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي

قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے۱ اور جان رکھو کہ اللہ غافل دل بے پرواہ کی دعا قبول نہیں فرماتا۲ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت مالک ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم اللہ سے دعا مانگو تو ہتھیلیوں سے مانگا کرو ہاتھ کی پشت سے نہ مانگو۳ اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ سے دعا کرو ہتھیلیاں پھیلا کر نہ ہاتھ کی پشت سے پھر جب فارغ ہو جاؤ تو منہ پر ہاتھ پھیر لو۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا رب حیادار کریم ہے اللہ تعالیٰ حیا فرماتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے تو انہیں خالی لوٹا دے۵ (ترمذی، ابوداؤد، بیہقی)

کہ رب تعالیٰ قبول فرماتا ہے اس پر معصیت رہتے ہوئے ... دعا کرتے وقت یہ یقین کرو کہ رب تعالیٰ اپنے کرم سے میری یہ دعا ضرور قبول کرے گا اس میں لطیف اشارۃً اس جانب بھی ہے کہ دعا کے وقت تمام شرائط قبول اور آداب دعا پورے کرو جس سے تمہارے دل کو قبولیت کا یقین خود بخود ہو جائے اپنے ساتھ ہی اس کے کرم سے امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس داعی کو نا امید نہیں فرماتا اس کا نام ہے دعاء السائلین (مرقات و لمعات)

۲ قبولیت دعا کی بہت سی شرطیں ہیں جن میں سے بڑی اور اہم شرط دل لگنا ہے اسی لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا مانگنے کے وقت دل اور طرف ہو منہ اور طرف ... رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے یوں خیال بازار وغیرہ میں ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی مقبولیت دعا اس شرط

۳ یعنی ہاتھ ... دل ... سب کا ... دعا کے وقت ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلاؤ اور ہاتھوں کی پیٹھ زمین کی طرف ... مانگنے والا دینے والے کے سامنے ہی ہتھیلی ہی پھیلاتا ہے نیز اس میں ... زیادہ ہے ہاں جن دعاؤں میں کچھ مانگا جائے کسی آفت کو دفع کرانا ہو جائے وہاں سنت یہ ہے کہ پہلے تو ہتھیلیاں پھیلاؤ اور پھر آسمان کی طرف ہاتھوں کی پیٹھ کر دو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے بعد ایسے ہی دعا مانگتے تھے اس ادا میں ... کرتا ہے کہ مولا دنیا کا حال بدل دے خشکی ... تری کر دے ...

۴ پھیلے ہوئے ہاتھوں پر اللہ کی رحمت اترتی ہے ان ہاتھوں کے منہ پر پھیرنے سے رحمت منہ پر پہنچ جاتی ہے یہ عمل سنت بھی ہے اتباع سنت میں برکت ہے (مرقات) ہاں بعض علماء نے فرمایا کہ کھانے کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اگر مجمع میں کھانا کھایا جائے تو اس دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے تاکہ ان لوگوں کو شرمندگی نہ ہو ... فارغ نہ ہوئے مسلم شریف میں ہے کہ ہاتھ اٹھا کر آپ دعا مانگتے ہیں احادیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے استسقاء کے اور دعاؤں میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے ... استسقاء میں ہاتھ سر مبارک سے اونچے اٹھاتے تھے باقی دعاؤں میں سینے کے مقابل ...

الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ. وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَا سِوٰى ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِيْ وَقَالَ اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ وَلَا

دعوات کبیر میں۔ روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں منہ پر پھیرے بغیر نہ گراتے ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور اس کے ماسوا دعائیں چھوڑ دیتے تھے ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلد قبول ہونے والی دعا غائب کی غائب کے لئے ہے ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لئے جانے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دی اور فرمایا اے ہمارے بھائی ہمیں بھی اپنی دعا میں یاد رکھنا

احادیث میں تعارض نہیں۔ اس میں ہاتھ پھیرنے کی حکمت کا بیان ہے۔ مقصد یہ کہ پھیلے ہوئے ہاتھ رب کی بارگاہ سے خالی نہیں لوٹتے خیال رہے کہ رب تعالیٰ حیا، رحم وغیرہ صفات کے ظاہری معنے سے پاک ہے اس کے لئے ان چیزوں کا نتیجہ مراد ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایسا کرتا نہیں کہ بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ کو خالی پھیرے اس کے معنے ہم عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مانگنے والے کو ضرور دیتا ہے خواہ اس طرح کہ اس کی مراد پوری کر دے یا اس طرح کہ اس کی کوئی آفت ٹال دے یا اس طرح کہ درجات بلند کر دے، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت دفعہ ہاتھ پھیلا کر دعائیں کی جاتی ہیں اور مراد نہیں ملتی ۲؎ سلف دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے تھے وجہ یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اور رزق و رحمت کے آنے کی جگہ یہ وجہ نہیں کہ رب تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے جیسے نماز پڑھنے والے قبلہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں حالانکہ رب تعالیٰ کعبہ میں نہیں ۳؎ جامع دعا وہ کہلاتی ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں، معانی زیادہ جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً آخر تک اور جیسے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یہاں عمومی عادت مراد ہیں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جامع دعائیں مانگتے تھے، خاص موقعوں پر خاص دعائیں بھی مانگی ہیں جیسے استنجا میں اور مسجد میں داخلے وغیرہ لہٰذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں ۴؎ یعنی جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعائے خیر کرے تو بہت جلد قبول ہوتی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ شخص مسلمان بھائی کا خیر خواہ بھی ہے اور مخلص بھی، سامنے دعا کرنے میں ریا و دکھاوے و خوشامد کا احتمال ہو سکتا ہے ۵؎ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کرو تب آپ عمرہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے ۶؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے، رب فرماتا ہے لاتجعلوا

نَسِيْنَا فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهٗ
عِنْدَ قَوْلِهٖ وَلَا تَنْسَنَا. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا
تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ يُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفْتَحُ
لَهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِيْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَ
عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ

ہمیں بھول نہ جانا ۱ حضور نے ایسی بات فرمائی کہ مجھے اسکے عوض ساری دنیا ملنا پسند نہیں ۲ (ابوداؤد، ترمذی) اور ترمذی کی روایت اس قول پر ختم ہوگئی کہ ہمیں بھول نہ جانا۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی ۳ روزہ دار کی جب افطار کرتا ہو ۴ انصاف والے حاکم کی اور مظلوم کی دعا کو اللہ تعالیٰ بادلوں پر اٹھا لیتا ہے ۵ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد ہو ۶ (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دعائیں قبول ہیں جن میں شک نہیں ۷

دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا اسی لئے کبھی صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارا اس حدیث میں حکم کا ادب یہ کہتے تھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲ یعنی کہ مجھے حضور پر قبول دعا میں بھی ساتھ رکھ لیں اس سے معلوم ہوا کہ اپنے سے چھوٹے سے دعا کرانا سنت ہے مرقات نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا چاہیے اور کہنا چاہیے کہ ہم پر درود شریف پڑھنا یعنی مدینہ منورہ کو دیکھ لینا تاکہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کیلئے اللہ سے دعا کرنا اور آپ پر درود شریف پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیماروں کی دعا ہے درحقیقت یہ تو ہماری تعلیم ہے ہمارا بھلا ہی ہمارا مقصد ہے جیسے ماں باپ والد اولاد کو دعائیں دیتے ہیں ہم بھیک پاتے ہیں ہم بھی تو بالکل یہ کہو کہ دعائیں دیں سے ہیں حضرت عمر فرماتے ہیں کہ شکر ہے کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا معلوم ہوا کہ میں دنیا و آخرت میں مجھے نوازا ہوں پھر مجھے حکم دعا کا حضور کو دعا میں دوں معلوم ہوا کہ میرا انجام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے پھر فرمایا مجھے بھولنا نہیں معلوم ہوا کہ میرا دل کا خاتمہ یاد رکھنے کے لائق ہے یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں ۳ ان تین شخصوں سے مراد مسلمان ہیں مرد ہوں یا عورت کفار اس میں داخل نہیں دعا رد نہ ہونے کا وہ مطلب ہے جو پہلے عرض کیا جاچکا ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مرتبہ یا درجات کیونکہ یہ عبادت سے فراغت کا وقت ہے بعد عبادت دعائیں قبول ہوتی ہیں اسی لئے نماز، حج، زکوٰۃ سے فراغت پر دعائیں کرنا چاہیے ۔ معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ بھی دعا کی جائے کہ وہ بھی رب کی عبادت ہے اور عبادت کے بعد دعا قبول ہے ۵ مرقات نے فرمایا کہ مسلمان حاکم کا ایک گھڑی عدل و انصاف کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے کہ اس عدل سے خلق خدا کا انتظام قائم ہے ۶ مرقات نے فرمایا کہ مظلوم جانور بلکہ مظلوم کافر و فاسق کی بھی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ مسلمان مظلوم کی دعا زیادہ قبول ہے کیونکہ مظلوم مضطر و بے قرار ہوتا ہے اور بے قرار کی دعا عرش پر قرار کرتی ہے رب فرماتا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ، دعا کو بادلوں پر اٹھانے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جانے کا مطلب ہے جلد سننا اور اس کی دعا کی عزت افزائی اور اہمیت کا اظہار فرمانا ہے عربی میں مطلقاً وقت کو کہتے ہیں مگر اکثر کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ چالیس سال پر بولتے ہیں

دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْاَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْاَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ مُرْسَلًا حَتّٰى يَسْاَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْاَلَهٗ شِسْعَهٗ اِذَا انْقَطَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ

باپ کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا ۵؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص اپنے رب سے اپنی ساری حاجتیں مانگے ۶؎ حتی کہ جب جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی مانگے اور ایک روایت میں ثابت بنانی سے مرسلًا زیادہ کی حتی کہ رب سے نمک مانگے ۷؎ اور جب تسمہ ٹوٹ جائے تو تسمہ بھی (ترمذی) اور انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ اتنے اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی تھی ۸؎

مطلب یہ ہے کہ میں حلیم ہوں لہٰذا ظالم کو جلدی نہیں پکڑتا اسے توبہ اور مظلوم سے معافی مانگنے کا وقت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھائے تو پکڑتا ہوں

۳؎ خیال رہے کہ پہلی حدیث میں تین دعا رد نہ ہونے والوں کا ذکر تھا، اور یہاں تین دعاؤں کا تذکرہ ہے یعنی یہ تین دعائیں بذات خود قابل قبول ہیں اور اپنے خاص وصف کی برکت سے بھی لائق قبول، اسی لئے وہاں عدل اور روزے کا ذکر فرمایا جس میں فاعل بہ تکلف مشقت اٹھاتا ہے یہاں مسافر اور باپ کا ذکر ہے جس میں یہ تکلف و مشقت نہیں (مرقات)۔

۴؎ اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بددعا بھی مگر چونکہ باپ اکثر دعائیں ہی دیتا ہے اس لئے دعا کا ہی ذکر فرمایا، والد سے مراد ماں باپ دونوں ہیں اور وہ بھی اس میں داخل ہے کہ بالواسطہ وہ بھی والد ہے، ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ۵؎ یوں تو مسافر کی بحالت سفر تمام دعائیں ہی قبول ہیں مگر بیکس کے لئے دعا، اور اپنے ستانے والے پر بددعا بہت قبول ہے (مرقات)، اسی طرح مظلوم کی بددعا قبول، مگر ستانے والے کے لئے بددعا، اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لئے دعا بہت قبول ہے۔ ۶؎ یعنی بندہ یہ خیال نہ کرے کہ اتنے بڑے آستانہ سے چھوٹی چیز کیا مانگوں کوئی بڑی حاجت مانگوں گا نہیں ہر حاجت مانگو چھوٹی ہو یا بڑی، اگر اس سے بڑی چیزیں مانگی جائیں تو تھوڑی ہی حاجتوں کے لئے تو سوال ہوتا ہے غلام اپنے آقا سے ہر چیز مانگا ہی کرتے ہیں دیکھو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب تعالیٰ سے مدین پہنچ کر روٹی کا ٹکڑا مانگا، عرض کیا رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ ۷؎ یعنی ایک ہانڈی کا نمک جو چند پیسے کا ہوتا ہے، ایسے ہی ایک جوتی کا تسمہ جو کوڑی دو کوڑی کا ہوتا ہے وہ بھی رب تعالیٰ ہی سے مانگو۔ ۸؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سر سے اونچے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے اگر قمیص مبارک پہنے ہوتے تو بغل شریف کی سفیدی نظر آجاتی خیال رہے کہ اس قدر اونچے ہاتھ اٹھانا یا تو نماز استسقاء میں ہوتا تھا یا کبھی کبھی بیان جواز کے لئے اور موقعوں پر بھی ورنہ عام دعاؤں میں سینے یا کندھے تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث کندھوں یا سینہ تک ہاتھ اٹھانے کے خلاف نہیں، اور نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر قمیص کے نماز پڑھتے تھے کہ یہ تو سخت مکروہ ہے، آجکل بعض لوگ بغیر قمیص نماز پڑھتے ہیں اور اس حدیث کو آڑ بناتے ہیں مگر غلط

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يَجْعَلُ اُصْبُعَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ وَيَدْعُوْا۔ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمَسْئَلَةُ اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ اَوْ نَحْوَهُمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ اَنْ تُشِيْرَ بِاُصْبُعٍ وَاحِدَةٍ وَالْاِبْتِهَالُ اَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيْعًا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ وَالْاِبْتِهَالُ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُوْرَهُمَا مِمَّا يَلِيْ وَجْهَهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَفْعَكُمْ اَيْدِيَكُمْ بِدْعَةٌ مَا زَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ حضور دعا کے وقت اپنی دو انگلیاں کندھوں کے مقابل کرتے تھے[1] روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو ہاتھ شریف اٹھاتے پھر ہاتھ منہ پر پھیر لیتے[2] ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا۔ روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی کہ آپ نے فرمایا طریقہ دعا یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کندھوں کے مقابل یا ان کے قریب اٹھاؤ[3] اور طریقہ استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو[4] اور عاجزی و زاری کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ خوب پھیلا دو[5] اور ایک روایت میں یوں فرمایا کہ زاری کا یہ طریقہ ہے اور اپنے ہاتھ اٹھائے ہاتھوں کی پشت چہرہ انور کے سامنے کی[6] (ابوداؤد) روایت ہے ابن عمر سے وہ فرماتے تھے کہ تمہارا زیادہ ہاتھ اٹھانا بدعت ہے[7] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ لہٰذا جو نماز بغیر حضور کی ما نند باب اسراء میں گزر گئی لہٰذا پہلے آپ ہاتھ شریف اتنے اٹھاتے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں کے مقابل ہو جاتیں پھر دعا مانگتے تھے یہ اکثری حالات کا ذکر ہے اور پچھلی احادیث میں بعض خصوصی حال کا ذکر تھا۔ ۲؎ یعنی جن دعاؤں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھاتے تھے ان میں ہاتھ منہ پر پھیر لیتے تھے اور جن میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے جیسے نماز طواف کھانے کے بعد کی دعائیں ان میں ہاتھ منہ پر بھی نہ پھیرتے تھے، لہٰذا دعا اور امان کا فرق ہے جو اگر اس کی خبر تو صحیح ہو یہ ابھی لہٰذا احادیث صاف ہے۔ ۳؎ یعنی عام دعاؤں میں ہاتھ سینے تک اٹھانا سنت ہے، گرما دعا بھکاری بن مانگتے وقت دعا کے سامنے یہاں تک ہی ہاتھ اٹھاتے اور پھیلاتے ہیں۔ لمعات ۴؎ یعنی استغفار پڑھتے وقت اپنی کلمہ کی انگلی اپنے نفس کی طرف کر کے عرض کرے کہ یا اللہ یہ نفس امارہ مجرم ہے اور یہ بندہ گنہگار ہے تو اسے بخش دے۔ ۵؎ ابتہال کے معنی ہیں اظہار عجز اور زاری و خشوع اسی سے ہے مباہلہ، یہاں اس سے مراد دفع بلا کی دعا ہے جیسے استسقاء میں قحط کے دفع ہونے کی دعا مانگی جاتی ہے ایسی دعاؤں میں ہاتھ سر سے اونچے اٹھانے چاہئیں۔ ۶؎ یعنی ہاتھ پورے اٹھا دیئے جائیں حتی کہ ہاتھوں کی پیٹھ چہرے کی طرف ہو جائے۔ ۷؎ یعنی اے لوگو تمہارا ہر دعا میں سر سے اونچے ہاتھ اٹھانا اور دعاؤں میں فرق نہ کرنا کہ کس دعا میں اتنے اونچے ہاتھ اٹھائے جائیں یہ خلاف سنت ہے اسے چھوڑ دینا چاہیے خیال رہے کہ بدعت کے ایک معنی تو ہیں نیا کام یعنی جو کام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہوا اس بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ جس کی پوری بحث باب الاعتصام میں گزر چکی، جمع قرآن کے وقت بعض صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا تھا کہ آپ وہ کام کیوں کر رہے ہیں جو حضور انور نے

علی هذا یعنی إلی الصدر. رواه أحمد. وعن أبي بن كعب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ذكر أحدا فدعا له بدأ بنفسه. رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن غريب صحيح. وعن أبي سعيد الخدري أن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما من مسلم يدعو بدعوة ليس فيها إثم ولا قطيعة رحم إلا أعطاه الله بها إحدى ثلاث إما أن يعجل له دعوته وإما أن يدخرها له في الآخرة وإما أن يصرف عنه من السوء مثلها قالوا إذا نكثر قال الله أكثر. رواه أحمد. وعن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال خمس دعوات يستجاب لهن دعوة المظلوم حتى ينتصر ودعوة الحاج

اتنی زیادہ ملتا ہے یعنی سینہ تک ۱؎ (احمد) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کرکے اس کے لیے دعا فرماتے تو اپنی ذات سے دعا شروع کرتے ۲؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی ایسی دعا مانگے جس میں نہ گناہ ہو نہ قطع رحمی ۳؎ مگر اللہ تعالیٰ اسے تین میں سے ایک چیز دیتا ہے یا تو اس کی دعا جلد ہی قبول کرلیتا ہے ۴؎ یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ کردیتا ہے ۵؎ یا اس جیسی مصیبت ٹال دیتا ہے ۶؎ صحابہ نے عرض کیا تب تو ہم خوب زیادہ دعائیں کریں گے فرمایا رب کی عطا بہت زیادہ ہے ۷؎ (احمد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں پانچ دعائیں بہت قبول کی جاتی ہیں مظلوم کی دعا حتی کہ بدلہ لے لے ۸؎ حاجی کی دعا

ہاتھ سینہ تک اٹھانا بدعت ہے تو موسیقی نے فرمایا کہ ... ربی قسم یا اچھا کام ہے، یعنی بدعت حسنہ ہے اور دوسرے خلاف سنت کام یہ بدعت ہمیشہ سیئہ اور بری ہوگی، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عموما سینہ تک ہاتھ اٹھائے اور کم کبھی سر سے اونچے اٹھائے ہیں تو اس سنت کو چھوڑ دینا بدعت ہے، اس سے بار بار پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سے عام دعائیں مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عمومی دعاؤں میں کبھی ہاتھ کم اٹھاتے تھے کبھی زیادہ، مگر زیادتی سینہ سے اونچے ہوتی لہذا یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کبھی سر سے اونچے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ہے ۲؎ اس میں امت کو تعلیم ہے کہ تم جب کسی کے لیے دعا کرو تو پہلے اپنے لیے کرو پھر اس کے لیے صرف دوسرے کے لیے دعا کرنے میں اپنے استغنا اور بے نیازی کا شبہ ہوتا ہے مگر یہ قاعدہ بھی اکثریہ ہے کلیہ نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمۃ اللہ اس پر رحم کرے یا فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وغیرہ ۳؎ یعنی اس دعا میں نہ تو لازم گناہ ہو نہ متعدی مثلا یہ کہ فلاں اجنبیہ سے وصل نصیب کر یا مجھے دولت دے تاکہ میں اپنے عزیزوں کو اپنا غلام بناکر رکھوں ایسی دعائیں ممنوع ہیں ۴؎ کہ اس کی منہ مانگی مراد جلد یا کچھ دیر سے دے دیتا ہے ۵؎ کہ دنیا میں تو اس کی مراد پوری نہیں کرتا مگر آخرت میں اس کے عوض اس کے گناہ معاف فرمادیگا اس کے درجے بلند کردیگا ۶؎ معلوم ہوا کہ دعا سے رد بلا ہوتا ہے اس لیے مراد پوری نہ ہو تو بے دل نہ ہونا چاہیئے ۷؎ کہ اگر سارا جہاں ہمیشہ دعائیں مانگے تو رب تعالیٰ کے ہاں کمی نہ ہوگی شعر وہ مانگنے کا طریقہ بھی اس طرح سکھو در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا ۸؎ زبان سے یا ہاتھ سے یا حاکم کے

حَتّٰى يَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَقْفُلَ وَدَعْوَةُ الْمَرِيضِ حَتّٰى يَبْرَأَ وَدَعْوَةُ الْأَخِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَأَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعَوَاتِ إِجَابَةً دَعْوَةُ الْأَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ ٭ بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ ٭ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ٭ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَ

حتیٰ کہ لوٹ آئے اور غازی کی دعا حتیٰ کہ جنگ بند ہو جاوے اور بیمار کی دعا حتیٰ کہ تندرست ہو جاوے اور مسلمان بھائی کی پس پشت دعا پھر فرمایا ان سب میں مسلمان بھائی کی دعا پس پشت زیادہ قبول ہوتی ہے (بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کی) باب اللہ عزوجل کا ذکر اور اس کا قرب حاصل کرنا پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی جماعت نہیں جو اللہ کے ذکر کرنے بیٹھے مگر انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ اترتا ہے ۲ اور

یاں فرماتے کہ جس سے اس کی مظلومیت ختم ہو جائے ۱ خواہ حج اکبر یعنی حج کر کے یا حج اصغر یعنی عمرہ کر کے ان دونوں کی دعائیں اپنے وطن آنے تک قبول ہیں اس لئے حاجی سے دعائیں کراتے ہیں ۲ یا غازی جہاد سے لوٹ آئے مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ق سے یقفد ہے یعنی جہاد سے بیٹھ جائے یا فراغت جہاد کی ہو ۳ صیاد میں جہاد یعنی گھر جانے تک کیونکہ اس وقت اس میں خلوص بہت ہوتا ہے نیز یہ شخص دوسروں کیلئے مفید ہے ۴ ذکر کے چند معنی ہیں یاد کرنا یا یاد رکھنا پکارنا بزرگی کی عزت و شرف وغیرہ قرآن کریم میں ذکر ان تمام معنوں میں وارد ہوا یہاں ذکر کے پہلے تین معنے ہو سکتے ہیں یعنی اللہ کو یاد کرنا اسے یاد رکھنا اسے پکارنا اس کا نام لینا ذکر اللہ تین قسم کا ہے ذکر لسانی ذکر قلبی ذکر ارکانی یعنی زبان سے ذکر اس کا نام لینا ہے خوف خدا میں رونا اعضا کا ذکر ہے اس کا نام سننا ذکر بالواسطہ بھی ہوتا ہے اور بلاواسطہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا تذکرہ بلاواسطہ ذکر اللہ ہے اس کے محبوبوں کی محبت سے چرچا کرنا اس کے دشمنوں کی برائی سے ذکر کرنا سب بالواسطہ اللہ کا ذکر ہیں دیکھو سارا قرآن ذکر اللہ ہے مگر اس میں کہیں تو خدا کی ذات و صفات مذکور ہیں کہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محامد کہیں کفار کے تذکرے ذکر اللہ بہترین عبادت ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکیدی حکم دیا رب تعالیٰ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا مولانا فرماتے ہیں

گر تو خواہی زیستن با آبرو ٭ ذکر او کن ذکر او کن ذکر او

ہر گدا را ذکر او سلطان کند ٭ ذکر او بس زیور ایمان بود

ہر کہ دیوانہ بود ورد ذکر حق ٭ زیر پائش عرش و کرسی و طبق

حضرات نقشبندیہ کے ہاں ذکر خفی افضل ہے دوسرے سلسلوں میں ذکر بالجہر بہتر فریقین کے دلائل ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے تقرب الی اللہ سے مراد مکانی قرب نہیں کہ رب تعالیٰ مکان و جگہ سے پاک ہے بلکہ قبولیت کا قرب مراد ہے مردود دور ہے محبوب در حضور ۵ ظاہر یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے لہٰذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے دوسرے

وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلٰى جَبَلٍ يُقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ فَقَالَ سِيْرُوْا هٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ

اپنے پاس والے فرشتوں میں اللہ ان کا ذکر کرتا ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ پر پہنچے جسے جمدان کہا جاتا ہے تو فرمایا چلو یہ جمدان ہے مفرد لوگ آگے بڑھ گئے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ مفرد لوگ کون لوگ ہیں فرمایا اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال جو رب کا ذکر کرے

یعنی ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ اگلی روایت میں ہے کہ جو کہیں بیٹھے ہوں اور ہمیشہ ذکر کرتا ہو یہی ہمیشہ کرنا افضل ہے خیال رہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چکر لگاتے رہتے ہیں ذاکرین کے حلقے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الٰہی ہے جو ذاکرین کیلئے مخصوص ہے لہذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے اور ہیں۔ سکینہ کی شرح باب فضائل القرآن میں گزر چکی کہ یا تو اس سے مراد خاص فرشتے ہیں یا دلی اطمینان یعنی دل کا سکون جو اللہ کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین میں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لئے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام میں ان لوگوں کا ذکر فخر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو۔ بندہ کہتا ہے کہ مولیٰ میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ ۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے مکہ معظمہ کے راستے پر یہاں سے مدینہ منورہ ایک رات کے فاصلے پر ہے طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذاکر گزرا اگر کوئی پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا تو سب کہتے ہیں مبارک ہو (عین المعارف) میں حضرت انس سے روایت ہے کہ روزانہ صبح شام زمین کے بعض حصے بعض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی بندہ ایسا گزرا یا بیٹھا جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا ہے تو دوسرے طبقے کہتے ہیں تو ہم سب سے افضل ہے (مرقات)۔ یعنی اے جماعت صحابہ یہ جمدان پہاڑ ہے یہاں اللہ کا ذکر کرتے چلو تاکہ کل قیامت میں تمہارا گواہ ہو سکے مفردون تفرید سے ہے بمعنی الگ کرنا اکیلا رکھنا یعنی جنہوں نے اپنے کو دنیا داری کا مشغول اغیار کی مجلس سے الگ رکھا یا جنہوں نے تمام ہم عصروں سے اللہ کے ذکر کو چھانٹ لیا جس میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں۔ یہ سوال احوال کے لئے ہے نہ کہ سوال ذات کے لئے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا وما رب العالمین یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات کیا ہیں اسی لئے یہاں من نہ بولا ما بولا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی صفات ہی فرمایا جو سوال کے مطابق ہے یعنی جو اللہ کا ذکر بہت زیادہ کریں مرد ہوں یا عورتیں مگر اس لئے مردوں کا ذکر پہلے ہوا عورتوں کا بعد میں مرقات نے فرمایا کہ اللہ کا بہت ذکر کرنے والا وہ ہے جو کسی حال میں رب کو نہ بھولے خلوص سے اس کی عبادت کرے خلقت سے مستغنی رہے فکر و شکر میں تیار رہے جو خدا سے غافل کرے اس سے

رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

اور رب کو ذکر نہ کرے زندہ و مردہ کی سی ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو مجھ سے رکھے اور جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تو اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اکیلے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں (مسلم، بخاری)

۲ ذاکر وہ ہے جو اللہ کے ذکر میں ایسی لذت پائے کہ کسی اور چیز میں نہ پائے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا۔ یعنی تمام غیر اللہ سے کٹ کر رب کے ہو جاؤ یعنی جیسے زندہ کا جسم روح سے آباد ہے مردہ کا غیر آباد ایسے ہی ذاکر کا دل ذکر سے آباد ہے غافل کا دل ویران یا جیسے شہروں کی آبادی زندوں سے ہے مردوں سے نہیں ایسے ہی آخرت کی آبادی ذاکرین سے ہے غافلین سے نہیں یا جیسے زندہ دوسروں کو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے مردہ نہیں ایسے ہی اللہ کا ذاکر نفع و نقصان خلق حاصل کرتا ہے غافل نہیں یا جیسے مردے کو کوئی دوا یا غذا مفید نہیں ایسے ہی غافل کو کوئی عمل وغیرہ مفید نہیں اللہ کا ذاکر گو بظاہر مردہ ہو اس کے اعمال مقبول ہیں جیسا کہ غافل زندہ ہے مگر پھر بھی مردہ ہے مرقات نے فرمایا کہ اس میں اشارۃً ارشاد ہو رہا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ذکر کی حیات غیر فانی بخشی جاتی ہے وہ دنیا چھوڑ دیتے ہیں مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں (مرقات) مسلم شریف میں ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر ہو وہ آباد ہے زندہ ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ مردہ ہے گھر سے مراد دل ہے کہ ذاکر کا دل آباد ہے اور غافل کا دل ویران اس لئے ذکر کرو تاکہ گھر آباد رہے نحوست نہ ہو جائے ویران کر دے۔ شعر:

آباد وہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے ۔ جو یاد سے غافل ہو اور ویران ہے برباد ہے

۳ یہاں ظن سے مراد یقین ہے اور ظن بمعنی یقین بھی آتا ہے جیسے یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ اور بمعنی گمان نیک بھی جیسے ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا اور بمعنی بدگمانی بھی جیسے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی بندہ میرے متعلق جیسا یقین رکھے گا میں ویسا ہی معاملہ اس سے کروں گا یا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرے گا میں ویسا ہی کروں گا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ مقبولیت کی امید و یقین پر دعا و عبادت کرے گا تو میں اس کی دعا و عبادت ضرور قبول کروں گا اور اگر رد کا یقین یا گمان کرے گا تو رد ہی کروں گا مقصد یہ ہے کہ اعمال بھی کرو اور قبول کی امید بھی رکھو عمل نہ کرکے بخشش کی امید رکھنا نیکی نہیں بلکہ نفس کا دھوکا ہے امید و طمع اور دھوکہ میں فرق چاہیئے جو بو کر گندم کاٹنے کی امید حماقت اور کوشش بیکار ہے مولانا فرماتے ہیں شعر:

گندم از گندم بروید جو ز جو ۔ از مکافات عمل غافل مشو

بعض لوگ امید و دھوکے میں فرق نہیں کرتے وہ اس حدیث سے دھوکا کھاتے ہیں اس حدیث واضح ہے کہ رحمت و کرم، توفیق و مہربانی خیال ہے کہ بندہ رب سے ذکر اللہ کرتے وقت بہت قریب ہوتا ہے جو ہر وقت ذکر کرے وہ ہر وقت رب سے قریب ہے ۵ بہتر مجمع سے مراد ارواح انبیاء و اولیاء ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور ہو سکتا ہے اس مجمع سے مراد مقرب فرشتوں کا مجمع ہو چونکہ بعض لحاظ سے فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ ہم انسان نیک و بد ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں اور فرشتے صرف نیک کام ہی کرتے ہیں اسی لئے انہیں خیر منہم کہا گیا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان فرشتہ سے افضل ہے پھر یہاں فرشتوں کو انسان سے افضل کیوں فرمایا گیا مسئلہ ماہیت انسان ماہیت فرشتہ سے افضل ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَأَزِيدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا ثواب ہے اور زیادہ بھی دوں گا اور جو ایک گناہ کرے تو ایک برائی کا بدلہ اسکے برابر ہے یا میں بخش دوں گا اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک گز نزدیک ہوتا ہوں اور جو مجھ سے ایک گز نزدیک ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باع قریب ہو جاتا ہوں جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے میں اس کی طرف دوڑتا ہوں اور جو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائے پھر زمین بھر گناہ لیکر مجھ سے ملے تو میں اتنی ہی بخشش کے ساتھ اس سے ملوں گا (مسلم) روایت ہے

آدم ہی کے لئے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے سب افراد اس میں … تفصیل یہ ہے کہ خاص انسان جیسے انبیاء و اولیاء خاص و عام تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر عام مسلمانوں سے خاص فرشتے افضل، رہے کفار وہ تو کیڑے مکوڑے سے بھی بدتر ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کہ آہستہ ذکر کرنے والوں کا ذکر وہاں بھی خفیہ ہی ہوتا ہے اور جہر کرنے والوں کا وہاں بھی علانیہ ذکر ہوتا ہے جسے فرشتے انبیاء و اولیاء سنتے ہیں ذکر بالجہر والوں کی بھی شہرت کی دلیل ہے کہ جیسے نیکی کریں ہر مسلمان کو ایک کا دس ثواب تو دیا ہی جائیگا اور اسکے علاوہ فضل و کرم سے بطور انعام عطا ہوگا جو ہمارے گمان و وہم سے وراء ہے قلیل ہے کہ ایک دس گنا عام حالات میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا اور کبھی زمانہ یا جگہ کی خصوصیت سے ایک نیکی کا ثواب سات سو یا پچاس ہزار یا ایک لاکھ ہے رب فرماتا ہے كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۔ یہ حدیث … کا معارض نہیں بلکہ وقت یا جگہ کی خصوصیت بھی لہٰذا وہ گزشتہ مذکورہ آیتیں آپس میں متعارض نہیں اور نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف جن میں فرمایا گیا کہ مدینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا مکہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے یہاں بھی مَن سے مراد مومن ہے اور عام گناہ مراد ہیں، عام حالات میں مومن کے ایک گناہ کا عوض ایک ہی ہے یا وہ بھی بخش دیا جاتا ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حرم کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے۔ جب انسان دونوں ہاتھ سیدھے کرکے پھیلائے تو داہنے ہاتھ کی انگلی سے بائیں ہاتھ کی انگلی تک کو باع کہتے ہیں یہ کلام تمثیلی طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ تھوڑے عمل کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرو تو رب تعالیٰ اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہوگا لہٰذا اس کے چل کر آنے … یہ کلام بطور مثال سمجھانے کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی ہے اگر تم ایسے معمولی اعمال کرو جن سے بدیر ہم تک پہنچ سکو تو ہم تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنی خاص رحمت میں لے لیں گے اگر سبب سے قرب ہماری کوشش سے ہوتا تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے اس تک رسائی اس کی رحمت سے ہے۔ یہاں شرک سے مراد کفر ہے۔ اور بخشش سے مراد مطلقاً بخشش ہے جلد ہو یا دیر سے یعنی مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو اس کی بخشش ضرور ہوگی خواہ پہلے ہی سے ہو جائے یا کچھ سزا دے کر اور ظاہر ہے کہ بخشش بقدر گناہ ہوگی، ایک گناہ کی بخشش بھی ایک، اور لاکھوں گناہوں کی بخشش بھی لاکھوں، مقصد یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہو بلکہ بخشش کی امید پر توبہ کرے یہ مقصد نہیں کہ بخشش حاصل کرنے کے لئے خوب گناہ کرے کہ یہ تو خدا پر امن ہے اور امن کفر ہے لہٰذا حدیث پر کوئی …

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ

حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوں[1] اور میرے کسی بندے کا اتنا بذریعہ فرض عبادتوں کے دوسری چیز سے مجھ سے قریب ہونا مجھے زیادہ پسند نہیں[2] اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے قریب ہوتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو اسے دیتا ہوں۔

[illegible] کیلئے نہیں بلکہ توبہ کی دعوت دینے کیلئے ہے رب فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ خیال رکھو کہ رب تعالیٰ کی رحمت بھی وسیع ہے اور اس کا عذاب بھی سخت ہے [illegible] رحمت کے پیچھے عذاب کے پڑے [illegible] اسی لئے امید و خوف دونوں رکھو [illegible] کا نام ایمان ہے۔ ولی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ والی و وارث ہو گیا کہ اس کو ایک [illegible] کیلئے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وھو یتولی الصالحین اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالیٰ کی عبادت کا متولی ہو جائے [illegible] کے ولی کا نام مجذوب ہے [illegible] سالک [illegible] یہ مقام [illegible] سے معلوم ہو سکتا ہے [illegible] رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہے [illegible] من اللہ و رسولہ [illegible] کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے [illegible] کسی ولی سے اختلاف والے پر نہ کفر ہے نہ فسق لہٰذا اس حدیث کی بنا پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں ہوئیں ان کو برا نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے اس کے لئے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھئے مثلاً حضرت سارہ کو اس بنا پر برا نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل علیہ السلام کی مخالفت کی اس لئے یہاں عادی فرمایا خالف نہ فرمایا اور لی ولیا فرمایا ولی اللہ نہ فرمایا۔

[2] یعنی رب تک پہنچنے کے بہت ذریعے ہیں مگر ان تمام ذریعوں سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کی ماخذ یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور بڑا افسوس ان پر جو جنگل [illegible] حرام کمانے بجانے کو خدا رسی کا ذریعہ کہیں نماز روزے کے قریب نہ جائیں[3] یعنی بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہو تا ہے مرقات اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے محبت سے مراد کامل محبت ہے۔

[4] اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں ایک یہ کہ ولی اللہ کے اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے نیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات

وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا

اور اگر میری پناہ لیتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں اور جس کام کو میں کرنے والا ہوں اس میں کبھی ایسا تردد نہیں کرتا جیسا کہ مومن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا اور موت بھی اس کے لیے ضروری ہے (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں ذکر اللہ والوں کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں پھر جب کسی قوم کو اللہ کا ذکر کرتے

انسان ہو جاتی ہیں کہ وہ ساری حیات میں اس سے میں کہا گیا ... یہ کہ ہم اس بندہ کے اعضاء کو دنیا کے لئے استعمال نہیں کرتا صرف میرے لئے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھ کو دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے یا یہ کہ وہ بندہ فنافی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ایسے کام کر لیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو سونگھ لی حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لا کر شام میں حاضر کر دیا حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچا دی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرمائے یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں بجلی کی طاقت سے ریڈیو تار وائرلیس عجیب و غریب کرشمے دکھاتا ہے یہ تو نوری طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہیں بعض صوفیاء جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے بعض نے کہا ما فی جبتی الا اللہ یہ سب اسی قرب کے آثار تھے مولانا فرماتے ہیں شعر

چوں روا باشد انا اللہ از درخت ۔ کے روا نبود کہ گوید نیک بخت

۲؎ یعنی وہ بندہ مقبول الدعا بن جاتا ہے کہ مجھ سے جو مانگے یا شر سے پناہ میں اس کی ضرور سنتا ہوں معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالیٰ کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص ان سے دعا کرائے اس کی قبول ہوگی اور جو ان کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجائے مولانا جامی فرماتے ہیں شعر

یا رسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ۔ ہمچو کاہے آمدم کوہے گناہ آوردہ ام

۳؎ سبحان اللہ کیا ناز و انداز والا کلام ہے یعنی میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلہ میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تامل جو چاہوں حکم کروں مگر ایک موقعہ پر ہم توقف و تامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقت موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے آخرت کی طرف مائل کر دیتے ہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دکھا دیتے ہیں اور بیماریاں پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے اور خوش خوش جان دیتا ہے اور ہمارے پاس آ جاتا ہے یہاں تردد کے معنی حیرانی پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالیٰ اس سے پاک ہے بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور بارگاہ خداوندی رود کی جانب یار کا ظہور ہوتا ہے مگر اقبال کہتے ہیں شعر

نشان مرد مومن با تو گویم ۔ چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

وَجَدُوْا قَوْمًا يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ قَالَ يَقُوْلُوْنَ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ قَالَ فَيَقُوْلُ كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَّاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا وَّاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا قَالَ فَيَقُوْلُ فَمَا يَسْاَلُوْنَ قَالُوْا يَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا

کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آؤ فرمایا چنانچہ وہ فرشتے ان ذاکرین کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں آسمان دنیا تک ہو جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ رب تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے تھے فرمایا عرض کرتے ہیں کہ تیری تسبیح و تکبیر تیری حمد اور تیری بزرگیاں بیان کر رہے تھے فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں تیری قسم انہوں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا فرمایا رب فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت عبادت کریں اور تیری بہت بڑائی بولیں اور تیری بہت ہی تسبیح کریں فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے وہ مانگتے کیا تھے عرض کرتے ہیں تجھ سے جنت مانگ رہے تھے فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے،

غرضکہ ہماری موت تو چیونٹے کی موت ہے اور اولیاء انبیاء کی وفات پہاڑوں کے ٹلنے کا درجہ ہے اسی لئے اولیاء کی موت کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت، رضا، کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالیٰ کو پسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں۔ ؎ یہاں فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ذکر اللہ سننے پر مقرر ہیں راستوں سے مسلمانوں کی گلیاں، بازار، مساجد وغیرہ سب مراد ہیں یعنی یہ فرشتے ذاکرین کے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں تاکہ ان کی زیارت کریں اور ان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر سنیں یعنی وقت سے پہلے وہ حاضر مجلس ہو کر ادھر ادھر گھومتے رہتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ انہیں ذاکرین اور ان کے حالات کی خبر نہیں ہے خبری میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ ؎ آؤ ذاکرین اور ذکر کی زیارت کرو ان کی زبان سے اللہ رسول کا ذکر سنو معلوم ہوا کہ دوسروں سے رسول کا ذکر سننا بھی محبوب ہے، اور محفل میلاد شریف، گیارہویں شریف وغیرہ میں رحمت کے فرشتے شرکت کرتے ہیں کیونکہ یہ بھی اللہ رسول کے ذکر کی مجلسیں ہیں شعر

فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں ⁂ رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کے پہلے مصرعہ کی اصل یہ حدیث ہے دوسرے مصرعہ کی اصل آئندہ احادیث میں آئے گی۔ ؎ یعنی یہ فرشتے پردہ بنا کر ان مجلس والوں پر اس طرح چھا جاتے ہیں جیسے رحمت کے بادل زمین پر اور یہ پردے آسمان تک پہنچتے ہیں کہ نیچے ایک پر اس کے اوپر دوسرا اس پر تیسرا۔ ؎ مجلس ختم ہونے پر لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور یہ فرشتے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو جاتے ہیں تب رب تعالیٰ ان سے یہ سوال فرماتا ہے مگر یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں کو ان کے مضمون پر گواہ بنانے کے لئے ہوتا ہے ؎ یا تو بلا واسطہ یا بالواسطہ اس طرح کہ تیرے محبوبوں کا عظمت سے ذکر کر رہے تھے اور تیرے دشمنوں کا حقارت سے تذکرہ کرتے تھے جیسا کہ شروع باب میں عرض کیا گیا۔ ؎ بغیر دیکھے تیرے عاشق ہیں اللہ تعالیٰ محبوب حقیقی ہے کہ بغیر دیکھے دلوں میں اس کا عشق ہے اس کا مظہر تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج ان کا دیکھنے والا کوئی نہیں مگر عاشق جانثار کروڑوں۔ ؎ یہ دونوں سوال تعجب کے اظہار کے لئے، ہیں کہ جب میرے بندے مجھے بغیر دیکھے صرف میرے اوصاف سن کر میری ایسی والہانہ عبادت کر رہے ہیں تو اگر مجھے دیکھ لیں تو ان کی محبت و عبادت

فَيَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا
كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ قَالَ يَقُولُونَ
مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُولُ فَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ
فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ
فَيَقُولُ فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ

عرض کرتے ہیں یا رب تیری قسم نہیں دیکھی سلہ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو اس کے بہت حریص اور بہت طلبگار اور اس میں بہت راغب ہو جائیں سلہ فرمایا پھر وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں فرمایا وہ عرض کرتے ہیں آگ سے سلہ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے تو کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے فرمایا عرض کرتے ہیں یا رب تیری قسم نہیں دیکھی فرمایا رب فرماتا ہے اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا عرض کرتے ہیں اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو اس سے بہت بھاگیں اس سے بہت ڈریں سلہ فرمایا پھر رب فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا سلہ فرمایا کہ ان فرشتوں میں سے ایک عرض کرتا ہے کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ذاکروں سے نہ تھا ۔۔۔

سلہ کیا عجیب بات ہے اس میں اشارۃً فرمایا جا رہا ہے کہ اے فرشتو تم نے تو کہا تھا کہ یہ لوگ زمین پر فساد کریں گے دیکھو انہیں انسانوں میں ایسے نمازی ذاکر ہیں جن سے سارا عالم چھپا ہوا ہے اور عالم شہادت یعنی دنیا کے ہزارہا جھگڑوں میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی رب کے ذاکر و عبادت گزار ہیں معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے سلہ معلوم ہوا کہ اس پر ایمان لانے اور اس کے طلبگار ہو گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جنت پیدا ہو چکی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد قیامت پیدا ہو گی غلط کہتے ہیں اس کی مکمل بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد اول اور اسرار الاحکام میں ملاحظہ فرمائیے اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ سے جنت مانگنا برا نہیں۔ ہاں صرف جنت حاصل کرنے کے لئے عبادت کرنا برا ہے عبادت تو رضائے الٰہی کے لئے چاہیے جنت اس کے فضل سے ملے گی سلہ یعنی پھر تو یہ لوگ جنت کی طلب میں تارک الدنیا ہو جائیں بیوی و فرزند کو بھول جائیں کیونکہ معائنہ خبر سے زیادہ قوی ہے معلوم ہوا کہ انسانوں سے جنت چھپانے میں ہزارہا حکمتیں ہیں اگر جنت دکھا دی جاتی تو کوئی شخص کوئی دنیاوی کام نہ کرتا سلہ یعنی دوزخ کی آگ سے خیال رہے کہ فرشتے یہ نہیں کہتے کہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ دوزخ میں داخلہ تو قیامت کے بعد ہوگا مگر آگ کا عذاب مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیئے قرآن کریم نے جو جامع دعا ہم کو سکھائی ہے اس کے آخر میں ہے وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ نیز دوزخ کے ٹھنڈے طبقوں میں بھی آگ ہی کا عذاب ہے گرم طبقوں میں آگ کے قرب سے عذاب ہے ٹھنڈے طبقوں میں آگ کی دوری سے عذاب جیسے دنیا میں گرم و سرد موسموں میں سورج کی دوری و نزدیکی سے سردی گرمی ہوتی ہے سلہ اس طرح کہ پھر تو دوزخ کے خوف سے دنیا میں عیش و آرام بھول جائیں ہمیشہ روتے رہیں کبھی نہ ہنسیں معلوم ہوا کہ اگر وہ عالم ظاہر کر دیا جائے تو یہ عالم تباہ ہو جائے اگر رب تعالیٰ کا اقرار یہاں ہو جائے تو کوئی کافر نہ رہے۔ شعر

کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے ۔ تو اگر پردہ اٹھا دے تو تری تو ہو جائے

سلہ گزشتہ ساری گفتگو اسی آخری جملہ کے لئے تھی کہ فرشتوں کو ان ذاکر مومنوں کی بخشش پر گواہ بنانا تھا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے گناہ بخشتا ہوں کہ اس میں شبہ ہوتا کہ شاید پچھلے گناہ بخشے گئے بلکہ فرمایا انہیں بخشتا ہوں یعنی آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دوں گا اور اگر کبھی ان سے کوئی گناہ ہو

مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَبْتَغُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَئُوْا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ

وہ تو کسی کام کے لئے آیا تھا، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا (بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ فالتو فرشتے چلتے پھرتے گھومنے والے ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے رہتے ہیں جب کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جہاں ذکر ہو تو ذاکرین کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور بعض بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں حتی کہ ان لوگوں اور آسمان دنیا کے درمیان فضا بھر دیتے ہیں پھر جب لوگ بکھر جاتے ہیں تو وہ فرشتے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں فرمایا کہ رب تعالیٰ علیم و خبیر ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہاں سے آئے ہو تو وہ عرض کرتے ہیں

بیٹھ جانے کا تو اس کی بخشش کا آج ہی فیصلہ کئے دیتا ہوں کہ بخشا اور بے گنہگار کو بخشا گیا اور یہاں گنہگار کو بخشا گیا ہے

۵؎ یعنی ذکر اللہ سننے نہ آیا تھا بلکہ کسی کام کو جا رہا تھا راستہ میں یہ مجلس نظر پڑی تو کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا یا کھڑے کھڑے کچھ ذکر سن لیا یہ عرض و معروض اس کو بخشوانے کے لئے ہے معلوم ہوا کہ فرشتے ذاکرین کے بڑے خیر خواہ ہیں ہم کو بھی چاہیے کہ ان کے لئے دعائے خیر کیا کریں، دعائے ماثورہ میں بعض دعائیں فرشتوں کے لئے بھی آتی ہیں، ہمیں ان سے کام پڑتے ہیں ان سے تعلق رکھنا چاہیے ۶؎ یعنی اس مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے دیکھو صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء سے افضل ہیں کیوں؟ اس لئے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اصحاب کہف کا کتا بھی بہتر ہو گیا اولیاء کی صحبت کی برکت سے، مرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو اگر یہ نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کرو۔ مولانا فرماتے ہیں شعر؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ✽ او نشیند در حضور اولیاء

۱؎ یعنی ان فرشتوں کے ذمہ سوائے اس گھومنے پھرنے کے اور کوئی ڈیوٹی نہیں بعض صوفیاء بیشتر سفر میں رہتے ہیں جہاں عرس وغیرہ مجلس ذکر ہوتی ہے شرکت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے مرقات نے فرمایا کہ بعض نسخوں میں فضلا کے بجائے ... ہے یعنی دوسرے فرشتوں سے افضل ۲؎ اس طرح کہ اس ٹولی کے نیچے فرش پر بیٹھ جاتے ہیں ذاکرین میں بیٹھے ہیں کوئی علیحدہ جگہ نہیں ڈھونڈتے تاکہ انہیں فیض دیں اور ان سے فیض لیں ۳؎ یعنی بعض فرشتے ان بعض انسانوں کو یا بعض فرشتے بعض فرشتوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں کہ نیچے والے اوپر والوں کے پروں کے سایہ میں ہو جاتے ہیں ۴؎ معلوم ہوا کہ ذاکرین کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے کہ وہاں تک کے فرشتے سنتے ہیں جب بجلی کے ذریعہ آج انسانی آواز ہزارہا میل پہنچتی ہے تو نورانی آواز کہاں تک پہنچے گی ۵؎ اس طرح کہ مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں یا کاموں کو چلے جاتے ہیں ۶؎ یہ فرشتے تو صرف مجلسی ذکر سننے جاتے ہیں اکیلوں کا ذکر سننا ان کا کام نہیں اس کے لئے دوسرے فرشتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہے

یہ حدیث حضرات قادریہ چشتیہ کی دلیل ہے حضرات نقشبندیہ کی دلائل دوسری احادیث و آیات ہیں

جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِكَ فِي الْاَرْضِ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيُهَلِّلُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيَسْئَلُوْنَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْئَلُوْنِيْ قَالُوْا يَسْئَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَاَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا لَا اَیْ رَبِّ قَالَ وَكَيْفَ لَوْ رَاَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ قَالَ وَمِمَّا يَسْتَجِيْرُوْنِيْ قَالُوْا مِنْ نَارِكَ قَالَ وَهَلْ رَاَوْا نَارِيْ قَالُوْا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْا نَارِيْ قَالُوْا يَسْتَغْفِرُوْنَكَ وَقَالَ فَيَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَاَعْطَيْتُهُمْ مَا سَاَلُوْا وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ يَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ وَاِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُوْلُ وَلَهٗ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا

ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں تیری تسبیح، تکبیر، تہلیل کرتے تھے اور تیری حمد و ثنا کرتے تھے اور تجھ سے مانگتے تھے رب فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا مانگتے تھے عرض کرتے ہیں تیری جنت مانگتے تھے فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے عرض کرتے ہیں یا رب نہیں فرماتا ہے اگر میری جنت دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں اور تیری پناہ مانگتے تھے فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے عرض کرتے ہیں تیری آگ سے فرماتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے عرض کرتے ہیں نہیں فرماتا ہے اگر میری آگ دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں تجھ سے معافی مانگتے تھے تو فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا اور جو مانگتے ہیں وہ دیا اور جس سے پناہ مانگتے ہیں اس سے پناہ دی فرمایا عرض کرتے ہیں یا رب ان میں فلاں بندہ بڑا گنہگار تھا وہ ادھر سے گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا فرماتا ہے اسے بھی بخش دیا وہ ایسی قوم ہے جن کا

۱؎ اور فرشتے ان بندوں کے نام اور حال کا رب سے عرض کرتے ہیں۔ سبحان اللہ ان لوگوں اور اس جگہ کے بھاگ جاگ جاتے ہیں اگر ذکر الٰہی کی برکت سے مقصود رب کی زبان پر بار بار آ جاتے ہیں ان کے نام آ جاتے ہیں مساجد کی یہ ہی بزرگی ہے مدرسے اور خانقاہیں جہاں ہمیشہ اللہ کا ذکر رہتا ہے۔ شعر

زہے مسجد و مکتب و خانقاہ ۔ کہ در وے بود قیل و قال محمد

۲؎ خیال رہے کہ جنت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کیونکہ رب تعالیٰ جنت کا خالق اور حقیقی مالک ہے اور کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی ہوتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے جنت کے مالک ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور کبھی مسلمانوں کی طرف کیونکہ یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس کے مستحق ہیں انہی کی خاطر بنائی گئی ہے۔ شعر

مسلمانوں کو کوئی خلد سے روکے تو کیوں روکے ۔ یہ امت ہے محمد کی وراثت ہے محمد کی

۳؎ مسلم بخاری کی روایتوں میں یہ فرق ہے کہ بخاری کی روایت میں تعجب کا اظہار بھی مذکور ہے اور فرشتوں کا جواب بھی مگر مسلم کی روایت میں فرشتوں کا جواب بلکہ نہیں صرف اظہار تعجب کا ہی ذکر ہے فرشتے جواب دیتے ہیں مگر یہاں اس کا ذکر نہیں۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایسے موقعوں پر خصوصیت سے آخرت کی نعمتیں مانگیں صرف دنیا مانگنا اچھا نہیں آخرت مانگو دنیا ان شاء اللہ خود بخود مل جائے گی پھل بچے ان شاء اللہ خود مل جائیں گے گلدستہ میں پھول بغیر بیج کے نہیں ہوتے ۵؎ معلوم ہوا کہ فرشتے ہر کو پہچانتے ہیں اور ہر شخص کے تمام نیک و بد اعمال کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں اور ہر شخص کے ہر ارادے سے باخبر ہیں ورنہ انہیں کیونکر پتہ لگا کہ یہ جلد گزرنے والا ہے یا بیٹھنے والا یہ بیان کس ارادہ سے آیا ہے جب ان فرشتوں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا

يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ. وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأُسَيِّدِيِّ قَالَ لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُولُ قُلْتُ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَوَاللهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ان کے پاس بیٹھنے والا بدنصیب نہیں ہو سکتا۔ روایت ہے حضرت حنظلہ ابن ربیع اسیدی سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق ملے پوچھا حنظلہ کیسے ہو میں بولا حنظلہ تو منافق ہو گیا فرمایا سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو میں بولا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں حضور جنت و دوزخ کا ذکر ہمیں سناتے ہیں گویا وہ دونوں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں مشغول ہو کر بہت سا بھول جاتے ہیں تو حضرت ابوبکر بولے اللہ کی قسم ہم سب کو بھی یہی پیش آتا ہے پھر میں اور حضرت ابوبکر صدیق چلے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچے۔

جب عام ذاکروں کی مجلس کی یہ برکت ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کیسی بابرکت ہوگی ان کا تو سیاہ بخت بھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ شعر

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی ؛ سلام اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی

دیکھو ایک گنہگار ان ذاکرین کی مجلس میں ایک آن کے لئے آ بیٹھا تو بخشا گیا تو جو حضرات صحابہ کی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ان کی مغفرت میں شک کیسا ان کے متعلق رب تعالیٰ نے اعلان فرمادیا وکلا وعد اللہ الحسنٰی۔ یہ حنظلہ غسیل الملائکہ نہیں ہیں بلکہ دوسرے صحابی ہیں، جو کاتب وحی تھے اسیدی بن عمرو ابن تمیم کی اولاد سے ہیں، ہجری عربی ہیں حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی یعنی میری حالت منافقوں کی سی ہو گئی کہ میں یکساں نہیں۔ یہاں نفاق سے اعتقادی نفاق مراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اور نہ اس کلام سے کفر یا نفاق کا اقرار ہے آپ کا یہ قول انتہائی خوف خدا پر مبنی ہے۔ اقرار کفر تو کفر ہے، مگر اقرار گناہ جو خوف خدا سے ہو عین تقویٰ ہے حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا تھا انی کنت من الظالمین حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا ربنا ظلمنا انفسنا۔ جیسے ان بزرگوں کو ظالم نہیں کہا جاسکتا، ایسے ہی ان صحابی کو اس کلام کی بنا پر حاشا منافق نہیں کہا جاسکتا، لہذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ تم سے نفاق کو کیا نسبت تم صحابی رسول ہو کاتب وحی ہو اپنے کلام کا مطلب خود بیان کر رہے ہیں یعنے اس وقت ہم کو خوف و امید ایسی درجہ کی ہوتی ہے گویا ہم جنت و دوزخ دیکھ کر اس سے ڈر رہے ہیں اور اسے چاہ رہے ہیں معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عین الیقین نصیب ہو جاتا تھا۔ معلوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کی نمازیں کیسی ہوتی ہوں گی، اللہ تعالیٰ ان کی تجلی کچھ ہم کو بھی نصیب کرے۔ ضیعات ضیعۃ کی جمع ہے ضیعہ وہ چیز ہے جس سے روزی وابستہ ہو اکثر زمین، باغات کھیتی باڑی کو ضیعہ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم پر گھر پہنچ کر کچھ غفلت طاری ہو جاتی ہے دل کا حال وہ نہیں رہتا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں ہوتا ہے، دل کا یکساں حال نہ رہنا ہی حال کی منافقت ہے یعنی یہ اختلاف حال صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ ہم تمام صحابہ کا ہے، تو کیا ہم سب منافق ہو گئے ایسے ہو سکتا ہے چلو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں۔

فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ الْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ

میں نے عرض کیا یارسول اللہ حنظلہ تو منافق ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصہ کیا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت و دوزخ کا ذکر یوں سناتے ہیں گویا وہ ہماری آنکھوں کے آگے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے ہم نکلتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں مشغول ہو جاتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں۱ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا حال میرے پاس ہونے کا سا ہمیشہ رہے۲ تو فرشتے تمہارے بستروں پر تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں۳ لیکن اے حنظلہ گھڑی گھڑی تین بار فرمایا۴ (مسلم) دوسری فصل دوسری روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتا دوں

۱ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا معجزہ تھا کہ آپ کے بیان سے عالم غیب گویا عالم شہادت بن جاتا تھا بعض علماء کی تقریر میں سامعین کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ آنکھ سے دیکھ رہا ہے، بارہا ذکر معراج، ذکر ہجرت وغیرہ میں ایسا دیکھا گیا چنانچہ بیان و اخلاص کا کمال ہے ۲ بھول جانے سے مراد ہے توجہ تام نہ رہنا کہ حضور کا مقابل لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول جاتے تھے تو آگے روایت حدیث کیسے درست ہوئی ۳ یعنی اللہ کی یاد اور بیوی بچوں کا بیان بھی اور ذکر بھی تمام جگہ تمہارے دل کا حال وہی رہے جو ہماری مجلس میں ہوتا ہے جب کشف و مشاہدہ ہماری مجلس میں ہوتی ہے اگر ایسی ہی ہر وقت رہے تو فرشتے تم سے علانیہ ہر وقت مصافحہ کیا کریں ورنہ صحابہ کرام سے فرشتے مصافحہ بھی کرتے تھے اور باتیں بھی مگر دوسری شکلوں میں ۴ یعنی زندگی کا بعض حصہ دینی ذکر میں رہے اور بعض گھڑیاں دنیاوی کاروبار کے لئے رکھو دونوں جہاں آباد و قائم رہیں، ایک ہندی شاعر نے کیا خوب کہا شعر

تو دنیا میں ایسا ہو رہ جوں مرغابی ساگر میں ۔ ڈگر پہ اپنے ایسے چلا جیسے چت ناری گاگر میں

مرغابی دریا میں اگر تیرتی ہے تو اسے پانی اثر نہیں کرتا اور ہوا میں پہنچ کر پر پھیلا دیتی ہے پنہاری عورت دو گھڑے سر پر ایک گھڑا بغل میں ایک ہاتھ میں لئے اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی راستہ طے کرتی ہے ایک وقت راستہ پر بھی نظر رکھتی ہے اور گھڑوں کا دھیان بھی اور سہیلی کی طرف توجہ بھی، ایسے ہی مسلمان مسجد میں پہنچ کر فرشتہ صفت بن جائے، بازار میں جا کر دنیا و دین دونوں کو سنبھالے، خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرتا ہوا زندگی کا راستہ طے کرے، سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی ہر ساعت اللہ کے ذکر میں گزرتی ہے کہ دنیاوی کاروبار انہیں ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتا اور بعض لوگوں کے ہاں تقسیم ہوتی ہے کہ بعض گھڑیاں رب تعالیٰ کے ذکر میں اور بعض گھڑیاں دنیاوی مشغلہ میں، صحابہ کرام میں بھی انہیں دو قسم کے حضرات تھے حضرات

وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا بَلَى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ إِلَّا أَنَّ مَالِكًا وَقَفَهُ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ فَقَالَ طُوبَى لِمَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَ

جو رب کے نزدیک بہت ستھرے اور تمہارے درجوں میں بہت بلند کرنے والے اور تمہارے لئے سونا چاندی خیرات کرنے سے بھی بہتر ہیں اور اس سے بھی بہتر کہ تم دشمن سے جہاد کرو تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں سب نے عرض کیا ہاں فرمایا وہ عمل اللہ کا ذکر ہے (مالک، احمد، ترمذی، ابن ماجہ) مگر امام مالک نے یہ حدیث حضرت ابو الدرداء پر موقوف کی ہے روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں کہ ایک بدوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کون شخص اچھا ہے فرمایا بہت خوبی اس کی جس کی عمر دراز ہو اور اعمال اچھے ہوں عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا یہ کہ تم دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ ٭ ٭ ٭ ٭

دوسری جہات سے تھا اس لئے ان سے یہ فرمایا گیا اسی لئے حضرت متکلم سے خطاب فرمایا اسی لئے ابوبکر سے خطاب نہ فرمایا کہ حضرت صدیق کی جہات سے تھا ٭

لہ یعنی بدنی و مالی عبادات سے افضل ہوں اگر یہاں ذکر اللہ سے مراد زبانی ذکر ہے تو اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ ذکر اللہ بلا واسطہ رب تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور دوسری عبادتیں بالواسطہ اور ظاہر ہے کہ بلا واسطہ پہنچنے والا بالواسطہ سے افضل ہے اور اگر ذکر سے مراد قلبی و دلی ذکر اللہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ذکر دلی عبادت ہے اور دوسری عبادات جسمانی عبادات اور دل بادشاہ ہے اعضاء اس کی رعایا بادشاہ کا عمل بھی رعایا کے اعمال سے افضل ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر اللہ کے بڑے وجہ بیان فرمائے کہ فرمایا فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا حدیث قدسی ہے انا جلیس من ذکرنی میں اپنے ذکر کا ہمنشین ہوں اس سے معلوم ہوا کہ بعض آسان عمل مشکل عمل سے درجہ میں بڑھ جاتے ہیں دیکھو ذکر اللہ آسان ہے اور جہاد دشوار مگر ثواب میں ذکر اللہ بڑھ گیا مگر یہاں جہاد کا ذکر ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو لیکن اگر ہاتھ میں تلوار اور زبان پر ذکر یا دل میں تو سبحان اللہ سب سے بہتر شیخ نے فرمایا کہ بعض لازم عمل متعدی عمل سے بہتر ہو جاتے ہیں جیسے ایمان ہوا صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاد میں کافروں کو مارا جاتا ہے اور ذکر اللہ میں نفس و شیطان کو اسی لئے ذکر اللہ جہاد اکبر ہے کہ اس میں دل کا تزکیہ ہے پھر ذکروں میں بعض ذکر دوسرے ذکروں سے افضل ہیں جیسے تلاوت قرآن شریف دوسرے اذکار سے بہتر ہیں لے یعنی موطا امام مالک میں تو یہ حدیث موقوف ہے اور باقی محدثین کے ہاں مرفوع ہے حاکم نے بھی صحیح سند سے یہی روایت کی نقل فرمایا کہ آپ خود اور آپ کے والد بسر آپ کے بھائی عطیہ آپ کی بہن صماء تمام صحابی ہیں یہ حضرات ایک ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانا کھلایا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی شام میں سب سے آخر صحابی آپ ہی ہیں ۸۸ھ میں وفات ہوئی لہ ظاہر یہی ہے کہ یہ فرمان خبریہ ہے اور طوبیٰ سے مراد خوشی و خوشخبری ہے بعض نے فرمایا کہ یہ کلام دعائیہ ہے اور طوبیٰ سے مراد جنت کا مشہور درخت طوبیٰ ہے یعنی جس کی عمر دراز اور اعمال نیک ہوں خدا کرے اسے طوبیٰ درخت ملے مگر پہلا ظاہر ہے (مرقات)

لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَّمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَّمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَّقُوْمُوْنَ مِنْ مَّجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِّثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَّكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً

تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم جنت کی کیاریوں میں گزرو تو چر لیا کرو عرض کیا گیا جنت کی کیاریاں کیا ہیں فرمایا ذکر کے حلقے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ اس پر اللہ کی طرف سے حسرت و نقصان ہوگی اور جو کسی خوابگاہ میں لیٹے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو لیٹنا اس پر اللہ کی طرف سے ندامت ہوگی (ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی قوم یا جماعت نہیں جو کسی مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کئے اٹھ جائے مگر وہ مردار گدھے کی مثل سے اٹھتے ہیں اور ان پر حسرت ہوتی ہے

۱؎ دنیا میں ہر وقت تمہاری زبان ذکر اللہ سے تر رہے جب تمہیں موت آئے تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں چل رہی ہو یا ابھی ابھی ذکر کیا ہو [illegible] وقت بند ہوتی ہے مگر [illegible] اللہ تعالٰی ایسی موت نصیب کرے بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر [illegible] یہ حدیث [illegible] ۲؎ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ [illegible] ذکر اللہ کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھنا [illegible] لہٰذا میلاد شریف، مدرسے، قرآن پاک [illegible] اور [illegible] میں شرکت افضل ہے [illegible] ذکر اللہ کے حلقے بنا کر بیٹھنا افضل ہے [illegible] فرشتے [illegible] تیسرے یہ کہ اکیلے ذکر سے جماعت میں ذکر کرنا اور سننا افضل ہے اس سے ذکر بالجہر کا ثبوت ہوا، اگر مجمع کے ذکر میں ایک کا ذکر بھی قبول ہوا تو سب کا قبول ہوگا ۳؎ اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو گناہ وغیرہ سے خالی ہو لہٰذا [illegible] مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے [illegible] پر خدا تعالٰی کا نام لینا بے ادبی ہے، مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی [illegible] اللہ کا ذکر ضرور کر لو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جانے پر [illegible] افسوس ہوگا بعض لوگ ہر وقت درود شریف [illegible] ان کی اصل یہ حدیث ہے، مرقات کی

رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا
لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْہِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّہِمْ اِلَّا کَانَ عَلَیْہِمْ تِرَۃً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَہُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ
لَہُمْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَعَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ کَلَامِ
ابْنِ اٰدَمَ عَلَیْہِ لَا لَہٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَہْیٌ عَنْ مُنْکَرٍ اَوْ ذِکْرُ اللّٰہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ
وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ہٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(احمد، ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں بیٹھی کوئی قوم کسی مجلس میں جہاں نہ تو اللہ کا ذکر کرے اور نہ اپنے نبی پر درود پڑھے مگر یہ مجلس ان پر حسرت ہوگی اگر رب چاہے انہیں اس پر عذاب دے اور اگر چاہے بخش دے (ترمذی) روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان کا ہر کلام اس پر وبال ہے مفید نہیں سوائے اچھی بات کا حکم یا بری بات سے منع کرنے یا اللہ کے ذکر کے (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کوئی ساعت ذکر اللہ سے خالی نہ جانی چاہیئے یعنے گویا یہ غافل لوگ مردار گدھا کھا کر اٹھے جو پلید بھی ہے اور حقیر بھی اور اپنی زندگی کی حماقت میں مشہور بھی ہے۔ اور شیطان کا مظہر بھی کہ اس کے بولنے پر لاحول پڑھی جاتی ہے۔ غرضکہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مردار گدھے کی طرح ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے اس مردار کے کھانے والے ہیں۔ الحمد للہ سنیوں کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی، وعدے پر ان شاء اللہ کہتا ہے چھینک پر الحمد للہ جمائی پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ، غم کی خبر پر انا للہ غرضکہ بات بات پر اللہ تعالےٰ کا نام لیتا ہے۔ درود ہو اس واضع شریعت ولاتس پر صلوٰۃ ہو اس غمخوار امت پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری مجلسیں اللہ کے ذکر سے آباد کر دیں صلے اللہ علیہ وسلم۔

۲؎ اگرچہ ذکر اللہ میں درود شریف بھی داخل تھا، مگر چونکہ درود شریف ذکر اللہ کی بہترین قسم ہے اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا، کیونکہ درود پاک میں اللہ کا نام بھی ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چرچا بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کی آل اولاد کو دعائیں بھی ۳؎ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں جھوٹ غیبت وغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، اگر ان میں حمد و صلوٰۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر مجلس ان خیر ذکروں سے خالی ہو تو گناہ تو پایا گیا کفارہ نہ ادا ہوا لہٰذا اب پکڑ اور سزا کا سخت اندیشہ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم آلایہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی معافی گناہ کا ذریعہ ہے۔ اس جملہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے رب تعالےٰ کا وعدہ ہے ۴؎ کیونکہ ہمارے کلام یا تو گناہ ہوتے ہیں جن کا عذاب ہونا ظاہر ہے یا عبث و بے فائدہ جو لغو میں داخل ہیں یہ بھی وبال ہوئے اور جائز کلام بھی جب فائدہ اور ثواب سے خالی ہوئے تو آخرت میں ہم کو وبال محسوس ہوں گے جیسے سفر میں غیر ضروری سامان لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے خیال رہے کہ کل قیامت میں عبث کلام ہم پر سوار ہوں گے اور نیک کاموں پر ہم سوار ہوں گے لہٰذا عبث بھی وبال ہے ۵؎ کہ یہ تینوں نیکیاں وبال نہیں بلکہ نیک اعمال ہیں پہلی دو نیکیاں متعدی ہیں اور آخری تیسری نیکی لازم اگرچہ تبلیغ بھی اللہ کا ذکر ہی ہے مگر وہ بالواسطہ ذکر ہے اور یہاں بلاواسطہ ذکر مراد ہے اس لئے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا ذکر اللہ میں سارے اذکار الٰہی داخل

لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ نَزَلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا أَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهُ فَقَالَ أَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهُ عَلٰى إِيْمَانِهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

سوا ذکر اللہ کے زیادہ باتیں نہ کرو کیونکہ بغیر ذکر اللہ زیادہ باتیں دل کی سختی ہیں اور لوگوں میں اللہ سے زیادہ دور سخت دل والا ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں تو ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے بعض صحابہ نے فرمایا سونے چاندی کے متعلق تو یہ آیت اتری کاش ہم جان لیتے کہ کونسا مال اچھا ہے تو ہم وہ ہی جمع کرتے تو حضور نے فرمایا بہترین مال ذاکر زبان شاکر دل اور مومنہ بیوی ہے جو اس کی مدد کرے ایمان میں (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) فصل

۱ یعنی تلاوت قرآن مجید اور درود شریف پاکی اور دوسرے ذکر خیر کے اوقات کے سوا زیادہ باتیں نہ کرو یہاں زیادہ باتوں سے مراد بیکار باتیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو لہٰذا تجارتی باتیں یا گھریلو مفید باتیں جتنی بھی ہوں زیادہ باتوں میں شامل نہیں۔ ۲ سختی دل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ و نصیحت اثر نہیں کرتا کبھی انسان اپنے گزشتہ گناہوں پر روتا نہیں یا آیات امید میں غور نہیں کرتا اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے زیادہ کلام اور بہت کھانا دل کو سخت کرتا ہے اور زیادہ ذکر اللہ یا اللہ والوں کی صحبت موت کی یاد آخرت کا دھیان قبرستان کی زیارت دل میں نرمی پیدا کرتی ہے۔ ۳ یہاں دل سے مراد دل والا ہے یعنی سخت دل والا آدمی دنیا میں بھی اللہ سے دور ہے اور آخرت میں بھی اسی لئے رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں سختی دل کی بہت برائیاں بیان فرمائی ہیں فرماتا ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اور فرماتا ہے اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ جب تک دل نرم نہ ہو کچھ نہیں بن سکتا ہے مگر جب نرم ہو گیا تو جیسے جس طرح چاہو ڈھال لو اور جو چاہو اس کا بنا لو یوں ہی سخت دل نہ مومن بن سکے نہ عارف نہ متقی نہ پرہیزگار مگر دل نرم ہو کر ولی غوث و قطب سب کچھ بن جاتا ہے لوہا نرم کرنے کے لئے آگ چاہیئے اور دل نرم کرنے کے لئے عشق کی آگ درکار ہے رب تعالیٰ نصیب کرے پھر فقط عشق کی آگ کافی نہیں بلکہ ساتھ میں کسی کاریگر کے ہتھوڑے کی چوٹ بھی ضروری ہے، مصرع

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی، غرضکہ دل کے لئے آگ عشق تو نرم کرنے والی چیز ہے صحبت نیک عمدہ سانچہ ہے، نگاہ مرد کامل کاریگر کا ہتھوڑا ہے ان تین چیزوں سے قلب کچھ کا کچھ بنتا ہے۔ ۴ یعنی اس آیت سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ سونا چاندی جمع کرنا دوزخ کا ذریعہ ہے اور ان چیزوں کے بغیر دنیاوی کام چلتا نہیں اب کیا کریں ۵ اور ضرورت کے وقت اچھی کام نکالنے کو دنیاوی ضروریات بغیر مال پوری نہیں ہوتیں یہ حضرات خیال یہ سمجھے تھے کہ مطلقاً سونا چاندی جمع کرنا حرام ہے حالانکہ آیت میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا ذکر ہے انہی کی برائی بیان ہوئی ہے ۶ یہ جواب حکیمانہ ہے کہ سائلین نے تو مال کے متعلق سوال کیا تھا مگر جواب میں وہ چیز ارشاد ہوئی جو مال سے بھی زیادہ مفید ہے کیونکہ مال کا نفع جسم کو ہے اور ان چیزوں سے روح و ایمان کو فائدہ خیال رہے کہ ایمان سے مراد دینی کام ہیں یعنی وہ بیوی جو مرد کو زنا چوری بدکاری جھگڑے وغیرہ سے بچائے نماز روزے کا پابند بنا دے وہ بیوی بھی اللہ کی رحمت ہے۔

اَلثَّالِثُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ مُعٰوِیَۃُ عَلٰی حَلْقَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ قَالُوْا وَاللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا غَیْرُہٗ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُہْمَۃً لَّکُمْ وَمَا کَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْہُ حَدِیْثًا مِّنِّیْ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ ھٰھُنَا قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدٰنَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا قَالَ

تیسری روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مسجد میں ایک حلقہ پر گزرے سو پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں تو فرمایا کیا خدا کی قسم تمہیں اسی چیز نے بٹھایا بولے اللہ کی قسم ہمیں اس کے سوا کسی اور چیز نے نہ بٹھایا فرمایا میں نے تم پر تہمت کی بنا پر تم سے قسم نہ لی کسی کا میرا سا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں جو مجھ سا کم روایت کرنے والا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقہ پر تشریف لائے تو پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں اس کا شکر کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر بڑا احسان کیا فرمایا

۱؎ کہ یہ لوگ مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لئے حلقہ بنائے بیٹھے تھے نماز کے انتظار میں نہ بیٹھے تھے کیونکہ اس وقت صف لیے بیٹھنا چاہیے حلقہ بنانا منع ہے لہذا یہ حدیث حلقہ بنانے کی ممانعت کی احادیث کے خلاف نہیں ۲؎ اس طرح کہ ایک صاحب ذکر جہر کر رہے ہیں اور باقی حضرات سن رہے ہیں کہ ایسی مجلس بھی ذکر کی مجلس ہے یا باری باری ہر شخص ذکر کر رہا ہو یا سب مل کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ رہے ہوں ۳؎ یہاں اللہ اصل میں واللہ تھا ہمزہ استفہامیہ اور واؤ قسمیہ اور واؤ کو الف سے بدل دیا گیا اور لفظ اللہ کو جر ہے بعض نسخوں میں زبر بھی ہے اس کی دوسری توجیہ ہے یعنی کیا خدا کی قسم تم لوگ صرف ذکر کے لئے ہی بیٹھے ہو دوسرے اللہ کی اصل عبارت ہے ایلیا یا نعم تقسم باللہ ۴؎ یعنی میں نے آپ حضرات کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہ دی آپ حضرات صحابہ ہیں صحابہ سب عادل ہیں بلکہ اداء سنت کے لئے یہ قسم لی ہے ۵؎ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالا بھی ہوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بھائی ہوں اور کاتب وحی بھی ہوں اسی لئے مجھ کو ماموں المومنین کہتے ہیں حضرت امیر معاویہ کو ماموں المسلمین کا لقب بھی ملا مگر روایت حدیث بہت کم کرتا ہوں احتیاط کے لئے خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر بہت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے مگر آپ نے روایت حدیث بہت کم فرمائی اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق سے بھی زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب رہا ہو بلکہ آپ جن لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں یعنی جو آپ کے زمانہ میں موجود تھے ان کے مقابلہ میں اپنی جزوی فضیلت قرب بیان فرما رہے ہیں خیال رہے کہ جن صحابہ نے حدیث کی روایت بالمعنی جائز سمجھی وہ تو زیادہ روایت کرتے تھے اور جن کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی وہ بہت کم روایت کرتے تھے حضرت امیر معاویہ دوسری جماعت سے ہیں ۶؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ایمان ہے اور سب سے بڑا احسان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر پاک ہاتھ آجانا ہے خود قرآن کریم فرماتا ہے بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اور فرماتا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا ایمان اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سوا کسی اور نعمت پر رب تعالٰی نے لفظ مَنَّ ارشاد نہیں فرمایا۔ شعر

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود ٭ حق تعالٰی کی منت پہ لاکھوں سلام

آللّٰهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ قَالُوا آللّٰهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذٰلِكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَلٰكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ‏ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَأَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهِ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ‏ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعِبَادِ أَفْضَلُ وَأَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَ

کیا خدا کی قسم تمہیں صرف اس لئے بٹھایا ہے وہ بولے اللہ کی قسم ہم کو اسکے سوا کسی اور چیز نے نہیں بٹھایا فرمایا میں نے تم پر تہمت رکھتے ہوئے قسم نہ لی لیکن میرے پاس جبریل آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تم سے فرشتوں پر فخر کررہا ہے (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام مجھ پر بہت ہیں مجھے کوئی ایک بات ایسی بتادیں جسے میں مضبوط تھام لوں فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں تر رہے (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بندوں میں اللہ کے نزدیک افضل اور قیامت کے دن بلند درجہ والا کون ہے فرمایا اللہ کا بہت ذکر کرنے والے ۔ اور

۱ یعنی یہ معلوم ہوا کہ اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے شکریہ کے لئے مجلسیں کرنا طریقہ صحابہ ہے یہ حدیث مجلس میلاد شریف کی اصل ہے ۲ کیونکہ یہ دوسری روایت میں ہے اور صحابہ کرام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدگمانی کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ قسم تمہاری عظمت و عزت کے اظہار کے لئے ہے ۳ اس طرح کہ فرشتوں سے فرمارہا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ نفس و شیطان کے تسلط میں ہیں، دنیاوی رکاوٹیں موجود ہیں، شہوت و غضب رکھتے ہیں ان رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے سب پر لات مار کر میرا ذکر کررہے ہیں یقینًا تمہارے ذکر سے ان کا ذکر افضل ہے چونکہ فرشتوں ہی نے انسان کی شکایت کی تھی کہ وہ خونریزی و فساد کرے گا اس لئے انہیں کو یہ سنایا جارہا ہے کہ دیکھو اگر انسان میں فسادی ہیں تو ایسے غازی و نمازی بھی ہیں جو نفس و شیطان و طغیان کفار سب سے ہی جہاد کرتے رہتے ہیں ۴ جو تفصیل وار مجھے یاد نہیں ہوسکتے وہ مجھ پر غالب ہیں ۵ معلوم ہوا کہ کل عالم بننا فرض نہیں بلکہ فرض کا جاننا ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تمام مسائل سیکھنے کا حکم دیتے ۶ غالبًا سائل کا سوال نوافل کے متعلق تھا اس لئے انہیں یہ جواب دیا گیا مقصد یہ ہے کہ ہر وقت زبان پر کوئی ذکر اللہ جاری رہے نامعلوم موت کب آجائے، جب بھی ملک الموت تمہاری جان نکالنے آئیں تو تمہیں غافل نہ پائیں، اللہ تعالٰی ایسی زندگی نصیب کرے، رطب فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے تر لکڑی آگ میں نہیں جلتی ویسے ہی اللہ کا ذکر زبان کی تری ہے جس سے بندہ دوزخ میں نہ جل سکے گا ۷ یہ حدیث ابن حبان، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی روایت کی ۸ سبحان اللہ کیسا پیارا اور جامع سوال ہے کہ کیسا بندہ کون ہے جس کا ثواب بھی زیادہ ہو اور قرب الٰہی بھی زیادہ خیال رہے کہ ثواب اور ہے قرب اور کچھ اور اگر بادشاہ کسی موقع پر ایک سپاہی کو بڑا انعام دیدے اور وزیر کو کچھ نہ دے اس وقت اگرچہ انعام سپاہی نے پایا مگر درجہ وزیر ہی کا زیادہ ہے ۔

الذّاکرات قیل یا رسول اللہ ومن الغازی فی سبیل اللہ قال لو ضرب بسیفہ فی الکفار و المشرکین حتی ینکسر ویختضب دمًا فان الذاکر للہ افضل منہ درجۃً رواہ احمد و الترمذی وقال ھذا حدیث غریب ۔ وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ خنس واذا غفل وسوس رواہ البخاری تعلیقًا ۔ وعن مالک قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول ذاکر اللہ فی

بہت ذکر کرنے والی عورتیں ۱؎ عرض کیا گیا یارسول اللہ اللہ کی راہ کا غازی کون ہے ۲؎ فرمایا غازی اگر مشرکین اور کفار پر تلوار اتنی چلائے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون میں رنگ جائے ۳؎ تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا اس سے درجہ میں زیادہ ہوگا (احمد و ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان انسان کے دل پر چمٹا رہتا ہے ۴؎ جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو وسوسے ڈالتا ہے ۵؎ (بخاری تعلیقًا) روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے

۱؎ ذکر سے مراد زبان و دل کے سارے ہی ذکر ہیں خصوصًا وہ ذکر جو احادیث شریفہ میں مذکور ہیں کیونکہ وہ دوسرے ذکروں سے بہتر ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ بلندی ثواب کا بھی ذریعہ ہے اور زیادتی قرب الٰہی کا بھی وسیلہ ہے دنیا کی تحقیق ذکر اللہ کے حق میں ہیں زیادتی ذکر سے مراد ہے کہ اکثر اوقات ذکر میں گزرے بعض دوسرے مشغلوں کے لیے بہت کم وقت بچے (مرقات و لمعات) ۲؎ بعض غازی غنیمت کے لیے بعض ملک گیری کی غرض سے بعض اپنی شجاعت دکھانے بعض اسلام پھیلانے کے لیے کفار پر جہاد کرتے ہیں ان سب میں فی سبیل اللہ غازی کون ہے ۳؎ اس طرح کہ غازی اپنے خون میں لتھڑ جائے یعنی شہید ہو جائے خلاصہ یہ کہ جو شخص غازی بھی درجہ اول کا ہو اور شہید بھی اعلیٰ درجہ کا مگر اس کا درجہ ظاہر ہو کہ ذکر مقصودی عبادت ہے اور جہاد غیر مقصودی عبادت کیونکہ جہاد اللہ کا ذکر پھیلانے کے لیے تو ہوتا ہے نیز جہاد غازی کا کام اور ذکر اللہ میں ہے اللہ کا نام اور یقینًا رب تعالیٰ کا نام ہمارے کام سے بہتر ہے نیز جہاد کی جزا ہے جنت اور ذکر اللہ کی جزا ہے خود رب تعالیٰ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم مسلمان اور وجہ سے مراد جنتی درجہ ہے ذکر خفی ورد بیٹھے ذاکر جہاد سے بہتر ہے اور خیال رہے یہ بھی فرمایا گیا کہ بوقت جہاد غازی اللہ کا ذکر کرتا ہے کوئی غازی حی القیوم ورد یا تکبیر کے بغیر تلوار نہیں چلا سکتا سبحان اللہ کیا پیارا جملہ ہے ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ شیطان سے مراد قرین شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ الگ الگ ایک شیطان رہتا ہے ابلیس مراد نہیں وہ تو ان تمام شیاطین کا منتظم ہے، یعنی شیطان کی منزل انسان کا دل ہے جہاں وہ ایسا چمٹا رہتا ہے جیسے شہد سے مکھی خیال رہے کہ غافل کے دل پر شیطان کی منزل ہے اور کافر کے دل میں شیطان کا گھر ہے اس جگہ ابن آدم سے مراد غافل مسلمان ہے نہ کہ کافر جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ وسوسے غفلت سے نہیں آتے بلکہ غفلت سے وسوسے آتے ہیں، لہٰذا ذکر اللہ وسوسوں کا علاج ہے یہاں ذکر سے مراد مسلمان کا ذکر اللہ ہے نہ کہ کافر کا ذکر کافر کے دل سے شیطان تو ایمان سے نکلے گا، بغیر ایمان اگر سارا قرآن بھی پڑھ لے شیطان نہ نکلے گا کیونکہ مسافر کو منزل سے ہٹانا آسان ہے مگر کسی کو اس کے گھر سے نکالنا مشکل خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا دل مالا مال گھر ہے شیطان چور ہے غفلت تاریکی ہے اور ذکر اللہ نور و روشنی ہے چور ہمیشہ اندھیرے میں آتا ہے اجیالا ہوتے ہی بھاگ جاتا ہے مومن کو چاہیے کہ اپنے دل کے گھر میں ذکر اللہ کا اجالا رکھے تاکہ اس چور سے امن

الغافلین کالمقاتل خلف الفارین وذاکر اللہ فی الغافلین کغصن اخضر فی شجر یابس و فی روایۃ مثل الشجرۃ الخضراء فی وسط الشجر وذاکر اللہ فی الغافلین مثل مصباح فی بیت مظلم وذاکر اللہ فی الغافلین یریہ اللہ مقعدہ من الجنۃ وھو حی وذاکر اللہ فی الغافلین یغفر لہ بعدد کل فصیح واعجم والفصیح بنو آدم والاعجم البھائم رواہ رزین

وعن معاذ بن جبل قال ما عمل العبد عملا انجی لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ رواہ مالک

والا ایسا ہے جیسے بھاگ جانے والوں کے پیچھے جہاد کرنے والا اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک درخت میں ہری شاخ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جیسے درختوں میں سبز درخت اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو رب تعالٰی زندگی ہی میں اس کی جنت کا گھر دکھا دیتا ہے اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کی تمام فصیحوں اور گونگوں کی تعداد میں بخشش ہوتی ہے فصیح تو انسان ہیں اور گونگے جانور (رزین) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ بندے نے کوئی عمل ایسا نہ کیا جو ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دے (مالک)

سے یعنی اللہ کا ذکر کرنے والا ... شریعت اور ... دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے اسی لئے بعد دفن قبر پر اذان دی جاتی ہے کہ اس سے شیطان دور رہے اور ... اس کا ... امتحان میں کامیاب ہوسکے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعی ہیں اسی لئے اس حدیث میں اصل ... تابعی اور صحابی ... جیسے مشکل ایسی احادیث مقبول ہیں جیسے امام بخاری کی تعلیقیں معتبر ہے ... حدیث ... سے خود مشہور ہو جانے والے ... ایسے ہی غافل مسلمان ... میں ذکر اللہ کرنا آسان ہے مگر ... بہت مشکل ہے ... جیسے ... ہری شاخ ... درخت کی بڑی ... ایسے ہی رب تعالٰی کی بارگاہ میں ایسے ذاکر کی بڑی عزت ہے ... اندھیرے گھر ... دل میں نور ہے ... الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ... جیسے بعض صحابہ نے جہاد میں شہادت سے پہلے جنت دیکھی اور لوگوں کو خبر دی یا بیت ... ملک الموت پہلے ... دکھاتے ہیں ... رب تعالٰی فرماتا ہے اولیٰٓئک تتنزل علیہم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے ... ذاکروں کو مرتے وقت جنت دکھائی جاتی ہے اور عاشقوں کو نزع میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھاتے ہیں ... جیسے مصری عورتوں کو جمال یوسفی دیکھ کر ہاتھ کٹنے کا درد محسوس نہ ہوا ... ذکر اللہ کی برکت سے انسانوں کو عذاب سے ... لہٰذا ذاکر سے سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اس لئے ... ثواب ... معلوم ہوا کہ ذکر اللہ دفع عذاب کے لئے اکسیر ہے اسی لئے بعد موت میت کو زیادہ تر ختم شریف وغیرہ کا ثواب پہنچاتے ہیں کہ اگر میت عذاب میں ہو تو اس ذکر کی برکت سے نجات پا جائے ذکر اللہ یہاں مطلق فرمایا گیا خواہ انسان خود کرے یا کوئی دوسرا ذکر کر کے بخشے حدیث شریف میں ہے کہ اگر بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی کو بخشا جائے تو اسے عذاب سے رہائی ملتی ہے اسے مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی

وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَا أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ. كِتَابُ أَسْمَاءِ

ترمذی ابن ماجہ نے روایت کی ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے ساتھ رہتا ہوں جبکہ وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور فرماتے تھے کہ ہر چیز کا صیقل ہے اور دلوں کی صیقل اللہ کا ذکر ہے اور کوئی چیز ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات نہیں دیتی صحابہ نے عرض کیا کہ نہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا کہ نہ یہ کہ غازی اپنی تلوار سے کفار کو مارے حتیٰ کہ تلوار ٹوٹ جائے (بیہقی دعوات کبیر) اللہ تعالٰی کے ناموں ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

نے بھی اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہم بھی پہلے عرض کرچکے ہیں یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے جیسا کہ محدثین کا قاعدہ ہے یہ حدیث احمد طبرانی ابن حبان نے بھی روایت کی کہ یعنی جب تک بندہ میرا ذکر کرتا رہتا ہے میں رحمت کرم سے توفیق خیر سے اس کے ساتھ رہتا ہوں خیال رہے کہ رب تعالٰی کی معیت ہر بندہ کے ساتھ ہے قہر و غضب وغیرہ کے ساتھ ہے رحمت عامہ سے ہر ایک کے ساتھ ہے رحمت خاصہ سے ذاکر کے ساتھ ہے اور اپنے نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت وسعت ہے یہ معیت قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں مذکور ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذاکرین کے پاس رب تعالٰی کے پاس رہتا ہے دنیاوی الجھنیں اور گناہ آئینہ دل کو میلا کرتے رہتے ہیں اور ذکر اللہ اس میل کو دور کرکے اس آئینہ کو شفاف بنا دیتا ہے مگر صاف آئینہ اور پھر ذکر اللہ کرے تو دل پر ایسی پالش ہوتی ہے کہ سارا عالم اس دل میں نظر آتا ہے جیسے آئینہ میں سارا سامان دیوار پر لگے ہوئے شفاف آئینہ میں ہر چیز اور ہر ذرہ کو کف دست کی طرح دیکھتا ہے حضور غوث پاک فرماتے ہیں شعر؎

نظرت الی بلاد اللہ جمیعا　　　کخردلۃ علی حکم اتصال

قرآن کریم فرمارہا ہے کہ آصف برخیا نے شام سے بیٹھے ہوئے تخت بلقیس کو یمن میں ملاحظہ کیا اور اٹھا بھی لائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نہاوند کی جنگ کو دیکھ بھی لیا اور حضرت ساریہ کو نقشہ جنگ سمجھا بھی دیا یہ سب صفائی دل کے کرشمے ہیں ہر چیز کی صفائی علیحدہ ہے کپڑے کی صفائی صابن سے لوہے کی صیقل سے اور دل کی صفائی ذکر اللہ سے یعنی تم تو صرف جہاد کو کہہ رہے ہو اگرچہ اعلیٰ درجہ کا غازی بھی ہو شہید بھی ذاکر اللہ کے درجہ کو نہیں پہنچتا اس کی وجہ پہلے بیان کی جاچکی ہے، یہاں ینقطع کا فاعل یا تو تلوار ہے یا غازی یعنی تلوار ٹوٹ جائے یا غازی کی زندگی کا تار ٹوٹ جائے ذکر اللہ کے جو معنی عرض کئے گئے ہیں وہ یاد رکھنا کہ اللہ کا ذکر بھی ذکر اللہ اس کے محبوب بندوں کا عظمت سے ذکر بھی ذکر اللہ ہے اس کے دشمنوں کا برائی سے ذکر بھی ذکر اللہ ہے لہٰذا ہر وقت درود شریف پڑھتے جانا بھی اسی میں شامل ہے درس قرآن کریم، تعلیم حدیث

اللّٰہِ تَعَالٰی ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ
تَعَالٰی تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَۃً اِلَّا وَاحِدَۃً مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَھُوَ
وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۞ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ
لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ

کا بیان [1] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو جو ان ناموں کو یاد کرے جنت میں جائے گا [2] اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے [3] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی کے ننانوے نام ہیں جو ان کی حفاظت کرے جنت میں جائے گا وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں نہایت رحم والا مہربان بادشاہ ہے پاک ہے عیب سے سلامت ہے امن دینے والا ہے نگہبانی ہے غالب ہے

وغیرہ سب اس میں داخل [1] اللہ تعالٰی کے بہت نام ہیں جن میں سے ایک نام ذاتی ہے اللہ باقی نام صفاتی۔ صفاتی نام تین قسم کے ہیں صفت سلبی پر دلالت کرنے والے جیسے سبحان قدوس اعلٰی وغیرہ، صفت ثبوتیہ حقیقیہ پر دال جیسے علیم، قادر، یا ثبوتیہ اضافیہ پر دال جیسے حمید، ملیک، مالک الملک وغیرہ، یا صفت فعلیہ پر دال جیسے رازق، خالق وغیرہ۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے نام توقیفی ہیں کہ شریعت نے جو بتائے ان ہی ناموں سے پکارا جائے اپنی طرف سے نام ایجاد نہ کئے جائیں اگرچہ ترجمہ ان کا صحیح ہو لہٰذا رب کو عالم کہہ سکتے ہیں عاقل نہیں کہہ سکتے، اسے جواد کہیں گے نہ کہ سخی، حکیم کہیں گے نہ کہ طبیب۔ خدا رب کا نام نہیں بلکہ ایک صفت یعنی مالک کا ترجمہ ہے جیسے پروردگار، یا غفار بخشنے والا وغیرہ۔ خدا تعالٰی کے بعض نام مخلوق پر بھی بولے جاتے ہیں جیسے رؤف رحیم اللہ کا نام بھی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مگر مخلوق کے لیے ان ناموں کے اور معنی ہوں گے جب کسی صفت الٰہی کی تجلی بندے پر پڑتی ہے تو اس وقت اس پر وہ نام بولا جاتا ہے [2] حق تعالٰی کے دو سو ایک نام دلائل الخیرات شریف میں بیان ہوئے ہیں اور مدارج النبوت میں شیخ محقق نے رب تعالٰی کے ایک ہزار نام گنائے، یہاں تو ننانوے نام وہ گنائے گئے جن کا یاد کرنا جنتی ہونے کا ذریعہ ہے کل نام یہ نہیں ہیں، ان ناموں میں سے بعض ذاتی ہیں بعض صفاتی بعض اضافی۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حق تعالٰی کے نام ننانوے سے زیادہ ہیں، اور نہ یہ کہ رب کی صفات کمالیہ تو لاتعداد ہیں پھر صفاتی نام زیادہ کیوں ہوئے [3] یعنی جو مسلمان یہ نام یاد کرے اور روزانہ ان کا ورد کیا کرے۔ وہ ان شاء اللہ اول ہی سے جنت میں جائے گا [4] یعنی حق تعالٰی ذات و صفات میں وحدہ لاشریک ہے، وہ ان اعمال کو پسند فرماتا ہے جن میں اخلاص ہو شرک کا شائبہ نہ ہو اور اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو دنیا سے کٹ کر اس کا ہو رہے۔ غرضکہ دوسرے وتر میں بہت احتمالات ہیں [5] چونکہ رب تعالٰی کے صفات و افعال بہت ہیں اس لیے اس کے نام بھی بہت ہیں، نیز اس کے بندوں کی حاجتیں بہت ہیں لہٰذا رب کے نام بھی بہت کہ بندہ جو حاجت لے کر آئے اسی نام سے پکارے بیمار پکارے یا شافی! گنہگار پکارے یا غفار، بدکار پکارے یا ستار وغیرہ۔ خیال رہے کہ جتنے نام رب کے ہیں اتنے ہی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہیں جیسا کہ کتب تصوف دیکھنے والوں پر ظاہر ہے [6] ان ناموں میں رب تعالٰی کے بہت سے مشہور نام نہیں آئے جیسے قدیم، وتر، شدید، کافی، رب

اَلْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ

جبار کبریائی والا پیدا فرمانے والا ایجاد فرمانے والا صورت دینے والا گناہ بخشنے والا سب پر غالب بہت دینے والا روزی رساں ہر مشکل کھولنے والا علم والا

اکرم وغیرہ اکرم الاکرمین، ذو العرش المجید، فعال لما یرید، مالک یوم الدین، رفیع الدرجات ذو العرش، ذو القوۃ المتین، ذو العرش، احسن الخالقین وغیرہ، وغیرہ، اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے کل نام یہ تینوں ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، رحمٰن کے معنی ہیں دنیا میں تمام بندوں پر رحم فرمانے والا اور رحیم کے معنی ہیں آخرت میں صرف مسلمانوں پر رحم فرمانے والا چونکہ دنیا آخرت سے پہلے ہے اس لئے رحمٰن کا ذکر رحیم سے پہلے ہوا بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ اسم اعظم ہے ۲ ہے کہ دنیا کے بادشاہ محدود زمین کے محدود زمانہ میں بادشاہ ہوتے ہیں رب تعالیٰ بذات خود ہمیشہ سے بادشاہ ہے سارے عالموں کا مالک حقیقی ہے قدوس کے معنی ہیں امکان وحدوث سے پاک کسی کے وہم وخیال میں آنے سے پاک سلام کے معنی ہیں عیوب سے پاک بہرحال رب تعالیٰ ذاتی وصفاتی عیوب سے ہر طرح پاک ہے، لہذا قدوس اور سلام میں بڑا فرق ہے یا سلام کے معنی ہیں مخلوق میں سے اہل ایمان کو سلامتی وامن بخشنے والا ۵ مومن کے معنی ہیں مخلوق کے لئے امن وامان کے سامان پیدا فرمانے والا جسم کے لئے ہزارہا بلائیں ہیں ہر بلا سے حفاظت وامن کا قدرتی انتظام ہے روح کے لئے بھی لاکھوں آفات ہیں ان کی امان کے لئے ایمان وتقویٰ غرضکہ امن پیدا فرمانے والا مہیمن کے معنی ہیں خلق کے اعمال وارزاق واحوال کا حافظ ۷ عزیز بمعنی غالب ہے جس کے آستانہ تک کسی کی رسائی بغیر اس کی کرم فرمائی کے نہ ہو سکے اس حقیقت سے رب تعالیٰ کے سوا کوئی غالب نہیں۔

۱ جبار جبر سے بنا بمعنی ٹوٹے کو جوڑنا کسی کا حال درست کرنا اسی سے ہے جبر نقصان یعنی رب تعالیٰ بندے کی برائیوں کا بدلہ بھلائیوں سے کرنے والا ان کے ٹوٹے دلوں شکستہ حالوں کو اپنے فضل وکرم سے جوڑنے والا ۲ متکبر تکبر سے بنا جس کا مادہ ہے کبر، متکبر کے معنی ہیں انتہائی بڑائی یعنی مخلوق کے خیال وگمان سے وراء

شعر۔ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ۔ واز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم

بندہ متکبر کہلاتا ہے جو بڑا بنے، اور اپنے کو بڑا جانے یعنی شیخی خورا ۳ یہ تینوں لفظ قریب المعنیٰ ہیں خالق کے معنی ہیں اندازہ لگانے والا باری کے معنی ہیں نیست کو ہست کرنے والا جو کچھ نہ ہو اسے سب کچھ کر دینے والا مصور کے معنی ہیں ہر چیز کو اس کے لائق صورت ونقش عطا فرمانے والا لہذا خلق پہلے ہے پھر برء پھر تصویر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا وانی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر، رب تعالیٰ فرماتا ہے وتخلقون افکا اور فرماتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین تمام آیتوں میں خلق بمعنی اندازہ کرنا ہے ۴ غفار غفر سے بنا بمعنی چھپانا غفار کے معنی ہیں دنیا میں بندے کے گناہ چھپانے والا اور آخرت میں معاف فرما دینے والا معافی بھی چھپانے ہی کی ایک قسم ہے، خیال رہے کہ غفار بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اور غفور بھی اور یہ دونوں رب تعالیٰ کے نام ہیں، مگر غفار میں مقدار کے لحاظ سے مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کے لحاظ سے مبالغہ، کروڑوں گناہوں کو چھپانے وبخشنے والا اور ہر طرح چھپانے بخشنے والا ۵ قہار قہر سے بنا بمعنی جائز غلبہ، ناجائز دباؤ کو ظلم کہا جاتا ہے، قہار مبالغہ ہے یعنی رب تعالیٰ ایسا عظیم الشان غالب ہے کہ بڑی سے بڑی مخلوق اس کے دربار میں عاجز ومجبور ہے ۶ وہاب ہبہ سے بنا جس کے معنی ہیں بغیر عوض وبغیر غرض دے دینا، وہاب مبالغہ ہے یعنی رب تعالیٰ ہر مخلوق کو ہر چھوٹی بڑی نعمت بغیر معاوضہ بغیر کسی طمع ہر وقت دیتا ہے مطلق عطا ہے وہاب خاص رب کی عطا بالواسطہ بھی ہے اور بلاواسطہ بھی فرماتا ہے وما بکم من نعمۃ فمن اللہ ولہذا ہمیں بندوں سے لینا اولیاء یا بندوں سے لینا کچھ منافی اس کی وہابیت کے خلاف نہیں ۷ رزاق رزق سے بنا بمعنی حصہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے وتجعلون رزقکم انکم تکذبون رزاق کے معنی ہیں ہر ایک کا حصہ پیدا فرمانے والا اور اس کے مستحق کو پہنچانے والا، رزق دو قسم کا ہے، رزق صوری جس کا تعلق پیٹ سے ہے اور رزق معنوی جس کا تعلق روح ودل سے

اَلْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

تنگی و فراخی دینے والا، نیچا اور اونچا کرنے والا، عزت و ذلت دینے والا، سننے دیکھنے والا، حکومت و انصاف کرنے والا، مہربانی کرنے والا، خبر رکھنے والا

روزی جسمانی و روحانی روزی ہے، ایمان عرفان قرآن وغیرہ روحانی روزی ہیں جیسے جسمانی روزی میں لوگ مختلف ہیں کسی کو زیادہ ملی کسی کو کم ایسے ہی روحانی روزی میں لوگ مختلف ہیں یعنی اپنی رحمت کے دروازے اپنی مخلوق پر کھولنے والا اور ہر مستحق کا حال و استحقاق خوب جاننے والا علام کا مبالغہ ہے اور علیم کی مگر ان میں وہی فرق ہے جو غفار و غفور میں عرض کیا گیا، غفار کا تعلق علیم سے بہت ہی نفیس ہے جو رب تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے کا یہ دھیان رکھے وہ گناہ پر دلیر نہ ہو سکے گا۔

اس طرح کہ جس بندے کا رزق حسی یا معنوی جب چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے بعض حضرات کبھی قبض میں ہوتے ہیں اور بسط میں کبھی سیر ہو جاتے ہیں قبض و بسط ہر شخص پر طاری رہتا ہے، اولیاء اللہ کبھی عالم کی خبر رکھتے ہیں کبھی اپنی بھی خبر نہیں پاتے شعر

بگفت احوال ما برق جہاں است ÷ دمے پیدا و دیگر دم نہان است

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ÷ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کافروں کو ذلت سے نیچا اور مومنوں کو عزت سے اونچا، دشمنوں کو بدبختی سے نیچا، دوستوں کو خوش نصیبی سے اونچا کرنے والا، یا غافلوں کو نفس میں پھنسا کر نیچا اور عاشقوں کو اپنی محبت کے اعلیٰ علیین میں پہنچا کر اونچا فرمانے والا۔ بندے کو چاہیے کہ اپنے کسی عمل پر بھروسہ نہ کرے، مشہور ہے کہ رب کے ہاتھ میں مخلوق پتنگ کی طرح اس کے قبضہ میں ہے یعنی اپنے دوستوں کو دنیا میں گناہوں سے بچا کر نیکیوں کی توفیق دے کر پھر ان کی مغفرت فرما کر پھر انہیں دار کرامت تک پہنچا کر پھر انہیں اپنا دیدار دے کر عزت دینے والا اور اپنے دشمنوں کو دنیا میں توفیق خیر سے محروم رکھ کر اپنی معرفت سے ناآشنا کر کے آخرت میں عذاب و عقوبت میں داخل کر کے پھر اپنی لعنت کا طوق گلے میں ڈال کر ذلت و خواری دینے والا حقیقی عزت و ذلت یہ ہے یعنی ہر ایک کی ہر طرح ہر وقت زبان و دل خطرات کی آواز سننے والا ہر حال دیکھنے والا مگر کان و آنکھ سے نہیں وہ کان و آنکھ سے پاک ہے ہماری کی طاقتیں محدود ہیں، رب تعالیٰ ان سے بلند اور محدود ہونے سے پاک ہے خیال رہے کہ یہ صفتیں صفت علم کے علاوہ ہیں ایسا حاکم کہ اس کے حکم کی کہیں اپیل نہیں اس کے فیصلہ میں خطا و غلطی کا احتمال نہیں ایسا عادل کہ کسی پر کسی طرح ظلم نہیں خیال رہے کہ رب تعالیٰ کے حکم دو قسم کے ہیں تکوینی و تشریعی، تکوینی احکام میں ہم مجبور ہیں، تشریعی احکام میں ہم با اختیار اسی لئے تکوینی پر سزا و جزا نہیں، تشریعی احکام پر سب کچھ ہے، اور عدل مصدر ہے بمعنی عادل یہ عدل ظلم کا مقابل ہے نہ کہ رحم کا لہٰذا تعالیٰ اللہ پر عدل تو لازم، مومن گنہگار پر عدل نہ کرے گا بلکہ فضل و کرم کرے گا، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب وہ عادل ہے تو رحیم کیسے ہوا۔ لطیف کے بہت معنی ہیں اس کی ذات فہم و ادراک سے وراء الوراء ہے تا فرماتے ہیں شعر

یا خفی الذات محسوس العطاء ÷ انت کالماء و نحن کالرحیٰ

انت کالریح و نحن کالغبار ÷ تختفی الریح و غبراء جہار

ایسی مہربانیاں فرمانے والا جو ہماری عقل و ادراک سے بالاتر ہیں شعر

جھولیاں سب کی بھرتی رہتی ہیں ÷ دینے والا نظر نہیں آتا

الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب

حلم و مہلت دینے والا بخشنے والا قدر دان بلندی و بزرگی والا حفاظت فرمانے والا قوت دینے والا حساب لینے والا جلالت والا بخشش والا نگہبان

اپنی نعمتیں دینے والا جو بندے کو دونوں جہان میں کام آئیں یا لطیف و باریک چیزوں کا دیکھنے جاننے والا ہر چیز کے معنی میں ہر وقت ہر ظاہر و باطن پر اطلاع رکھنے والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے ہر حال سے خبردار ؎ حلم کے معنی ہیں آہستگی و بردباری یعنی رب تعالیٰ مستحق سزا کو جلدی نہیں پکڑتا توبہ کی مہلت دیتا ہے یا دنیا میں بندوں پر بھی کرم و مہربانی فرماتا ہے ؎ العظیم عظمت سے بنا بمعنی بڑائی بڑائی جسمانی بھی ہوتی ہے اور رتبے و عزت کی بھی یہاں عظمت و عزت کی بڑائی مراد ہے یعنی ایسی عظمت والا کہ کسی کا گمان و وہم وہاں کام نہ کر سکے۔ شعر ؎

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ÷ پہچان گیا میں تری پہچان یہی ہے

؎ غفار کے معنی بھی ہیں بخشنے والا اور غفور کے معنی بھی ہیں بخشنے والا بہت سے گناہوں کو بخشنے والا غفار ہمیشہ بڑے گناہوں کو بخشنے والا غفور یعنی غفار میں مقدار کا مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کا مبالغہ شعر ؎

گنہ رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا ÷ مگر اے عفو ترے عفو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے

؎ شکر جب بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہیں انعام پاکر منعم کی حمد و ثنا بجا لانا اور جب رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوتے ہیں تھوڑے عمل پر بہت فضل فرمانا جس کا ترجمہ قدر دان بہت مناسب ہے کہ وہ کریم بندہ کے لائق جزا دیتا ہے تو اسکے کام کے لائق بلکہ اپنی شان کے لائق دیتا ہے ایک نیکی پر دس گنا جزا بلکہ ایک نماز پڑھ کر نمازی کی جزا علیحدہ مسجد کے ہر قدم کی جزا علیحدہ پھر مسجد میں اگر انتظار نماز کی جزا علیحدہ پھر نماز میں قیام کی جزا علیحدہ رکوع کی سجود کی قرأت و تسبیح کی جزا علیحدہ بعد نماز دعا مانگنے کی جزا علیحدہ علیحدہ غرض اس کی عطا کا شمار نہیں ہر عبادت کا یہی حال ہے ؎ شکور۔ اس بندہ گنہگار کی یہ خدمت قبول فرما اور اسے صدقہ جاریہ بنا آمین بجاہ حبیبک الکریم ؎ بلندی صفاتی رکھنے والا علی اور بلندی ذات والا کبیر صوفیاء فرماتے ہیں کہ علی وہ جس کی صفات تک عقل نہ پہنچ سکے کبیر وہ جس کے تصور ذات سے ذہن عاجز ہو علی کا مقابل حقیر ہے کبیر کا مقابل صغیر حق تعالیٰ کا رتبہ سب سے اونچا سارے رتبے والے اس سے نیچے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تمام صفات کی عموماً اور ان دو صفتوں کی خصوصاً تجلی ڈالی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات ہمارے وہم گمان سے وراء ہیں شعر ؎

اللہ اللہ آپ کا رتبہ صلی اللہ علیہ وسلم ÷ پڑھتی ہے دنیا رتبے کا خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم

؎ کہ تمام عالم اور عالم کی چیزوں کا بربادی سے محفوظ رہنا اس کی حفاظت کے باعث ہے ہمارے مزاج میں چار دشمنوں کو جمع فرما دیا پھر ان میں سے ہر ایک محفوظ ہے یہ اس کی شان ؎ مقیت بنا ہے قوت سے بمعنی روزی یعنی جسمانی روحانی روزیاں پیدا فرمانے والا اور ہر ایک کو اس کے لائق روزی دینے والا کہ شیر کو گوشت ہاتھی کو من دیتا ہے رزق و قوت میں فرق ہے اسی طرح رزاق اور مقیت میں فرق ہے ؎ حسیب کے معنی کافی بھی ہیں یعنی اللہ ہر بندے کو ہر طرح کافی بھی ہے اسی واسطے بندے کہتے ہیں حسبی اللہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ یا بمعنی حساب لینے والا کہ ساری خلق کا حساب چار گھنٹے میں لے لوں گا ان اللہ سریع الحساب یا دنیا میں ہر بندے کو حساب سے روزی دے رہا ہے ؎ جلیل کے معنی ہیں صفات جلالیہ سے موصوف یعنی بزرگی جلالت و قدر والا امام غزالی نے فرمایا کہ کبیر کمال ذاتی اور جلیل کمال صفاتی پر دال ہے ؎ کریم وہ ہے جو مجرم پر قادر ہو کر معافی دیدے وعدہ کرکے

اَلْمُجِيْبُ اَلْوَاسِعُ اَلْحَكِيْمُ اَلْوَدُوْدُ اَلْمَجِيْدُ اَلْبَاعِثُ اَلشَّهِيْدُ اَلْحَقُّ اَلْوَكِيْلُ اَلْقَوِيُّ اَلْمَتِيْنُ اَلْوَلِيُّ اَلْحَمِيْدُ

دعائیں قبول کرنیوالا فراخی دینے والا صاحب حکمت والا بزرگی والا اٹھانے والا حاضر برحق والا کارساز بڑی قوت والا استواری والا دوست مددگار لائق تعریف ۔

پورا کرے اور امید سے زیادہ دے اور اپنی پناہ لینے والے کو ضائع نہ کرے تمام وسیلوں سے بے نیاز ہو حق یہ ہے کہ ایک لفظ کریم جامع کا مجموعہ ہے رقیب وہ حافظ جس کی حفاظت سے کوئی چیز ایک طرف کے لئے باہر نہ ہو سکے ، رقابت میں علم و حفظ ہے تو وہ ہے مجیب کے معنے ہیں پکارنے والے کو جواب دینے والا یا مانگنے والوں کی دعائیں ، آرزوئیں پوری کرنیوالا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہماری ضروریات پوری فرمانے والا شعر

داد ما نبود و تقاضا ئے ما نبود ❊ لطف تو ناگفتہ ما مے شنود

واسع وسعت سے بنا بمعنے فراخی یا احاطہ رب ایسا واسع ہے کہ اس کا علم اس کی قدرت ، رحمت ، حکمت اس کی عطا فرش کو گھیرے ہے ۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔ کرسی کی نہایت نفیس تفسیر ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کیجئے آیت الکرسی کے ماتحت حکیم حکمت سے بنا یا حکمت سے یعنے ہر چیز کا جاننے والا عالم کہ اس کے فیصلہ پر کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں یا اس کا ہر کام حکمت سے ہے کوئی چیز عبث نہیں بنائی ودود ود سے بنا بمعنے سچی محبت یعنے اپنے دوستوں سے ان کے اچھے اعمال سے محبت فرمانے والا ، اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو پسند فرمانے والا مجید مجد سے بنا بمعنے بزرگی یعنے ایسی بزرگی والا کہ اس کی بزرگی تک کسی کے وہم کی رسائی نہیں یا ہر طرح بزرگ کہ اس کی ذات و صفات و افعال سب بزرگ ، باعث بعث سے بنا بمعنے اٹھانا یعنے سوتوں کو نیند سے مردوں کو قبروں سے مردہ دلوں کو علم سے اٹھانے والا مخلوق کو حالات میں بھیجنے والا شہید شہادت سے بنا یا شہود سے یعنے رب تعالیٰ بندے کے ہر حال کا گواہ ہے کہ وہ ہر وقت ہر حال کو مشاہدہ کر رہا ہے یا ہر جگہ حاضر ہے مومنوں کے ایمان میں حاضر ، عارفوں کی جان میں حاضر ، خیال رہے کہ رب تعالیٰ کا نام شہید ہے حاضر نہیں کیونکہ رب کی ذات جسمانی یا مکانی حضور سے پاک ہے اور اس کا علم و قدرت و رحمت ہر جگہ موجود ہے حضور و شہود میں بڑا فرق ہے رب کی خلافت ہر جگہ میں نہیں کہ مکان سے پاک و منزہ ہے حق باطل کا مقابل ہے ، باطل بمعنے معدوم ہے تو حق بمعنے ثابت و موجود ، رب تعالیٰ ایسا موجود ہے کہ اس کے وجود کو فنا نہیں اور تمام موجودات اس کے کرم سے موجود ہیں ، جیسے تمام موجودیں اور سایے آفتاب کے فیض سے ہیں ، رب تعالیٰ گویا سورج ہے ، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم گویا دیوار ساری خلق اس دیوار پر ساری خلق اس دیوار کا سایہ کہ اگر درمیان سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہٹ جائے تو رب ہو خلق ختم ہو جائے مصرعہ اصل ہے پھول بند ہاتھ پہ کروڑوں درود سے امام غزالی نے فرمایا کہ قوت کے معنے ہیں کامل قدرت اور متانت کے معنے ہیں اس قدرت کی پختگی و مضبوطی ، رب تعالیٰ فرماتا ہے ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ یعنے وہ مضبوط قدرت و طاقت والا ہے ، جول ، قوت ، قدرت میں بڑا فرق ہے ۔ جیسے مرقات نے اس جگہ بہت تفصیل سے بیان کیا ولی یا تو ولی سے ہے بمعنے قرب یا ولایت سے بمعنے والی ہونا یا مددگار ہونا یعنے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی ان کے دشمنوں کے مقابل مدد فرمانے والا ہے یا ان کا والی و وارث و متولی امور ہے فرماتا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ اور فرماتا ہے وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یا یعنے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا قریب ہے حمید حمد سے بنا بمعنے اسم فاعل یا بمعنے اسم مفعول یعنے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی حمد فرماتا ہے اسی لئے اس کا نام حامد ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ، خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے یعنے بہت ہی حمد کئے ہوئے اور رب کا نام ہے محمود یعنے حمد کیا ہوا کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے محمد ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا محمود ، اور ظاہر ہے کہ اللہ کی محمدیت وہ سے اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی محمودیت بہت اکمل ہے

الْمُحْصِي الْمُبْدِئُ الْمُعِيدُ الْمُحْيِي الْمُمِيتُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ
الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُتَعَالِي الْبَرُّ التَّوَّابُ

سب کو جاننے والا، شروع کرنے والا، لوٹانے والا، زندگی دینے والا، موت دینے والا، زندہ ہمیشہ قائم رکھنے والا، وجود والا، بزرگی والا، ایک، اکیلا، بے نیاز، قادر
بڑا قدرت والا، آگے کرنے والا، پیچھے کرنے والا، سب سے پہلے، سب سے پچھلا، ظاہر، چھپا، مالک، بلند، احسان فرمانے والا، توبہ قبول کرنے والا

یعنی احصا سے بنا بمعنے شمار کرنا اور گننا یعنی اللہ تعالیٰ ایسا علیم ہے کہ سب کو تفصیلی عدد وار جانتا ہے اس کا علم کُل اجمالی نہیں جیسے عظیم الشان مجمع دیکھ کر ہم کو مجمع کا اجمالی علم ہو جاتا ہے کہ دس ہزار آدمی ہیں مگر ان کی تفصیل نہیں معلوم ہوتی بلکہ اس کا علم تفصیلی ہے۔ اس نے خلق کو پہلے پیدا کیا لہٰذا وہ مبدی ہے وہ قیامت میں سب کو دوبارہ اٹھائے گا لہٰذا وہ معید ہے یا اس نے ہم کو پہلے مٹی سے بنایا لہٰذا وہ مبدی ہے اور وہی ہم کو موت دے کر پھر مٹی ہی میں لوٹا دیتا ہے لہٰذا وہ معید ہے خیال رہے کہ مردہ خواہ دفن ہو یا جلا دیا جائے یا ڈالا جائے یا ڈوب کر کھا لیا جائے آخر کار بنتا مٹی ہی ہے کہ گل کر راکھ بنا یا جانور کے پیٹ میں پاخانہ بنا پھر وہ راکھ یا پاخانہ مٹی بن گئی رب تعالیٰ فرماتا ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ بالکل حق ہے علاوہ جسموں کو جان سے اور جان کو ایمان سے ایمان کو عرفان سے، انسان کو علم و معرفت رحمان سے، زمین کو سبزوں سے زندگی بخشتا ہے، پھر کفار کو کفر سے غافلوں کو غفلت سے موت دیتا ہے۔ یعنی وہ خود زندہ قائم ہے دوسروں کو زندہ و قائم رکھتا ہے کہ تمام کی بقا اسی سے ہے۔ اگر اس سے نسبت نہ رہے تو کوئی کچھ نہ رہے صوفیاء کی اصطلاح میں ولایت کا ایک درجہ بھی قیومیت کہلاتا ہے جس پر پہنچ کر بندہ قیوم کہلاتا ہے وہاں قیوم کے معنے ہیں باعث قیام عالم۔ لفظ قیوم ایک ہے مگر رب تعالیٰ کیلئے ایک معنی میں اور بندے کیلئے دوسرے معنے میں جیسے حی، سمیع، بصیر اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور اس کے بندوں کی بھی مگر مختلف معنے سے اسی لئے اولیاء اللہ کو قیوم اول، قیوم ثانی وغیرہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی واجب الوجود ہے سب اسی کے موجود کرنے سے موجود ہیں حقیقی بزرگی اسی کی ہے اور سب اسی کے بنانے سے بزرگ بنے، واجد بمعنے کامل وجود و ہستی والا ہے واحد بمعنے ایک اور احد بمعنے اکیلا و یگانہ یعنی ذات میں بھی ایک کہ اس کے سوا دوسرا رب نہیں صفات میں بھی ایک کہ اس جیسا کوئی نہیں، افعال میں بھی ایک کہ اس جیسا کوئی جمیل افعال والا نہیں۔ لہٰذا واحد اور احد میں تکرار نہیں کہ صمد کے بہت معنے ہیں وہ مالک جس پر سرداری و مالکیت ختم ہے وہ جسے خوف جیسے کسی کا خوف نہیں وہ حاجت و آفت سے منزہ ہو، وہ باقی جسے فنا نہیں وہ جس کی طرف سب حاجت میں رجوع کریں، صمد صمود سے مشتق بمعنے قصد و ارادہ یعنی لائق توکل و بھروسہ اسی کی ذات ہے بعض نے فرمایا کہ اس اسم کی تجلی جس پر پڑ جاتی ہے وہ کونین سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم، ایمان و عرفان کسی سے حاصل نہ کیا سب نے سب کچھ حضور سے … حضور نے اپنے پروردگار سے صلی اللہ علیہ وسلم یہ صمدیت کی شان ہے۔ قادر و مقتدر دونوں قدرت سے بنے مگر مقتدر میں مبالغہ ہے قادر جو مختار ہو چاہے کرے یا نہ کرے، یا قادر وہ … مقتدر وہ کہ اپنے کسی کام میں کسی کی مدد کا محتاج نہ ہو، بادشاہ ناظم آگے پیچھے کرنے والا جیسے اسباب کو آگے کر دیا مسببات کو پیچھے، ماں باپ کو آگے اولاد کو پیچھے فرما دیا، یا اصطفا کر کے انبیاء و اولیاء کو درجہ و مراتب میں سب سے آگے فرما دیا، دوسروں کو ان کے پیچھے لگا دیا، یا ہمارے حضور کو آگے بھی کر دیا کہ حضور ہی کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا صلی اللہ علیہ وسلم اور پیچھے بھی فرما دیا کہ آپ کا ظہور پیچھے ہوا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس آگے پیچھے کے لذیذ معانی ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ فرمائیے اس طرح کہ ہمیشہ سے ہے جس کی ابتداء نہیں لہٰذا وہ آگے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا جس کی انتہا نہیں لہٰذا وہ سب کے پیچھے ہے یا وجود میں اول ہے سلوک میں آخر یا سب کی ابتداء بھی اسی سے ہے لہٰذا اول ہے اور سب کی انتہا بھی اسی پر لہٰذا وہ آخر ہے سب اسی کی طرف لوٹیں گے۔ …

الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِيُّ الْمُعْطِيْ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِيْ الْبَدِيْعُ الْبَاقِيْ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

بدلہ لینے والا معافی دینے والا مہربان رافت والا ملک کا مالک عظمت و کرم والا انصاف والا جمع فرمانے والا بے پرواہ بے پرواہ کر دینے والا دینے والا روکنے والا نقصان دینے والا نفع دینے والا روشن کرنے والا ہدایت دینے والا بے مثال ہمیشہ باقی وارث ہدایت دینے والا صبر والا۔ (ترمذی)

نہ گل رہیں میں رہے گا نہ گل میں بو باقی ۔ مٹیں گے سارے مگر ایک رہے گا تو باقی

یعنی صفات رحمت الٰہیہ سب پر کھولدیں سب سے چھپی شعر؎

بے حجابی میں یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار ۔ اس پہ یہ پردہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے
کیا تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے ۔ ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا نادیدہ ہے

یعنی سب کا والی و وارث سب کے خیال و وہم سے بالا تعالٰی ہے سب پر احسان فرمانے والا جیسے چاہے کرم سے دیا نہ کہ اس کے استحقاق سے بڑے بڑے گنہگاروں کی توبہ قبول فرما کر انہیں بخشنے والا بار بار توبہ کی توفیق دینے والا بلکہ گنہگاروں کو پکار پکار کر بلانے والا کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا، جیسے توبہ کی توفیق دیتا ہے تو بندہ توبہ کرتا ہے فرماتا ہے ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا، توبہ بندے کی بھی صفت ہے یعنی گناہوں سے رجوع کرنا اور رب کی صفت ہے یعنی ارادہ عذاب سے رجوع فرمالینا۔

یعنی کفار و فجار سے بدلہ لینے والا مومن گنہگار کو معافی دینے والا، وہ عادل ہے یہ فضل، عفو غفور سے زیادہ مبالغہ ہے کہ غفر کے معنی ہیں چھپانا اور عفو کے معنی ہیں مٹانا، غفور عیب کے چھپانے والا عفو عیبوں کو مٹانے والا۔ رؤف، رأفت سے بنا یعنی بے حد رحمت جس کی انتہا نہ ہو بعض عشاق نے فرمایا کہ بندے کی حاجت کی بنا پر احسان کرنا رحمت ہے اور اپنی عادت کی بنا پر احسان فرمانا رأفت ہے۔ ملک ظاہر خلق ہے اور ملکوت باطنی خلق اللہ تعالٰی ہمارے جسموں کا مالک ہماری روح کا مالک لہٰذا وہ مالک الملک بھی اور مالک ملکوت بھی۔ ذوالجلال رب کی صفت ذاتیہ ہے اور اکرام اس کی صفت فعلیہ یعنی جلال اس کی ذات میں ہے اور اکرام مخلوق پر ہے بعض نے فرمایا کہ یہ اسم اعظم ہے۔ قسط کے معنی ظلم بھی ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا، اور بمعنی عدل و انصاف بھی رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ مگر جب یہ باب افعال میں آئے تو عدل و انصاف ہی کے معنی میں ہوتا ہے یعنی عدل قائم کرنا۔ یا ظلم دور کرنا مقسط کے معنی ہوئے مظلوموں سے ظالموں کا ظلم دور فرمانے والا رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ جامع کے معنی خود تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے کہ تمام خوبیاں اس میں جمع ہیں یا تمام بکھری خلق کو قیامت میں جمع فرمانے والا رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ یا تمام بکھرے انسانوں کو بذریعہ اسلام، قرآن، ایمان میں جمع فرمانے والا۔ غنی وہ ہے کہ جسے کسی کی حاجت نہیں اور مغنی بھی ہے کہ جسے چاہے اپنے ماسوا سے غنی و بے نیاز کردے اور اسے رب کے سوا کسی کی حاجت نہ رہے۔ یعنی جسے جو چاہے جیسے چاہے عطا فرمائے بے پرواہ ہو کر یا لائق کو دینے والا نالائق کو نہ دینے والا۔ یا اسباب خیر دینے والا اور اسباب شر نہ دینے والا کہ بندہ مانگتا ہے مگر وہ اپنے کرم سے نہیں دیتا اور نفع نقصان سب اسی کی ملک ہے کسی کو نفع دیتا ہے تاکہ وہ شکر کرے اور قرب حاصل کرے، کسی کو نقصان دیتا ہے کہ وہ صبر کرکے قرب پائے۔ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرے رب تعالٰی خود نور ہے کہ ظاہر بھی ہے اور اس نے اپنے محبوبوں کو خلق پر ظاہر بھی کردیا یا رب تعالٰی نور بخشنے والا ہے

وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَعَنْ بُرَيْدَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ دَعَا اللهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ. وَعَنْ أَنَسٍ

بیہقی دعوات کبیر۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لئے کہ تو معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ایک ہے بے نیاز ہے جس نے نہ جنا اور نہ جنا گیا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں تو حضور انور نے فرمایا اس نے اللہ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے کہ جب اسم اعظم سے مانگا جائے تو دیتا ہے اور جب اس نام سے دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے

محبوبوں کو نور بنایا اسے فرماتا ہے اللہ نور السموٰت والارض اور فرماتا ہے قد جاءکم من اللہ نور۔ ہدایت کے معنی راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچانا بھی اللہ تعالیٰ دونوں معنی سے ہادی ہے۔ بدیع کے معنی ہیں بے نمونہ مثال کہ کوئی ذات صفات میں اس کا مثل نہیں، فرماتا ہے لیس کمثلہ شیء یا بغیر مثال عالم بنانے والا یعنی موجد فرماتا ہے بدیع السموٰت والارض یا اپنے بندوں میں سے بعض کو بے مثال کرنے والا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثال پیدا فرمایا۔ باقی کے معنی ہیں دائم الوجود کبھی فنا نہ ہو۔ وارث کے معنی ہیں بندوں کی فنا کے بعد باقی رہنے والا جب کوئی دعویدار نہ رہے تو بھی وہ رہے، فرماتا ہے انا نحن نرث الارض ومن علیہا۔ وارث کے دوسرے معنی سے رب تعالیٰ پاک ہے یعنی مخلوق کے بعد مالک ہونے والا نہ کہ بیٹے ہونا معاذ اللہ۔ رشید و ہادی دونوں کے معنی ہیں ہدایت دینے والا۔ مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ الہامی فطری ہدایت کو رشد کہتے ہیں اور اختیاری ہدایت کو ہدایت سارے انسان بلکہ تمام جانور کھانے اور نہ کھانے کی چیزوں کو پہچانتے ہیں یہ رشد ہے اور بعض انبیائے کرام بعض کو ایمان ملتا ہے یہ رب کی ہدایت ہے رشد کا مقابل غوایت ہے اور ہدایت کا مقابل ضلالت ہے۔ رشید بمعنی مرشد ہے اور رشد ہی فعال اور فعیل ہیں مقابل ہیں۔ صبور صبر سے بنا یعنی روکنا ٹھہرنا اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گھبراہٹ سے اپنے کو روکنا اور رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوتے ہیں مجرموں کے عذاب میں جلدی نہ فرمانا وقت سے پہلے کوئی کام نہ کرنا صبور وہ جو جلدی نہیں کرتا بلکہ دیر سے سزا دے حلیم وہ کہ بالکل سزا نہ دے رب تعالیٰ کفار کے لئے صبور ہے اور گنہگار مومنوں کے لئے حلیم ہے کریم ہے رحیم ہے۔

۱ یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام اسماء الٰہیہ آیات و دیگر احادیث میں بھی آئے ہیں مگر صبور اس روایت کے سوا اور کسی حدیث میں نہ آیا۔ اس ایک حدیث میں یہ ہے یا احد یا صمد یا ذا ... یعنی مولا تیرے ناموں کے طفیل و وسیلہ سے تجھ سے دعا مانگ رہا ہوں۔ ان ناموں کے صدقے سے میری حاجت پوری کر۔ یہ دعا مانگنے والے حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا بہتر ہے وسیلہ خواہ اسمائے الٰہیہ کا ہو خواہ اس کے کسی محبوب بندے کا۔

۲ بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ اسم اعظم ہے کیونکہ یہ اسم ذات ہے جو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی پر نہیں بولا جاتا۔ بعض نے فرمایا کہ لا الٰہ الا انت اسم اعظم ہے۔ بعض کے خیال میں رب تعالیٰ کے بعض نام بعض کے مقابلہ میں اسم اعظم ہیں جیسے رحمٰن بمقابلہ رحیم کے اسم اعظم ہے۔ اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ دعا میں اللّٰھم کہنا بہت بہتر ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور میم میں تمام ان ناموں کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں میم ہے جیسے ملک، مالک، منان وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ دعا کے آداب سے یہ ہے کہ پہلے حمد الٰہی کرے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پھر اپنے گناہوں کا اعتراف پھر عرض حاجات۔ تیسرے

قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ يُصَلِّي فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ وَفَاتِحَةِ آلِ عِمْرَانَ الٓمٓ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ

فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے یہ دعا کی الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں کیونکہ تیری ہی تعریفیں ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو مہربان محسن ہے آسمان و زمین کا موجد ہے اے جلالت و کرم والے اے زندہ اے قائم رکھنے والے میں تجھ سے مانگتا ہوں تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی کہ جب اس نام سے دعا مانگی جائے تو قبول فرماتا ہے اور جب اس نام سے کچھ مانگا جائے تو دیتا ہے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے تمہارا معبود ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں رحم والا مہربان ہے اور سورۂ آل عمران کے شروع میں الٓمٓ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ قائم رکھنے والا (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں

۱؎ اللّٰھم یا لا الٰہ الا انت اسم اعظم ہے حنان کے معنی ہیں بہت مہربان منان کے معنی ہیں بہت احسان کرنے والا اس میں اشارۃً عرض کیا گیا کہ تیرے بندوں میں کا محتاج بندہ وہ پکار رہا ہے یہ خیال ہے کہ بندے کا بندے پر کوئی احسان ہے تاکہ طعنہ زنی کیلئے ہر وقت تیار ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرمائیں تو وہ اپنی نعمتوں کے احسان جتاتے ہیں تاکہ بندے ان کی اطاعت کریں ان کا احسان ماننا بھی ان کا کرم ہے خیال رہے کہ ایک اللہ کے لیے ہی بہت احسان جتانے والا کہنا تیرے سوا کسی کے لئے نہیں اس کا کوئی سبب ہے جو تیرا ہی بندہ ہو کر خیال رہے کہ نبی اور اولیاء، اصفیاء، اطباء سے کچھ مانگنا بواسطہ رب تعالیٰ ہی سے مانگنا ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی ہے ۲؎ ان دونوں حدیثوں میں القیوم اور لا الٰہ الا انت مشترکہ طور پر موجود ہیں اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ ان دونوں میں کوئی نام اسم اعظم ہے۔ بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی ساعت قبولیت دعا اور شب قدر کی طرح اسم اعظم بھی مخفی ہے تاکہ بندے اس کی تلاش میں رہیں یہ تلاش بھی عبادت ہے یہ حدیث احمد ابن حبان حاکم ابن ابی شیبہ نے کچھ فرق سے روایت فرمائی (مرقات) ۳؎ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا اسم اعظم لا الٰہ الا ھو ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں میں یہی مشترک ہے امام فخرالدین رازی نے فرمایا کہ اسم اعظم الحی القیوم ہے امام جزری نے فرمایا کہ اسم اعظم لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ہے حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عباس و ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ اسم اعظم رب ہے حضرت امام زین العابدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اسم اعظم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم ہے بعض نے فرمایا کہ ہر اسم اعظم ہے غرضکہ اسم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ اِذْ دَعَا رَبَّهٗ وَهُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذوالنون پیغمبر کی دعا جو صاحب الحوت نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے کی تھی یہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں ظالموں سے ہوں نہیں مانگی کوئی مسلمان کسی حاجت میں یہ دعا مگر قبول ہوگی اسے (احمد و ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں رسول اللہ

اعظم میں بہت روایات ہیں جنہیں امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں جمع فرمایا خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے ہی نام عظیم ہیں کوئی ناقص نہیں مگر بعض نام اعظم یعنے بہت بڑے ثواب و تاثیر والے ہیں۔ بعض صوفیاء نے فرمایا کہ جو نام خلوص دل اور عشق و محبت سے لیا جائے وہی اسم اعظم ہے یہی امام جعفر صادق کا قول ہے لہ ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے کیونکہ آپ کچھ روز مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے۔ مگر اس کی غذا نہ بنے کہ نبی کا جسم تو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی ہے چہ جائیکہ مچھلی کھائے بلکہ امانت رہی یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے فرمایا فالتقمه الحوت انہیں مچھلی نے نگل لیا جیسے موتی کو نگل لیتی ہے یہ نہ فرمایا کہ مچھلی نے انہیں کھا لیا علماء فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہے کہ ایک پیغمبر کا گھر وہ بنا۔ جب مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہو گیا تو حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا وہ شکم پاک جس میں سید الانبیاء نو ماہ تک جلوہ افروز رہے، وہ تو عرش سے کہیں افضل ہے اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی جلد اول کا مطالعہ فرمائیے۔ قیمتی موتی قیمتی ڈبی میں رکھا جاتا ہے لہ اس سے بھی اشارۃً معلوم ہوا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے اور یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوئی اسی دعا کی برکت سے کالی آفتیں ٹل جاتی ہیں اور مشکلیں حل ہو جاتی ہیں خیال رہے کہ ظلم کے تین معنے ہیں۔ کفر و شرک رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم گناہ، خطاء، بھول چوک یہاں تیسرے معنے مراد ہیں کیونکہ حضرات انبیاء بد عقیدگی و بد عملی سے معصوم و محفوظ ہیں نیز حضرت یونس علیہ السلام سے اس موقعہ پر صرف خطاء ہی سرزد ہوئی تھی جیسا کہ ان کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو مقام نینوی موصل کا نبی کیا جب قوم نے آپ کی اطاعت نہ کی تو آپ نے بحکم پروردگار انہیں خبر دی کہ تین دن بعد تم پر عذاب آجائے گا اور آپ نینوی سے جو موصل کا ایک شہر ہے بغیر حکم الٰہی آئے روانہ ہو گئے یہ سمجھ کر کہ عذاب کی جگہ سے پیغمبر کو چلا جانا چاہیے پھر عذاب کا بادل نینوی پر چھا گیا وہاں کے باشندوں نے سچی توبہ کر لی اور آیا ہوا عذاب ٹل گیا تین دن کے بعد آپ نے دور سے اس شہر کو دیکھا تو آباد تھا آپ شہر میں اس لئے نہ آئے کہ میں نے تو انہیں عذاب کی خبر دی تھی اور عذاب آیا نہیں اب میری وہاں بڑی بے عزتی ہوگی اور دوسری جگہ چلے گئے جاتے ہوئے دریا سامنے آیا کشتی میں بیٹھے، درمیان سمندر میں کشتی ٹھہر گئی، ملاحوں نے کہا کہ شاید اس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے جس سے کشتی آگے نہیں چلتی آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں اور دریا میں چھلانگ لگا دی ایک مچھلی منہ پھاڑ کر بیٹھی تھی وہ آپ کو نگل گئی اور دریائے نیل پھر دجلہ میں ہوتی ہوئی شام کے علاقہ میں جا نکلی وہاں دریا نے آپ کو زمین پر اگل دیا پھر کدو کی بیل نے آپ پر سایہ کیا ہرنی آپ کو دودھ پلاتی رہی (مرقات وغیرہ) اسی لئے رب تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ فرمایا فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنے اس دعا کی برکت سے ہم نے انہیں بھی غم سے نجات دی اور تاقیامت مسلمانوں کو بھی اس کی برکت سے نجات دیا کریں گے (مرقات) معلوم ہوا کہ جن جن کی زبان سے نکلی ہوئی دعاء

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ عِشَاءً فَإِذَا رَجُلٌ يَقْرَأُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ
أَتَقُوْلُ هٰذَا مُرَاءٍ قَالَ بَلْ مُؤْمِنٌ مُنِيْبٌ قَالَ وَأَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ يَقْرَأُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ
فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَسَمَّعُ لِقِرَاءَتِهِ ثُمَّ جَلَسَ أَبُوْ مُوْسَى يَدْعُوْ فَقَالَ
اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُشْهِدُكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللهَ بِاسْمِهِ الَّذِيْ إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى وَإِذَا
دُعِيَ بِهِ أَجَابَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أُخْبِرُهُ بِمَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ أَنْتَ الْيَوْمَ لِيْ أَخٌ صَدِيْقٌ حَدَّثْتَنِيْ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کے وقت مسجد میں گیا تو وہاں ایک شخص بلند آواز سے تلاوت کر رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضور فرماتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے فرمایا بلکہ یہ مومن رجوع کرنے والا ہے فرمایا اور ابو موسیٰ اشعری بھی بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قرأت توجہ سے سننے لگے پھر ابو موسیٰ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے یہ کہا الٰہی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا الٰہی بے نیاز ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اللہ سے اس نام سے دعا مانگی کہ جب اس نام سے کچھ مانگا جاتا ہے تو رب دیتا ہے جب اس نام سے دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں انہیں وہ خبر دوں جو میں نے آپ سے سنی فرمایا ہاں میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی انہوں نے مجھ سے فرمایا تم آج سے میرے سچے بھائی ہو کیونکہ تم نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچائی

یعنی تاثیر والی ہے کیونکہ اس میں اسم اللہ وحدہ لاشریک، زبان سے اقرار بھی ہے دل سے بھی تو حق ہے ہر جگہ اس کی شان رہتی ہے یعنی یا رسول اللہ یہ شخص آپ کی مسجد شریف میں پہنچ کر بلند تلاوت کر رہا ہے کیا حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے اس لئے کہ اخلاص ہوتا ہے اسے معتبر سمجھنے کی علامت ہے یہ لوگوں کو دکھا سنا رہا ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کسی پر بدگمانی بلا وجہ نہ کرنی چاہیے ریاکاری کا اندیشہ ہو تو اس سے اخلاص ہی چھوڑ دینا چاہیے دوسرے یہ کہ ذکر بالجہر سنت صحابہ ہے اسے حرام کہنا سخت غلطی ہے یعنی یہ صاحب حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے آپ بڑے ہی خوش الحان تھے حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کا حصہ آپ کو عطا ہوا تھا اس لئے آپ پر بلند آواز کا اتفاق کیا ورنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ پر ریاکاری کا الزام نہیں لگایا جا سکتا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قرأت سے بہت ہی خوش ہوتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھنا چاہیے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے کی تلاوت سننا سنت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ تلاوت کے بعد دعا مانگنا سنت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے رب تعالیٰ کے اچھے اچھے نام لینا اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا سنت ہے یعنی ان ناموں میں رب تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور اسم اعظم کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں رب تعالیٰ کی جناب سے بھیک ملتی ہے اسی بنا پر بعض نے فرمایا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے کیونکہ اس میں یہ نام شریف موجود ہے یعنی چونکہ تم نے مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پہنچائی لہذا تم آج سے میرے محسن بھائی ہو اور چونکہ تم نے مجھے ایک خوشخبری بھی سنائی لہذا آج سے تم میرے دوست بھی ہو اس سے معلوم ہوا کہ محدثین و فقہاء سے محبت کرنا چاہیے کیونکہ یہ حضرات ہمارے محسن ہیں کہ ہم تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ رَزِيْنٌ ۞ بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِيْحِ وَالتَّحْمِيْدِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ ۞
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَحَبُّ
الْكَلَامِ اِلَى اللهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ
بَدَاْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اَقُوْلَ
سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(رزین) سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنے کا باب[1] پہلی فصل روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل کلمات چار ہیں[2] سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر[3] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ کو پیارے کلمات چار ہیں سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر جس کلمہ سے شروع کرو مضر نہیں[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنا مجھے اس سب سے پیارا ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے (مسلم)

سے فرمان پہنچاتے ہیں سُنّت ہے، بڑے بدنصیب ہیں وہ جو محدثین یا علماء سے نفرت یا عداوت رکھیں۔ [1] یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ پہلے باب میں ذکر اللہ کے فضائل ہوئے، ذکر اللہ میں یہ تسبیح وغیرہ بھی داخل تھی، مگر چونکہ دیگر اذکار سے یہ ذکر افضل ہیں، اسی لئے ان کے ثواب کے لئے علیحدہ باب باندھا۔ خیال رہے کہ تسبیح کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کو تمام نقصان و عیوب سے پاک جاننا یا پاک بیان کرنا۔ اسمائے الٰہیہ ورد کرنے والے پر اس نام کی تجلی وارد ہوتی ہے، تو جو سبحان اللہ کا ورد کیا کرے تو ان شاء اللہ خود یہ بندہ برائیوں سے پاک ہو جائے گا۔ تسبیح بہت اعلیٰ ذکر ہے اسی لئے نماز شروع کرتے ہیں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ سے، رکوع میں سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، سجدہ میں سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى، عجیب خبر پر سُبْحٰنَ اللّٰهِ کہتے ہیں۔ [2] یعنی انسانی کلمات یا دوسرے ورد وظیفوں سے یہ چار کلمے بہت ثواب کا باعث ہیں کیونکہ ان کلمات میں رب تعالیٰ کی بے شمار حمدیں مذکور ہیں، سبحان اللہ کے معنے ہیں میں اللہ تعالیٰ کو سارے عیوب سے پاک مانتا ہوں۔ الحمد للہ کے معنی ہوئے تمام ہی تعریفیں رب تعالیٰ کی ہیں کہ وہ تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے۔ لا الٰہ الا اللہ وہ کلمہ ہے جسے پڑھ کر بندہ مسلمان بنتا ہے اور اللہ اکبر میں اس کی کبریائی اور تمام مخلوق سے بڑے ہونے کا اعتراف ہے لہذا یہ کلمات رب تعالیٰ کی جامع صفات ہیں: اب حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سب سے افضل تو قرآن شریف ہے پھر یہ کلمات کیسے افضل ہو گئے: خیال رہے کہ یہ چاروں کلمات قرآن شریف میں موجود ہیں۔ تین تو صراحۃً چوتھا کلمہ اشارۃً۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ کلمات باقیات صالحات سے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان کلمات کو کلام فرمانا لغۃً ہے نہ کہ اصطلاحاً لہذا اگر کوئی شخص کلام نہ کرنے کی قسم کھائے، وہ ان کلمات کے پڑھنے سے حانث نہ ہوگا کہ قسم میں کلام سے مراد انسانی کلام ہے جسے اصطلاح میں کلام کہا جاتا ہے۔ [3] اللہ اکبر کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری حمد و ثنا بلکہ ہمارے خیال و وہم سے بڑا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ میں تیری ثنا کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ [4] مرقات میں فرمایا کہ یہ ترتیب عزیمت ہے، اسکے خلاف …

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ○ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَاْتِ اَحَدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ○ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے[۱] تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائیں گی اگرچہ کف دریا یعنی سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو صبح و شام کے وقت سبحان اللہ وبحمدہ سو بار پڑھ لیا کرے[۳] تو قیامت کے دن کوئی شخص اس سے بہتر عمل نہ لائے گا اسکے سوا جو اس کی طرح یا اس سے زیادہ پڑھا کرے[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں ترازو میں بھاری ہیں

یعنی تجربہ ہے کہ اس ترتیب سے ان کا ورد کرے، اگر اس کے خلاف بھی کیا تو حرج نہیں۔ ۲ یعنی یہ کلمات مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان کا ثواب باقی، نیز دنیا رب تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہے اور یہ رب تعالیٰ کی یاد دلانے والے۔ خیال رہے کہ ما طلعت علیہ الشمس سے مراد ساری دنیا ہے زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان اور آسمان کی چیزیں، رہا قرآن و حدیث ہماری عبادات وغیرہ یہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں نہ ان میں دنیا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی تو سورج طلوع ہوتا ہے، اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں، صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں رکھو مگر دل میں دنیا نہ رکھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے کشتی دریا میں رہے تو خیر ہے لیکن اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔ ۱ خواہ ایک وقت یا مختلف اوقات میں صبح کے وقت پڑھے یا شام کو یا کسی اور وقت میں، غرضکہ کوئی پابندی نہیں اگرچہ بہتر یہ ہے کہ صبح یا شام پڑھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ ۲ یعنی بے حد و بے شمار، مگر خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں جو حقوق اللہ کے متعلق ہوں، حقوق شرعیہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں، لہذا فوت شدہ نماز روزے یا بندوں کے قرض اس وظیفہ سے معاف نہ ہو جائیں گے وہ تو ادا ہی کرنے ہوں گے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۳ یا اس طرح کہ کچھ تو صبح کے وقت پڑھ لیا کرے کچھ شام کے وقت یا اس طرح کہ صبح کو سو بار پڑھے اور شام کو بھی یعنی روزانہ دو سو بار، یہی بہتر ہے، صبح سے مراد پو پھٹنے سے زوال تک کا وقت ہے اور شام سے مراد زوال سے لیکر صبح صادق تک ہے عربی زبان کی اصطلاح میں شام و سویرے کے یہی معنے ہوتے ہیں، مگر عاملین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب یہ پڑھا کرتے ہیں، لہذا یہی افضل ہے۔ ۴ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن نہ تو کوئی اسکے برابر نیکیاں لاسکے گا نہ اس سے زیادہ، ہاں جو کوئی اس کے برابر یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ تو اسکے برابر نیکیاں لائیگا یا جو اس شخص سے زیادہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ اس سے زیادہ نیکیاں لائیگا، مثلاً یہ شخص روزانہ دو سو بار یہ کلمات پڑھتا ہے اور دوسرا چار سو بار پڑھ لیا کرے یا یہاں یہ لفظ او بمعنی واو ہے یعنی جو شخص اس شخص کے برابر بھی پڑھے اور اس سے زیادہ بھی، لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ برابر پڑھنے والا اس سے مستثنیٰ کیوں ہوگیا، اور نہ یہ اعتراض ہے کہ وظیفوں کی تعداد میں زیادتی کمی نہ چاہیے جس قدر منقول ہوں اتنی ہی پڑھے جائیں جیسے فرض نماز کی رکعات

فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ
أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهٖ كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ
حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهٗ أَلْفُ حَسَنَةٍ أَوْ يُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَفِي كِتَابِهٖ فِي جَمِيعِ الرِّوَايَاتِ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ أَوْ يُحَطُّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَ

رحمٰن کو پیارے ہیں۱؎ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضور نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کر لیا کرے ہمنشینوں میں سے کسی نے پوچھا کہ کوئی روزانہ ہزار نیکیاں کیسے کر سکتا ہے۳؎ فرمایا ایک سو دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرے اس کیلئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی ہزار خطائیں معاف کی جائیں گی۴؎ (مسلم) اس کتاب مسلم میں ابو موسیٰ جہنی سے تمام روایات میں یوں ہے کہ یا معاف کی جائیں گی۵؎ ابوبکر برقانی فرماتے ہیں۶؎ کہ اسے شعبہ

اور زکوٰۃ کی مقدار خیال رہے کہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو پابندی سے یہ پڑھا کرے، اُسے اللہ تعالیٰ اس قدر نیکیوں کی توفیق بخشے گا کہ قیامت میں وہ دوسرے سے زیادہ نیکیاں لے کر آئے گا، یہ مطلب نہیں کہ صرف یہ کلمات پڑھنے والا حاجیوں، نمازیوں، شہیدوں، علماء، مجتہدین، محدثین سے بڑھ جائیگا لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ۱؎ سبحان اللہ کیسی پیاری فصیح و بلیغ زبان ہے اس پیارے محبوب کی صلی اللہ علیہ وسلم، خفیفتان، ثقیلتان یعنی بھاری ہلکے اس میں متضادین کا اجتماع ہے، لسان و میزان اس میں متناسبین کا اجتماع ہے کیونکہ لسان انسانی زبان کو بھی کہتے ہیں اور ترازو کی زبان کو بھی جو ہاتھ کی مٹھی میں بروقت تولنے کے رہتی ہے، حبیبتان و رحمٰن اس میں ایسی مناسبت ہے کہ سبحان اللہ محبت و رحمت میں بہت ہی تعلق ہے یعنی یہ دو کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں، مگر کل قیامت میں ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا کیونکہ ہمارے کام سے رب تعالیٰ کا نام وزنی ہے، پھر خوبی یہ کہ رب تعالیٰ کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں، تو جو ان کا ورد کریگا وہ بھی پیارا ہوگا اس کی زبان پیاری ہوگی۔ ۲؎ یہ دو کلمے رب تعالیٰ کی حمد و تقدیس کی حدوں کو جامع ہے، جیسے پاکی کا مکمل بیان سبحان اللہ میں ہے اور صفات کمالیہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان وبحمدہ میں ہے، اسی لئے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالیٰ کو پیارے ہیں۔ ۳؎ یعنی مسلسل روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرتے رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے، یہ عام انسانوں کا حال ہے ورنہ بعض مخصوص بندے تو ہر سانس میں نیکی کرتے ہیں۔ ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اَوْ بمعنی واؤ ہے یعنی سو بار سبحان اللہ پڑھ لینے سے پڑھنے والوں کو ہزار نیکیاں بھی ملیں گی اور اس کے ہزار گناہ بھی معاف ہوں گے اور اگر اَوْ اپنے ہی معنی میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے چاہے تو اسے ہزار نیکیاں دے، چاہے اس کے ہزار گناہ معاف کر دے، خطیئۃ سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ معاف ہوں گے، حقوق العباد اور گناہ کبیرہ کی معافی اس سے نہ ہوگی۔ ۵؎ یعنی مسلم شریف میں حضرت موسیٰ جہنی سے بہت سی روایات منقول ہیں ان سب میں اَوْ ہے، یہ موسیٰ جہنی ابن عبداللہ ہیں قبیلہ جہینہ سے ہیں، کوفی ہیں، انہوں نے حضرت مجاہد، مصعب ابن سعد سے روایت لیں، اور ان سے شعبہ، یحییٰ ابن سعید قطان نے احادیث نقل کیں۔ ۶؎ آپ ابوبکر احمد ابن محمد خوارزمی برقانی ہیں، برقان خوارزم کی ایک بستی کا نام ہے۔

أَبُوعَوَانَةَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُوسٰى فَقَالُوا وَيُحَطُّ بِغَيْرِ أَلِفٍ هٰكَذَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْكَلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَى اللهُ لِمَلٰئِكَتِهِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ

ابو عوانہ اور یحییٰ ابن سعید قطان نے حضرت موسیٰ سے روایت کی ان سب نے ویحط فرمایا الف کے بغیر کتاب حمیدی میں اسی طرح ہے[1] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کونسا کلام افضل ہے فرمایا جو اللہ تعالٰی نے اپنے فرشتوں کے لیے منتخب فرمایا سبحان اللہ وبحمدہ[2] (مسلم) روایت ہے حضرت جویریہ سے[3] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے جبکہ نماز فجر پڑھی وہ اپنی مسجد میں تھیں[4] پھر دن چڑھے کے بعد واپس لوٹے تو وہاں ہی بیٹھی تھیں[5] فرمایا کہ تم اسی طرح بیٹھی ہو جیسے میں تمہیں چھوڑ گیا تھا عرض کیا ہاں[6] تب نبی کریم

۱ یعنی ان روایات میں اَوْ نہیں بلکہ واؤ ہے یعنی اس کو ہزار نیکیاں بھی ملتی ہیں اور اس کے ہزار گناہ بھی معاف ہوتے ہیں لیکن اگر پہلی روایت میں اَوْ بمعنی واؤ ہو یا یہاں واؤ تنویع یعنی بیانِ نوعیت کے لیے ہو تو دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں، اور ہو سکتا ہے کہ پہلی روایت میں رب تعالٰی کے قانون کا ذکر ہو اور اس روایت میں اس کے فضل و کرم کا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا، دوسرے مقام پر فرماتا ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ ۲ یعنی سارے فرشتے ہمیشہ یہ پڑھا کرتے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، اسی لیے فرشتوں نے عرض کیا تھا نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ، فرشتوں کا ہمیشہ یہ پڑھنا اللہ تعالٰی کی تعلیم سے ہے نہ کہ اپنی طرف سے، قرآن کریم میں ہے لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ یعنی یہ کلمات بہت افضل ہیں کیونکہ یہ فرشتوں کا ذکر ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان فرشتوں کی عبادات کو بھی جانتے ہیں اور ان کے حالات سے بھی خبردار ہیں جو آسمانوں میں رہتے ہیں عرشی ہوں یا کرسی والے لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرش والے انسانوں کے اعمال کی بھی یقینًا خبر ہے۔ دوسرے یہ کہ جو وظیفے بزرگوں سے منقول ہوں وہ دوسرے وظیفوں سے افضل ہیں دیکھو فرشتوں کے وظیفے افضل قرار دیے گئے، ایک اعتبار سے فرشتے عام انسانوں سے افضل ہیں، اگرچہ انسانیت ایسے فرشتے سے افضل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ۔ ۳ حضرت جویریہ بنت حارث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں مسلمانوں کی ماں، آپ کا نام برہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا آپ ۵ھ میں غزوہ مریسیع میں گرفتار ہو کر حضرت ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئیں انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا ان کا بدل کتابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور انہیں آزاد کرکے ان سے نکاح کیا، ۶۵ سال عمر شریف ہوئی ربیع الاول ۵۰ھ میں وفات پائی رضی اللہ عنہا۔ ۴ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر آپ کے دولت خانہ سے باہر تشریف لے گئے، اس وقت آپ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی ذکر اللہ اور وظیفہ پڑھ رہی تھیں، مسجد سے مراد مصلے ہے یعنی سجدہ گاہ یا وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لیے خاص کر لی جائے۔

۵ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کے وقت (دوپہر کو) آپ کے پاس واپس آئے تو انہیں اسی مصلے پر اسی طرح دیکھا۔ اللہ اکبر یہ ہے ازواج پاک کا شوقِ عبادت۔ ۶ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں ظاہر کرنا ریا نہیں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَّكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَّمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَّكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے پیچھے چار کلمے تین دفعہ پڑھے ہیں اگر انہیں تمہارے تمام وظیفوں سے تولا جائے جو تم نے سارے دن میں پڑھے تو ان پر بھاری ہو جائیں سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک دن میں سو بار یہ کہے کہ اللہ کے اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ معاف کئے جائیں گے اور اس دن دن بھر اس کی شیطان سے حفاظت ہوگی حتی کہ شام پائے اور کوئی شخص اس سے بہتر افضل عمل نہ کریگا اس کے جو اس سے زیادہ پڑھے۔ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بلکہ ذریعہ قبولیت ہے اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہ عرض کرنا پردہ دری نہیں بلکہ معافی کا ذریعہ ہے۔ ۲ یعنی ہم نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا جو عمل میں بہت ہلکا اور آسان ہے۔ ۳ یعنی اگر کل قیامت میں رب تعالیٰ میزان کے ایک پلے میں تمہارا آج کا سارے دن کا یہ وظیفہ رکھے اور دوسرے پلے میں ہمارے یہ کلمات رکھے تو ثواب میں یہ کلمات بڑھ جائیں گے۔ ۴ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ کی ایسی تسبیح کرتا ہوں جو تمام مخلوق کے برابر ہو، اس کی رضا کا باعث ہو، اس کی عرش کی زینت ہو، اور کلمات الٰہیہ کی جو روشنائی ہے اس کے برابر ہو۔ اس جامع الفاظ میں ساری چیزیں آگئیں، کوئی چیز باقی نہ رہی، لہذا یہ جامع وظیفہ ہے، اس لئے اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔ ۵ خواہ ایک دم یک بیک مجلس میں سو بار کہے یا مختلف اوقات اور مختلف مجلسوں میں غرضکہ جیسے بھی ہو یہ شمار پوری کرے (مرقات)۔ ۶ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ ۷ اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بندہ رات میں یہ پڑھ لیا کرے تو صبح تک شیطان سے محفوظ ہے مگر چونکہ بندہ دن میں جاگتا ہے اور چلتا پھرتا ہے دن ہی میں شیطان زیادہ گناہ کراتا ہے اس لئے دن کا ذکر فرمایا، اگرچہ یہ کلمات ایک دم یا علیحدہ علیحدہ ہر وقت پڑھنا درست ہے لیکن صبح کے وقت یک دم پڑھنا افضل ہے تاکہ دن بھر شیطان سے محفوظ رہے، یہ تاثیر تو سو بار پڑھنے کی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تو زیادہ فائدہ ہوگا، غرضکہ یہ عمل بہت ہی پر تاثیر ہے (مرقات)
۸ اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے یعنی کوئی ورد و وظیفہ پڑھنے والا اس جیسا وظیفہ پڑھ سکے گا نہ اس جیسا ثواب پا سکے گا یقینیت یقینیہ

فِي سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُونَ بِالتَّكْبِيرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَالَّذِي تَدْعُونَهُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهِ قَالَ أَبُو مُوسَى وَأَنَا خَلْفَهُ أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فِي نَفْسِي فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ

ایک سفر میں تھے تو لوگ بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے[1] اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو[2] تم لوگ نہ بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع بصیر کو پکار رہے ہو[3] جو تمہارے ساتھ ہے جسے تم پکار رہے ہو وہ تم میں سے ہر ایک کی سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے[4] ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پیچھے تھا اپنے دل میں کہہ رہا تھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ تو حضور نے فرمایا اے عبداللہ ابن قیس کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں ایک خزانہ پر رہبری نہ کروں[5] میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا لا حول ولاقوۃ الا باللہ ہے[6] (مسلم بخاری) فصل

[1] اس طرح کہ جوش کے ساتھ تکبیر کے نعرے لگانے لگے نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی یہ نعرے برکت کیلئے تھے نہ کہ کسی خوشی کی وجہ سے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے: یہ سفر غزوہ خیبر کا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے خیبر فتح فرمانے تشریف لے جا رہے تھے جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح ہے۔ [2] یہاں شیخ نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس نعرہ تکبیر سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لئے نہ تھا کہ ذکر بالجہر منع ہے بلکہ اس لئے تھا کہ صحابہ پر سفر کی تھکن تھی یہ نعرے تکلیف کا باعث تھے، اسی لئے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو، ورنہ بیت مقدس پر صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوب بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے تھے، چنانچہ جماعت نماز کے بعد چیخ کر ذکر کرتے تھے، صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے دوران نعرہ تکبیر لگاتے تھے: نیز اس سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ خیبر پر ہم اچانک جا پڑیں اور لوگوں کو اس حملہ کی خبر بھی نہ ہو سکے، تاکہ کفار تیاری نہ کر سکیں ورنہ بہت کم خون خرابہ ہو اور خیبر فتح ہو جائے: ان نعروں سے یہ مقصد فوت ہو جاتا: بہرحال ذکر بالجہر منع کرنے والوں کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔ [3] یہاں ذکر بالجہر مفید نہیں، رب تعالیٰ تو آہستہ ذکر بھی سنتا ہے، بلکہ تمہیں نقصان دہ ہے کہ تم اس وقت ذکر سے تھک جاؤ گے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہو جائے گا اس لئے آہستہ ذکر کرو۔

[4] اس سے معلوم ہوا کہ اس لئے چیخ کر اللہ کا ذکر کرنا کہ وہ آہستہ ذکر سن نہیں سکتا منع ہے بلکہ بدعقیدگی ہے، ذکر بالجہر تو اپنے نفس اور دوسرے غافلوں کو جگانے، شیطان کو بھگانے، در و دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کیلئے ہوتا ہے، مگر اس موقع پر مضر ہے، خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم، قدرت، رحمت قریب ورنہ حق تعالیٰ قرب مکانی سے پاک ہے، اس کی تفسیر وہ آیت ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ۔ [5] یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ لا حول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے یہ ہی بندگی کا مدار ہے اسی لئے یہ جنت کا خزانہ ہے [6] حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت، یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ، اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے

الثانی عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال سبحان اللہ العظیم و بحمدہ غرست لہ نخلۃ فی الجنۃ رواہ الترمذی وعن الزبیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من صباح یصبح العباد فیہ الا منادٍ ینادی سبحوا الملک القدوس رواہ الترمذی وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ

دوسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے اس کے لیے جنت میں درخت بو دیا جائیگا (ترمذی) روایت ہے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی صبح نہیں جسے بندے پائیں مگر ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ پاک بادشاہ کی تسبیح پڑھو (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزرگ ترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے

بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کر سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دین اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان نے تین میل دور سے چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی حضرت آصف برخیا پل بھر میں یمن سے تخت بلقیس لے آئے، یہ سب ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب پنکھے مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں، پاور آجانے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں، بجلی کا تار ذرا سی دیر میں ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے، قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی برائیاں آتی ہیں یہ وہ ہی ہیں جو خدا سے الگ اور دور ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا ووجد من دونہم امرأتین تذودان یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے الگ اور دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور بکریاں روکے کھڑی تھیں دیکھو دون کے معنی الگ یا دور ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی لیے فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں یا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں سے یہ کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے زمین میں چھپائے جاتے ہیں۔ جنت کی بعض زمین تو درختوں پھولوں کے درختوں سے بھری ہے بعض زمین خالی۔ اس خالی زمین میں ہمارے نیک اعمال تسبیح وغیرہ سے درخت پیدا ہوتے ہیں، یہاں اس خالی زمین کا ذکر ہے، جنت میں باغات تو ہیں مگر کھیت نہیں، کیونکہ کھیت میں دانے بوئے جاتے ہیں جو غذا کے کام آتے ہیں وہاں نہ بھوک ہے نہ غذا کی ضرورت، باغوں میں پھل پھول ہوتے ہیں جن سے لذت لی جاتی ہے۔ تمام درختوں میں کھجور کا درخت بہت ہی مفید و لذیذ ہے اس لیے اس حدیث شریف میں خصوصیت سے کھجور ہوتا ہے۔ یعنی ہر صبح کو فرشتہ آواز دیتا ہے کہ اس وقت تسبیح پڑھو تاکہ دن بھر اچھے رہو، چونکہ صبح کے وقت ہر مخلوق تسبیح کرتی ہے اسلیے خصوصیت سے انسان کو یہ اعلان ہوتا ہے کہ تم اشرف المخلوق ہو دوسری مخلوق سے پیچھے نہ رہو نیز چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ندا ہم تک پہنچا دی اسلیے فرشتہ کا پکارنا رائیگاں نہ گیا۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہم فرشتے کی آواز سنتے ہی نہیں تو اس کے پکارنے سے کیا فائدہ، بادشاہ کے فرمان عوام تک اخبارات، حکام وغیرہ کے ذریعے پہنچا کرتے ہیں۔ تسبیح کرنے سے مراد یا تو مطلقاً کوئی سی تسبیح پڑھ لینا ہے یا یہ پڑھنا ہے سبحان الملک القدوس یا یہ پڑھنا ہے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح یا یہ پڑھنا ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (مرقات)۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ کے، ورنہ صرف لا الٰہ الا اللہ تو بہت سے موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے، وہ مشرک نہیں موحد ہے۔ جس چیز سے مومن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ جو کلمہ شریف سے کفر کی کڑی دور

وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَمْدُ رَأْسُ الشُّكْرِ مَا شَكَرَ اللّٰهَ عَبْدٌ لَا يَحْمَدُهُ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَنْ يُدْعٰى إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ أَوْ أَدْعُوكَ بِهِ فَقَالَ يَا مُوسٰى قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ

اور بزرگ ترین دعا الحمد للہ ہے (ترمذی و ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد شکر کا سر ہے[3] جس بندے نے خدا کی حمد نہ کی اس نے رب کا شکر ہی نہ کیا[4] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ ہوں گے جو خوشی و غم میں اللہ کی حمد کرتے ہیں[5] یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا یا رب مجھے وہ چیز سکھا جس سے تجھے یاد کیا کروں یا جس کے ذریعہ تجھ سے دعا کروں[6] رب نے فرمایا اے موسیٰ کہو لا الٰہ الا اللہ پھر عرض کیا یا رب یہ تو تیرے سارے بندے ہی

ہوتی ہے، اسے پڑھ کر کافر مومن ہوتا ہے اسی سے دلوں کی زنگ دور ہوتی ہے، اسی سے غفلت جاتی ہے دل میں بیداری آتی ہے یہ کلام الٰہی و نعت مصطفیٰ کا مجموعہ ہے، اسی لیے یہ افضل الذکر ہوا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ صفائی دل کے لیے کلمہ طیبہ اکسیر ہے۔ [2] دعا میں کریم کی تعریف اور اپنی عرض حاجت ہوتی ہے الحمد للہ میں یہ دونوں چیزیں موجود، اسی لیے الحمد کو بہترین دعا فرمایا گیا۔ جب مسکین سخی کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کی تعریف کرنے لگے تو سمجھو کچھ مانگ رہا ہے، لہٰذا جب ہم فقیر رب کریم کے دروازے پر اس کی حمد و ثنا کریں، تو در پردہ اس سے مانگتے ہی ہیں، سورۂ فاتحہ کو علماء کرام ام القرآن کہتے ہیں کیونکہ یہ الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے۔ [3] لہٰذا جو شکر حمد کے بغیر ہو وہ شکر صحیح نہیں جیسے بغیر سر کے جسم درحقیقت جسم ہی نہیں۔ [4] بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ شکر کی اصل جگہ دل و اعضاء ظاہری ہیں، دل سے رب کی نعمتوں کا اقرار، اعضاء سے عبادت شکر ہے، اور حمد کی اصل جگہ زبان ہے اور دل وغیرہ دوسروں سے مخفی ہیں، زبان دوسروں پر ظاہر اور شکر میں اظہار اصل مقصود ہے، اسی لیے حمد کو شکر کا سر قرار دیا گیا کہ مقصود شکر حمد سے ادا ہوتا ہے (مرقات) سبحان اللہ نہایت نفیس تحقیق ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو، یہ ہے کامل شکر، اور چرچا زبان سے ہوتا ہے۔ [5] اس طرح کہ ہر حال میں رب کی حمد کرتے رہتے ہیں، تبدیلی حالات ان کو نہیں بدلتی، یہ راضی برضا رہتے ہیں، چونکہ یہ لوگ رب سے راضی رہے لہٰذا رب بھی ان سے راضی رہا، وہ رب کے تھوڑے رزق سے راضی، تو رب ان کی تھوڑی عبادت سے راضی، وہ رب کے بھیجے ہوئے رنج و غم پر راضی تو رب ان سے گناہ سرزد ہونے پر بھی راضی، فرماتا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اللہ تعالیٰ یہ درجہ نصیب کرے۔ [6] یعنی اے مولیٰ مجھے خصوصی ذکر و دعا بذریعہ وحی یا الہام سکھا، عمومی ذکر و دعائیں تو تو نے مجھے بہت عطا فرمائی ہیں، لہٰذا حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ کیا اب تک موسیٰ علیہ السلام کو ذکر و دعا بھی معلوم نہ تھی، اس کی تائید اگلے مضمون سے ہو رہی ہے۔

يَقُولُ هٰذَا إِنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا تَخُصُّنِي بِهِ قَالَ يَا مُوسٰى لَوْ أَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِي وَالْأَرَضِينَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِي كِفَّةٍ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فِي كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ صَدَّقَهُ رَبُّهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ وَإِذَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ يَقُولُ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي وَإِذَا قَالَ لَا

کہتے ہیں میں تو کوئی ایسی خاص چیز چاہتا ہوں جس سے تو مجھے خاص کرے فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کی آبادی اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو ان سب پر لا الہ الا اللہ بھاری ہو گا (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابو سعید و حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کہتا ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو رب تعالیٰ اس کی تصدیق کرتا ہے کہتا ہے کہ واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں بہت بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں اور جب کہتا ہے

۱؎ چونکہ فطرت بشری ہے کہ عام نعمت کے مقابل میں خاص نعمت سے زیادہ خوش ہوتے ہیں اگرچہ عام نعمت کا نفع زیادہ ہی ہو دیکھو ہوا پانی نمک وغیرہ کے مقابل سونے چاندی جواہر سے زیادہ خوش ہوتے ہیں، نماز پنجگانہ سے زیادہ نماز تہجد کی خوشی مناتے ہیں اسی لئے آپ نے یہ سوال فرمایا: لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلمہ سے خوش نہ ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خود ہی ڈالا تھا تاکہ اس کے جواب سے لوگوں کو کلمہ طیبہ کے مسائل کا پتہ چلے. خیال رہے کہ یہاں لا الہ الا اللہ سے مراد صرف یہی الفاظ ہیں کیونکہ شریعت موسوی میں کلمہ میں محمد رسول اللہ داخل نہ ہوتا تھا یہ جز تو دین محمدی کی خصوصیات سے ہے۔
۲؎ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے موسیٰ تم کوئی خاص عمل و وظیفہ ایسا چاہتے ہو جو لا الہ الا اللہ سے افضل ہو ایسا کوئی وظیفہ نہیں یہ تمام سے بہتر افضل یہی کلمہ ہے: ساتوں زمین و آسمان اور ان کے باشندوں میں انسان حیوانات اور ان کے سارے عمل اس میں ہیں لہذا تمام وظیفے اور اد و عبادات سے کلمہ طیبہ افضل ہوا کیونکہ رب کا نام مخلوق سے افضل و بہتر ہے۔ ہاں اس کلمہ سے مختلف لوگ مختلف فائدے اٹھاتے ہیں جہاں تک اس کی فہم و عقل زیادہ وہاں تک اس کا فیض زیادہ، ہمارے کلمہ پڑھنے سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنا کہیں افضل و بہتر ہے: یہی حال ساری عبادات کا ہے (از مرقات) ۳؎ یعنی اس کلمہ کا مضمون اور اس کا ثواب تمام مخلوق سے زیادہ وزنی ہے بشرطیکہ اخلاص سے پڑھا جائے ورنہ منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے، اب بھی بعض مشرکین کلمہ پڑھ لیتے ہیں ان کے کلمہ کا نہ وزن ہے نہ ثواب۔ وزن صرف الفاظ کا نہیں، اس کا مضمون کیا ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یہ تمام صفات الہیہ سے اعلیٰ صفت ہے یقیناً ساری خلق سے اعلیٰ ہے: فقیر کی اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ انبیائے کرام خصوصاً حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تو اشرف الخلق افضل الخلق ہیں، اور یہ الفاظ لا الہ الا اللہ بھی خلق ہی میں داخل ہیں، تو نبی ان سے کم افضل ہونے چاہئیں کیونکہ یہ الفاظ خلق ہیں مگر اس کا مضمون یعنی رب کی وحدانیت خلق نہیں رب کی صفت ہے جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے الفاظ سے افضل ہیں مگر قرآن کلام الہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کہ وہ صفت الہی ہے اسی طرح الفاظ قرآن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم عربی ہیں تو قرآن بھی عربی، جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مکی تھے تو آیات آئیں مکیہ ہوئیں، جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مدنی ہو گئے تو آیات قرآنیہ بھی مدنیہ ہو گئیں، مگر مضمون قرآن کی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِيْ وَكَانَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِيْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى اَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میرا ہی ملک ہے میری ہی تعریف ہے۱؎ جب بندہ کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے بغیر نہ قوت ہے نہ طاقت۲؎ حضور فرماتے تھے کہ جو یہ کلمات اپنے مرض میں کہے پھر مر جائے تو اسے آگ نہ کھائے گی۳؎ (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بی بی کے پاس گئے۴؎ جن کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۵؎ تب حضور نے فرمایا

اتباع کرتے ہیں۔ ۱؎ یعنی رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ یہ پڑھ رہا ہے اور وہ سچا ہے سچ کہہ رہا ہے سبحان اللہ بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اس کی تھوڑی سی لب کی حرکت سے اس کا ذکر بارگاہ رب العالمین میں فرشتوں کے سامنے آجاتا ہے اور ساتھ ہی خود رب تعالیٰ تصدیق بھی فرماتا ہے۔ ۲؎ یعنی یہ بندہ وہ گواہی دے رہا ہے جس کی میں اور میرے فرشتے اور میری تمام خلق گواہی دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ ساری نیکیاں صرف بندے کرتے ہیں مگر گواہی توحید، حضور پر درود، حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت فرمائی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد خوانی وہ اعمال ہیں جو رب تعالیٰ، فرشتوں اور تمام خلق کے عمل ہیں: رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ، اللہ تعالیٰ نے کسی نیکی کے حکم میں اپنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا سوا درود شریف کے، سبحان اللہ کلمہ توحید ایسی پاکیزہ نعمت ہے کہ رب تعالیٰ بھی اس میں شرکت فرماتا ہے۔ ۳؎ ملک وملکوت کا فرق پہلے بیان ہو چکا ہے ملک ترجمہ بادشاہ کا بھی ہوتا ہے مگر ملکوت وہ چیز ہے جو رب تعالیٰ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں، یہاں لی الملک میں حصر حقیقت کے لحاظ سے ہے یعنی حقیقتاً ملک میرا ہی ہے عارضی طور پر مجازاً جسے ملک دوں میری عطا سے ملا، شعر:

درحقیقت مالک ہر شے خداست — ایں امانت چند روزہ نزد ماست

۴؎ حول وقوت کے نفیس فرق ابھی کچھ پہلے بیان ہو چکے اس لاحول شریف کے فوائد عرض کئے جا چکے بندہ رب سے کٹ کر کچھ نہیں نہ اس میں حول رہتی ہے نہ قوت مگر رب سے واصل ہو کر سب کچھ بن جاتا ہے کہ اس میں حول بھی آجاتی ہے اور قوت بھی، قطرہ دریا سے الگ ہو تو کچھ نہیں مگر دریا میں جاتے ہی اس میں تمام طغیانی، فراوانی سب کچھ آجاتی ہے، شیشہ سایہ میں ہے تو کچھ نہیں مگر آفتاب کے مقابل ہو کر اس میں شعاعیں، روشنی، تیزی، دھوپ سب کچھ آجاتی ہے: الا باللہ میں ب الصاق کی ہے یعنی اللہ سے مل کر بندے میں حول وقوت سب کچھ آجاتی ہے۔ ۵؎ یعنی اسے قبر، حشر اور حشر سے فارغ ہونے کے بعد کبھی آگ کا عذاب نہ ہوگا، اور جب پل صراط سے گزر گیا تو آگ کا اس پر اثر نہ ہوگا، سبحان اللہ یہ کلمات ایسا روحانی معالجہ ہیں جس کے لگ جانے سے جہنم کی آگ اثر نہیں کرتی۔ ۶؎ یہ بی بی صاحبہ یا تو حضرت سعد کی محرمات میں سے تھیں یا یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا جانے سے مراد صرف ان کے پاس پہنچنا ہے نہ کہ انہیں بے پردہ دیکھنا، شیخ نے لمعات اور اشعہ میں فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ جناب ام المؤمنین جویریہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ۷؎ یعنی تسبیحیں ان دانوں پر شمار کر رہی تھیں، یہ حدیث مروجہ دھاگے والی تسبیح کی اصل ہے کہ کھجور کی گٹھلی اور دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فرق نہیں

اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ وَمَنْ حَمِدَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَ

کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تم پر اس سے آسان بھی ہو اور بہتر بھی اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جتنے آسمان میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جتنے زمین میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جو ان کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جتنے وہ پیدا فرمانے والا ہے اور اللہ بہت بڑا ہے (اسی قدر) تمام تعریفیں اللہ کی ہیں (اسی قدر) اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اسی قدر) اور اللہ کے بغیر قوت (اسی قدر)[۱] (ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لئے صبح کو سو بار سبحان اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس کی طرح ہوگا جو سو حج کرے اور جو صبح کو سو بار الحمد للہ پڑھے اور

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تسبیح کبھی استعمال نہ کی، آپ ہمیشہ بطریق عقد انامل انگلیوں پر شمار فرماتے تھے مگر ایک صحابیہ کو یہ کرتے دیکھا منع نہ فرمایا لہذا تسبیح صحابی کی سنت تو ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تقریری، مرقات نے فرمایا جن لوگوں نے اس تسبیح کو بدعت کہا غلط کہا، مشائخ فرماتے ہیں کہ تسبیح شیطان کے لئے کوڑا ہے حضرت جنید ولایت کی انتہا پر پہنچ کر بھی تسبیح پھرایا کرتے تھے کسی نے اس کی وجہ پوچھی جواب دیا کہ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچے ہیں اسے ہم کیسے چھوڑ دیں (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لئے تھیلیوں [illegible] بادام یا گٹھلیاں جمع کر رکھتے ہیں ان کی اصل بھی یہ حدیث ہے۔ [۲] یہ آو بمعنی واؤ ہے مطلب یہ ہے کہ اس دعا میں تمہارا وقت بھی کم خرچ ہوگا اور تمہیں ان تکلفات کی ضرورت بھی نہ پڑے گی اور ان کلمات کا ثواب تمہاری ان سے زیادہ ہوگا یا آو بمعنی بل ہے تب تو مطلب ظاہر ہے۔ [۳] خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رب کی تسبیح میری گنتی شمار سے وراء ہے، کیونکہ آسمان و زمین کی یہ چیزیں بے شمار علم و ادراک سے خارج ہیں رب کی عطائیں ہمارے شمار سے باہر ہیں تو اس کی تسبیح بھی ہماری شمار سے باہر ہونا چاہیئے۔ [۴] یعنی گزشتہ اور آئندہ مخلوقات کی بقدر اللہ اکبر بھی کہتا ہوں اور اسی قدر الحمد للہ بھی اور اسی قدر لا الہ الا اللہ بھی اور اسی قدر لا حول بھی، اس طرح یہ کلمات پڑھنے میں تو ایک ہیں لیکن رب کے فضل سے ثواب میں ان چیزوں کی تعداد کے برابر ہیں۔ [۵] یعنی شروع دن میں سو بار سبحان اللہ کہے اور شروع رات میں بھی سو بار تو اسے نفل سو حجوں کی برابر ثواب ملے گا، یہاں مرقات نے فرمایا کہ تسبیح سے مراد حضور دل کے ساتھ تسبیح ہے اور حج سے مراد وہ حج ہیں جو غفلت سے کئے جائیں، مطلب یہ ہے حضور قلبی کے ساتھ آسان نیکی غفلت کے مشکل اعمال سے افضل ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ حج کا ثواب ملنا اور ہے حج کی ادا کچھ اور، یہاں ثواب کا ذکر ہے نہ کہ ادائے حج کا جیسے اطباء کہتے ہیں کہ ایک گرم کئے ہوئے منقہ میں ایک روٹی کی طاقت ہے، مگر پیٹ روٹی ہی سے بھرتا ہے کوئی شخص روزانہ تین منقے کھا کر زندگی نہیں گزار سکتا، واقعی ان تسبیحوں میں اتنا ہی ثواب ہے، مگر حج ادا کرنے ہی سے ہوگا جو ا۔

مِائَةً بِالْعَشِیِّ کَانَ کَمَنْ حَمَلَ عَلٰی مِائَةِ فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَنْ ھَلَّلَ اللّٰہَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ
وَمِائَةً بِالْعَشِیِّ کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَمَنْ کَبَّرَ اللّٰہَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ
وَمِائَةً بِالْعَشِیِّ لَمْ یَاْتِ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ اَحَدٌ بِاَکْثَرَ مِمَّا اَتٰی بِہٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ اَوْ
زَادَ عَلٰی مَا قَالَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ
عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَؤُہٗ
وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا

سو بار شام کو تو اس جیسا ہوگا جو اللہ کی راہ میں سو گھوڑے خیرات کرے[۲] اور جو صبح کو سو بار لا الہ الا اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس کی طرح ہوگا جو اولاد حضرت اسمٰعیل سے سو غلام آزاد کرے[۳] اور جو صبح کو سو بار اللہ اکبر پڑھے اور سو بار شام کو تو کوئی اس سے زیادہ نیکیاں اس دن نہ کر سکے گا بجز اس کے جو اتنی ہی بار یہ کلمات کہے یا اس سے زیادہ[۴] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب بھی۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سبحان اللہ آدھی میزان ہے اور الحمد للہ اسے بھر دے گی[۵] اور لا الہ الا اللہ کیلئے رب سے کوئی آڑ نہیں سیدھا اس تک پہنچتا ہے[۶] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ

یا جیسے کہ ایک دانہ سے پانچ سات بالیاں نکل سکتی ہیں جن کے دانے ہماری شمار میں نہیں آسکتے وہ رب تسبیحوں پر اتنا ثواب بھی دے سکتا ہے، اس قسم کے ثواب کا وعدہ قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الخ یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں ہر بالی سے سو دانے اور اللہ جسے چاہے اس سے بھی کہیں زیادہ عطا فرمائیگا۔ اس قسم کی احادیث اور آیتوں کو مبالغہ یا جھوٹ سمجھنا بے دینی ہے رب تعالٰی کی دین ہمارے خیال سے وراء ہے، اسے روکنے والا کون ہے۔ [۲] یعنی سو غازیوں کو جہاد کرنے کیلئے سو گھوڑے دے جو ان پر سوار ہو کر جہاد کریں۔ خیال رہے کہ جہاد وغیرہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ کی اشاعت ہے مومن ملک گیری کے لئے نہیں لڑتا بلکہ ذکر کی رکاوٹیں دور کرنے کے لئے لڑتا ہے اور ذکر الٰہی یقیناً سو جہادوں سے افضل ہے کہ جہاد مقصود بغیرہ اور یہ مقصود بعینہٖ۔ [۳] کہ دیگر غلاموں سے اولاد اسماعیل علیہ السلام کا آزاد کرنا افضل ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اولاد اسماعیل سے مراد اہل عرب ہیں کہ وہ سب ان کی اولاد ہیں، چونکہ عرب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب رکھتے ہیں اس لئے ان پر احسان کرنا افضل، اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد خصوصًا سادات کرام سے سلوک کرنا بہتر ہے۔ [۴] یہ حدیث تسبیح قادری کی اصل ہے، سلسلہ قادریہ میں روزانہ صبح شام سبحان اللہ سو بار، الحمد للہ سو بار، لا الہ الا اللہ سو بار، اللہ اکبر سو بار پڑھا جاتا ہے، یہ وظیفہ اسی حدیث سے لیا گیا۔ [۵] یعنی میزان کی نیکی کا پلہ آدھا سبحان اللہ سے بھرے گا اور آدھا الحمد للہ سے، یہ دونوں کلمے ملکر اسے پورا بھر دیں گے کیونکہ اللہ کے ذکر دو قسم کے ہیں تنزیہہ اور تحمید، سبحان اللہ میں تنزیہہ ہے یعنی رب تعالٰی کو سارے عیوب سے پاک جاننا اور الحمد للہ میں تحمید یعنی اسے تمام کمالات سے موصوف ماننا، میزان تو ان دو کلموں سے ہی بھر گئی، باقی نیکیاں زیادہ بچیں جن کا ثواب علاوہ ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان دو کلموں نے سارے گناہوں کو تو ختم کر دیا کہ سب گناہوں کے مقابلہ میں تو یہ دو کلمے ہی کافی ہو گئے باقی نیکیاں نفع میں بچیں۔ [۶] اس میں اشارۃً فرمایا کہ لا الہ الا اللہ اور دو

حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا قَطُّ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتّٰى يُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا قِيعَانٌ وَأَنَّ

حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کبھی خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتی کہ وہ کلمہ عرش تک پہنچ جاتا ہے جب تک کہ بندہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں ہماری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ اپنی امت کو میرا سلام فرمادیں اور انہیں بتادیں کہ جنت کی زمین بہت زرخیز ہے وہاں کا پانی بہت شیریں ہے جنت میں سفید زمین بہت ہے وہاں کے

کلموں سے بھی افضل ہے کیونکہ یہ کلمہ ساری تسبیح و تحمید کو شامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ بہت جلد قبول ہوتا ہے براہ راست رب تعالیٰ تک پہنچتا ہے جس قدر ہمارا اخلاص زیادہ اسی قدر کلمے کی قبولیت اعلیٰ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کلمہ تو منافقین بھی پڑھتے تھے کیا وہ بھی مقبول ہوگا۔ سے مرقات نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد واقعی ضعیف ہے مگر چونکہ اس میں حرام و حلال کے احکام مذکور نہیں، صرف کلمہ طیبہ کے فضائل کا بیان ہے، اس لیے قبول ہے۔ سے گناہ کبیرہ سے بچنے کی شرط کمال ثواب اور کمال قبولیت کے لیے ہے یعنی متقی مسلمان کا کلمہ اعلیٰ درجہ کا مقبول ہوتا ہے، اور فاسق و فاجر کا کلمہ قبول تو ہوتا ہے لیکن اس درجہ کا نہیں، تمام ذکر گویا کارتوس ہیں، اور ذاکر کی زبان گویا رائفل ہے کہ شکار واقعی کارتوس کرتا ہے، مگر رائفل کی طاقت سے قلب کا اخلاص گویا بارود ہے کہ شکار گولی سے ہوگا مگر بارود کی امداد سے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ گناہ نیکی کو نہیں مٹاتا بلکہ نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں، متقی کی نیکی فاسق کی نیکی سے افضل ہے بلکہ جیسا عامل کا درجہ ویسا ہی اس کے عمل کا ثواب، صحابہ کا ساڑھے جو سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل، کیوں؟ اس لیے کہ وہ عامل افضل ہیں۔ سے خصوصی ملاقات چھٹے آسمان پر وہاں ہی گفتگو ہوئی، عمومی ملاقات کرسات انبیاء سے بیت المقدس میں ہوچکی تھی، مگر وہاں یہ گفتگو نہ ہوئی، وہاں کی گفتگو کچھ اور تھی جو ان شاء اللہ حدیث معراج کی شرح میں عرض کی جائے گی۔ سے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور زندہ مقبول بندوں سے بھی، دوسرے یہ کہ وہ حضرات زندوں کا سلام سنتے بھی ہیں اور انہیں سلام کہلواتے بھی ہیں، تیسرے یہ کہ وفات یافتہ بندوں کو اور جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں ان کو بھی سلام کہلوایا جاسکتا ہے جبکہ ان کو پہنچ سکے، ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سلام کہلوایا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچ گیا، سلطان العارفین بایزید بسطامی خرقان پہنچے تو لوگوں کو خبر دی کہ اس سرزمین میں سو برس کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوں گے جو انہیں پائے میرا سلام پہنچائے، مولانا فرماتے ہیں شعر

آں شنیدی داستان بایزید
کہ ز حال بوالحسن از پیش دید

غِرَاسُهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا ۔ وَعَنْ يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

درخت یہ کلمات ہیں اللہ پاک ہے اسی کی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ بہت بڑا ہے[1] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناداً حسن و غریب ہے۔ روایت ہے حضرت یسیرہ سے آپ مہاجر بیویوں میں سے ہیں[2] فرماتی ہیں ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بیبیو تسبیح و تہلیل اور رب کی پاکی بولنے کو لازم کر لو انگلیوں پر گنا کرو[3] عقد انامل کرو[4] کہ انگلیوں سے سوال ہوگا انہیں گویائی بخشی جائے گی[5] اور کبھی غافل نہ ہونا ورنہ تم رحمت سے بھلا دی جاؤ گی[6] (ترمذی و ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی

آخر میں مولانا فرماتے ہیں: شعر جملہ قبل از زوال نو رسانہا ؛ مرتد اور اند جملہ حالہا

صحابہ کرام قریب الوفات صحابہ سے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام عرض کرنا۔ چوتھے یہ کہ ہم کو بھی چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام کیا کریں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔ [1] یعنی جنت کی بعض زمین درختوں سے بھری ہوئی ہے اور وہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اسی حصے میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکھا گیا تھا اور بعض زمین سفید ہے جس میں تمہارے وظیفوں و اعمال سے درخت لگیں گے، جب تم یہاں آؤ گے تو دونوں قسم کے باغ پاؤ گے: لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر وہاں کی زمین سفید ہے تو اسے جنت کیوں کہتے ہیں، جنت کے معنی تو ہیں باغ، اور نہ یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں باغ اور پھل سب کچھ ملاحظہ فرمائے۔ [2] آپ کا نام یسیرہ بنت یاسر مشہور صحابیہ ہیں۔ [3] اس طرح کہ کسی حال میں سبوح قدوس ربنا ورب الملئکۃ والروح یا سبحان الملک القدوس یا دیگر تسبیحیں اسی قسم کی کبھی نہ چھوڑو، اپنا منہ ان ذکروں سے تر رکھو۔ [4] اس طرح کہ ان کا شمار انگلیوں کے پوروں پر کیا کرو یا عقد انامل کے ذریعہ پوری انگلیوں پر کیا کرو۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیبیاں عقد انامل جانتی ہوں گی، اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقد انامل کا حکم تو دیا مگر اس کا طریقہ نہ بتایا۔ [5] اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ الخ اور اس آیت سے ہے وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بمقابلہ دانوں پر شمار کرنے کے انگلیوں پر شمار کرنا افضل ہے، اور یہ کہ اعضاء کو اچھے کاموں میں لگانا چاہیے، ورنہ یہ ہمارے خلاف گواہ ہوں گے۔ [6] یعنی اگر تم خدا کو بھول گئیں، تو رب تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دور کر دے گا، اگر اس کی رحمت چاہتی ہو تو اسے یاد رکھو، رب تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہے، اس لئے بھلا دی جاؤ گی، کے یہ ہی معنی ہیں جو عرض کئے گئے یعنی رحمت سے دوری۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میرے ذکر سے میں تمہیں یاد کروں گا اپنی رحمت سے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر گر تو خواہی زیستن با آبرو ؛ ذکر او کن ذکر او کن ذکر او ؛

اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ كَلَامًا اَقُوْلُهٗ قَالَ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ اَللهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ فَقَالَ فَهٰؤُلَاءِ لِرَبِّیْ فَمَا لِیْ فَقَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ شَكَّ الرَّاوِیْ فِیْ عَافِنِیْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؕ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی شَجَرَةٍ یَابِسَةِ الْوَرَقِ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوْبَ الْعَبْدِ كَمَا یَتَسَاقَطُ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

حاضر ہوئے بولے مجھے کوئی وظیفہ سکھا دیجئے جو میں پڑھا کروں[1] فرمایا کہو اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اللہ بہت ہی بڑا ہے اللہ کی بہت حمد ہے اللہ پاک ہے جہانوں کا پالنے والا اللہ غالب حکمت والے کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت وہ بولے یہ تو رب کے لئے ہوئے میرے لئے کیا ہے[2] فرمایا یوں کہو الٰہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما مجھے ہدایت دے مجھے روزی دے[3] مجھے امن نصیب کر[4] راوی کو عافنی میں کچھ شک ہے[5] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک پتوں والے درخت سے گزرے تو اس پر اپنی لاٹھی شریف ماری پتے جھڑ گئے[6] فرمایا الحمد للہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر بندے کے گناہوں کو جھاڑ دیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ گئے[7] (ترمذی)

۱؎ بطور وظیفہ نمازوں کے بعد یا ویسے ہی اوقات مقررہ میں۔ معلوم ہوا کہ مشائخ سے وظیفے پوچھنا اور ان کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے کہ اجازت سے خاص تاثیر پیدا ہوتی ہے ثواب حاصل کرنے کیلئے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علاوہ نماز و تلاوت قرآن کے اور ورد وظیفے بھی کرنے چاہئیں، نماز و تلاوت تو روحانی غذائیں ہیں اور یہ وظیفے روحانی میوے: غذا اور میوے دونوں ہی فائدہ مند ہیں۔ ۲؎ سبحان اللہ کیسے مزے کا سوال ہے یعنی یا حبیب اللہ ان الفاظ میں رب تعالٰی کی حمد تو ہو گئی کچھ دعا بھی سکھائیے کہ اپنے لئے میں اس کی حمد بھی کرنی چاہتا ہوں اور اس سے بھیک مانگنی بھی۔ ۳؎ یعنی میرے گناہ بخش دے آخرت میں مجھ پر رحم کر کہ مجھے طاعتوں کی توفیق دے ابھی زندگی گزارنے کی توفیق دے، ہدایت دے، مجھے حلال روزی عطا فرما۔ ۴؎ یعنی مجھے ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کر جس کا انجام میرے لئے برا ہو ورنہ تو عافیت کے یہ معنی نہایت نفیس ہیں اصل عافیت مصیبت سے امن ہے۔ ۵؎ شاید راوی سے مراد صحابی ہوں یعنی اسناد کے آخری راوی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور راوی مراد ہوں انہیں یہ شک ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عافنی فرمایا یا نہیں بہتر یہ ہے کہ عافنی بھی پڑھا جائے ممکن ہے کہ یہ بھی دعا کا جزء ہو، عافیت میں دین و دنیا کی ساری اشیاء داخل ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابل مصیبت اختیار فرمائی کہ عرض کیا رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ کیونکہ معصیت کے مقابلے میں مصیبت عافیت ہے۔ ۶؎ ظاہر ہے کہ وہ درخت جنگلی تھا جس کا کوئی مالک نہیں، اس کے پھل پھول پتے ہر شخص لے سکتا ہے اور ممکن ہے کسی کے گھر یا باغ کا درخت ہو، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی جان و مال کے مالک ہیں اسلئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اجازت درخت کے پتے جھاڑ دیئے، ورنہ کسی کے مملوک درخت پر پتھر پھینکنا، لاٹھی سے اس کے پتے جھاڑنا ہمارے واسطے ممنوع ہے کہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف ہے۔ ۷؎ سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی گناہوں میں گرفتار انسان سوکھے ہوئے درخت کی طرح ہے اور اس کے گناہ مثل پتوں کے، اور یہ کلمات گویا

وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُوْلٌ فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الضُّرِّ اَدْنَاهَا الْفَقْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَمَكْحُوْلٌ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ دَوَاءٌ مِّنْ تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ دَاءً اَيْسَرُهَا الْهَمُّ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت مکحول سے[1] وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ پڑھا کرو کہ یہ جنت کے خزانہ سے ہے[2] مکحول فرماتے ہیں کہ جو کوئی پڑھا کرے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور ولا منجا من اللہ الا الیہ تو اللہ تعالیٰ اس سے ستر مصیبتوں کے دروازے بند کردیگا جن میں سے ادنیٰ مصیبت فقیری ہے[3] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں مکحول نے حضرت ابوہریرہ سے سنا نہیں[4] ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے[5] جن میں ادنیٰ بیماری غم ہے[6] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

عصیانے محبوب ہیں جس سے وہ گناہ جھڑتے رہتے ہیں: اس میں صوفیانہ اشارہ اس جانب بھی ہے کہ یہ کلمات گناہوں سے اس وقت پاک کرینگے جب یہ کسی کامل کے ذریعہ سے حاصل ہوں گے کیونکہ اگرچہ درخت میں لگی ڈالی ہی جھڑی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے ۞ [1] آپ جلیل القدر تابعی ہیں حبشی النسل ہیں، شام کے مفتی ہیں: امام زہری فرماتے ہیں کہ چار علماء بڑے کامل ہیں مدینہ منورہ میں ابن مسیب اور کوفہ میں امام شعبی، بصرہ میں خواجہ حسن بصری، شام میں مکحول ۞ [2] اس کی شرح پہلے گذر چکی یعنی یہ جنت کی نفیس نعمتوں میں سے ہے جو اس دن کام آئیں گی جب مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں، کہ محفوظ خزانے خاص ضرورت کے وقت ہی کھولے جاتے ہیں ۞ [3] مرقات نے فرمایا کہ یہاں فقیری سے مراد دل اور مال دونوں کی فقیری ہے یعنی اس کا مال دل کا بھی غنی ہوگا اور دل کا بھی کیونکہ جو اپنے کو سب کے سپرد کر دیتا ہے وہ یقیناً غیر سے مستغنی ہوتا ہے اس شخص پر اگر کبھی مال کی غریبی آ بھی گئی، تو وہ دل کا فقیر نہ بنے گا ۞ [4] کیونکہ جناب مکحول نے حضرت انس ابن مالک، واثلہ ابن اسقع اور چند دوسرے صحابہ سے ملاقات کی ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مکحول جیسے جلیل القدر تابعی کا ایک راوی کا چھوڑ دینا کوئی مضر نہیں جیسے امام بخاری کی تعلیق مضر نہیں جن میں ایک راوی کا ذکر بھی نہیں ہوتا، تو ایک حضرت مکحول کا ایک راوی چھوڑ دینا کیوں مضر ہوگا ۞ [5] بیماریوں سے مراد جسمانی اور قلبی، دنیاوی، اخروی بیماریاں ہیں کہ لاحول شریف ان سب کا مکمل علاج ہے ۞ [6] غم دنیاوی ہو یا دینی و اخروی لاحول شریف کی برکت سے ہر طرح کا غم دور ہوتا ہے، معاش و معاد کی فکر سے بندہ آزاد ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ غم سے آزادی حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ حق تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر بڑا کرم یہ فرمایا کہ مچھلی کے شکم سے انہیں غم سے نجات دی، فرماتا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ خیال رہے کہ غم آخرت رحمت بھی اور عذاب بھی یہاں غم سے مراد دوسری قسم کا غم ہے شیطان کو بھی رب سے خوف ہے وہ کہتا ہے اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اور مومن کو بھی مگر شیطان

اللہ علیہ وسلم الا ادلک علی کلمۃ من تحت العرش من کنز الجنۃ لاحول ولاقوۃ الا باللہ
یقول اللہ تعالٰی اسلم عبدی واستسلم رواھما البیہقی فی دعوات الکبیر وعن ابن
عمر انہ قال سبحان اللہ ھی صلوۃ الخلائق والحمد للہ کلمۃ الشکر ولا الہ الا اللہ کلمۃ
الاخلاص واللہ اکبر تملأ ما بین السماء والارض واذا قال العبد لاحول ولاقوۃ الا باللہ
قال اللہ تعالٰی اسلم واستسلم رواہ رزین ۞ باب الاستغفار ۞ الفصل الاول ۞

اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں وہ کلمہ نہ بتادوں جو عرش کے نیچے سے آیا جنت کے خزانوں سے ہے وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے رب تعالٰی فرماتا ہے میرا بندہ فرمانبردار ہوگیا اور اس نے اپنے کو میرے سپرد کردیا یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیں، روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور الحمد للہ کلمہ شکر ہے اور لا الہ الا اللہ اخلاص کا کلمہ ہے اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کی فضا بھر دیتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ تو رب تعالٰی فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوگیا اور اپنے کو میرے سپرد کردیا (رزین) ۞ بخشش مانگنے اور توبہ کرنے کا باب ۞ پہلی فصل ۞

کا خوف عذاب جیسے مجرم کو حاکم سے ڈر لگتا ہے اور مومن کا یہ خوف عظمت جیسے مطیع غلام کو آقا سے ہیبت ہوتی ہے۔ ۱ یہ ترجمہ بہت بہتر ہے کیونکہ من تحت العرش میں لفظ من ابتدائیہ ہے، روزی کے خزانے آسمان میں ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ، مگر خاص رحمت کا خزانہ عرش اعظم کے نیچے ہے، اسی خزانہ سے سورۂ بقرہ کی آخری آیات آئیں اور اسی خزانہ سے لاحول شریف آئی، معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالٰی نے تمام خزانوں کی خبر دی تب ہی تو فرماتے ہیں کہ یہ فلاں خزانہ کا موتی ہے۔ ۲ یعنی لاحول شریف بھی عرش کے نیچے ہی جنت کے خزانوں میں اس کا خزانہ تکوینی و تخلیقی زیر عرش ہے خزانہ لذت جنت میں جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیل و فرات جنت کی نہریں ہیں۔ ۳ یعنی جو بندہ لاحول شریف کی کثرت کرے تو رب تعالٰی اس کے متعلق فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس بندے نے اپنے کو بالکل میرے سپرد کردیا، اب میں اس کی ہر بات کا والی وارث ہوگیا، بلا تشبیہ جیسے بچہ اپنے کو ماں کے حوالے کردیتا ہے تو اس کی ساری فکریں ماں اٹھاتی ہے اور بچہ ہر فکر سے آزاد ہوجاتا ہے یہ رب تعالٰی کی بڑی نعمت ہے کسی کسی کو میسر ہوتی ہے۔ ۴ یعنی ہر مخلوق رب تعالٰی کی تسبیح بزبان قال کرتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ دوسری جگہ فرماتا ہے کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ، حق یہ ہے کہ ہر چیز کو رب تعالٰی کی معرفت حاصل ہے اور وہ بزبان قال نہ کہ فقط حال سے تسبیح کرتی ہیں اولیاء اللہ ان کی تسبیح کو سنتے ہیں صحابہ کرام کھانے وقت کھانے کی تسبیح سنتے تھے، حتی کہ سبزہ کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے۔ ۵ یعنی شکر کا ستون ہے یا شکر کی چوٹی ہے جس کے بغیر شکر مکمل نہیں ہوتا (از مرقات)۔ ۶ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے، اخلاص سے مراد ہے چھٹکارا اور رہائی یعنی اس کلمہ طیبہ کی برکت سے بندہ دنیا میں کفر سے اور آخرت میں دوزخ سے رہائی پاتا ہے، یا اخلاص ریاء کا مقابل ہے یعنی خلوص نیت یعنی یہ کلمہ اگر خلوص نیت سے پڑھا جائے تو مفید ہے۔ ۷ کہ اس کا ثواب و اس کی عظمت ان تمام چیزوں کو بھر دیتی ہے یہ ہمیں سمجھانے کے لئے ہے کہ ہماری کوتاہ نظر میں آسمان زمین تک ہی محدود ہیں ورنہ رب تعالٰی کی کبریائی کے مقابل آسمان و زمین کی کیا حقیقت ہے، یہ ایسے ہے جیسے رب تعالٰی نے فرمایا لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ حالانکہ اس کی ملکیت آسمان و زمین میں محدود نہیں۔ ۸ استغفار کے معنی ہیں گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنا اور توبہ کی حقیقت ہے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرلینا یا زبان سے مگر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی قسم میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ رب سے مغفرت مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت اغر مزنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے دل پر پردہ آجاتا ہے ۲؎ حالانکہ میں دن میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں ۳؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

ترک کرنے کا عہد استغفار ہے، اور دل سے عہد توبہ۔ استغفار غفر سے بنا بمعنی چھپانا یا چھلکا و پوست، چونکہ استغفار کی برکت سے گناہ ڈھک جاتے ہیں اس لئے اسے استغفار کہتے ہیں۔ توبہ کے معنے رجوع کرنا، اگر یہ حق تعالٰی کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ارادۂ عذاب سے رجوع فرمالینا، اور اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف لوٹ جانا، توبہ صحیح یہ ہے کہ بندہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہو، آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے، اور جس قدر ہوسکے اسی قدر گزشتہ گناہوں کا عوض ادا کرے، نمازیں ہوں تو قضا کرے، کسی کا قرض رہ گیا ہے تو ادا کرے۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ توبہ کا کمال یہ ہے کہ دل لذت گناہ بلکہ گناہ بھول جائے۔

۱؎ توبہ و استغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عامل تھے، یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں، اور یہ حضرات عبادت کرکے توبہ کرتے ہیں: شعر

زاہداں از گناہ توبہ کنند　　عارفاں از عبادت استغفار

سیدنا علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لئے دنیا میں دو امانیں تھیں، ایک سے پردہ فرمالیا اور دوسری قیامت تک ہمارے پاس ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور استغفار۔ ۲؎ یغان غین سے بنا بمعنی پردہ، اسی لئے سفید بادل کو غین کہا جاتا ہے۔ اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت نفیس کلام فرمائی ہے، بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیاوی مشغولیت ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے، بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں، مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے۔ اور استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لئے استغفار کرنا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تاقیامت اپنی امت کے سارے حالات پر مطلع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے، اس صدمہ کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں (از لمعات مرقات واشعہ وغیرہ) اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ اے مسلمانو! تمہاری تکلیفیں ان پر گراں ہیں: شعر

آنچہ زر کردی کسے با خود نہ کرد　+　روح پاک مصطفٰی آمد بدرد

وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِي عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ

وسلم نے ان روایتوں میں جو حضور اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ رب نے فرمایا اے میرے بندو میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام فرمالیا ہے اور تمہارے آپس میں بھی ظلم کو حرام فرما دیا لہذا ظلم نہ کرو اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو بجز اس کے جسے میں ہدایت دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو ہدایت دوں گا اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو بجز اس کے جسے میں کھلاؤں لہذا مجھ سے کھانا مانگو تمہیں دوں گا اے میرے بندو تم سب ننگے ہو بجز اس کے جسے میں پہناؤں لہذا مجھ سے لباس مانگو میں دوں گا اے میرے بندو تم رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں سارے گناہ بخشتا رہتا ہوں۔

بد ہنسیں تم ان کی خاطر + رات بھر رویا کرو
بد کریں ہر دم برائی + تم کہو ان کا بھلا ہو

۳؎ ظاہر یہ ہے کہ گنہگار مسلمان ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور ہو سکتا ہے کہ سارے انسانوں سے خطاب ہو یعنی اے کافرو کفر سے توبہ کرو اے گنہگارو گناہوں سے اور اے نیک کارو اپنی نیکی کو کم جانو اور توبہ کرو، معلوم ہوا کہ ہر شخص توبہ کا حاجتمند ہے۔ ۴؎ جو پہلے عرض کیا گیا تھا اس کی تائید اس جملے سے ہو گئی، یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری تعلیم کے لئے توبہ کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ جب ہم معصوم ہو کر روزانہ سو بار توبہ کرتے ہیں تو تم کو چاہیئے کہ تم ہزاروں بار توبہ کیا کرو۔ ۱؎ یہاں حرمت سے مراد شرعی حرمت نہیں کیونکہ حق تعالیٰ پر کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر شرعی احکام جاری ہیں بلکہ اس سے مراد ہے برتر ہونا، منزہ ہونا، پاک ہونا رب تعالیٰ کے لئے کوئی شے ظلم ہو سکتی ہی نہیں کیونکہ ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں زیادتی کرنا یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا ان دونوں سے پروردگار پاک ہے کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے اور جس کے استعمال کے لئے جو جگہ مقرر فرمائے وہی اس کا صحیح مصرف ہے اس کے افعال یا عدل ہیں یا فضل، اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ظلم سے منزہ اور پاک ہوں، میرا کوئی کام ظلم نہیں ہو سکتا، بعض نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد ہے بے قصور کو سزا دینا ہے واللہ اعلم۔ ۲؎ لہذا تم کسی پر جانی، مالی یا آبروریزی کا ظلم نہ کرو یہ تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ یہ حق العباد ہے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ ۳؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری پیدائش تاریکی میں ہوئی پھر ہم پر نور کا چھینٹا دیا گیا، اگر ہم کو ہمارے نفس پر چھوڑ دیا جائے تو ہم ضرور گمراہی ہی کریں گے اگر وہ اپنا فضل کرے تو ہم نیکی کریں، ہم ببول کا درخت ہیں ہمارے پاس سوا کانٹوں کے اور کیا ہے، ہماری صفت ہے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ بچہ فطرت یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے کہ وہاں دنیا میں آنے کا ذکر ہے اور یہاں ہماری اصل پیدائش کا، خیال رہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء بھی رب تعالیٰ ہی کی ہدایت سے ہدایت پاتے ہیں، مگر وہ ہمارے لئے ہدایت کا مرکز ہیں کہ ہم ان سے ہی ہدایت لے سکتے ہیں، جیسے سورج کو نور رب تعالیٰ نے دیا ہے مگر چاند تارے اور زمین اس سے ہی نور لیتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ ۴؎ یعنی تم روحانی و جسمانی غذاؤں میں میرے محتاج ہو اسی طرح قلب و قالب، روح کے لباس میں میرے حاجتمند ہو، غذا کا ہر حیوان حاجتمند ہے اور لباس کا صرف انسان، خیال

جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضُرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا زَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُّلْکِیْ شَیْئًا یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَّسْاَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ یَا عِبَادِیْ

مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اے میرے بندو تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچا دو اور نہ میرے نفع تک تمہاری رسائی ہے کہ مجھے نفع دے سکو اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے کسی بڑے پرہیزگار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہارا یہ تقویٰ میرے ملک میں کچھ بڑھا نہیں سکتا اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے بدکار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہاری یہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کرے گی اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے بھیک مانگیں پھر میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو یہ میرے خزانے کے مقابل ایسا حقیر ہوگا جیسے سوئی کی تری جب سمندر میں ڈبوئی جائے اے میرے بندو

یعنی کہ تمام انبیاء و اولیاء اور بادشاہ رب تعالیٰ کے حاجتمند ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے واللہ الغنی وانتم الفقراء مگر یہ سب کے محبوب بندے مخلوق کے حاجت روا ہیں باذن پروردگار، رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ بادل بھی رب کا محتاج اور زمین بھی، مگر بادل زمین کا حاجت روا ہے کہ ہر وقت زمین کو بادل کی ضرورت ہے۔ ۲؎ خطا کے معنی ہیں غلط راستہ پر چلنا بھول کر یا جان بوجھ کر لہٰذا اس میں خطائیں، بھول چوک، عمداً گناہ سب داخل ہیں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں بندے سے مراد عام بندوں سے ہے معصومین حضرات جیسے فرشتے، انبیاء اس حکم سے خارج ہیں کہ اگرچہ بعض انبیاء سے خطائیں سرزد ہوئیں مگر عمر بھر میں ایک آدھ نہ کہ دن رات اور ہر وقت، نیز ان کی وہ خطائیں بھی ان کی شان کے لائق ہیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں، سارے عالم کا ظہور حضرت آدم کی ایک خطا کی برکت سے ہے، لہٰذا اس سے عصمت انبیاء پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ۳؎ اس کی تفسیر اگلے جملے سے ہو رہی ہے کہ تمہاری عبادتوں سے میرا نفع نہیں اور تمہارے گناہوں سے میرا نقصان نہیں بلکہ ان میں نفع نقصان خود تمہارا ہے۔ ۴؎ یعنی دنیا کے کسی بڑے پرہیزگار کے جیسے ہو جائیں یعنی اگر تمام جہان کا دل اس پرہیزگار کا سا ہو جائے اور ساری دنیا اس نیک صالح کی طرح نیکیاں ہمیشہ کیا کرے۔ اس ترجمہ سے یہ جملہ بالکل واضح ہو گیا اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ ۵؎ لہٰذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب تعالیٰ کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے اپنے آستانہ پر بلالیا۔ ۶؎ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے جملہ میں عرض کیا گیا کہ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے، آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے خزانہ خالی ہو جاتا ہے مگر رب تعالیٰ وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ خیال رہے کہ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر رب کے اولاد ہوتی تو پہلے میں ہی اسے پوجتا۔ نہ رب کے اولاد ممکن ہے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے پوجنا ممکن ایسے ہی تمام بندوں کا گنہگار ہو جانا غیر ممکن ہے فرشتے انبیاء معصوم ہیں اور اولیاء محفوظ ہیں بفضلہ تعالیٰ گناہ کرتے ہی نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ

إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا عَلَيْكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ أَلَهُ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ وَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ

میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دونگا؎ لہذا جو نیکی پائے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرے؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمی مار ڈالے؎ پھر مسئلہ پوچھنے نکلا تو ایک پادری کے پاس پہنچا اس سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے وہ بولا نہیں؎ اس نے اسے بھی مار دیا؎ اور مسئلہ پوچھتا پھرا اسے کسی نے ...

غرضکہ اس جملے سے عصمت انبیاء کے خلاف دلیل نہیں پکڑی جاسکتی ۔ ؎ اس جملے کا یہی ترجمہ درست ہے ، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میری یہ عطائیں خزانوں کو سوئی کی تری کی بقدر کم کردیں گی ۔ وہاں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ، سورج ہزارہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے ، مگر اس کی روشنی میں مطلقاً کمی نہ ہوئی جب رب تعالٰی کی تجلیوں کا یہ حال ہے ، تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا : اور یہ نسبت بھی فقط سمجھانے کے لیے ہے ، ورنہ رب تعالٰی کے خزانے غیر محدود ہیں ، اور اس کی عطائیں محدود ، کیونکہ لینے والے محدود ، اور محدود کی غیر محدود سے نسبت کیسی ! ؛

؎ اس طرح کہ نیک کار کی جزاء میں کمی نہ کرونگا ، اور بدکار کی سزا میں زیادتی نہ کرونگا : اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک کار کو زیادہ نہ دوں ، اور گنہگار کو معاف نہ کروں : یہاں عدل کا ذکر ہے ، عدل فضل کے خلاف نہیں ، لہذا حدیث واضح ہے ، نہ آیات قرآنیہ کے خلاف ہے اور نہ دیگر احادیث کے مخالف : ؎ خلاصہ یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کو رب تعالٰی کی توفیق سے سمجھے اور گناہوں کو اپنی شامت نفس سے جانے بلکہ ہر نقص کو اپنی طرف منسوب کرے ، اور کمال کو رب تعالٰی کی طرف ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ، بیمار میں ہوتا ہوں ، شفا وہ دیتا ہے : ورنہ ہر خیر و شر کا خالق و مالک رب تعالٰی ہی ہے ، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں وَالْقَدَرُ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی ، ؎ تلوار لکڑی سے یا کسی اور طرح ؛ ؎ یعنی جب اس کی موت قریب آئی تو رحمت خداوندی نے دستگیری کی ، اپنے کئے پر پشیمان ہوا ، اور اس گناہوں کے شہر سے نکل کھڑا ہوا ، مسئلہ پوچھنے عالم وقت کے پاس گیا راہب رہبۃ بمعنی خوف اصطلاح میں راہب وہ پادری جوگی کہلاتے تھے ، جو خوف خدا میں تارک الدنیا ہو جاتے تھے ، گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ ہی کرتے تھے ان میں سے اکثر عالم بھی ہوتے تھے ، یہود و نصاریٰ کے ہاں ترک دنیا بہترین عبادت تھی ، ہمارے اسلام میں ممنوع ہے ، ؎ یا تو وہ راہب توبہ کے مسئلے سے جاہل تھا ، اور یا اس کا مطلب یہ تھا کہ قتل حق العباد ہے ، مقتول کے ورثاء سے اس میں معافی مانگنا ضروری ہے ، اتنے بہت سے مقتولوں کے وارثوں کے پاس یہ کیسے پہنچے گا اور انہیں کیسے راضی کرے گا : بہرحال اس راہب نے مسئلہ غلط بتایا ؛

؎ بخشش سے مایوسی کی وجہ سے وہ گناہ پر دلیر ہو گیا ، مایوسی بڑے گناہ پر دلیر کر دیتی ہے : اسی لئے اسلام نے بڑے سے بڑے مجرم کو بھی بخشش سے مایوس نہ کیا پھانسی والے مجرم کو تمام قیدیوں سے الگ کال کوٹھری میں رکھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر اور دوچار کو قتل نہ کر دے : آریوں کے ہاں توبہ کوئی چیز نہیں ، ان کے مذہب نے گناہ پر دلیر کیا ہے ؛

رَجُلٌ ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي وَإِلَى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي فَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلَى هٰذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَالَ

بتایا کہ فلاں بستی میں جا اسی حال میں اسے موت آگئی تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا اس کے متعلق رحمت و عذاب کے فرشتوں نے جھگڑا کیا تب رب نے اس بستی کی طرف حکم بھیجا کہ قریب ہو جا اور اس بستی کی طرف کہ دور ہو جا پھر فرمایا ان دونوں بستیوں کے درمیان ناپو پھر وہ اس بستی کی طرف ایک بالشت قریب پایا گیا پھر اس کی مغفرت کر دی گئی (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے اور ایسی قوم لے آئے جو گناہ کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخشے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا

۱ پہلا کذا نام چھپانے کے لئے ہے اور دوسرا کذا بیان اوصاف کے لئے یعنی فلاں نام کی بستی جو فلاں طرف ہے جس میں اللہ کے بہت نیک بندے رہتے ہیں تو وہاں جا اور فلاں سے مسئلہ پوچھ۔ ۲ یعنی اس بیماری میں گر کر مرا کہ اس کا چہرہ اور سینہ تو اس عالم کی بستی کی طرف تھا جہاں جا رہا تھا اور پیٹھ اس گناہوں کی بستی کی طرف جہاں سے آیا تھا اللہ تعالٰی کو اس کی یہ ادا پسند آگئی، اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے کے لئے عالموں کے پاس جانا عبادت ہے، نیز عالم کے شہر کی تعظیم اور اس طرف منہ کرکے سونا یا مرنا بھی رب تعالٰی کو پسند ہے، سنت یہ ہے کہ مرتے وقت کعبہ کو منہ اور سینہ کعبہ کی طرف کرے، میت کو کعبہ کے رخ دفن کریں، بعض عشاق مدینہ منورہ یا بغداد شریف کی طرف منہ کرکے دعائیں مانگتے ہیں، نماز غوثیہ میں بعد نماز گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف منہ کرکے چلتے ہیں اور ادھر ہی منہ کرکے دعا مانگتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے، دیکھو اس شہر میں کعبہ یا بیت المقدس نہ تھا، صرف ایک عالم کی بستی تھی جس کے ادب کی برکت سے بخشا گیا۔ رب تعالٰی نے توبہ کرنے والے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ اریحا کے شہر میں سجدہ کرتے جاؤ اور وہاں ہم سے معافی مانگو۔ ۳ یعنی یہ شخص بالکل بیچ میں تھا کہ اسے موت آگئی، اس کی روح کو لینے کے لیے رحمت کے فرشتے بھی آگئے اور عذاب کے بھی، عذاب والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے بڑے گناہ کرکے آیا تھا، رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے توبہ کرنے جا رہا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے لئے رب تعالٰی کی طرف سے قانون مقرر کر دیا گیا ہے کس قسم کی میت کو عذاب کے فرشتے لیں اور کس کو رحمت کے، وہ اسی قانون کے تحت ہر میت تک پہنچ جاتے ہیں، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو خدا کے حکم سے آتے ہیں، یہاں رب تعالٰی نے دونوں قسم کے فرشتے بھیجے ہی کیوں، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ کیونکہ وہاں امر سے مراد کلی امر ہے جیسے رب تعالٰی نے ہم کو نماز روزہ وغیرہ کا کلی امر دے رکھا ہے۔ ۴ یعنی اس کی موت بالکل درمیان میں واقع ہوئی تھی، رب تعالٰی نے ارادہ توبہ کی وجہ سے اس کا اتنا احترام فرمایا کہ اس کی لاش کو اس بستی کی طرف نہ سرکایا بلکہ دونوں بستیوں کو حرکت دی کہ اس کو پیچھے ہٹایا اس کو آگے بڑھایا۔ خیال رہے کہ رب تعالٰی جب بندے سے راضی ہو جائے تو اپنے حقوق تو خود معاف کر دیتا ہے اور بندوں کے حقوق حق والوں سے معاف کرا دیتا ہے، اس موقعہ پر بھی رب تعالٰی نے مقتولوں کو کچھ دے کر معاف کرا دیا لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ ظلماً قتل حق العباد

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ يَبْسُطُ يَدَهٗ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللهُ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ اپنا دست کرم رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور دن کو پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرے یہ کرم نوازی اس وقت تک ہوگی جبکہ سورج پچھم سے نکلے (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب اقرار گناہ کر لیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

تھے بغیر نیکیوں کے معاف کئے، اس کی بخشش کیسے ہوگی، اور نیز گردو پیشیوں کو کیوں ہٹایا، تلاش کرکے کیوں نہ سرکا دیا۔ ۵ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم گناہ سے ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی و خطا سے گناہ کر لیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے رب تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے رزاقیت کا ظہور رزق دینے سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گناہ بخشنے سے ہوتی ہے۔ جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہوا۔ اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کر وہ غفور رحیم ہے تجھ سے گناہ کا صادر ہو تقاضائے حکمت الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہونا ناممکن ہے یہاں سے چلے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچا دینا اور فرشتوں کی طرح رکھنا اور زمین پر دوسری قوم قابل گناہ کو بسانا مراد ہے۔ ۵ ہاتھ پھیلانے سے مراد عفو و کرم کا وسیع کر دینا، پھیلا دینا ہے مقصد یہ ہے کہ ایک کرم عام ہے جو بھی ہے گنہگار رحمت کرم پر لینے کو طالب ہو کوئی آئے ملا ہو۔ ۵ یعنی اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا الخ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس وقت سے ان لوگوں کی توبہ قبول نہ ہوگی جو سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھیں لیکن جو لوگ اس واقعہ کے بعد پیدا ہوں ان کی توبہ کفر بھی قبول ہوگی اور توبہ گناہ بھی مگر فقیر نے یہ علامات قیامت کہیں نہیں دیکھی۔ حضرت استاذ و مرشد صدر الافاضل مرادآبادی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ اس وقت کے بعد انسان کی پیدائش ہی بند ہو جائیگی، غرضکہ آیت و حدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو پہلے گناہ کرتے رہے توبہ نہ کی یہ علامت دیکھ کر توبہ کرنے لگے، ان کی توبہ قبول نہیں کہ غیب کھل جانے کے بعد یہ کیسی توبہ۔ ۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبول توبہ کی دو شرطیں ہیں ایک اپنے گناہ کا اقرار دوسرے توبہ یعنی آئندہ نہ کرنے کا عہد اور کئے ہوئے گناہ کے بدلہ کی کوشش: اعتراف اور توبہ میں یہ فرق ہے۔ ۵ شاید یہاں توبہ سے مراد کفر سے توبہ ہے یعنی آفتاب کے پچھم سے نکلنے پر سارے کفار ایمان قبول کریں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان بالغیب نہ رہا گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہوگی۔ جیسے غرغرہ کی حالت میں کفر سے توبہ قبول نہیں۔

اللہ علیہ وسلم لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ رَاحِلَتُهٗ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا قَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَبْدًا اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ

اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری چٹیل زمین میں ہو وہ سواری بھاگ جائے اس پر اس کا کھانا پانی ہو یہ اس سواری سے مایوس ہو کر کسی درخت تک پہنچے اپنی سواری سے مایوس ہو کر درخت کے سایہ میں لیٹ رہے وہ اس حال میں ہو کہ ناگاہ اس کی سواری اس کے پاس آ کھڑی ہو وہ اس کی مہار پکڑ لے پھر انتہائی خوشی میں یوں کہہ بیٹھے الٰہی تو میرا بندہ اور میں تیرا رب بہت خوشی سے بھول کر گیا ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے مولیٰ

گناہوں سے توبہ قبول ہے: بعض کے ہاں ہمیشہ اپنے اطلاق پر ہے کہ اس وقت نہ کفر سے توبہ قبول ہے نہ گناہوں سے، وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا ایمان قبول نہ ہونا تو قرآن کریم سے ثابت ہے اور توبہ قبول نہ ہونا حدیث سے ثابت، دونوں برحق ہیں واللہ ورسولہ اعلم (لمعات و مرقات) ۲؎ ایسے مقامات پر خوشی سے مراد رضا ہوتی ہے، کیونکہ اصطلاحی فرحت و خوشی سے رب تعالیٰ پاک ہے، خیال رہے کہ رضا اور ہے امر اور، مگر ارادہ کچھ اور، اللہ تعالیٰ ہر بندے کے ایمان و شکر سے راضی ہے فرماتا ہے اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ، اور ہر شخص کو اس نے ایمان کا حکم بھی دیا ہے، کہ فرمایا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، لیکن ہر شخص کے ایمان کا ارادہ نہیں کیا، ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہ ہوتا، بعض کے کفر کا ارادہ کیا ہے اور بعض کے ایمان کا: ان کی تفصیل میں صدہا حکمتیں ہیں جو علم کلام میں مذکور ہیں، دیکھو ذبح اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم تھا ارادہ نہ تھا، یہاں اس کی رضا کا ذکر ہے نہ کہ ارادے کا۔ ۳؎ یعنی جیسے اس شخص کو یاس کے بعد آس سے انتہائی خوشی ہوتی ہے جو بیان میں نہیں آ سکتی، کیونکہ اس بندے کو یاس بھی انتہائی (ناامیدی) جان سے ہو چکی تھی، ایسے ہی رب تعالیٰ کی یہ رضا ہم بیان نہیں کر سکتے، یہ تشبیہ مرکب ہے: جس میں پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی جاتی ہے ذکر ہر حال کو ہر حال سے، لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رب تعالیٰ مایوس بھی ہوا ہو، اور بعد میں اس کی آس بندھی ہو: مقصد یہ ہے کہ رب تعالیٰ ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہے: جتنی خوشی ہم کو اپنی جان بچنے سے ہوتی ہے اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو بندے کے ایمان بچنے سے ہوتی ہے۔ ۴؎ یہ کلام بھی انتہائی خوشی بیان فرمانے کے لیے ہے نہ کہ تشبیہ کے لیے، کیونکہ رب تعالیٰ غلطیوں اور خطا سے پاک ہے، یعنی بندہ کی خوشی سے مت کٹ گئی، وہ کہنا چاہتا تھا الٰہی تو میرا رب میں تیرا بندہ، لیکن الٹا کہہ گیا: اس سے معلوم ہوا کہ خطاءً منہ سے کفر نکل جانے پر بندہ کافر نہیں ہوتا نہ اس سے اس خطاکار کی بیوی نکاح سے خارج ہو، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حکم کفر نہ فرمایا، مگر یہ جب ہے جبکہ بندے کو اس خطا پر اطلاع نہ ہو، اطلاع ہونے پر فوراً توبہ کرے طلاق کا یہ حکم نہیں، لہٰذا اس حدیث سے وہ حضرات دلیل نہیں پکڑ سکتے جو کلمہ یوں پڑھ لیتے ہیں لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ، اور پھر بے اختیاری زبان کا بہانہ کر دیتے ہیں۔

أَذْنَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ أَعَلِمَ عَبْدِيْ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ
ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ أَعَلِمَ عَبْدِيْ
أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا
قَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا آخَرَ فَاغْفِرْهُ لِيْ فَقَالَ أَعَلِمَ عَبْدِيْ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ
بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جُنْدُبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ ذَا الَّذِيْ

میں نے گناہ کرلیا مجھے معافی دیدے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے
اپنے بندے کو بخش دیا پھر جب تک رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے کہتا ہے یا رب میں نے گناہ کرلیا بخش دے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے
کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے جتنا رب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے
عرض کرتا ہے یا رب میں نے گناہ کرلیا مجھے معافی دے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے
میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جندب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بیان فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا رب کی قسم اللہ تعالٰی فلاں کو نہ بخشے گا اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا وہ کون ہے

۱؎ یعنی زبان سے بھی کہتا ہے اور دل سے بھی کہ گزشتہ پر نادم ہوتا ہے اور آئندہ کے لئے بچنے کا عہد کرتا ہے اور بقدر طاقت گزشتہ گناہ کا کفارہ بھی ادا کردیتا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض
نہیں کہ وہ گنہگار بار بار گناہ کرتا رہا اور معافی ہوتی گئی۔ ۲؎ یہ کلام فرشتوں سے ہوتا ہے اظہار کرم کے لئے، مقصد یہ ہے کہ چونکہ میرے بندے نے اقرار گناہ کیا اور مجھے غفار سمجھا اس لئے
معافی مانگتا ہوا آیا، میں نے اسے معاف کردیا۔ ۳؎ یعنی توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کروں گا مگر پھر کر بیٹھا، لہذا حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے
خلاف نہیں ولم یصروا علی ما فعلوا، گناہ پر اصرار یہ ہے کہ بار بار گناہ کرتا جائے اور توبہ کرنے سے رکا رہے۔ ۴؎ یعنی گناہ کرنے کا عادی اور میں بخشنے کا عادی، جب تو گناہ سے باز
نہیں آتا تو میں اپنے بخشنے کی عادت کیوں چھوڑوں، تو کرتا جا میں بخشتا جاؤں، یہ فرمان گناہ کی اجازت دینے کے لئے نہیں بلکہ وسعت مغفرت کے اظہار کے لئے ہے، یعنی اس طرح بندہ اگر
لاکھوں بار گناہ کرے گا میں بخش دوں گا کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا ہی عہد ہو مگر پھر کر بیٹھے، لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے توبہ کے ارادے سے گناہ کرنا کفر ہے کہ پھر گناہ دیں
توڑ دی کہ ہے کل توبہ کرلیں گے یہ توبہ نہیں بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور خدائے تعالٰی پر امن ہے یہ دونوں باتیں کفر ہیں: یا یہ مطلب ہے کہ ایسے توبہ کرنے والے کو رب تعالٰی ایسی اس کی
توفیق دیتا ہے کہ پھر اس سے گناہ ہوتے ہی نہیں، پھر فرمایا جاتا ہے کہ جو چاہے کر جیسے بندے کے برکات کہ اس سے کہہ کر جاؤ اور پھر ۵؎ جندب حضرت ابوذر غفاری کا نام بھی ہے جو مشہور
صحابی ہیں اور دوسرے صحابہ کا بھی یہاں غالبًا دوسرے کوئی صحابی مراد ہیں کیونکہ محدثین حضرت ابوذر کو جندب کے نام سے بیان نہیں کیا کرتے اور ہو سکتا ہے کہ ابوذر غفاری ہی مراد ہوں
مرقات نے دوسری توجیہ کو ترجیح دی۔ ۶؎ یا اس سے نہ بخشنے کا کہ اس شخص کا گناہ بہت ہی بڑا ہے یا اس لئے کہ اس شخص پر بدگمانی کی ہے اور میں بڑا مقبول بندہ ہوں مجھ پر ظلم کرنا اس کی بخشش نہیں
پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شیخی بھی۔

يَتَأَلّٰى عَلَيَّ اَنْ لَّا اَغْفِرَ لِفُلَانٍ فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ اَوْ كَمَا قَالَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ
اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ

جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا میں نے فلاں کو بخش دیا اور تیرے عمل ضبط کر لیے[۲] یا جیسے حضور انور نے فرمایا[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کا سردار یہ ہے[۴] کہ تم کہو الٰہی تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں[۵] اور بقدر طاقت تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں[۶] میں اپنے کیے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں[۷] تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقراری ہوں مجھے بخش دے تیرے سوا

۱؎ یتألی بنا ہے الیۃ سے بمعنی قسم کھانا، اسی سے ایلاء بنا ہے، یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے، پہلا فاسق تھا دوسرا متقی، مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ عابد اپنے زہد و تقوے پر نازاں تھا (از اشعہ) اس بارگاہ بے نیازی میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں، وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شعر

اوگن ہاریاں عجز دکھا کر قرب حضوری پاون ——— علماں والیاں ناز دکھاون دور تکا ہیاں جاون

۲؎ یعنی اس شخص کی شیخی کی وجہ سے میری غیرت کا دریا جوش میں آگیا، اس فاسق کو اس کے منہ سے نکلے لفظ کی آڑ میں توفیق دے دی جس سے اس کے سارے گناہ بخشے گئے اور اس متکبر عابد کی توفیق سلب کرلی جس سے یہ کافر ہو کر مرا اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہوگئیں، اس توجیہ کی بنا پر حدیث بالکل واضح ہوگئی نہ آیات قرآنیہ کے خلاف ہے نہ دیگر احادیث کے، کیونکہ اعمال کفر سے ضبط ہوتے ہیں نہ کہ معمولی گناہ سے، مرقات نے فرمایا کہ یہاں زاہد کے عمل کا ضبط صرف اس کی اس قسم کا ہے کہ فاسق کو بخشش یا اللہ کی قسم کھا کر کہا، اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مذہب اہلسنت کے خلاف نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی طرف سے فیصلہ نہیں کرسکتا کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالٰی انجام بخیر کرے آمین، ہر شخص ڈرتا رہے۔ شعر

پانی بھر بھر گئیاں سبھے رنگ رنگ کے گھڑے ——— بھریا اس کا جانیے جس کا توڑ چڑھے

۳؎ یہ شک راوی کی طرف سے ہے یعنی الفاظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی تھے یا کچھ اور مگر مضمون یہی تھا، معلوم ہوا کہ روایت بالمعنی جائز ہے۔ ۴؎ سردار یہاں بمعنی بہتر ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں رجوع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے، کیونکہ اس میں گزشتہ پر ندامت آئندہ کے لیے عہد، رب تعالٰی کے انعامات، اپنی احسان فراموشی، بے وفائی سب کچھ ہی ہے۔ ۵؎ معلوم ہوا کہ استغفار، توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالٰی کی حمد اپنی بے کسی بیان کرنا بہتر ہے، جیسی بیماری ہو ویسی ہی دوا چاہیے، دیکھو یہاں توبہ کرنا ہے تو پہلے شرک کی تردید، رب کی ربوبیت، اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی تو پالنے والا ہم پلنے والے، بندے والے قصور کیا ہی کرتے ہیں پالنے والے بخشا ہی کرتے ہیں پھر کرم کا سہارا اور [illegible] کیا ہی کرتے ہیں انہیں پاک صاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ بھی [illegible] ہے۔ ۶؎ یعنی جہاں تک مجھ سے ہوسکے گا میں تیرا عہد پورا کروں گا جو میثاق کے دن تجھ سے کیا ہے یا اسلام لاتے وقت تجھ سے کیا تھا یا شب معراج کو، کیونکہ یہ سارے عہد تجھ سے ہی ہیں بقدر طاقت کی اس لیے قید لگائی کہ طاقت سے زیادہ کی پروردگار بھی تکلیف نہیں دیتا۔ ۷؎ شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ گناہ سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی، گناہ کی شر یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے

الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِيَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ لَقِيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ

گناہ کوئی نہیں بخش سکتا۔ حضور نے فرمایا کہ جو یقین قلبی کے ساتھ دن میں یہ کہہ لے پھر اسی دن شام سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہوگا اور جو یقین دل کے ساتھ رات میں یہ کہہ لے پھر صبح سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہوگا (بخاری) دوسری فصل: روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اے اولاد آدم جب تک تو مجھ سے دعا مانگے اور مجھ سے آس لگائے تو میں تجھے تیرے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا میں بے پرواہ ہوں اے ابن آدم اگر تیرے گناہ کنارہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا بے پرواہ کر دوں گا اے اولاد آدم اگر تو زمین بھر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین بھر

اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر و غرور نہ ہو جائے۔ خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ وزاری، عجز و نیاز دل کو نصیب ہو اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد تکبر و غرور ہو۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا خطاءً گندم کھانا شیطان کے سجدوں سے افضل تھا۔ ۱ سبحان اللہ کیسی پیاری عرض و معروض ہے یعنی میں اقراری ہوں کہ گناہ میرے پاس ہیں بھول تیرے پاس، خطائیں میری طرف سے عطائیں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظلوم جہول میں ہوں غفور رحیم تو ہے جس لائق میں تھا وہ میں نے کر لیا جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر، بدکاری میں نے کرلی، ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کرلی غفاری تو کر، تیرا ایک چھینٹا ہمارا بیڑا پار ہے۔ شعر

ما ایم بہ گناہ تو دریائے رحمتی آنجا کہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

۲ یعنی قدرتی طاقت ملنا معلوم ہو کر بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین کرے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ نے اپنے دروازے پر بلایا ہے تو آیا ہوں اپنے آپ نہیں گیا اور کریم بھکاری کو بلا کر یا ہی کرتے ہیں خالی نہیں پھیرتے جسے یہ یقین ہوگا ان شاء اللہ بخشا ہی جائے گا۔ ۳ علمائے کرام لا اُبالی کے معنے بے پرواہی کرتے ہیں یعنی تیرے کیسے ہی گناہ ہوں میں بخش دوں گا میں آنے والے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے دروازے کو دیکھتا ہوں کہ کس دروازے پر آیا۔ صوفیائے کرام اس کے معنے کرتے ہیں مطابق یعنی تجھے تیرے گناہ کے مطابق بخشوں گا چھوٹے گناہ کی چھوٹی بخشش، بڑے گناہ کی بڑی بخشش، لاکھوں گناہوں کی لاکھوں بخششیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ شعر

گو رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا مگر اے کریم تیرے عفو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے

۴ عنان عین کے فتحہ سے بمعنے بادل، اور عین کے زیر سے بمعنے لگام اور عنان عین کی جمع بمعنے کنارہ، بعض نسخوں میں اعنان بھی ہے مطلب یہ

بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ عَلِمَ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلٰى مَغْفِرَةِ الذُّنُوبِ غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أُبَالِي مَا لَمْ يُشْرِكْ بِي شَيْئًا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ رَوَاهُ

بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا؎ (ترمذی) احمد دارمی عن ابی ذر، ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو جانتے کہ میں گناہ بخش دینے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دونگا بے پرواہ ہو کر دونگا جب تک کہ وہ میرا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے؎ (شرح سنہ) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استغفار کو اپنے پر لازم کرلے تو اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے چھٹکارا اور ہر غم سے نجات دیگا اور وہاں سے اُسے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو؎

ہے کہ اگر تو گناہوں میں ایسا گھر جائے جیسے زمین آسمان سے گھری ہوئی ہے کہ ہر طرف تیرے گناہ ہوں، بیچ میں تو ہو پھر مجھ سے معافی مانگے، تو میں تیرے سارے گناہ بخش دونگا، بلکہ آسمان زمین کی چکی سب کو پیس دیتی ہے، الا کے سوا جو رب سے لگ جائے، کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا۔ شعر

چکیا چکیا سب کہیں اور کلیا کہے نہ کوئے ۔ جو کلیا سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے

؎ قراب قاف کے زیر یا پیش سے بمعنی قریباً مقدار، مشارق میں فرمایا کہ قراب کسر سے تلوار کی میان اور سوار کا بچا توشہ، اور ضمہ سے بمعنی قرب مطلب یہ ہے کہ جیسے رازق ہر زندہ کو بقدر حاجت روزی دیتا ہے ہاتھی کو من اور چیونٹی کو کن دیتا ہے ایسے ہی وہ غفار بقدر گناہ مغفرت عطا فرمائیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ گنہگار مومن ہو اسی لئے شرط لگائی گئی کہ میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ خیال رہے کہ جیسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ اور نبی یا کتاب یا اسلامی احکام میں سے کسی کا انکار درحقیقت رب تعالیٰ کا ہی انکار ہے، لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے۔ اور اس میں کفار کی مغفرت کا مطلقاً نہیں، کفر و مغفرت میں تضاد ہے۔ ؎ سبحان اللہ بہت ہی امید افزا حدیث ہے یعنی جو مومن رب تعالیٰ کو عذاب و مغفرت پر قادر مانتے ہوئے اس سے گناہ معاف کرائے تو رب تعالیٰ اپنے فضل سے اُسے بخش دے گا، مالم یشرک پہلے جملہ کی تاکید ہے، کیونکہ جو رب تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر مانے وہ مومن ہی ہوگا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کی بخشش توبہ پر موقوف نہیں۔ اسی طرح حقوق العباد کی معافی خود حق والے سے معاف کرانے پر موقوف نہیں کہ رب تعالیٰ اسکے بغیر بخش ہی نہ سکے قانون اور ہے قدرت کچھ اور، قانون کے ہم پابند ہیں رب تعالیٰ پابند نہیں۔ اس حدیث میں رب تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے اور حقوق العباد والی حدیث میں قانون کا ذکر، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ اس میں بندوں کو گناہ پر دلیر کرنا ہے ؎ اس طرح کہ روزانہ استغفار کے کلمے زبان سے ادا کیا کرے گناہ کے بعد یاد کرے بہتر یہ ہے کہ نماز فجر کے وقت سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے ستر بار پڑھا کرے کہ یہ وقت استغفار کیلئے بہت ہی موزوں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ؎ یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔ روزی سے مراد مال، اولاد، عزت سب ہی ہے۔ استغفار کرنے والے کو رب تعالیٰ یہ تمام نعمتیں غیبی خزانے سے بخشتا ہے۔

أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِيْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ فَذٰلِكُمُ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللهُ تَعَالٰى كَلَّا بَلْ

(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑا ہوا نہیں اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے[1] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر انسان خطاکار ہے[2] بہترین خطاکار رجوع کرلینے والے ہیں[3] (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ داغ لگ جاتا ہے[4] اگر توبہ کرے اور معافی مانگے تو اس کا دل صیقل ہوجاتا ہے اور اگر گناہ زیادہ کرے تو سیاہی زیادہ ہوتی ہے حتی کہ دل پر چھا جاتی ہے یہ ہی زنگ ہے جس کا رب تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ان کے

قرآن کریم فرماتا ہے فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ؛ قرآن کریم میں استغفار پر پانچ نعمتوں کا ذکر فرمایا، اور اس حدیث نے تین نعمتوں کا، مگر ہماری اس شرح سے وہ پانچوں نعمتیں ان تین میں آگئیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ؛ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔ [1] یعنی وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا کہ وہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے اڑتے نہیں، وہاں اڑنے سے مراد یہ ہے کہ گناہ بار بار کرے اور توبہ کبھی نہ کرے جو توبہ کرتا ہے وہ اڑیل نہیں: توبہ کے معنی پہلے عرض کئے جاچکے ہیں کہ بوقت توبہ گناہ سے باز رہنے کا پورا ارادہ ہو اور اگر توبہ کے وقت ہی یہ خیال ہے کہ گناہ کرتا ہی رہوں گا، تو یہ توبہ نہیں بلکہ اسلام کا مذاق ہے۔ [2] یہاں کل مجموعی ہے نہ کہ کل افرادی یعنی تمام انسان گنہگار رہیں نہ کہ ہر انسان، کیونکہ حضرات انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں کہ گناہ کرسکتے ہی نہیں، اور بعض اولیاء محفوظ کہ گناہ کرتے نہیں اور اگر یہ کل افرادی ہو تو خطاء میں لغزشیں بھی داخل ہوں گی یا یہ عام مخصوص البعض ہے جس سے وہ پاک حضرات مستثنٰی ہیں لہذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے خلاف ہے نہ ان احادیث کے جن میں ان مقبولوں کی عصمت کا ذکر ہے اور نہ اس حدیث کی بنا پر حضرات انبیاء کو گنہگار کہا جاسکتا ہے: عصمت انبیاء کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔ [3] یعنی لوٹنے والے گناہ سے نیکی کی طرف، خطا سے معافی کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، خلق سے خالق کی طرف، غیبت سے حضوری کی طرف، نفس سے رب غفور کی طرف، غرضکہ جیسی خطا ویسی توبہ، یہ حدیث توبہ کی تمام اقسام کو جامع ہے: رب تعالیٰ توبہ کی توفیق دے۔ [4] خیال رہے کہ انسان کا دل صاف شفاف آئینہ کی طرح ہے اندر سے نجاست سے دھندلا ہوجاتا ہے؛ گناہ دل کے غبار ہیں اور کفر دل کا زنگ، قلب کا ذنب سے گہرا تعلق ہے جیسے جسم کا غذاؤں سے۔ اس لئے گناہ جسم کرتا ہے اور سیاہ دل ہوتا، دیکھو غم و فکر دل کو ہوتا ہے اور اثر بدن پر پڑ جاتا ہے، جسم کو صاف رکھنے غسل کرلینے، اچھی ہوا لینے سے دل کو شفا ہوتی ہے: یہ بھی خیال رہے کہ جیسے گناہ بہت آہستگی سے

رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ
هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ
اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا اَبْرَحُ اُغْوِيْ عِبَادَكَ
مَا دَامَتْ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَجْسَادِهِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ

اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دی (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے، روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے غرغرہ سے پہلے[١] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان نے عرض کیا یا رب تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاؤں گا جب تک ان کی جانیں ان کے جسموں میں رہیں[٢] رب عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلالت اور بلندی درجات کی قسم

دل کو میلا کرتے ہیں، ایسے ہی توبہ اور نیک اعمال بہت آہستگی سے میلے دل کو صاف کرتے ہیں مگر نبی کی عداوت یکدم شفاف دل کو میلا نہیں بلکہ زنگ آلود کر دیتی ہے جیسے شیطان کا حال ہوا کہ لاکھوں سال کی عبادت ایک سیکنڈ میں برباد ہو کر اس کا دل ناقابل علاج زنگ آلود ہو گیا، اور مقبول بندے کی نگاہ کرم ایک آن میں زنگ آلود دل کو صاف کر کے اس پر پالش کر دیتی ہے، موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے برسوں کے مجرم جادوگر مومن، صحابی، صابر اور شہید ہو گئے، حضور غوث پاک کی ایک نظر سے چور قطب ہو گئے، اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں شعر

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ❊ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ❊ یک زمانہ صحبتے با انبیاء ❊ بہتر از ہزار سالہ طاعت بے ریا ❊ یک زمانہ صحبتے با مصطفٰے ❊ بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

١ مسلسل گناہ بغیر توبہ کی وجہ سے دل میں زنگ بلکہ کٹ لگ جاتی ہے جو صرف نیکیوں سے صاف نہیں ہوتی بلکہ نگاہ کامل سے صاف ہوتی ہے، اسی لیے رب تعالٰی نے عرب جیسے کٹ لگے ہوئے ملک میں ایسے شاندار رسول کو بھیجا، اندھے شیشوں میں کوئی خاص چمک والا ہی چمک لاتا ہے، وہاں چمکنا ہر ایک کا کام نہیں [illegible] ٢ نزع کی حالت کہ جب کہ موت کے فرشتے نظر آ جائیں غرغرہ کہتے ہیں، اس وقت کفر سے توبہ قبول نہیں کیونکہ ایمان کے لیے ایمان بالغیب ضروری ہے، اب غیب مشاہدہ میں آ گیا، اسی لیے ڈوبتے وقت فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی، مگر گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہے، اگر توبہ کا خیال آ جائے اور الفاظ توبہ بن پڑیں؛ اسی لیے مرقات نے یہاں فرمایا کہ عبد سے مراد بندۂ کافر ہے، کہ غرغرہ کے وقت اس کی توبہ قبول نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ الخ: بعض علماء نے فرمایا کہ ملک الموت ہر مرنے والے کو نظر آتے ہیں مومن ہو یا کافر، خیال رہے کہ قبض روح پاؤں کی طرف سے شروع ہوتا ہے، تاکہ بندہ کی اس حالت میں دل و زبان چلتے رہیں گنہگار توبہ کر لیں، کہا سنا معاف کرا لیں، کوئی وصیت کرنی ہو تو کر دیں، یہ بھی خیال رہے کہ غرغرہ کے وقت گناہوں سے توبہ کے معنی ہیں گزشتہ گناہوں پر شرمندہ ہو جانا؛ اب آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد بیکار ہے کہ اب تو دنیا سے جا رہا ہے گناہ کا وقت ہی نہ پا سکے گا، مگر یہ توبہ اس وقت کی قبول ہے کہ رب تعالٰی غفار ہے ٣ شیطان سے مراد ابلیس ہے اور بہکانے سے مراد اچھے عقیدوں یا اچھے اعمال سے الگ کر دینا ہے، یعنی میں بندوں کے مرتے دم تک

لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِيْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُهُ مَسِيْرَةُ سَبْعِيْنَ عَامًا لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ مِنْ قِبَلِهِ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

میں انہیں بخشتا ہی رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں (احمد) روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے توبہ کیلئے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو یہ ہی عزوجل کا فرمان عالی شان ہے جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے نفس کو ایمان مفید نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو (ترمذی، ابن ماجہ)

تک کوشش کرونگا کہ وہ بدعقیدہ ہوجائیں، اگر یہ نہ کرسکا تو کم از کم ان سے گناہ ہی کرادونگا، اگر یہ بھی نہ ہوسکا تو انہیں نیکی سے روک دونگا، اگر یہ بھی نہ ہوسکا تو بڑی نیکی سے روک کر چھوٹی نیکی میں مشغول کردونگا۔ ابلیس کی یہ کوشش بندے کے مرتے وقت تک رہتی ہے، بعد موت یہ کوشش ختم ہوجاتی ہے اب قبر کے سوالات کے جوابات میں بہکاتا ہے، اسی لئے بعد دفن میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے، لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد دفن میت کے لئے شیطان سے حفاظت کی دعا فرمائی، اور نہ اس آیت کے خلاف ہے کہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ، بہرحال کوئی شخص کسی حال میں اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ جانے اللہ کی پناہ مانگے، آدم علیہ الصلوۃ والسلام معصوم تھے، اور جنت میں تھے جو جگہ محفوظ تھی مگر پھر بھی شیطان نے وہاں اپنا داؤ چلا دیا، تو ہم نہ معصوم ہیں نہ دنیا جگہ محفوظ، پھر ہم کس چیز پر شیخی ماریں، یا اللہ تیری پناہ۔ ۲؎ یعنی اگر جان نکلنے تک بندہ توبہ کرے تو معافی ہوجائے گی، معلوم ہوا کہ غرغرہ کی توبہ گناہ قبول ہے جیسا پہلے عرض کیا گیا۔ ۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں کوفہ میں قیام رہا، دس غزوات میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود نے آپ سے احادیث روایت کیں۔ ۴؎ یعنی آسمانوں میں بہت دروازے ہیں، بعض دروازے فرشتوں کے اترنے کیلئے بعض رزق و دعا نازل ہونے کے لئے بعض اعمال و عبادات چڑھنے کے لئے۔ ایک دروازہ وہ ہے جس سے بندوں کی توبہ جاتی ہے اور بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتی ہے، یہ دروازہ مدینہ منورہ سے جانب مغرب آسمان میں واقع ہے، اس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے تو اس کی لمبائی اور اونچائی کتنی ہوگی یہ رب ہی جانے، حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے کسی قسم کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، آسمان کے دروازے قرآن کریم سے ثابت ہیں وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا۔ ۵؎ یعنی آسمان کے اور دروازے تو بعض اوقات میں بند ہوجاتے ہیں جیسے بندہ کے مرجانے پر اس کی روزی، اعمال کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، مگر توبہ کا دروازہ قریب قیامت ہی بند ہوگا۔ ۶؎ اس کی تحقیق پہلے ہوچکی کہ جو شخص پہلے دنیا میں موجود ہو اور کافر ہو اور اب سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھ کر ایمان لائے، تو اس کا یہ ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان بالغیب ہی ایمان معتبر ہے، اور آج ایمان بالشہادۃ ہوگیا جیسے کہ فرعون کی طرح یا رب کا اقرار عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں، جو اس کے بعد پیدا ہوا اس کا ایمان معتبر ہوگا، یوں ہی گنہگار مسلمان کی توبہ قبول ہوگی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں بعض آیات سے مراد آفتاب کا پچھم سے نکلنا ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کے بعد گناہوں سے توبہ بھی قبول نہ ہوگی، کیونکہ یہاں فرمایا اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ
التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ
مُتَحَابَّيْنِ اَحَدُهُمَا مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ وَالْاٰخَرُ يَقُوْلُ مُذْنِبٌ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَقْصِرْ عَمَّا اَنْتَ
فِيْهِ فَيَقُوْلُ خَلِّنِيْ وَرَبِّيْ حَتّٰى وَجَدَهٗ يَوْمًا عَلٰى ذَنْبٍ اِسْتَعْظَمَهٗ فَقَالَ اَقْصِرْ فَقَالَ
خَلِّنِيْ وَرَبِّيْ اَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيْبًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ اَبَدًا اَوْ لَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ

روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت بند نہ ہوگی حتی کہ توبہ بند ہو اور توبہ بند نہ ہوگی حتی کہ سورج اپنے مغرب کی طرف سے نکلے (احمد، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں دو محبت والے دوست تھے جن میں سے ایک تو عبادت میں کوشاں تھا اور دوسرا کہتے ہیں گنہگار تھا عابد کہنے لگا ان کاموں سے باز آ جن میں تو پھنسا ہے وہ کہنے لگا مجھے میرے رب پر چھوڑ دے حتی کہ ایک دن عابد نے اسے ایسے گناہ پر پایا جسے اس نے بہت ہی بڑا جانا تو بولا باز آجا وہ بولا مجھے میرے رب پر چھوڑ کیا تو میرا داروغہ مقرر ہوا ہے بولا اللہ کی قسم تجھے رب تو کبھی نہ بخشے گا اور نہ جنت میں داخل کرے گا

حیثیتًا مگر یہ قول کچھ کمزور سا ہے۔ مُجْتَهِدٌ فِي الْاِيْمَانِ بھی آ رہی ہے۔ ؎ ہجرت کے معنی ہیں چھوڑنا یا منتقل ہونا یہاں اس سے مراد کفر سے ایمان کی طرف دار شرک سے دار اسلام کی طرف، گناہوں سے توبہ کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، کفران سے عرفان کی طرف منتقل ہونا ہے، یہ ہجرتیں قریب قیامت تک جاری رہیں گی، مکہ معظمہ سے ہجرت ابدی کفر کی بنا پر ختم ہو چکی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ اور حضرت عباس کو خاتم المہاجرین قرار دیا گیا یعنی مکہ معظمہ سے آخری مہاجر لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ؎ خلاصہ یہ ہے کہ توبہ اور ہجرتوں کا سلسلہ قریب قیامت تک قائم رہے گا، خیال رہے کہ اسلام میں نہ زمین گھومتی ہے نہ آسمان بلکہ چاند سورج اور تارے آسمان پر تیر رہے ہیں جیسے سمندر میں کشتیاں، رب تعالیٰ فرماتا ہے كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ تو سورج اب ہمیشہ مشرق سے مغرب کی طرف تیرنے پر قادر ہے وہ اس کے برعکس بھی تیر سکتا ہے۔ ؎ دنیاوی محبت رشتہ داری یا شرکت کاروباری کی وجہ سے نہ کہ دین و تقوی کی بنا پر کیونکہ مومن کافر فاسق فاجر میں یہ محبت نہیں ہو سکتی، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ الخ ؎ حق یہ ہے کہ یَقُوْلُ کا فاعل یا تو خود وہ بندہ ہے یعنی وہ بندہ کہتا تھا میں گنہگار رہوں یا اس زمانہ کے لوگ ایسا ہی کہنے لگے تھے کہ وہ گنہگار ہے، اس کے فاعل حضور نہیں کیونکہ حضور کو تو ان دونوں کے انجام کی خبر تھی کہ گنہگار سعید ہے اور وہ عابد شقی اسی لیے حضور انور نے اس عابد کو صالح نہ فرمایا بلکہ مجتہد فی العبادت فرمایا یعنی عبادت میں کوشاں (مرقات) بعض کے خیال میں یَقُوْلُ کا فاعل حضور ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ حضور فرماتے ہیں اس وقت وہ گنہگار تھا۔ ؎ یعنی تو میری فکر نہ کر، اپنی کر میرا معاملہ میرے رب کے ساتھ ہے، اس کا یہ کلام رب سے امید کی بنا پر ہے نہ کہ بے خوفی سے، ورنہ کفر ہو جاتا۔ ؎ غالبًا عابد نے اسے بہت جھڑکا ہوگا اور ذلیل و خوار اور لوگوں میں بدنام کیا ہوگا، اس لیے یہ جملہ کہہ دیا۔ خیال رہے کہ تبلیغ بہت اچھی چیز ہے مگر دوسرے کی ضد پیدا کر دینا اور اسے بدنام کرنا برا کہ اس سے سامنے والا گناہ چھوڑے گا نہیں بلکہ

فَبَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبَضَ اَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهٗ فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ اَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَحْظُرَ عَلٰى عَبْدِيْ رَحْمَتِيْ فَقَالَ لَا يَا رَبِّ قَالَ اذْهَبُوْا بِهٖ اِلَى النَّارِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَّلَا يُبَالِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ

اللہ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے ان دونوں کی روحیں قبض کیں یہ دونوں رب کے پاس جمع ہوئے تو رب نے گنہگار سے فرمایا تو میری جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے سے فرمایا کیا تو میرے بندے پر میری رحمت روک سکتا ہے عرض کیا نہیں یارب فرمایا اسے لے جاؤ اسے آگ میں (احمد) حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیگا اور بے پرواہ بھی ہے (احمد ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور

ضد میں اگر زیادہ گناہ کر لیگا رب تعالیٰ فرماتا ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ لہذا اس کا یہ جواب بھی کفر نہ ہوگا۔ ۳؎ یہ وہ کلام ہے جو اس عابد پر عتاب کا باعث ہوا یعنی کسی گنہگار کے متعلق دائمی جہنمی ہونے کا فیصلہ کیونکہ مغفرت یا عذاب اللہ کے قبضہ میں ہے: نیز کوئی گنہگار دائمی جہنمی نہیں، اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تجھے خدا نہ بخشے گا مجھے ضرور بخشے گا کہ میں نیک کار ہوں، غرضکہ اس کلام میں دو جرم ہوئے۔ ۴؎ یہ فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جو ہر مرنے والے کے پاس مع اپنے خدام کے پہنچتے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں کی ایک وقت روحیں قبض کی گئیں گنہگار اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر مرا اور عابد اس اپنے تکبر پر کہ میں بڑا عابد ہوں میری ضرور بخشش ہوگی۔ ۵؎ عرش اعظم کے نیچے (مرقات) رب تعالیٰ بعض بندوں سے ویسے ہی کلام فرماتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ ۶؎ اس طرح کہ میں نے اپنے فضل سے تجھے زندگی میں توبہ کی توفیق بخشی اور تیری توبہ قبول کی اور اگر بغیر توبہ بھی مر گیا تھا تو تیرے گناہ محض اپنے فضل سے معاف کر دیئے، خیال رہے کہ جنت میں داخلہ بغیر نیک اعمال ہو سکتا ہے جیسا مسلمانوں کے بچے، دیوانے جنتی ہیں بغیر عمل مگر دوزخ میں داخلہ بغیر جرم نہ ہوگا، اسی لئے دیوانے کفار اور کفار کی نابالغ اولاد جہنمی نہیں۔ ۷؎ یہ اقرار اس وقت کر رہا ہے جب اقرار کرنا مفید نہیں ہوتا، اس کی جگہ دنیا تھی اس لئے قبول نہ ہوا اور سزا دی گئی۔ ۸؎ یعنی اسے کچھ روز کے لئے دوزخ میں لے جاؤ تاکہ یہ اپنے غرور و تکبر کی سزا بھگتے، یہ شخص کافر نہ تھا متکبر تھا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ وہ گناہ جو انسان میں ندامت عجز و انکسار پیدا کر دے، اس عبادت سے بہتر ہے جو عابد میں تکبر و غرور پیدا کر دے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے (مرقات) دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کا لغزشاً گندم کھانا شیطان کی ہزار ہا سال کی عبادت سے افضل ہوا کہ اس خطا سے آپ بہت عرصہ تک توبہ کرتے رہے اور شیطان اس عبادت سے مغرور ہو گیا، اسی لئے حضرت آدم کے سر پر خلافت کا تاج رکھا گیا اور شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا۔

۹؎ آپ مشہور صحابیہ انصاریہ ہیں، یزید ابن سکن کی بیٹی ہیں، بڑی عاقلہ بہادر تھیں غزوہ تبوک میں حاضر تھیں، اپنے خیمہ کی چوب سے نو کفار کو قتل کیا، آپ کے حالات زندگی پہلی جلد میں بیان ہوئے (اشعہ)۔ ۱۰؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے اور عباد سے مراد غلام مسلمان ہیں (اشعہ) یعنی اے میرے غلام اب تم جنہوں نے گناہ کر لئے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو رب تمام گناہ بخش دے گا کیونکہ تم مسلمان ہو: یہاں یَغْفِرُ بعض یَقُوْلُ ہے جیسا کہ شرح

شَرْحِ السُّنَّةِ يَقُوْلُ بَدَلَ يَقْدِرُ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا اللَّمَمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَّاَيُّ عَبْدٍ لَّكَ لَا اَلَمَّا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ. وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَاسْئَلُوْنِي الْهُدٰى اَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فُقَرَاءُ اِلَّا مَنْ اَغْنَيْتُ فَاسْئَلُوْنِيْ اَرْزُقْكُمْ وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَيْتُ

شرح سنہ میں یقول ہے بجائے یقدر کے۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق کہ الا اللمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی اگر تو بخشے تو سارے گناہ بخش دے گا اور تیرا کون بندہ ہے جو گناہ صغیرہ کے پاس نہ گیا (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جسے میں ہدایت دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو میں ہدایت دوں گا اور تم سب فقیر ہو سوا اس کے جسے میں غنی کروں لہذا مجھ سے مانگو میں تمہیں روزی دوں گا اور تم سب مجرم ہو سوا اس کے جسے میں سلامت

سنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ وہاں یقول ہے۔ آیت کریمہ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا الخ میں بھی محققین علماء کا یہی قول ہے کہ وہاں بھی عبادی سے حضور کے بندے مجرم مراد ہیں، کیونکہ کفار کے گناہ ناقابل معافی ہیں اور وہ رحمت الٰہی سے ناامید کر دیئے گئے ہیں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

بندہ خود خواند احمد در رشاد ۔ جملہ عالم را بخواں قل یا عباد

اس سے معلوم ہوا کہ عبد الرسول، عبد النبی کہہ سکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ ۔ ۳؎ لا یبالی سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کلام حدیث ہے قرآنی آیت نہیں، قرآن کریم میں لا یبالی نہیں ہے (مرقات) یعنی تمام گنہگار مسلمانوں کو بخش دینے میں رب کو پرواہ بھی نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ و حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں بجز کفر ہر گناہ کی مغفرت ہو سکتی ہے۔

۱؎ آیت کریمہ ہے وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ یعنی جو لوگ گناہ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں بجز چھوٹے گناہوں کے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جن گناہوں پر حد شرعی مقرر ہے وہ کبیرہ ہیں اور جن پر کوئی وعید نازل ہوئی وہ فاحشہ ہے اور جن پر ان دونوں میں سے کچھ نہیں وارد ہوا صرف ممانعت ہے وہ لمم یعنی گناہ صغیرہ ہے۔ ۲؎ یہ شعر امیہ ابن ابی الصلت کا ہے اگرچہ امیہ زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے مگر اس کے اشعار بہت حکمت و معرفت کے ہیں، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اشعار سنتے بھی تھے اور خود پڑھتے بھی تھے چنانچہ یہ شعر حضور انور نے بطور دعا پڑھا، مطلب یہ ہے کہ اے مولیٰ تو تو کریم ہے، اپنی بخشش میں گناہ صغیرہ کی قید نہ لگا، تو چاہے تو بڑے بڑے گناہ بھی بخش دے۔ گناہ صغیرہ تو سارے ہی لوگ کرتے رہتے ہیں مولیٰ صغیرہ بھی بخش اور کبیرہ بھی، تاکہ گناہ کبیرہ والے کس دروازہ پر جائیں، ان کا ٹھکانہ بھی تیرا ہی دروازہ ہے۔

۳؎ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جن میں سے بعض اسنادیں صحیح ہیں بعض غریب، لہذا یہ متن حدیث صحیح بھی ہے حسن بھی اور غریب بھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعر سنتے اور پسند کرتے بھی تھے اور خود بھی پڑھتے تھے۔ رب جو فرماتا ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وہاں شعر بنانا اور شعر گا کر پڑھنا مراد ہے (مرقات) یا شعر سے مراد جھوٹا کلام ہے اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں ملاحظہ فرمایئے۔

فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُوْ قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِي غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا أُبَالِي وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ
وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَتْقٰى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِيْ
مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ
وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَشْقٰى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِيْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ جَنَاحَ
بَعُوْضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا فِيْ صَعِيْدٍ
وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهٗ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ

رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دونگا اور پرواہ بھی نہ کرونگا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مردے تر و خشک میرے بندوں میں ایک متقی ترین بندے کے دل پر ہو جائیں تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں مچھر کے پر برابر بڑھائے گی نہیں اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مردے تر و خشک میرے بندوں میں سے بدبخت ترین دل پر متفق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے مچھر کے پر برابر کم نہ کریں گے اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مردے تر و خشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا و آرزو مجھ سے مانگے پھر میں ہر منگتے کو دے دوں تو یہ میرے ملک سے .....

۱؎ یہ حدیث قدسی اس آیت کی شرح ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ٭ اس حدیث میں بتایا گیا رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہدایت ہے جسے میسر ہو۔ انسان کو چاہیے کہ ہدایت کی دعا ضرور مانگے۔ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ انبیاء و اولیاء نے بھی رب تعالیٰ ہی سے ہدایت لی ہے مگر وہ حضرات بحکم الٰہی ہمیں ہدایت دیتے ہیں اصل یہ ہے کہ رب ہی سے لیا۔ مگر ہمیں کو دیتا ہے، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اے محبوب تم سیدھی راہ کی ہدایت دیتے ہو۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے بعض بندوں کو غنی فرمایا، ایسا غنی کہ وہ دوسروں کو بھی بحکم پروردگار غنی کردیتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ٭

۳؎ سبحان اللہ! کیا بہت ہی امید افزا کلام ہے، بندہ اپنے گناہ سے رب کی رحمت کو زیادہ جانے اور اپنے آپ کو اپنے اعمال کو رب کی قدرت میں مانے انشاء اللہ بخشا جائیگا۔ ۴؎ کسی نہایت نیک پرہیزگار متقی بندے کو چن کر پھر غور کرو کہ اگر سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں کہ کوئی شخص کوئی گناہ ہی نہ کرے تو اس سے میرے خزانے بڑھتے ہیں۔ ۵؎ یعنی دنیاوی بادشاہوں کے خزانے رعایا کی نیکی سے بھرتے ہیں، اگر رعایا باغی ہو کر ٹیکس دینے سے انکاری ہو جائے تو بادشاہ کے خزانے خالی رہ جائیں، ہمارے خزانوں کا یہ حال نہیں؛ تمام جہان کی نیکیوں سے ہمارے خزانے میں مچھر کے پر برابر زیادتی نہیں ہوتی، مخلوق کی نیکی سے خود ان کا اپنا بھلا ہے، ہم بے پرواہ ہیں۔ ۶؎ یعنی تم کسی بدترین شخص کو سوچو جیسے ابلیس اور غور کرو کہ اگر تمام مخلوق اس فاسق ابلیس کی طرح فاسق و فاجر و گنہگار ہو جائے تو ان کے گناہوں سے ہمارا کچھ بگڑتا نہیں خود ان کا اپنا بگڑتا ہے: خیال رہے کہ یہ تمام فرضی صورتیں ہیں جو سمجھانے کے لئے پیش کی گئی ہیں، ورنہ فرشتے انبیاء اور بعض اولیاء وہ ہیں جن سے گناہ سرزد ہو سکتے ہی نہیں، لہٰذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں جیسے رب تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ اے محبوب فرمادو اگر خدا کے بیٹا ہوتا تو پہلے اسے میں پوجتا، نہ خدا کے بیٹا ہو سکتا.

ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيْهِ إِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا ذٰلِكَ بِأَنِّيْ جَوَادٌ مَاجِدٌ أَفْعَلُ مَا أُرِيْدُ عَطَائِيْ كَلَامٌ وَعَذَابِيْ كَلَامٌ إِنَّمَا أَمْرِيْ لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ أَنَا أَهْلٌ أَنْ أُتَّقٰى فَمَنِ اتَّقَانِيْ فَأَنَا أَهْلٌ أَنْ أَغْفِرَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ

مقابل ایسا ہی کم و تھوڑا ہوگا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اس میں سوئی ڈبوئے پھر اسے اٹھالے؎ یہ اس لئے ہے کہ میں داتا ہوں بہت دینے والا جو چاہتا ہوں کرتا ہوں؎ میری عطا صرف فرمادینا ہے اور میرا عذاب صرف فرمادینا ہے میرا حکم کسی شے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں فرمادیتا ہوں ہوجا وہ ہوجاتی ہے؎ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے تلاوت فرمایا وہ تقوے اور بخشش والا ہے حضور نے فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے؎ تو جو مجھ سے ڈرے گا تو میں اس لائق ہوں کہ اسے بخش دوں (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے

ہے حضور اس کی پرواہ کر سکتے ہیں۔ ؎ امنیتکم بنا ہے منیۃ سے بمعنی آدمی کے شوق یعنی خواہش و آرزو، اس کی جمع منٰی یا امانی ہے یہاں ممکن و جائز آرزو مراد ہے کیونکہ ناجائز و نفسانی خواہش کو امنیہ کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ الخ۔ ؎ یہاں نقص بمعنی کم ہونا ہے نہ کہ بمعنی کم کرنا، یہ ترجمہ نہایت موزوں ہے، یعنی اگر تمام مخلوق کی خواہشات پوری کر دی جائیں اور ان کی تمنائیں دے دی جائیں تو عطیہ جات خزانہ الٰہی کے سامنے ایسا ہوگا جیسے سوئی کی تری سمندر کے مقابل، رب تعالٰی فرماتا ہے کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں ہم اندازے سے ہی اتارتے ہیں، یہ نسبت بھی سمجھانے کے لیے ہے ورنہ محدود و متناہی کو غیر محدود لا متناہی سے نسبت ہی کیسی۔ ؎ خیال رہے کہ سخی وہ جو خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے مگر جواد وہ ہے جو دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے، سخی کا مقابل بخیل ہے اور جواد کا مقابل ممسک، ماجد بنا ہے مجد سے بمعنی وسیع العطاء جس کی عطا مخلوق کی وہم و گمان سے وراء ہو۔ ؎ یعنی جو میں چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں جو مخلوق چاہتی ہے وہ نہیں کرتا کیونکہ خلق میرے تابع ہے میں خلق کے تابع نہیں، خیال رہے کہ جن بندوں نے اپنی مرضی رب کی مرضی میں گم کر دی پھر جو وہ چاہیں رب کرتا ہے کیونکہ وہ چاہتے ہی وہ ہیں جو رب چاہے اور رب چاہتا وہ ہے جو یہ بندہ چاہے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى، رب تعالٰی حدیث کی فہم صحیح نصیب کرے۔ ؎ یہاں ہوجا فرمانے سے مراد ہے اس کا ارادہ کر لینا یعنی جس چیز کا ارادہ فرما لیتا ہوں وہ ہوجاتی ہے، ارادہ کے سوا کسی اور عمل کی کچھ ضرورت نہیں، لہذا اس پر آریوں کا یہ اعتراض نہیں کہ معدوم چیز سے کہنا کہ ہوجا عقل کے خلاف ہے معدوم چیز سننے کے قابل نہیں پھر ہوجا کس سے فرمایا جاتا ہے۔ ؎ یعنی تقوٰی مصدر مجہول ہے اور اپنے مفعول کی طرف منسوب، معنی یہ ہیں کہ میں اس لائق ہوں کہ ساری خلق مجھ سے ڈرے۔ خیال رہے کہ یہاں خوف بمعنی ہیبت ساری مخلوق کو ہے انبیائے کرام اولیاء اللہ عام مومنین خاص صالحین کے دل میں رب تعالٰی کی ہیبت بقدر قرب ہے جس قدر رب سے قرب زیادہ اسی قدر اس کی ہیبت زیادہ مگر خوف عذاب صرف گنہگاروں کو ہے۔ اور خوف عذاب کفار کو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کہ وہاں خوف عذاب کی نفی ہے اور یہاں ہیبت الٰہی

قال إن كنا لنعد لرسول الله صلى الله عليه وسلم في المجلس يقول رب اغفر لي وتب علي إنك أنت التواب الغفور مائة مرة رواه أحمد والترمذي وأبو داود وابن ماجه وعن بلال بن يسار بن زيد مولى النبي صلى الله عليه وسلم قال حدثني أبي عن جدي أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من قال أستغفر الله الذي لا إله إلا هو الحي القيوم وأتوب إليه غفر له وإن كان قد فر من الزحف رواه الترمذي وأبو داود لكنه

فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو ایک مجلس میں سو بار شمار کر لیتے تھے کہ عرض کرتے تھے یارب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما یقیناً تو توبہ قبول فرمانے والا بخشنے والا ہے (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت بلال ابن یسار ابن زید سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو یہ پڑھا کرے کہ میں مانگتا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کی بخشش کر دی جائے گی اگرچہ وہ جہاد سے بھاگا ہو (ترمذی، ابوداؤد) لیکن

کا ثبوت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خوف خدا بہت بڑی نیکی ہے جس سے گناہ معاف ہو سکتے ہیں ان الحسنات یذھبن السیئات لہٰذا ڈر سے بڑا مجرم بھی میرے خوف کی وجہ سے بخش دیا جائے گا۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کام کے لیے تشریف فرما ہوتے تو تشریف لے جاتے وقت یہ کلمات پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سو بار تک فرمالیتے تھے یہ تو عام مجالس پاک کا ذکر ہے خصوصی عبادات کی مجلسوں کا کیا پوچھنا مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا، نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لیے ہیں، نیز ان کا پڑھنا عبادت، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے عابد ہیں لہٰذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔ ۳؎ غلام رسول اللہ ہونا حضرت زید کی صفت ہے نہ کہ بلال کی، اور یہ زید ابن حارثہ نہیں ہیں بلکہ یہ زید ابن بولا ہیں جن کی کنیت ابویسار ہے، زید تو صحابی ہیں مگر ان کے بیٹے یسار اور پوتے بلال وغیرہ تابعی ہیں، ان بلال سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا۔

۴؎ یعنی جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بزدلی کی بنا پر بھاگ جانا بدترین گناہ ہے مگر اس استغفار کی برکت سے ان شاء اللہ وہ بھی معاف ہو جاتا ہے جیسے دواؤں کی جڑی بوٹیاں مختلف تاثیریں رکھتی ہیں، کوئی معمولی بیماری میں مفید ہوتی ہے کوئی سخت خطرناک بیماری میں ایسے ہی روحانی بیماریوں کے لیے دعاؤں کے الفاظ مختلف تاثیر رکھتے ہیں، یہ استغفار بدترین گناہوں کی بخشش کے لیے مفید ہے، مگر وہ تاثیریں طبیب کو معلوم ہوتی ہیں، اور یہ تاثیریں حبیب کو معلوم ہیں ہم ان سے بے خبر ہیں مگر علماء فرماتے ہیں کہ توبہ سچے دل سے ہو تب اس کی یہ تاثیریں ہیں، کہ توبہ کے وقت آئندہ گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ ہو گناہ پر قائم رہتے ہوئے صرف زبان سے توبہ توبہ بول دینا ایک طرح کا مذاق ہے (مرقات) خیال رہے کہ بعض وقت جہاد سے بھاگ جانا جائز بھی ہوتا ہے جبکہ کفار کی تعداد بہت ہی زیادہ ہو جائے اور اب ٹھہرنا ہلاکت ہی ہو، اس صورت میں ٹھہرنا جان دے دینا بہت ثواب ہے مگر بھاگ جانا بھی گناہ نہیں، اور کبھی بھاگنا جنگی چال ہوتی ہے کہ یہاں سے ہٹ کر مضبوط مرکز پر پہنچیں، پھر وہاں جم کر جنگ کریں؛ رب تعالٰی فرماتا ہے "الا متحرفا لقتال" یہ بھاگنا ثواب ہے نہ بھاگنا گناہ اور

عِنْدَ اَبِیْ دَاؤُدَ هِلَالُ بْنُ يَسَارٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَنّٰى لِیْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ

ابوداؤد کے نزدیک راوی ہلال ابن یسار ہیں اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ فصل تیسری: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نیک بندے کے جنت میں درجے بلند فرماتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے الٰہی مجھے یہ بلندی درجہ کہاں سے ملی رب فرماتا ہے تیرے بچے کے تیرے لیے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے (احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہی ہوتی ہے کہ ماں باپ بھائی یا دوست کی دعائے خیر کے پہنچنے کی منتظر رہتی ہے

یا لاچار بزدلی سے چھوڑ کر بھاگ جانا سخت گناہ، وہ بھی یہاں مراد ہے۔ لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۵ یعنی ہلال کے نام میں اختلاف ہوگیا بعض محدثین ہلال ابن یسار فرماتے ہیں بعض ہلال بن بدر، مگر پہلی زیادہ مشہور ہے، حافظ منذری نے فرمایا کہ یہ حدیث بہت جید ہے اس کی اسناد متصل ہے اور اس میں کوئی راوی ضعیف نہیں اور بہت طرق سے مروی ہے واللہ اعلم۔ ۶ اس طرح کہ پہلے تو اس کی قبر میں اعلیٰ درجے کی جنت کی کھڑکی کھلتی ہے پھر اعلیٰ درجہ کی، پھر اس سے اعلیٰ کی یا اس طرح کہ اسے خبر دی جاتی ہے کہ تیرا درجہ بلند ہو رہا ہے۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جنت تو قیامت کے بعد ملے گی، وہ ابھی سے قبر میں کیسے بلند ہو رہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبد صالح سے مراد گنہگار مسلمان ہے جو بخشش کی صلاحیت و قابلیت رکھتا ہے پہلے وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوتا ہے کہ اچانک عذاب موقوف ہو کر جنت کی کھڑکی قبر میں کھل جاتی ہے۔ لہذا یہ حدیث صرف نیکوں سے مخصوص نہیں۔ ۷ میں تو قبر میں سویا ہوں اعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر یہ تبدیلی حال بغیر اعمال کیسے ہوئی یہ ایمان اللہ رب کی عطائیں بندے کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔ ۸ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک اولاد جو ماں باپ کو ان کے مرنے کے بعد دعائے ایصال ثواب استغفار وغیرہ سے یاد رکھے صدقہ جاریہ ہے اور رب تعالٰی کی رحمت ہے جس کے ذریعہ مردہ کو قبر میں فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شفاعت مومنین برحق ہے جس کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا کیا پوچھنا۔ تیسرے یہ کہ اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے، حتی کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت رب اغفرلی ولوالدی پڑھے ایسا بچہ نیکی کا سلسلہ ہی شمار ہوگا، خیال رہے کہ ولد یعنی بچہ میں بیٹا بیٹی اور ان کی اولاد در اولاد سب شامل ہے کبھی ساتویں پشت کی اولاد ساتویں دادا کے کام آجاتی ہے۔ ۹ عام گنہگار مسلمان تو اپنے گناہوں کی وجہ سے خاص نیک مسلمان اپنی پشیمانی کی وجہ سے کہ ہم نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کر لیں خصوصی محبوبین اپنے محبوب کے دیدار کی وجہ سے ایسے منتظر ہیں تا قیامت برزخ میں ابھی ہو آئے ہیں جیسے نئی دلہن سسرال میں کہ اگرچہ وہاں اسے ہر طرح کا عیش و آرام ہوتا ہے مگر اس کا دل میکہ میں پڑا رہتا ہے جب کوئی سوغات یا کوئی آدمی میکے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی، پھر دل لگتے

صدیق فاذا لحقته کان احب الیه من الدنیا وما فیها وان اللّٰه تعالی لیدخل علی اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لهم رواه البیهقی فی شعب الایمان۔ وعن عبد اللّٰه بن بسر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم طوبی لمن وجد فی صحیفته استغفارا کثیرا رواه ابن ماجة وروی النسائی فی عمل یوم ولیلة۔ وعن عائشة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان

پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے[۱] اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو پہاڑ کے برابر دیتا ہے[۲] اور یقیناً زندوں کا مُردوں کے لیے تحفہ ان کے لیے دعائے مغفرت ہے[۳] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بہت خوبیاں ہیں جو اپنے نامۂ اعمال میں بہت استغفار پائے (ابن ماجہ) اور نسائی نے اس حدیث کو دن رات کے عمل میں روایت کیا روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں

لگ جاتا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں میت سے تازہ میت مراد ہے کہ اسے زندوں کے تحفے کا بہت انتظار رہتا ہے۔ اسی لئے نئی میت کو جلد از جلد تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ سے یاد کرتے ہیں۔ فقیر کی اس شرح سے معلوم ہوگیا کہ یہ فقط گنہگار کا ہی حال نہیں۔ دوست سے مراد خاص دوست بھی ہے اور عام دوست یعنی ہر مسلمان بھی۔ زندوں کو چاہیے کہ مُردوں کو اپنی دعاؤں وغیرہ میں یاد رکھیں تاکہ کل انہیں دوسرے مسلمان یاد کریں۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو بلا ناغہ ایصال ثواب سے لوگوں کو طرح طرح کے بہانوں سے روکتے ہیں کل انہیں بھی مرنا ہے۔ شعر

نام نیک رفتگاں ضائع مکن ۔ تا بماند نام نیکت برقرار

[۱] اس لیے کہ یہ مدد بہت سخت حاجت کے وقت پہنچتی ہے۔ نیز یہ پرانے وطن کا تحفہ و ہدیہ ہوتا ہے۔ پردیس میں دیس کا خط بھی پیارا معلوم ہوتا ہے۔ [۲] صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر نیک عمل کا ثواب اسی شکل میں باذن رب میت کو پہنچتا ہے۔ اگر روٹی خیرات کی گئی تو وہ روٹی کی شکل میں اس کا ثواب میت کو ملے گا، اور کپڑے کی خیرات کا ثواب کپڑے کی شکل میں۔ مگر اس میں رب کی طرف سے بہت برکت ہوتی ہے۔ [۳] خواہ دعائے مغفرت مراد ہو جیسے رب اغفرلی ولوالدی ولجمیع المسلمین، خواہ عملاً جیسے ان کی طرف سے صدقہ و خیرات۔ کہ یہ چیزیں میت کی بخشش کا ذریعہ ہیں۔ غرضکہ یہ حدیث قولی و عملی دونوں استغفاروں کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ یہ احادیث ان آیات کے خلاف نہیں لیس للانسان الا ما سعی اور لها ما کسبت وغیرہ کہ ان آیتوں میں بدنی عمل مراد ہیں یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز روزہ نہیں رکھ سکتا، اپنا فرض اپنے ہی کرنے سے ادا ہوگا۔ اور یہ احادیث ثواب پہنچانے کے متعلق ہیں۔ ثواب پہنچانا اور ہے ادائے فرض اور۔ یا آیت میں ملکیت کی نفی ہے اور حدیث میں بخشش کا ثبوت یعنی انسان کی ملک صرف اپنے ہی اعمال ہیں دوسروں کا کیا بھروسہ کوئی شے بھیجے یا نہ بھیجے۔ بغل میں توشہ منزل کا بھروسہ

شعر۔

توشۂ اعمال اپنا ساتھ لے جا دوستا ۔ کون تیرے قبر میں بھیجے گا سو جو تر سہی
بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے ۔ تا قیامت قبر پہ پھر کوئی آئے یا نہ آئے

يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوْا وَإِذَا أَسَاءُوا اسْتَغْفَرُوْا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ. وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوْبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوْبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ فَقَالَ بِهِ هٰكَذَا أَيْ بِيَدِهِ فَذَبَّهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِيْ أَرْضٍ

عرض کرتے تھے الٰہی مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکیاں کریں تو خوش ہو جائیں اور گناہ کریں تو معافی مانگیں (ابن ماجہ اور بیہقی نے دعوات کبیر میں) روایت ہے حضرت حارث ابن سوید سے[۱] فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ ابن مسعود نے دو حدیثیں سنائیں ایک تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے[۲] فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے گویا کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ڈر رہا ہے کہ اس پر گر جائے[۳] اور بدکار اپنے گناہوں کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر گزرے تو یوں کر دے یعنی اپنے ہاتھ سے اسے اڑا دے[۴] پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے[۵] جو کسی

[۱] یعنی اس سے مقبول استغفار بہت کرتے ہیں جو اس کے نامہ اعمال میں لکھے جا چکے ہوں، اسی لئے یہاں بہت استغفار کرنے کا ذکر نہ فرمایا بلکہ نامہ اعمال میں پانے کا ذکر کیا۔ مقبول استغفار وہ ہے جو دل کے درد اور آنکھوں کے آنسو اور اخلاص سے کی جائے، صرف اخلاص بھی کافی ہے۔ [۲] سبحان اللہ کیسی پیاری دعا ہے یعنی مجھے اس جماعت سے بنا جو اپنی نیکی پر فخر نہیں کرتے بلکہ توفیق خیر ملنے پر تیرا شکر کرتے ہیں اور گناہوں پر لاپرواہی نہیں کرتے بلکہ اس جرم کو فوراً توبہ کے پانی سے دھو ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ حضور کے صدقے سے یہ صفتیں ہم کو بھی نصیب کرے آمین۔ فخر کی خوشی گناہ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ، اور شکر کی خوشی عبادت رب تعالیٰ فرماتا ہے فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا یہاں شکر کی خوشی مراد ہے۔ [۳] آپ جلیل القدر تابعی ہیں، اکثر تابعین کی سند ہیں کسی نے حضرت امام احمد ابن حنبل سے آپ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ان کی خوبیاں بیان سے بالا ہیں، حضرت عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں وفات پائی۔ [۴] یعنی ایک حدیث مرفوع اور دوسری حدیث موقوف بیان فرمائی جو خود ان کا اپنا قول ہے۔ [۵] یعنی مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہ صغیرہ کو بھی ہلکا نہیں جانتا وہ سمجھتا ہے کہ چھوٹی چنگاری بھی گھر جلا سکتی ہے اس لئے وہ ان کے کر لینے پر بھی جرأت نہیں کرتا، اور اگر ہو جائیں تو فوراً توبہ کر لیتا ہے۔ گناہوں سے خوف کمال ایمان کی علامت ہے۔ [۶] یعنی چھوٹے کیا بڑے گناہوں کو بھی ہلکا جانتا ہے کہتا ہے کہ میں نے گناہ کر لیا تو کیا ہوا رب غفور رحیم ہے بخش دے گا یہ خیال امید نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے بے خوفی ہے جو کفر تک پہنچا دیتی ہے، انسان پہلے چھوٹے گناہ کو ہلکا جانتا ہے پھر بڑے گناہوں کو، پھر کفر و شرک کو بھی معمولی چیز سمجھنے لگتا ہے۔ [۷] یہاں خوشی سے مراد رضا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حضرت ابن مسعود نے پہلے تو گناہ کو ہلکا جاننے کی برائی بیان فرمائی پھر یہ حدیث سنائی تاکہ بندہ ہر چھوٹے گناہ پر بھی توبہ کرے اسے حقیر نہ جانے، رب تعالیٰ بندے کی ہر توبہ خواہ گناہ صغیرہ سے ہو یا کبیرہ بہت ہی راضی و خوش ہوتا ہے رب

دَوِيَّةٍ مَهْلَكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ فَطَلَبَهَا حَتّٰى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ أَرْجِعُ إِلٰى مَكَانِي الَّذِي كُنْتُ فِيهِ فَأَنَامُ حَتّٰى أَمُوتَ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلٰى سَاعِدِهِ لِيَمُوتَ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَشَرَابُهُ فَاللّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهِ وَزَادِهِ رَوٰى مُسْلِمٌ الْمَرْفُوعَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ

جانوروں والی ہلاکت کی زمین میں اترے اس کے ساتھ سواری ہے جس پر اس کا کھانا پانی ہے اس نے سر رکھا کچھ سو گیا جاگا تو اس کی سواری جا چکی تھی اسے بہت ڈھونڈ رہا تھا حتی کہ جب اس پر دھوپ یا پیاس یا جو اللہ نے چاہا غالب آگئی تو بولا کہ میں اپنی اسی جگہ لوٹ جاؤں جہاں تھا وہاں سو جاؤں حتی کہ مر جاؤں اپنے بازوؤں پر مرنے کے لئے سر رکھ دیا پھر جاگا تو اس کی سواری اس کے پاس تھی جس پر اس کا توشہ پانی تھا اللہ تعالیٰ مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو یہ سواری سے خوش ہوا مسلم نے صرف وہ ہی روایت نقل کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ابن مسعود سے مرفوع ہے اور

کو راضی کرنا عبادت ہے تو ہر گناہ سے توبہ کرنا بھی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ ؎۲ یعنی بہت معمولی سا جنگل یا سواری کی بھی فکر تھی اور جنگلی درندوں کا بھی اندیشہ، دنیا درندوں والا جنگل ہے نفس سواری جس پر ہمارا ہر طرح کا روحانی سامان ہے، یہاں غافل ہو کر سونا خطرناک ہے یہ محض تمثیل ہے۔ ؎۳ او ماشاء اللہ یا تو راوی کا قول ہے یا تردد و شک کے لئے ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو گرمی و پیاس کا ذکر فرمایا اور یا ماشاء اللہ فرمایا اور یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے یعنی اس پر صرف بھوک پیاس ہی غالب نہ آئی بلکہ تمام وہ مصیبتیں، فکریں، خوف و غم بھی غالب آگئے جو رب نے چاہے۔ ؎۴ شاید وہاں سواری لوٹ آئی ہو یا لوٹ آئے کیونکہ وہ جگہ اس نے جانی پہچانی ہے اگر نہ آئی تو موت تو آ ہی جائے گی خلاصہ یہ کہ یا سواری پاؤں گا یا مر جاؤں گا۔ ؎۵ اب بھی اہل عرب جب ریگستان میں پھنس جائیں، تو زندگی سے ناامید ہو کر اس طرح موت کی انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں اور وہاں ہی جان نکل جاتی ہے، یہاں وہ ہی نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ ؎۶ یہاں جاگنے سے مراد سر اٹھا کر دیکھنا ہے ورنہ ایسی حالت میں نیند کہاں آتی ہے اور ممکن ہے کہ جاگنے سے حقیقتاً جاگنا ہی مراد ہو اور اتفاقاً اونگھ آگئی ہو، بہر حال یہ ایک تمثیل ہے جس میں یاس کے بعد آس کا نہایت بہترین نقشہ کھینچ کر پیش کیا گیا ہے۔ ؎۷ یعنے جیسی خوشی اس مایوس بندے کو اس آس پوری ہونے پر ہو سکتی ہے جس نے جان و مال سب کچھ کھو کر سب کچھ پا لیا، اس سے زیادہ خوشی رب تعالیٰ کو اپنے کھوئے ہوئے بندے کے واپس آنے پر ہوتی ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روح انسانی مسافر ہے بدن اس کی سواری جس پر اس کے اعمال کا سامان ہے، دنیا خطرناک جنگل ہے یہاں کی غفلت اس مسافر کا سو جانا ہے جب روح غافل ہو کر جاگی تو دیکھا کہ بدن نفسانی خواہشات میں گم ہو چکا تھا، روح کے قبضہ سے نکل چکا تھا اس روح نے بہت مشقت سے اسے واپس کرنا چاہا مگر وہ نہ ملا، مایوس ہو کر سمجھ گئی کہ اپنی موت کا یقین ہو گا، اور اس نے سمجھ لیا کہ اب میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہو رہی ہوں کہ اچانک رحمت الٰہی نے دستگیری کی اور گم شدہ جسم نفس کو توفیق خداوندی نے دستگیری کی جس سے اپنا مقصد پا لیا، یاس کے بعد اس کی آس پوری ہو گئی، ایسی روح بہت مبارک ہے (مرقات)

مُحْسِبٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ الْمَوْقُوْفَ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَيْضًا ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ ۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا عِبَادِيَ
الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا الْاٰيَةَ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اور بخاری نے ابن مسعود پر موقوف حدیث بھی روایت کی[1] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اس مومن کو پسند فرماتا ہے جو فتنوں میں گرفتار ہو[2] توبہ کرتا ہو[3] روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے عوض ساری دنیا مل جاتی[4] کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ناامید نہ ہو[5] تو ایک شخص بولا تو جو شرک کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا یقیناً جو شرک کرے تین بار فرمایا[6] یعنی اس کی توبہ بھی قبول ہوگی[7] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

[1] خلاصہ یہ کہ اس حدیث کا جزو مرفوع تو متفق علیہ ہے اور جزو موقوف صرف بخاری نے ہے یعنی پوری حدیث صحیح ہے۔ [2] گناہ و غفلتیں اس پر طاری ہوتی رہتی ہیں، ہمیشہ نیکیاں نہیں کر پاتا ہو کیونکہ ہمیشہ نیکیاں کرنے والا کبھی تکبر و شیخی میں پھنس جاتا ہے اور گناہ میں پھنسا ہوا اکثر شرمندہ رہتا ہے۔ اس شرح سے معلوم ہوا کہ اس قاعدے سے حضرات انبیاء و صالح اولیاء علیحدہ ہیں کیونکہ ان میں تکبر و عجب پیدا ہوتا ہی نہیں، لہٰذا حدیث سے یہ لازم نہیں کہ گنہگار بندے انبیاء و اولیاء سے زیادہ پیارے ہوں، یہاں ان سے مقابلہ ہے جو نیکیوں پر اتراتے ہیں، عجز پیدا کرنے والا گناہ، فخر پیدا کرنے والی نیکی سے افضل ہے۔ [3] ہر طرح کی توبہ گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، غیبت سے حضوری کی طرف اور معصیت سے معیت کی طرف لوٹنا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ گناہوں سے ناراض ہے نہ کہ گنہگاروں سے، گنہگار سے توبہ کرنے پر بہت راضی ہوتا ہے۔ عشاق کہتے ہیں کہ بمقابلہ نیکوں کے گنہگاروں پر زیادہ کرم ہے، ماں بیمار لاچار بچہ پر زیادہ مہربان ہوتی ہے، نکمے بیٹے کی کمائی کو ماں باپ کے ذمہ لینی رہتی ہے اور کمائی والے بیٹے کو دولت بری رہتی ہے ہم نکمے بندے ہیں ہمارے لئے اپنے حبیب سے فرماتا ہے وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ محبوب اپنی کمائی سے ان نکموں کو کچھ دیتے رہو انہیں جھڑکو نہیں۔ [4] پھر میں اس دنیا سے لذات و نعمت سب کچھ حاصل کرتا۔ [5] اس آیت میں عبادی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے غلام ہیں اور زیادتی سے مراد گناہ کرتے رہنا ہے، انہیں سے مغفرت کا وعدہ ہے کہ شرک و کفر کی معافی نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ [6] یعنی شرک و کفر بھی بخش دیا جائیگا بشرطیکہ بندہ اس سے توبہ کرکے مسلمان ہو جائے، جو کفر پر مرگیا اس کی مغفرت نہیں، مگر مومن گنہگار اگر بغیر توبہ بھی مرجائے، تب بھی بخشا جا سکتا ہے، لہٰذا یہ حدیث مذکورہ آیت کے خلاف نہیں۔

حکایت: حضرت وحشی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ اسلام میں شرک، قتل، زنا بہت بڑے بڑے گناہ ہیں اور میں نے یہ تینوں کئے ہیں۔ میری بخشش کیسے ہوگی تب یہ آیت کریمہ آئی اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا۔ وحشی بولے کہ مغفرت کی یہ شرطیں بہت سخت ہیں، توبہ، نیک اعمال وغیرہ مجھ سے کیسے ہوسکیں گے تب یہ آیت سنائی گئی وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ۔ وحشی بولے اب بھی میری تسلی نہیں ہوئی، نہ معلوم

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَغْفِرُ لِعَبْدِہٖ مَالَمْ یَقَعِ الْحِجَابُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ النَّفْسُ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ رَوَی الْاَحَادِیْثَ الثَّلٰثَۃَ اَحْمَدُ وَرَوَی الْبَیْہَقِیُّ الْاَخِیْرَ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ لَا یَعْدِلُ بِہٖ شَیْئًا فِی الدُّنْیَا ثُمَّ کَانَ عَلَیْہِ مِثْلُ جِبَالٍ ذُنُوْبٌ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی اپنے بندے کو بخشتا ہے جب تک کہ آڑ نہ واقع ہو[1] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آڑ کیا ہے فرمایا یہ کہ کوئی شخص شرک کرتے ہوئے مرجائے[2] ان تینوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا اور بیہقی نے آخری حدیث کتاب البعث والنشور میں روایت کی روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالٰی سے اس طرح ملے[3] کہ دنیا میں کسی چیز کو اس کے برابر نہ جانتا ہو[4] پھر اس پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اللہ اسے بخش دے گا[5] (بیہقی کتاب البعث والنشور) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسے اس کا گناہ تھا ہی نہیں[6] (ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان)

میری بخشش ہوگی یا نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ تب وحشی بولے بس بس مجھے کافی ہے کافی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بشارتیں صرف وحشی کے لئے ہیں، فرمایا نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے (تفسیر معالم التنزیل و مرقات) غرضکہ یہ آیت بہت ہی امید افزا ہے۔ [1] یعنی وہ واقعہ ہوجائے جو بندہ اور رب تعالٰی کی رحمت کے درمیان آڑ ہے وہ شی کی آڑ، رب تعالٰی فرماتا ہے [illegible] اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ [2] شرک سے مراد کفر ہے کہ کفر پر موت واقع ہوجانا رحمت الٰہی سے بڑی مضبوط آڑ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی ہر توبہ موقوف رہتی ہے، اگر ایمان لا کر مرا تو تمام گزشتہ توبہ قبول ہوگئیں، اگر کفر پر ہی مرگیا تو ساری توبہ بیکار گئیں، حق یہ ہے کہ کفار کی بعض دعائیں قبول ہوجاتی ہیں شیطان نے درازی عمر کی دعا مانگی جو کچھ ترمیم سے قبول ہوگئی۔ [3] یعنی اس حال میں مرے، یہاں اللہ سے ملنے سے مراد دنیا سے جانا ہے نہ کہ قیامت میں اٹھنا کیونکہ قیامت میں سب ایمان لے آتے ہیں، پھر قیامت میں مشرک کون ہوگا، چونکہ بعد موت دنیا کے سارے تعلقات ختم ہوجاتے ہیں بندہ کا تعلق صرف رب تعالٰی سے رہ جاتا ہے، اس لئے موت کو اللہ سے ملنا فرمایا گیا۔ [4] اس طرح کہ کسی کو خدا کا شریک نہ مانتا ہو، چونکہ عرب میں عام طور پر کفار مشرکین ہی تھے اس لئے شرک کا ذکر فرمایا ورنہ ہر کافر کا بھی یہی حال ہے۔ خیال رہے کہ مشرک اپنے معبودوں کو خدا کے برابر ضرور مانتے ہیں کسی کو خدا کی اولاد کسی کو خدا کا مددگار کسی کو خدا کے مقابل اپنا کارساز مانتے ہیں، اسی لئے وہ قیامت میں اپنے شرکاء سے کہیں گے اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب علم القرآن میں ملاحظہ فرمائیے، رب تعالٰی فرماتا ہے جو بعد موت۔ [5] اگر چاہے تو بخش دے یا تو بالکل ہی بخش دے یا کچھ تنبیہ فرماکر یا کچھ سزا دے کر، رب تعالٰی فرماتا ہے وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ لہذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے مخالف ہے نہ عذاب کی حدیثوں کے، ورنہ اس میں سینکڑوں گناہ پر دلیر کیا گیا ہے۔ [6] توبہ سے مراد سچی اور مقبول توبہ ہے جس میں تمام شرائط جواز و شرائط قبول جمع ہوں کہ حقوق العباد اور حقوق

وَقَالَ تَفَرَّدَ بِهِ النَّهْرَانِيُّ وَهُوَ مَجْهُوْلٌ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ رَوَى عَنْهُ مَوْقُوْفًا قَالَ النَّدَمُ تَوْبَةٌ وَالتَّائِبُ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ ؛ بَابٌ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ غَلَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث میں نہرانی اکیلا ہے اور وہ مجہول الحال ہے ۱؎ اور شرح سنہ میں ابن مسعود سے موقوفًا روایت کی آپ نے فرمایا نادم ہونا توبہ ہے اور توبہ والا ایسا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں ۲؎ باب ۳؎ پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے مخلوق پیدا فرمانے کا فیصلہ کیا ۴؎ تو ایک تحریر لکھی جو رب کے پاس عرش کے اوپر ہے ۵؎ کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور ایک روایت میں غلبت ہے ۶؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

شریعت ادا کر دیئے جائیں، پھر گذشتہ کوتاہی پر ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد، اس توبہ سے گناہ پر مطلقًا پکڑ نہ ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں تو گناہ نیکیوں سے بدل جائیں گے: حضرت رابعہ بصریہ، سفیان ثوری اور فضیل ابن عیاض سے فرمایا کہ تمہیں کیا خبر کہ گناہ تمہاری نیکیوں سے کہیں زیادہ ہیں اگر میری توبہ سے یہ گناہ نیکیاں بن گئے تو پھر میری نیکیاں تمہاری نیکیوں سے بہت بڑھ جائیں گی (مرقات) خیال رہے کہ یہاں کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ سے انبیاء اولیاء، ملائکہ خارج نہیں ہیں، کیونکہ گنہگار توبہ کرکے ان جیسا نہیں ہو جاتا، اگرچہ عذاب بھی نہ ہو مگر خجالت و شرمندگی تو ہوگی وہ حضرات ان سے بھی پاک ہیں، یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نہ معصوم ہیں نہ محفوظ مگر گناہ نہ کریں جیسے چھوٹے بچے اور دیوانے مسلمان، کہ تائب گنہگار توبہ کی برکت سے ان بے گناہوں کی طرح ہو جاتا ہے بے گناہی میں۔

۱؎ یعنی نہرانی کا پتہ نہیں کہ ثقہ تھا یا ضعیف، لہٰذا یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی، امام ابن حجر اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ چونکہ یہ حدیث فضائل دعا اور توبہ میں ہے لہٰذا اگر ضعیف بھی ہو تب بھی قبول ہے (مرقات)۔ ۲؎ چونکہ گذشتہ پر ندامت توبہ کا رکن اعلیٰ ہے کہ اس پر باقی سارے ارکان مبنی ہیں اس لئے صرف ندامت کا ذکر فرمایا جو کسی کا حق مارنے پر نادم ہوگا تو حق ادا بھی کرے گا جو بے نمازی ہونے پر شرمندہ ہوگا وہ گذشتہ چھوڑی نمازیں قضا بھی کرے گا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں، اگرچہ یہ حدیث موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کہ یہ بات محض قیاس سے نہیں کہی جا سکتی۔ ۳؎ یعنی گذشتہ بابوں کے تمات و لواحق کا باب جس میں مختلف مضامین کی احادیث ہیں اکثر حدیثیں اللہ کی رحمت اور بندے کے مایوس نہ ہونے کے متعلق ہیں۔ ۴؎ اس طرح کہ مخلوق کو پیدا فرما دیا یا پیدا فرمانے کی ابتداء کی یا موجودات کے ظہور کا ارادہ قریب کیا یا جب میثاق کے دن تمام روحوں کو پیدا کیا۔ ۵؎ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور لکھنے سے مراد لکھنے کا حکم دینا ہے فرشتوں کو یا قلم کو، عرش کے اوپر سے مراد درجہ و مرتبہ میں اوپر ہے نہ کہ جگہ میں، کیونکہ لوح محفوظ عرش کے نیچے ہے نہ کہ اس کے اوپر، بعض علماء نے فرمایا کہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی ہے کہ اس میں سارے حالات درج ہیں، اور حضرت اسرافیل حاملین عرش فرشتوں کے سردار ہیں اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں (مرقات وغیرہ)

۶؎ اس طرح کہ آثار غضب پر آثار رحمت غالب بھی ہیں اور زیادہ بھی، ورنہ خود رحمت و غضب رب تعالیٰ کی صفتیں ہیں، وہاں زیادتی کمی اور غالبیت مغلوبیت ناممکن ہے، مطلب یہ ہے کہ میری رحمت کا ظہور بمقابلہ غضب بہت زیادہ ہوگا، چنانچہ رب تعالیٰ کی رحمت تمام مخلوق کو پہنچی

صلے اللہ علیہ وسلم إن لله مائة رحمة أنزل منها رحمة واحدة بين الجن والإنس والبهائم والهوام فبها يتعاطفون وبها يتراحمون وبها تعطف الوحش على ولدها وأخّر الله تسعا وتسعين رحمة يرحم بها عباده يوم القيامة متفق عليه وفي رواية لمسلم عن سلمان نحوه وفي آخره قال فإذا كان يوم القيامة أكملها بهذه الرحمة وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو يعلم المؤمن ما عند الله من العقوبة ما طمع بجنته أحد ولو يعلم الكافر ما عند الله من الرحمة ما قنط من جنته أحد متفق عليه

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت جن، انسان، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری جس سے یہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں اس رحمت سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربان ہوتے ہیں اور ننانوے رحمتیں محفوظ رکھ چھوڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائیگا (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت سلمان سے اسی کی مثل ہے اس کے آخر میں ہے کہ فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اس رحمت کو اس سے کامل فرمادیگا روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر مومن جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا (مسلم بخاری)

ہے اور غضب کسی کسی کو۔ کفار بھی رب کی رحمت ہی سے روزی پاتے ہیں بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں۔ ہاں پھر رحمت کے بارے میں خود فرماتا ہے وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اور غضب کے بارے میں فرماتا ہے عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ (از لمعات مع زیادت) ۲؎ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سو قسم کی ہے یا سینکڑوں قسم کی جن میں سے ہر قسم کے ماتحت ہزارہا انواع ہیں ہر نوع کے نیچے ہزاروں قسمیں ہیں اور ہر صنف کے تحت ہزارہا افراد، غرضکہ یہ حدیث حد بندی و تحدید کے لیے نہیں بلکہ تکثیر و زیادت کے بیان کے لیے ہے ۳؎ یعنی ان سینکڑوں اقسام میں سے ایک قسم یا کروڑوں افراد میں سے ایک فرد دنیا میں بندوں میں بانٹ دی گئی ہے جس کے حصے ہو کر ماں باپ بہن بھائی قرابت والے دوستوں کو ملے ۴؎ وحشی جانوروں کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ ان میں الفت و محبت کم ہے نفرت و غضب زیادہ یعنی وحشی درندے بھی اس رحمت کے حصے سے اپنے بچوں پر مہربان ہیں اگر رب تعالیٰ ماں کے دل میں محبت پیدا نہ کرے تو وہ اپنے بچوں پر ہرگز مہربان نہ ہو جیسے ناگن اور مچھلی کہ ناگن تو اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے مچھلی اپنے بچوں کو پہچانتی بھی نہیں، اور اگر رب محبت پیدا فرمائے تو پتھر اور درخت محبت کرنے لگیں دیکھو احد پہاڑ حضور سے محبت کرتا ہے درخت گھاس وغیرہ حضور پر نثار ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) ۵؎ بندوں سے مراد مومن بندے ہیں اور ننانوے کا عدد تحدید کے لیے نہیں بلکہ زیادتی کے لیے ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایک قسم کی رحمت کا ظہور تو دنیا میں ہو رہا ہے اور ننانوے قسم کی رحمت کی جلوہ گری آخرت میں ہوگی، لہٰذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ روزانہ کعبہ معظمہ پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں جن سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں پر (از مرقات) ۶؎ یعنی قیامت کے دن ان ننانوے رحمتوں کو اس دنیا کی ایک رحمت سے ملا کر پورے سو فرمائیگا معلوم ہوا کہ وہاں دنیوی رحمت بھی ہوگی مگر صرف مسلمانوں پر کفار تو عذاب دیکھ کر اپنی اولاد ماں باپ سے بھی بیزار ہوں گے ۷؎ یعنی رب تعالیٰ کی انتہائی

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ لِاَهْلِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ اَوْصٰى بَنِيْهِ اِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ ثُمَّ اذْرُوْا نِصْفَهٗ فِي الْبَرِّ وَنِصْفَهٗ فِي الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِيْنَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا مَا اَمَرَهُمْ

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور آگ بھی ایسی ہی ہے (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جان پر زیادتی کی تھی جب اسے موت آئی تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب مرجائے تو اسے جلادو پھر اس کو آدھا جنگل میں اور آدھا دریا میں اڑا دو کہ رب کی قسم اگر اللہ نے اس پر تنگی کی تو اسے وہ عذاب دے گا جو جہانوں میں کسی کو نہ دیئے گئے پھر جب وہ مر گیا تو جو اس نے کہا تھا وہ ان لوگوں نے کیا

رحمت و عذاب کا ذکر ہے یعنی اس قدر بیان کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت و عذاب کسی کے خیال میں بھی آسکتی۔ اگر ان کی حقیقت معلوم ہو جائے تو عذاب دیکھ کر مومن کی آس ٹوٹ جائے اور اس کی رحمت میں غور کرکے کافر کے پاس بھی آس ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ گنہگار کو بھی نا امید نہ ہونا چاہیے کیونکہ اللہ ستار ہے اور بندہ گنہگار ہے اور گنہگار کو یوں سمجھنا چاہیے کہ اللہ ستار و غفار ہے۔ حضرت عمر فرماتے تھے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو کہ صرف ایک ہی بندہ جنتی ہے تو مجھے امید ہو کہ شاید میں ہی ہوں گا اور اگر اعلان ہو جائے کہ صرف ایک ہی بندہ دوزخی ہے تو مجھے خوف ہو گا کہ وہ میں ہی ہوں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندہ پر زندگی میں خوف غالب چاہیے اور مرتے وقت امید۔ ۲ اسی طرح کہ کبھی منہ سے ایک بری بات نکل جاتی ہے تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندے کی عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ الغرض ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے۔ چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور ان کے راستے عمل کے قدموں سے طے ہوتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ۔ ۳ ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص کوئی اسرائیلی تھا کیونکہ بنی اسرائیل نے بارہا خوف الٰہی میں بڑی بڑی سختیاں جھیلی ہیں۔ اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب انبیاء کرام کی تعلیم دنیا سے گم ہو چکی تھی لوگ رب تعالیٰ کی صفات سے بے خبر ہو گئے تھے۔ لہذا اگلے مضمون پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۴ اگرچہ اس زمانہ میں دفن کا رواج تھا مگر اس نا سمجھ نے خیال کیا کہ دفن ہونے کی صورت میں میری لاش ایک ہی جگہ ہو گی جسے رب دوبارہ زندگی بخش دے گا اور اگر میری مٹی کے ذرے دریا اور خشکی میں بکھر گئے تو رب اسے جمع نہ کر سکے گا یا جمع نہ کر سکیگا۔ اس کا یہ خیال قدرت الٰہی سے بے خبری کی بنا پر تھا۔ اور یہ بے خبری نور نبوت نہ پہنچنے کی وجہ سے تھی۔ لہذا یہ بندہ معذور تھا اور اسے اس بنا پر کافر نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایسے زمانہ میں نجات کے لیے صرف عقیدۂ توحید کافی ہوتا ہے۔ ۵ یہ معنی بہت نفیس ہیں کہ قَدَرَ قَدْرٌ سے بنا نہ کہ قُدْرَۃ سے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ اور یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ اگر یہ قُدْرَۃ سے بنتا تو اس میں خدا کی قدرت کا انکار ہوتا جو کفر ہے۔ یہی معنی مرقات نے کئے ہیں۔

فامر الله البحر فجمع ما فيه وامر البر فجمع ما فيه ثم قال له لم فعلت هذا قال من خشيتك يا رب وانت اعلم فغفر له. متفق عليه. وعن عمر بن الخطاب قال قدم على النبي صلى الله عليه وسلم سبي فاذا امراة من السبي قد تحلب ثديها تسعى اذا وجدت صبيا في السبي اخذته فالصقته ببطنها وارضعته فقال لنا النبي صلى الله عليه وسلم اترون هذه طارحة ولدها في النار فقلنا لا وهي تقدر على ان لا تطرحه فقال الله ارحم بعباده من هذه بولدها. متفق عليه. وعن ابي هريرة قال قال رسول الله

اللہ نے دریا کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا اور جنگل کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا جمع کر دیا پھر اس سے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی وہ بولا یا رب تیرے خوف سے تجھے تو خوب خبر ہے اسے رب نے بخش دیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کچھ قیدی آئے تو قیدیوں میں ایک عورت کی چھاتیاں دودھ سے چھلک رہی تھیں وہ دوڑ رہی تھی جب قیدیوں میں کوئی بچہ پاتی اسے پکڑتی اپنے پیٹ سے چپٹا لیتی اور اسے دودھ پلا دیتی تب ہم سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک دے ہم نے عرض کیا اگر وہ پھینکنے پر قادر ہو تو کبھی نہ پھینکے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ اپنے بچہ پر (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

اگر رب نے مجھ پر تنگی کی اور میرا حساب لیا تو مجھے عذاب دیگا، خلاصہ یہ ہے کہ تم میری میت کو خوب جلا کر اڑا دینا تاکہ رب تعالیٰ مجھ پر عذاب نہ کر سکے اور اگر قدرت سے ہو جیسا کہ بعض شارحین نے فرمایا تو بھی کہا جائیگا کہ یہ بندہ صفات الٰہی سے بے خبر ناواقف تھا۔ ۱؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردہ کو جلا ڈالنے اور اس کی مٹی کو اڑا دینے سے مردہ حساب و عذاب سے نہیں بچ سکتا، رب تعالیٰ ایک آن میں اس کے تمام ذرے جمع فرما کر حساب بھی لے لیتا ہے اور عذاب و ثواب بھی دے دیتا ہے، جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں عرض کر چکے ہیں۔ دوسرے یہ کہ زمانہ فترت کے لوگ صرف عقیدۂ توحید پر بخشے جائیں گے، صفات الٰہی سے غفلت اور گناہوں پر ان کی پکڑ نہ ہوگی سوائے حقوق العباد اور ظلم کے کہ ظلم کی سزا تو جانوروں کو بھی ملے گی۔ تیسرے یہ کہ خوف خدا رب تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے جس سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، دیکھو یہ بندہ عمر بھر کا گنہگار رہا محض قلبی خوف الٰہی سے بخشا گیا، خیال رہے کہ عذاب و ثواب کا حکم تو مرتے ہی ہو جاتا ہے، اس کا ظہور قیامت میں ہوگا۔ ۲؎ کیونکہ اس کا بچہ اس سے جدا ہو چکا تھا اور یہ تنی والی تھی۔ تحلب حلب سے بنا جس کے معنی ہیں دودھ دوہنا، یہاں دودھ کی وہ کثرت مراد ہے جسے پستان نہ سنبھال سکیں اور دودھ ٹپکنے لگے۔ ۳؎ تاکہ دودھ کا جوش کچھ کم ہو جائے، نیز وہ اپنے بچہ کو یاد کر کے دوسرے بچوں پر مہربانی کرتی تھی (مرقات)۔ ۴؎ جیسے ماں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ آگ میں جلے ایسے ہی رب تعالیٰ نہیں چاہتا کہ میرا بندہ آگ میں جلے، وہ تو ماں سے زیادہ مہربان ہے۔ خیال رہے کہ یہاں چاہنا بمعنی راضی ہونا ہے نہ کہ بمعنی ارادہ کرنا، رب تعالیٰ نہ کفر سے راضی ہے نہ فسق سے، دنیا کا ہر کام رب تعالیٰ کے ارادے سے ہے مگر اس کی رضا سے نہیں، لوگ اپنی حرکتوں سے دوزخ میں جاتے ہیں رب تعالیٰ ان کے اس جانے سے راضی نہیں لہذا حدیث صاف ہے اس پر مسئلہ تقدیر کے اعتراضات نہیں پڑ سکتے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّنْجِيَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُدْخِلُ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيْرُهٗ مِنَ النَّارِ وَلَا اَنَا اِلَّا بِرَحْمَةِ اللهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا[۱] لوگوں نے عرض کیا نہ آپ کو یا رسول اللہ[۲] فرمایا نہ مجھے مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں چھپالے[۳] لہذا ٹھیک رہو میانہ رو رہو اور صبح شام اور کچھ اندھیری رات میں نیکیاں کیا کرو میانہ روی میانہ روی پر پہنچ جاؤ گے[۴] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل نہ تو جنت میں پہنچا سکے گا نہ آگ سے بچا سکے گا اور نہ مجھے مگر اللہ کی رحمت سے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ مسلمان ہو اور اس کا اسلام اچھا ہو[۱]

۱؎ یعنی نیک اعمال دوزخ سے بچنے، جنت میں داخل ہونے کے اسباب تو ہیں مگر علت تامہ نہیں بہت سے لوگ بغیر نیک عمل جنتی ہیں جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے یا دیوانے یا وہ جو مسلمان ہوتے ہی فوت ہو جائیں اور بعض لوگ نیکیوں کے باوجود دوزخی ہیں جیسے نیکیاں کرنے والے کفار یا جن کی نیکیاں مردود ہو گئیں، جنت ملنے کی علت تامہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے، محض تخم درخت کی علت تامہ نہیں، بہت بار تخم ضائع ہو جاتا ہے، اس فرمان کا مقصد لوگوں کو نیکیوں سے روکنا نہیں ہے بلکہ نیکوں کو اپنے اعمال پر ناز کرنے سے بچانا ہے کہ اے پرہیزگارو اپنے اعمال پر غرور نہ کرو رب تعالٰی کا فضل مانگو شیطان کے اعمال سے اس کے انجام سے سبق لو ۲؎ یعنی آپ کی نیکیاں تو قبولیت کی انتہائی منزل پر ہیں کیا یہ بھی حصول جنت کے لئے کافی وافی نہیں کیا آپ کو بھی اللہ کی رحمت درکار ہے، صحابہ سمجھے تھے کہ ایسے موقعہ پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے ارشاد حضور سب کے لئے فرماتے ہیں اس لئے یہ سوال کیا۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ عموماً حضور پر حضور کو داخل نہ مانتے تھے ۳؎ یتغمد غمد سے بنا بمعنی غلاف تلوار کہ ہر طرف سے تلوار کو چھپائے ہوتا ہے یعنی میں بھی اپنے عمل سے بلا فضل الہی جنت کا حقدار نہیں، ہاں رب تعالٰی کی رحمت ہر طرف سے مجھے گھیرے تو جنت میری ہے خیال رہے کہ تمام دنیا کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ، اور رحمت الہی جنت ملنے کا ذریعہ ہے، تو ہماری جنت کا وسیلہ تو خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر خود رب تعالٰی کا فضل بانی ہے وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا لہذا ہم اور رحمت سے جنتی ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم دوسری رحمت سے جیسے سورج و چاند دونوں کو نور بخش دیا مگر چاند کو سورج کے ذریعہ اور سورج کو بلا واسطہ اپنی طرف سے لہذا اس حدیث سے حضور کا ہماری مثل ہونا ثابت نہیں ہوتا ۴؎ اس طرح کہ عقائد درست رکھو عبادات میں درمیانی روش چلو کہ بقدر طاقت نوافل شروع کرو پھر ہمیشہ نبھا دو اور صرف فرائض پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل بھی ادا کیا کرو خصوصاً آخری رات میں عبادت کیا کرو کہ یہ چیزیں رحمت الہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں: خلاصہ یہ کہ جنت کا ذریعہ رحمت الہی ہے اور رحمت کا ذریعہ نیک اعمال ہیں لہذا اعمال سے غافل نہ ہو منزل قریب ہے خیال رہے کہ رات میں سفر زیادہ طے ہو جاتا ہے ایسے مسافر آخر رات کے لئے رات کی عبادت سے جلد منزل

يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ
مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ
الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً
فَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ
كَثِيْرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً فَاِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا

تو اللہ تعالیٰ اسکے سارے سکے ہوئے گناہ مٹا دیتا ہے اسکے بعد قصاص ہوتا رہتا ہے نیکی کا دس گنے سے لیکر سات سو گنا بلکہ بہت
زیادہ گنا تک ہے اور گناہ اسکے برابر مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معافی دیدے (بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرما دیئے ہیں تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ایک
پوری نیکی لکھتا ہے پھر اگر قصد کرے اور نیکی کرے تو اسے اپنے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ گنا تک لکھ لیتا ہے اور جو گناہ کا ارادہ
کرے پھر کرے نہیں تو اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے ؎ پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے

مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ ؎ علماء فرماتے ہیں کہ دخول جنت اللہ کے فضل سے ہے اور وہاں کے درجات کا حصول اعمال کے وسیلہ سے ہے خواہ خود
اپنے عمل ہوں یا اپنے ماں باپ یا اولاد کے عمل، اس حدیث کا یہی مطلب ہے، جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال اللہ کے فضل سے جنت کا باعث بنے
تو ہم کس شمار میں ہیں۔ ؎ اس طرح کہ اخلاص کے ساتھ دل سے مسلمان ہو منافقت سے کلمہ نہ پڑھے ؎ تو زمانہ کفر کے سارے گناہ اسلام سے
ختم ہو جاتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، لہٰذا زمانہ کفر کے قرض ظلماً قتل وغیرہ اس کے ذمہ رہیں گے اسی لئے سیئۃ فرمایا گیا معلوم ہوا کہ زمانہ کفر کی
نیکیاں برباد نہیں ہوتیں بلکہ اسلام کے بعد وہ قبول ہو جاتی ہیں ؎ یعنی مسلمان ہو چکنے کے بعد بدلہ ہوا کریگا، اس بدلہ کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ؎
یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اور مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ الخ ؎ یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایک
نیکی پر سات سو بلکہ اس سے زیادہ تک جزاء اور ایک گناہ کی جزاء صرف ایک، مگر خیال رہے کہ جیسا گناہ ویسی جزاء بعض گناہ وہ ہیں جن سے
نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں غرضکہ گناہ کی سزا مقدار میں نہ بڑھے گی، رہی کیفیت اس میں فرق ہوگا۔ پھر رب کی معافی کی دو صورتیں ہیں، یا تو بندوں
کو توبہ کی توفیق دے دی جائے یا بغیر توبہ ویسے ہی بخش دیا جائے۔ ؎ اس طرح کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوح محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں
تحریر فرما دے یا نامہ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے، خیال رہے کہ نیکی ہر وہ عمل ہے جو ثواب کا باعث ہوا اور گناہ ہر وہ عمل ہے جو
عذاب کا سبب ہیں لہٰذا مکروہ وقتوں میں نماز پڑھنا گناہ ہے اور حضور پر نمازیں یا جان فدا کر دینا ثواب ہے کبھی قضا نیکی ہو جاتی ہے اور ادا گناہ۔
؎ معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے، مگر ثواب اور چیز ہے ادائے فرض اور چیز لہٰذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا۔
؎ یہ ثوابوں کا فرق کسی کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا کسی کو سات سو گنا کسی کو اس سے بھی زیادہ عامل کی نیت عمل کے مرتبے

فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلَ الَّذِيْ يَعْمَلُ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ يَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ دِرْعٌ ضَيِّقَةٌ قَدْ خَنَقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَانْفَكَّتْ حَلْقَةٌ ثُمَّ عَمِلَ اُخْرٰى فَانْفَكَّتْ اُخْرٰى حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَى الْاَرْضِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُصُّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الثَّانِيَةَ وَلِمَنْ خَافَ

پھر کر ہی لے تو اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مثال جو پہلے گناہ کرتا ہو پھر نیکیاں کرنے لگے اس کی سی ہے جس پر تنگ زرہ تھی جو اس کا گلا گھونٹ رہی تھی پھر اس نے ایک نیکی کی تو ایک چھلا کھل گیا پھر دوسری نیکی کی تو دوسرا کھل گیا حتی کہ وہ زرہ زمین پر گر گئی (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برسر منبر وعظ فرماتے سنا حضور فرماتے تھے کہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں میں نے کہا کہ اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے یا رسول اللہ حضور نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس کے لئے جو

دل سے ہے، لہذا نماز کا ارادہ ثواب ہے باجماعت نماز کا بھی اور شدہ خیال ہے کہ خیال گناہ اور ہے ارادہ گناہ کا پکا ارادہ کچھ اور پختہ ارادہ کرلینے پر انسان گنہگار ہو جاتا ہے: یہاں خیال گناہ کا ذکر ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں کیونکہ مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کرسکا کہ وہاں گناہ کا عزم بالجزم مراد ہے ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرلے مگر موقعہ نہ پائے وہ بھی گنہگار ہوگیا جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہوگیا، لہذا حدیث واضح ہے خیال گناہ گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کرلینا نیکی ہے۔

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر ارادہ گناہ صادر ہو جانا گناہ نہیں۔ گناہوں میں قصد و ارادہ عذاب کا باعث ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا۔ ۳؎ گناہ چھوڑ کر یا گناہ کے ساتھ ساتھ بعض لوگ پہلے صرف گناہ کرتے ہیں بعد میں گناہ چھوڑ کر صرف نیکیاں کرنے لگتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کے ہیں اور بعض لوگ پھر بعد میں اگرچہ گناہ کرتے رہیں مگر نیکیاں بھی کرنے لگتے ہیں یہ بھی غنیمت ہیں، غالب یہ ہے کہ یہاں پہلی جماعت مراد ہے۔ ۴؎ یہ بہت نفیس مثال ہے کہ جیسے زرہ سارے جسم کو گھیر لیتی ہے، اور اگر تنگ ہو تو تمام بدن کو تکلیف دیتی ہے ایسے ہی گناہوں میں گھرا ہوا ہر طرح برا رہتا ہے۔ اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کی نگاہ میں بھی اس کو قلبی کوفت بھی رہتی ہے، نیکی سے دل کو خوشی ہوتی ہے، گناہ سے دل کو رنج اگرچہ کبھی یہ خوشی و غم بعض اوقات محسوس نہ ہو۔ ۵؎ اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں رب فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ یہ بھی پتہ لگا کہ انسان بتکلف نیکی کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کا عادی بن جاتا ہے اور قدرتی طور پر گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ رب تعالیٰ ایسی نیکیاں نصیب فرمائے مطلب یہ کہ نیکیوں کے ذریعے آخر کار گناہوں کی زرہ بالکل کھل کر زمین پر گر جاتی ہے جسم سے دور ہو جاتی ہے ۶؎ یعنی جو کوئی اس ڈر سے گناہ

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّانِيَةَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الثَّانِيَةَ وَلِمَنْ
خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّالِثَةَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَإِنْ
رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَوَاهُ أَحْمَدُ ۞ وَعَنْ عَامِرٍ الرَّامِ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ يَعْنِيْ عِنْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَفِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيْهَا أَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَأَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ

اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں میں نے دوبارہ کہا یارسول اللہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے حضور نے پھر دوبارہ فرمایا کہ اس کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں تیسری بار عرض کیا گیا کہ اگرچہ زنا و چوری کرے یارسول اللہ تو فرمایا اگرچہ ابوالدرداء کی ناک گرد آلود ہو جائے (احمد) روایت ہے حضرت عامر رام سے فرماتے ہیں کہ ہم ان کے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ناگہاں ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کمبل لپیٹا تھا عرض کیا یارسول اللہ میں ایک درخت کی جھاڑی پر گذرا تو میں نے اس جھاڑی میں چڑیا کے چوزوں کی آوازیں سنیں میں نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا

چھوڑ دے یا توبہ کر لے کہ کل مجھے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اعمال کا حساب دینا ہے اس کے لیے دو جنتیں حاصل ہوں گی ایک جنت خوف خدا کے عوض اور دوسری گناہ چھوڑ دینے کے عوض یا ایک جنت عدل کی دوسری جنت رب کے فضل کی یا ایک جنت جسمانی دوسری جنت روحانی یا ایک جنت دنیا میں کہ اسے ہمیشہ قرب الٰہی میسر ہوگا جس سے وہ خوش و خرم رہے گا۔ دوسری جنت آخرت میں ان دو جنتوں کی بہت تفسیریں ہیں مگر صرف زبانی طور پر خوف الٰہی کا محض دعویٰ نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو رب تعالیٰ ہم کو اپنا خوف نصیب کرے جو گناہ چھڑا دے لیکن ہیہات یہ وہ گوہر ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتا۔ ۲؎ یعنی اس سے پہلے اگرچہ چوری اور زنا کر چکا ہو اگرچہ اس خوف کے بعد زنا و چوری کر بیٹھے تب بھی دو جنتوں کا مستحق ہے۔ ۳؎ یعنی اے ابوالدرداء اگر تم سوال کرتے کرتے اپنی ناک بھی رگڑو تب بھی حکم یہی رہے گا کہ اللہ سے ڈرنے والا دو جنتوں کا مستحق ہے خواہ اس سے قبل کتنے ہی بڑے گناہ کیوں نہ کر چکا ہو یا اگرچہ اس کے بعد بھی غلطی سے گناہ کر بیٹھے خوف الٰہی وہ صابن ہے جو دل کے سارے میل دھو ڈالتا ہے یا وہ سیلاب ہے جس کی گزرگاہ سے گندی زمین کو دھو کر دیتی ہیں حتی کہ اگر موت کے وقت بھی خوف خدا نصیب ہو جائے اور اسی حال میں مر جائے تو ان شاء اللہ وہ بھی اس بشارت کے ماتحت داخل ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ خائف سے مراد مومن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو مگر آخرکار دو جنتوں کا مستحق ہوگا۔ ایک اپنے ایمان کی جنت دوسرے رب کی عطا یا کافر کی میراث کی۔ معافی پاکر وہاں پہنچے یا سزا پاکر ۴؎ رام اصل میں رامی تھا یعنی تیر انداز چونکہ یہ فن تیراندازی میں یکتا تھے اس لئے ان کا نام عامر رام پڑ گیا۔ ۵؎ غیضہ وہ جنگل ہے جہاں بہت گھنے درخت ہوں جسے اردو میں جھاڑی کہتے ہیں۔ کبھی اس درخت کو بھی غیضہ کہہ دیتے ہیں جس کی جڑ ایک ہو تنے اور شاخیں بہت ہوں اور گھنی ہوں جن سے دھوپ نہ چھن سکے۔ یہاں دوسرے معنی ظاہر ہیں۔ یہ حضرت چرواہے تھے جو جانوروں کو چرانے کے لئے دور دور نکل جاتے ہیں، ایسے واقعات ان کو زیادہ درپیش آتے ہیں۔ فراخ جمع فرخ کی ہے۔ فرخ چڑیا کا وہ بچہ ہے جو ابھی اڑ نہ سکے اور اس کی ماں اسے دانہ دے۔ ۶؎ معلوم ہوا کہ جنگل کی چڑیاں اور ان کے بچے کسی کی ملک نہیں ہر شخص انہیں پکڑ سکتا ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر انہیں تنبیہ نہ فرمائی، ہاں ایسے بچوں کو

فِي كِسَائِي فَجَاءَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ وَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِي فَهُنَّ أُولَاءِ مَعِي قَالَ ضَعْهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ وَأَبَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لُزُومَهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا ارْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهِ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ

اتنے میں ان کی ماں آگئی وہ میرے سر پر چکر لگانے لگی میں نے اس کے سامنے وہ بچے کھول دیئے وہ ان پر گر پڑی میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا وہ سب یہ میرے ساتھ ہیں فرمایا انہیں رکھ دو میں نے انہیں رکھ دیا ان کی ماں انہیں چمٹی رہی تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ان چوزوں کی ماں کی اپنے بچوں سے اتنی محبت پر تعجب کرتے ہو اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی بچوں کی ماں چوزوں پر انہیں واپس لے جاؤ حتی کہ انہیں وہاں ہی رکھو جہاں سے پکڑا ہے اور ان کی ماں ان کے ساتھ رہی وہ انہیں واپس لے گیا (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں ہم بعض جہادوں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور انور ایک قوم پر گزرے پوچھا

مالک سے جدا نہ کیا جائے بلکہ انہیں مع مال کے اپنے گھر میں پال لے یا ان کی جگہ پہنچا دے، مگر کسی کا پالتو جانور اور اس کے بچے دوسرا آدمی نہیں پکڑ سکتا اگر پکڑے گا تو مجرم ہوگا۔ ۳؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عشق بے خوفی پیدا کرتا ہے، اسی عشق سے دل میں قوت بدن میں طاقت، طبیعت میں ہمت و جرأت پیدا ہوتی ہے دیکھو چڑیا انسان سے ڈرتی ہے مگر بچوں کے عشق نے اس کے دل سے ڈر و نفرت سب نکال دیا بلکہ کبھی ایسی چڑیا انسان پر حملہ کر دیتی ہے جب دنیا کے عشق کا یہ حال ہے تو جسے اللہ تعالیٰ عشق مصطفےٰ نصیب کرے اس میں دلیری کیوں نہ پیدا ہو جائے؛ کربلا میں حسینی قافلہ بہتر آدمیوں پر مشتمل تھا اور مقابلہ میں بائیس ہزار یزیدی لشکر حسینی قافلہ کی ہمت، شجاعت، دلیری آج تک مشہور ہے، یہ دلیری کہاں سے آئی انہی حضرت عشق کی کرشمہ سازی تھی۔ ۴؎ یعنی اپنا کمبل زمین پر رکھ کر انہیں کھول دو تاکہ یہ نظارہ ہم سب بھی دیکھیں، معلوم ہوا کہ جانوروں کی حرکات کا تماشہ دیکھنا اگر لہو و لعب کی نیت سے نہ ہو بلکہ عبرت حاصل کرنے کی نیت سے ہو تو جائز ہے، حرکتوں سے مراد ان کا ناچ و کود نہیں بلکہ وہ نظر محض پیش کر دی ہے۔ ۵؎ یعنی چڑیا کا اتنا مجمع دیکھ کر بھی اپنے بچوں سے نہ بھاگی بلکہ اپنی جان پر کھیل کر انہیں اپنے پروں میں چھپائے رہی۔ ۶؎ بندوں سے مراد سارے بندے ہیں مومن ہوں یا کافر، متقی ہوں یا فاجر جیسے عرض کیا جا چکا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں بڑی قدر ہے نہ کہ بچانے اسی رحمت کی بنا پر رب تعالیٰ نے بندوں میں انبیاء و اولیاء بھیجے کافر یا مجرم خود اپنے کو مستحق کر لیتے ہیں، رب تعالیٰ انہیں جہنم میں بھیجنے سے راضی نہیں مولانا فرماتے ہیں شعر

خلق ترسید از تو من ترسم ز خود ۔۔۔۔ کز تو نیکی دیدہ اند و من ز خویش

۷؎ اس عبارت کی دو قرأتیں ہیں اُمُّهُنَّ کا رفع اور نصب، مرقات اور اشعۃ اللمعات نے پہلی قرأت اختیار کی اور اس جملہ کو حال قرار دیا یعنی ان چوزوں کی ماں ان چوزوں کے ساتھ رہی، دوسری قرأت کی بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ ان بچوں کے ساتھ ان کی ماں کو بھی رکھ آؤ، اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے

مِنِ الْقَوْمُ قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَأَةٌ تَحْصِبُ بِقِدْرِهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَاِذَا ارْتَفَعَ وَهَجٌ
تَنَحَّتْ بِهٖ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ بِاَبِيْ
اَنْتَ وَاُمِّيْ اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ قَالَ بَلٰى قَالَتْ اَلَيْسَ اللّٰهُ اَرْحَمَ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ
بِوَلَدِهَا قَالَ بَلٰى قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِيْ وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَاَكَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَبْكِيْ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَيْهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِيْ
يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَاَبٰى اَنْ يَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

تم کون قوم ہو؟ وہ بولے ہم لوگ مسلمان ہیں ۲ ایک عورت ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا جب آگ بھڑک کر اونچی ہوتی تو عورت بچہ کو دور ہٹا دیتی ۳ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی بولی کیا آپ رسول اللہ ہیں؟ ۴ فرمایا ہاں بولی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا اللہ تمام رحم والوں سے بڑھ کر رحیم نہیں؟ ۵ فرمایا ہاں بولی کیا اللہ اپنے بندوں پر ماں کے اپنے بچہ سے زیادہ مہربان نہیں؟ فرمایا ہاں ۶ تو بولی کہ ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا بہت روئے ۷ پھر سر مبارک اس کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف سرکش متکبر ہی کو عذاب دیگا جو اللہ تعالیٰ پر سرکشی کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکاری ہو ۸

(ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی کریم صلے

چھوٹے بچوں کو ان کی ماں سے الگ نہ کیا جائے۔ اسلام نے جانوروں پر بھی رحم کرنے کا حکم دیا۔ ۲ مسلمان ہو یا کفار غالباً ان پر کوئی علامت موجود نہ تھی، اسی لئے ان لوگوں نے جواب میں مسلمون فرمایا۔ یہ نہ کہا کہ ہم قریشی یا نضری ہیں۔ خیال رہے کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں۔ اس پوچھنے میں رحمت کی مصلحتیں ہوتی ہیں رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ ۳ تحصب حصب سے بنا حصب آگ روشن کرنے کو بھی کہتے ہیں اور ان ایندھن و ایندھن کو بھی جس سے آگ سلگائی جائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ تم اور تمہارے جھوٹے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ۴ یعنی اس عورت کا ایک بچہ جو گھٹنوں چلتا تھا بار بار آگ کو کھلونا سمجھ کر دیگچی کے پاس آ جاتا اور آگ کو پکڑنا چاہتا مگر عورت بار بار ہٹا آتی۔ ۵ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس سے پہلے کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی تھی اور آج حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار خوشبو وغیرہ دیکھ کر آپ کو پہچان گئی، اسی لئے کسی دوسرے سے اس نے یہ سوال نہ کیا۔ ۶ یعنی مخلوق میں بہت رحم کرنے والے ہیں ماں باپ، استاد، سلاطین، مگر رب تعالیٰ تمام سے زیادہ مہربان ہے یہ عرض آئندہ سوال کی تمہید ہے۔ ۷ چونکہ ماں سب سے زیادہ مہربان ہے اسی لئے اب خصوصیت سے ماں کے متعلق سوال کیا ورنہ یہ سوال بھی پچھلے سوال میں آ گیا تھا اور راحمین میں ماں بھی شامل تھی۔ ۸ چنانچہ ملاحظہ فرمالیجئے کہ میں بچہ کی وجہ سے بار بار چولہا چھوڑ آتی ہوں اور بچے کو دور ہٹا آتی ہوں پھر رب تعالیٰ اپنے بندوں کو دوزخ میں کیوں بھیجے گا سبحان اللہ کیسا پیارا سوال ہے۔ ۹ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا اس عورت کی مامتا دیکھ کر اور پھر رب کی رحمت یاد فرما کر تھا اور رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی شوق سے کبھی ذوق سے کبھی جوش سے یہ رونا جوش سے تھا جو اللہ کی رحمت یاد آ کر پیدا ہوا اور اس بات کی وجہ عورت کے حال کا ملاحظہ فرمانا تھا۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ رونا کیوں تھا۔ ۱۰ خلاصہ یہ ہے کہ عذاب صرف کفار کو ہوگا وہ بھی ان

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللّٰهِ فَلَا يَزَالُ بِذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِجِبْرِيْلَ إِنَّ فُلَانًا عَبْدِيْ يَلْتَمِسُ أَنْ يُّرْضِيَنِيْ أَلَا وَإِنَّ رَحْمَتِيْ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى فُلَانٍ وَيَقُوْلُهَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَيَقُوْلُهَا مَنْ حَوْلَهُمْ حَتّٰى يَقُوْلَهَا أَهْلُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ ثُمَّ تَهْبِطُ لَهُ إِلَى الْأَرْضِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ

اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا بندہ اللہ کی رضا تلاش کرتا رہتا ہے اسی جستجو میں رہتا ہے[1] تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا بندہ راضی کرنا چاہتا ہے مطلع رہو کہ اس پر میری رحمت ہے[2] تب حضرت جبریل کہتے ہیں فلاں پر اللہ کی رحمت ہے یہی بات حاملین عرش فرشتے کہتے ہیں یہی ان کے اردگرد کے فرشتے کہتے ہیں حتی کہ ساتوں آسمان والے یہ کہنے لگتے ہیں پھر یہ رحمت اس کے لیے زمین پر نازل ہوتی ہے[3] (احمد) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق کہ بعض لوگ اپنی جانوں پر ظالم ہیں اور بعض

کہ اپنے قصور و سرکشی سے جیسے مہربان ماں نالائق و سرکش بیٹے کو عاق کرکے نکال دیتی ہے یہ ہے گنہگار مسلمان، انہیں دوزخ میں کچھ عرصہ کے لیے ڈالنا تعذیب نہیں بلکہ تہذیب ہے یعنی ان کی صفائی کرکے انہیں جنت کے لائق بنانا، جیسے سونے کو آگ میں تپا کر زیور بنا کر محبوب کے گلے کے لائق بنایا جاتا ہے، تو یہ آگ گویا نالائق کے لیے رحمت ہوگی، ماں گندگی میں بھرے ہوئے بچے کو سخت سردی میں نہلاتی دھلاتی ہے جس سے بچے کو تکلیف ہوتی ہے مگر اس سے اسے صفائی میسر ہو جاتی ہے۔ [1] اس طرح کہ اپنے ہر دینی و دنیاوی کاموں سے رب تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے کہ کھاتا پیتا، سوتا جاگتا بھی ہے تو رضائے الٰہی کے لیے، نماز روزہ تو بہت ہی ضرور رہے، خدا تعالیٰ اس کی توفیق نصیب دے۔ [2] یعنی اس پر میری کامل رحمت ہے اس طرح کہ میں اس سے راضی ہوگیا، خیال رہے کہ اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے، جب رب تعالیٰ بندے سے راضی ہوگیا تو کونین بندے کے ہو گئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، پھر بندے پر وہ وقت آتا ہے کہ رب تعالیٰ بندے کو راضی کرتا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يَرْضٰى، اللہ تعالیٰ صدیق کو اتنا دے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔ [3] غرضکہ آسمانوں میں اس کے نام کی دھوم مچ جاتی شور مچ جاتا ہے کہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کلمہ دعائیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے، یہ دعا یا تو فرشتوں کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے یا خود وہ فرشتے اپنا قرب الٰہی بڑھانے کے لیے یہ دعائیں دیتے ہیں، اچھوں کی دعائیں دینا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے جیسے ہمارا درود شریف پڑھنا مقصد

قلب کی حالت غنچہ بستہ، اس کرم سے کر دو شگفتہ　　شے دعائیں ما نوا خستہ، صلے اللہ علیہ وسلم

[4] اس طرح کہ تقریباً ہر انسانوں کے منہ سے اس کے لیے نکلنے لگتا ہے رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے دل خود بخود اس کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور دلوں کی قدرتی کشش محبوبیت الٰہی کی دلیل ہے، دیکھئے حضور غوث پاک خواجہ اجمیری جیسے بزرگوں کو ہم لوگوں نے دیکھا نہیں مگر سب کو ان سے دلی محبت ہے، مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل سے کہتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، حضرت جبریل آسمانوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ فلاں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ قَالَ كُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُورِ

میانہ رو ہیں اور بعض بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے لہ حضور نے فرمایا یہ سب جنتی ہیں ہلہ (بیہقی کتاب البعث والنشور)

آپ سب بھی اس سے محبت کریں، چنانچہ تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت پھیلادی جاتی ہے، یہ حدیث اس کے قریب قریب ہے، یہ غیبی مقدر کی بحث ہے لہ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کی تین جماعتوں کا ذکر فرمایا، ظالمین، میانہ رو، سابقین، ظالمین وہ جن کے گناہ نیکیوں پر غالب ہوں، میانہ رو وہ جن کے دونوں عمل برابر ہوں، سابقین وہ جن کی نیکیاں گناہوں پر غالب ہوں یا نیکیوں نے گناہ مٹا دیئے ہوں، ان تین کلمات کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں ہلہ اس طرح کہ سابقین تو بغیر حساب جنتی ہیں اور مقتصد یعنی حساب یسیر کے بعد جنتی اور ظالمین یا تو سخت حساب کے بعد یا کچھ سزا پاکر جنتی ہیں، بیہقی اور ابن مردویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کی کہ سابق تو سابق ہیں ہی اور مقتصد ناجی ہیں اور ظالم مغفور، امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان تینوں فرقوں کو عبادنا فرمایا اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ اپنے سابقین بندوں کے طفیل سے ہم ظالمین پر رحم فرمائے، ہمارے گناہ معاف کرے آمین آمین یا رب العلمین

بجاہ نبیہ الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم آمین یا رب العلمین

الحمد للہ الکریم

کہ مرآت شرح مشکوٰۃ جلد سوم ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۵۹ء بروز دوشنبہ کو شروع ہو کر آج ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۶۰ء بروز پنجشنبہ کو ختم ہوئی، رب اس سے فائدہ اٹھائے، وہ مجھ گنہگار کے لئے دعائے مغفرت وقبولیت فرمائے رب تعالیٰ اسے جزائے خیر دیگا۔

ناچیز احمد یار خاں نعیمی اشرفی مقیم گجرات پاکستان

چند بہترین دینی کتابیں

جن کا آپ کے گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

تفسیر نعیمی: نہایت سلیس اردو زبان میں تفسیر ہے۔ آیات کا ربط، شان نزول، تفسیر، فوائد اور اعتراضات کے جوابات۔

پارہ اول ... دوئم ... سوئم ... چہارم ... پنجم ... ششم ... ہفتم ... ہشتم ... نہم ... دہم ... یازدہم ... زیر طبع

مرآۃ جلد چہارم

احسن القصص: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ یوسف کی جو تفسیر کی ہے اس کا اردو ترجمہ ہے۔

ناشر: صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی بدایونی۔

ملنے کا پتہ: نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خاں روڈ گجرات (پاکستان)

فہرست مضامین مرآت جلد سوم (٣)

مضمون	صفحہ
کتاب الزکوٰۃ	
فصل اوّل	٣
زکوٰۃ کی تعداد و شرائط	″
زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے	۴
زکوٰۃ جب درمیانی مال لیا جائے	″
غلام اور رب کے درمیان کوئی آڑ پردہ نہیں	″
غیر زکوٰۃ کا مال کو آگ پر گرم کر کے اُن کے مالک	
کو چیلا کھا دی جائے گی	٥
جن مویشیوں سے زکوٰۃ نہ دی گئی تو وہ اپنے مالکوں	
کو قیامت میں روندیں گے	۶
بے زکوٰۃ بکریاں اپنے مالکوں کو سینگوں	
سے ماریں گی	٧
کبریٰ باعث ثواب	″
گھوڑے کی زکوٰۃ کا حکم	٨
آلات جہاد جمع کرنا موجب ثواب ہے	٩
قیامت میں سر کے بل اور بیٹھے کو دیکھے گا	″
بے زکوٰۃ مال گنجے سانپ کی شکل میں ظاہر ہو	
کر اپنے مالک کو ڈسے گا	١٠
قیامت میں جن مالوں کی طرح جانور بھی زندہ	
ہوں گے۔	١١
حاکم سے مال چھپا کر زکوٰۃ بچانا حرام ہے	″
صاحب صدقہ حضور علیہ السلام کے ہاتھ سے	
دولت اور حضور دعائیں دیتے	١٢
اللہ و رسول مالدار غنی کرتے ہیں	″
مسئلہ وقعت	١٣
سلام کر رشوت وغیرہ لینا حرام ہے	١۴
مال کا جو ہدیہ سوالی لینا بھی حرام ہے	١۶
ذخیرہ کرنا حرام ہے	″
تحفہ بھتہ وغیرہ ٹیکس اور قربانی پر ماریں گی	
ہے۔	١٧
ماتحتوں کو راضی کرو ظالم کے وہ خود ذمہ دار	
ہوں گے	″

مضمون	صفحہ
عامل صادق مجاہد ہے	١٩
عامل کو اجرت و ثواب دونوں ملتے ہیں	″
زکوٰۃ گھر جا کر مال دیکھ کر وصول کی جائے سال	″
گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔	٢٠
سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دے سکتے ہیں	″
حضرت صدیق کا زکوٰۃ نہ دینے والوں پر لشکر	″
کشی دینگ	٢١
مال گنجا سانپ بن کر مالک کی باچھیں چبائے گا	٢٣
مال جنگلی سانپ کے گلے کا ہار ہوگا	″
عالم دین جو علم دینی میں بخل کرے وہ مالی	
بخیل سے زیادہ مجرم ہے	″
مال حرام حلال کو بھی برباد کر دیتا ہے	٢۴
باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ	
کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے	٢٥
جانور، سونا چاندی اور تجارتی مال میں زکوٰۃ	
ہے۔	″
وسق، صاع، رطل کی صحیح تحقیق	″
اختلاف و دلائل امام و شوافع در بارہ عشر	″
اوقیہ، درہم اور مثقال کا وزن	٢۶
اپنے خدمتی غلام و جانور میں زکوٰۃ نہیں	″
غلام کا صدقہ فطر دیا جائے گا، زکوٰۃ نہیں	″
ظالم حاکم کی اطاعت واجب نہیں	٢٨
اونٹوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	″
بکریوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	٣٠
زکوٰۃ میں بے عیب درمیانی حالت کا جانور	
دیا جائے گا۔	٣١
نہ عامل زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرے	
اور نہ مالک ادائیگی میں حجت کرے	″
چاندی میں چالیسواں حصہ ہے	٣٢
غلہ وغیرہ میں دسویں اور بیسویں کے احکام	″
جانور کے زخمی کرنے یا کنوئیں یا کان میں گر کر	
مرے تو مالک پر قصاص نہیں	٣٣

مضمون	صفحہ
کان میں پانچواں حصہ لیا جائے گا	
اور اس کے احکام	٣٣
حنفیوں اور شافعیوں کا اختلاف	″
چاندی اور سونے کی زکوٰۃ و نصاب کے مسائل	٣٣
گھر کا استعمالی سامان اور جانوروں میں زکوٰۃ	
نہیں۔	٣۴
بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کا نصاب	
و زکوٰۃ	٣٥
زکوٰۃ میں مال مثل یا ناقص مال دینے والا	
نہ دینے والے کی طرح ہے۔	٣۶
پیداوار گندم جو کھجور اور کشمش میں زکوٰۃ عشر	″
شہد کی زکوٰۃ کے مسائل	٣٨
سونے چاندی کے زیورات میں بشرط نصاب	
زکوٰۃ فرض ہے۔	٣٩
زیورات کی زکوٰۃ نہ دینے والا کو جہنم میں آگ	″
کے زیور پہننے پڑیں گے۔	
زکوٰۃ ادا کرنے سے مال حکم کنز میں نہیں	۴٠
تجارتی مال و اسباب میں زکوٰۃ فرض ادا کرنا	
ہے	″
زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی صورت	۴١
باب صدقہ فطر	۴٢
صاع کے شرعی وزن کی تحقیق	″
صدقہ فطر کس پر واجب ہے	۴٣
صدقہ کس وقت اور کتنا نکالے	″
جو، چھوہارا صاع، گندم نصف صاع، یا آٹا	
ان کی قیمت کے برابر	۴٥
باب جس کو صدقہ حلال نہیں	″
صدقہ، ہدیہ، نفقہ، عطیہ وغیرہ کا فرق	۴۶
سادات و آل ہاشم کو زکوٰۃ و صدقہ لینا	
حرام ہے	۴٧
صدقہ مال کا میل ہے	″
حضور علیہ السلام ہدیہ استعمال اور صدقہ کم	

عنوان	صفحہ
تقسیم فرما دیتے	۴۷
حیلہ کا جواز صدقہ لینے والے پر ختم ہو جائے ہدیہ ہے	۴۹
بنی ہاشم کے غلاموں کو زکوٰۃ دینا حرام ہے	۵۰
آٹھ قسم کے لوگ زکوٰۃ لے سکتے ہیں	۵۲
صدقہ کے بارے میں حضرت عمر کی احتیاط	۵۴
باب، مانگنا کسے حلال نہیں	〃
صرف تین شخص سوال کر سکتے ہیں، اوروں کو حرام ہے۔	۵۵
بلا ضرورت شدید سوال کرنا دوزخ میں لے جائیگا۔	۵۶
قیامت کے دن بھکاری کے منہ پر گوشت نہ ہوگا۔	۵۷
سوال میں ضد کرنا اور چمٹ جانا حرام ہے	۵۷
سمری سے محرومی کا باعث عزت اور سوال سبب لعنت ہے۔	〃
اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔	۵۸
قول حکیم حضور آپ کے سوا کسی سے سوال نہ کروں گا۔	۵۹
اونچا ہاتھ دینے والا نیچا لینے والا ہے	〃
جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے سوال سے بچاتا ہے، صبر سب سے بہتر	۶۰
عطاء عمر رضی اللہ عنہ	〃
جو بغیر سوال و طلب ملے لے لو	۶۱
مجبوراً سوال جائز ہے۔	〃
بھکاریوں کے منہ قیامت میں کھرچے اور زخمی ہوں گے۔	۶۲
آدمی غنی کتنی رقم سے بنتا ہے	〃
غنا یعنی شام کا کھانا ہے	۶۳
ایک انصاری کو طریقہ تجارت کی تعلیم و ممانعت سوال	۶۴
اظہار عزت سے عزت دوگنی نہ ہوگی	۶۶
اظہار غنا سے اللہ اسے غنی کر دے گا	〃
جو بغیر مانگے ملے لو، اعمال عمال و قاضی و مدرسین کا تنخواہ لینا جائز	۶۸
حضرت علی نے عرفات میں ایک بھکاری کو کوڑے لگائے	〃
جو سوال ترک کرے حضور علیہ السلام اس کے ضامن ہیں	۶۹
باب سخاوت اور بخل میں	۷۰
اگر احد سونے کا ہو تو تین دن میں صدقہ کر دوں	〃
فرشتے سخی کو دعا اور بخیل کو بد دعا دیتے ہیں	〃
جتنا خرچ کرو گے اللہ بھی اتنا ہی دے گا	۷۱
زبان سب خرچ کریں دونگا	〃
بچا مال خرچ کر، روکنا برا ہے	۷۱
سخی اور کنجوس کی بہترین تمثیل	۷۲
کنجوسی حلال کو حرام بنا دیتی ہے	۷۳
بخل و شح کا فرق و تعریف	〃
قرب قیامت زکوٰۃ لینے والا میسر نہ ہوگا	〃
جب غربت کا خوف ہو تو صدقہ زیادہ کرنا چاہیے۔	۷۴
بے خوف آگے پیچھے ہر طرف دونوں ہاتھوں سے خیرات کرے	۷۵
سخی اللہ و جنتی لوگوں کے قریب اور دوزخ سے دور، بخیل اس کے برعکس	〃
جاہل سخی کنجوس عابد سے بہتر ہے	〃
صحت کا ایک درہم مرض الموت کے سو درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے	۷۶
مومن بخیل و بدخلق نہیں ہوتا	〃
دھوکہ باز، کنجوس، احسان جتانے والا جنت میں نہیں جائے گا	۷۷
بدترین خصلت کنجوسی و بزدلی ہے	〃
حضور علیہ السلام سے امہات المؤمنین کا موت کے متعلق سوال و جواب	۷۸
ایک اسرائیلی کے صدقہ کا واقعہ	۷۹
ایک شخص کے کھیت کے لئے خصوصیت سے بارش کا واقعہ	۸۱
اندھے، گنجے اور کوڑھی کا قصہ امتحان	۸۲
فیض ملائکہ	۸۳
اللہ کے بندے دافع البلاء ہیں	۸۴
ضرورتمند فقیر کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیے	۸۶
سائل کو گوشت نہ دینے سے گوشت پتھر بن گیا۔	۸۸
جو اللہ کے نام پر نہ دے وہ بدترین انسان ہے	۸۸
آدمی مرتے وقت کچھ نہ چھوڑے، پہلے ہی تقسیم کر دے	۸۹
جو چیز اللہ کی راہ میں حائل ہو اس کو فوراً دور کرنا چاہیے	۹۰
خرچ کرو، جمع نہ کرو، اللہ دے گا	۹۱
سخاوت جنت میں درخت ہے	۹۲
صدقے سے بلا دفع ہوتی ہے	〃
باب فضیلت صدقہ	〃
خیرات حلال کمائی سے کرنی چاہیے، وہی قبول ہوتی ہے۔	۹۳
صدقہ کی اللہ پرورش کرتا ہے اور پہاڑ جیسا ہو جاتا ہے۔	〃
خیرات سے مال کم نہیں ہوتا	〃
معاف دینے اور انکساری کرنے والے کو اللہ سربلند کرتا ہے	۹۴
جنتی جنت میں ان دروازوں سے داخل ہوں گے جس عمل کی کثرت کریں	〃
حضرت صدیق کو تمام دروازوں سے جنت کے دربان پکاریں گے۔	۹۵
حضرت صدیق تمام خوبیوں کے مالک ہیں	۹۶
اپنے پڑوسی کے تحفے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھو	〃
ہر نیکی صدقہ ہے۔	〃
چھوٹی نیکی حقیر سمجھ کر نہ چھوڑو	۹۷
امداد مظلوم، نیکی کی ترغیب، بدی کی تردید صدقہ ہے	〃
تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، اور ہر جوڑ کا صدقہ ایک نیکی ہے	۹۸
انصاف، گھوڑے پر سوار، اچھی بات، نماز کی طرف ہر قدم، راستے سے تکلیف دہ اشیاء کا ہٹانا وغیرہ صدقہ ہے	〃
حمد، تکبیر، تہلیل، صدقہ ہے	۹۹
صحبت حلال، ثواب و صدقہ ہے	〃
باغ، کھیت سے آدمی یا جانور یا پرندے کچھ کھائیں، صدقہ ہے	۱۰۰
کتے کی جان بچانے سے ایک زانیہ کی مغفرت	۱۰۱

ایک عورت بلی باندھنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوئی	۱۰۱
راستے کی لکڑی ہٹانے سے جنتی	۱۰۲
خدمت خلق موجب جنت ہے	〃
عبداللہ ابن سلام سرکار کا چہرہ دیکھ کر ایمان لائے	۱۰۳
سلام کرو، کھانا کھلاؤ اور تہجد پڑھو سلامت جنتی ہو	〃
ہر بھلائی صدقہ ہے، رب کے غضب اور بری موت سے بچاتا ہے	۱۰۴
بھائی کو دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے	۱۰۵
راستہ بتانا، پانی پلانا صدقہ ہے	〃
بیر ام سعد (سعد کی ماں کا کنواں)	〃
غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے سے حلال حرام نہیں ہوتا	۱۰۶
مسلمان کو کپڑا پہنانے سے جنتی لباس اور کھلانے سے کھانا ملے گا	〃
مسلمان کو پانی پلانے سے جنت میں شراب ملے گی	۱۰۷
مال میں علاوہ زکوٰۃ دوسرے حقوق بھی ہیں	〃
پانی و نمک کو منع کرنا سخت بے مروتی ہے	〃
بنجر زمین کو آباد کرنا ثواب ہے	۱۰۸
قرض دینا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے	〃
چھینک و سلام کا جواب دینا واجب	۱۰۹
حضور کی دعا سے مصائب دور ہوتے ہیں	〃
انسان بلکہ جانوروں کو بھی کھانے کی نذر دی	۱۱۰
پاجامہ و تہبند ٹخنوں سے اونچا	〃
عیب جوئی نہ کرو	〃
صدقہ باقی رہتا ہے	۱۱۱
جو ننگے کو کپڑا دیتا ہے اللہ اس کی حفاظت اور عیب چھپاتا ہے	〃
تین شخص اللہ کو محبوب ہیں	〃
صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے	〃
تین شخص اللہ کو مبغوض ہیں	۱۱۲
خیرات کرنے والا تمام عالم پر بھاری ہے	۱۱۳
سخاوت مال سے سخاوت حال و کمال بہتر ہے	۱۱۵

ایک قسم کی دو چیزیں لینے سے جوڑا دینا بہتر ہے	۱۱۵
صدقہ قیامت کے دن دینے والے پر سایہ فگن ہوگا	۱۱۶
دسویں محرم کا صدقہ پورا سال فراخی کر دیتا ہے	〃
باب افضل الصدقہ (بہترین صدقہ)	۱۱۷
بہ نیت ثواب اپنے گھر کا خرچ بھی موجب اجر ہے	〃
صلہ رحمی میں دوگنا ثواب ہے	۱۱۸
حضور کی قدرتی ہیبت قلوب پر	۱۲۰
صدقہ نافرمان خادم اور اولاد کو دینے میں دوگنا ثواب ہیں	〃
میاں بیوی ایک دوسرے کو آپس میں زکوٰۃ نہیں دے سکتے	۱۲۱
غلام آزاد کرنے سے صلہ رحمی افضل ہے	〃
ہدیہ کا زیادہ مستحق قریب کے دروازے والا ہے	۱۲۲
پڑوس کا خیال بہت ضروری ہے	〃
کن لوگوں کو دینا بہتر ہے کی تفصیل	۱۲۳
جس سے اللہ کے نام پر مانگا جائے اور نہ دے وہ بدتر ہے	۱۲۴
سائل کو کچھ دو چاہے جلا ہوا کھر ہو	〃
پناہ مانگنے والے کو پناہ دو اور دعوت قبول کرو	۱۲۵
بھلائی کا بدلہ بھلائی دو	〃
اللہ کے نام پر صرف جنت مانگو	۱۲۶
اللہ سے اللہ کو مانگو	〃
حضرت طلحہ انصاری کے باغ کا قصہ (لن تنالوا البر)	〃
وقف کا اعلان ضروری ہے	۱۲۷
وقف کو واقف وغیرہ اور مستحق استعمال کر سکتے ہیں	〃
بہترین صدقہ بھوکے جاندار کو کھلانا ہے	〃
باب خاوند کے مال سے بیوی کی خیرات	۱۲۸
بہ نیت خیر خیرات کا ثواب مرد، عورت اور خزانچی کو ہے	〃
عورت کو خاوند کے مال کی خیرات کرنے سے نصف ثواب ملتا ہے	۱۲۹
مسلمان امین خزانچی بھی ثواب کا مستحق ہے	〃

زندوں کی خیرات سے مردوں کو ثواب ملتا ہے	۱۲۹
بدنی عبادت کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے	۱۳۰
خیرات میں عورت کو مرد کی اجازت ضروری ہے	〃
ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں	۱۳۱
غلام آقا کے مال سے خیرات کر سکتا ہے	〃
باب من لا یعود فی الصدقۃ	۱۳۲
صدقہ دے کر واپس لینا اپنی قے چاٹنے کے برابر ہے	۱۳۳
عبادت بدنی و مالی میں نیابت کی نفیس تحریر	〃
کتاب الصوم رمضان کے معنی و فوائد	۱۳۴
رمضان میں دوزخ کے دروازے بند اور شیاطین مقید ہوتے ہیں	۱۳۵
باب الریان کے معنی	〃
روزے میں عشق کا غلبہ ہے	۱۳۶
روزہ کا بدلہ خود رب ہے	〃
اجزی اجزی کا فرق	〃
روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے بہتر ہے	〃
روزہ دار جنگ وغیرہ نہ کرے	۱۳۸
رمضان میں شیاطین کو مقید کر دیا جاتا ہے	۱۳۹
شب قدر ستائیسویں رات ہے	〃
روزہ اور قرآن شفیع ہوں گے	〃
شب قدر سے بدنصیب ہی محروم ہوتا ہے	۱۴۰
رمضان میں نفل فرض کے برابر اور فرض ستر فرضوں کے مثل	۱۴۱
ماہ رمضان کے نام	〃
روزہ دار کو افطار کرانے سے آزادی نار اور روزہ کا ثواب ملتا ہے	〃
اول عشرہ رحمت، دوم مغفرت، سوم آزادی دوزخ	۱۴۲
رمضان میں قیدی آزاد کرنے کا حکم	۱۴۳
حوریں روزہ داروں سے نکاح کی تمنا کرتی ہیں	۱۴۳
رمضان کی آخری رات کو بخشش ہوتی ہے	〃
باب رؤیۃ الہلال	〃
چاند کے اشارہ اور گنتی سے ماہ کے چاند احترام سے دیکھنے چاہئیں	〃

مضمون	صفحہ
شریعت میں چاند کا اعتبار ہے، جنتری کا حساب غیر معتبر ہے	۱۴۵
چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو	〃
رویت ہلال کا اعلان	
ماہ رمضان والفطر عید دونوں انتیس تیس کے ہونے کی تحقیق	۱۴۶
انتیس شعبان کے روزے کا حکم	۱۴۷
شعبان کا چاند دیکھنا ضروری ہے	〃
شک کے دن روزہ نہ رکھے	۱۴۸
رمضان کے لئے ایک مسلمان گواہ کافی ہے	〃 / ۱۴۹
مطلع صاف نہ ہو تو دو گواہ ضروری ہیں	۱۵۰
چاند کے چھوٹا بڑا ہونے کا اعتبار نہیں	۱۵۱
سحری کھانے میں برکت اور اہل کتاب سے فرق ہے	۱۵۲
افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے	〃
صوم وصال منع ہے	۱۵۳
تم میں میرا مثل کون ہے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے	۱۵۴
روزہ کی نیت کب کرنی چاہیے	〃
افطار میں جلدی کرنے والا اللہ کا محبوب ہے	۱۵۵
کھجور سے روزہ افطار کرنے میں برکت ہے	〃
افطار قبل نماز سنت ہے	۱۵۶
روزہ دار کو افطار، غازی کو سامان دینے میں ان کے مثل ثواب ہے	۱۵۷
روزہ افطار کرنے کی دعا	〃
جلدی افطار سے دین غالب رہیگا	۱۵۸
اسلام کا احکام کفار کی مخالفت ہے	〃
سحری وافطار میں چھوارے کھانا سنت ہے	۱۵۹
باب تنزیہ الصوم	〃
جو برائی نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی پرواہ نہیں	〃
روزہ ہر عضو کا ہوتا ہے	۱۶۰
روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا	〃
احتلام سے روزہ فاسد نہیں	۱۶۱
غسل سے روزہ نہیں ٹوٹتا	

مضمون	صفحہ
بھول کر کھانے پینے وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۶۱
قصداً روزہ توڑنے پر کفارہ غلام آزاد یا دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا ہے	۱۶۲
حیلہ شرعی درست ہے	۱۶۳
اس کا کفارہ اسی کو عطا فرمادیا	〃
بوڑھا اور متقی جو اپنے نفس پر قادر ہو بوس وکنار کرسکتا ہے جوان کو جائز نہیں	۱۶۴
بلا ارادہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، عمداً قے سے جاتا رہتا ہے	〃
مسواک روزہ میں بلا کراہت جائز ہے	۱۶۵
بحالت روزہ آنکھ میں دوا و سرمہ ڈالنا جائز ہے	۱۶۶
سر پر تیل کی مالش یا پانی بہانا بلا کراہت درست ہے	۱۶۷
رمضان کے ایک روزہ کا بدلہ عمر بھر کے روزے نہیں ہو سکتے	۱۶۸
جو لوگ روزہ اور شب بیداری میں احتیاط نہیں کرتے وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں	۱۶۹
تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۷۰
نمک اور مصطگی چبانے کا حکم	〃
باب صوم المسافر	〃
سفر میں روزہ رکھنا بہتر ہے نہ رکھنے کی اجازت ہے	
بحالت سفر بے سروسامانی کا روزہ برا ہے موجب ہلاکت ہے	۱۷۱
مسافر و دودھ پلانے والی حاملہ کو روزہ رکھنے کی اجازت ہے	۱۷۲
باب القضاء	۱۷۳
حضور کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے	〃
عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لے کر روزہ رکھنا چاہیے	〃
رمضان کے روزوں کی قضا دوسرا رمضان آنے سے پہلے کرے	۱۷۴
دوران حیض کے روزہ کی قضا کرنے کا سبب	〃
میت کے روزوں کا فدیہ اس کے ولی وارث دیں	۱۷۵
روزہ کے فدیہ کا حکم	〃

مضمون	صفحہ
کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادت ادا نہیں کرسکتا	۱۷۸
باب صیام التطوع	۱۷۹
حضور علیہ السلام ماہ شعبان میں اکثر روزے رکھتے تھے	〃
حضور علیہ السلام ہر ماہ کچھ دنوں کے روزے رکھتے تھے	۱۸۰
عاشورہ کا روزہ اور اس کے خصوصیات	〃
نماز تہجد کے فضائل	۱۸۱
عاشورہ کے روزہ کی افضلیت	〃
بخوف مشابہت یہود دسویں کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی رکھیں	۱۸۲
بقرعید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ سال کے برابر ہے	۱۸۳
طریقۂ سوال	〃
صوم دوام وصوم داؤدی	۱۸۴
ہر ماہ میں تین دن کے روزے ہمیشہ کے مثل ہیں	۱۸۵
عرفہ کا روزہ سال گزشتہ وآئندہ کا کفارہ ہے	〃
پیر کے دن کا روزہ	〃
ولادت شریف ونزول قرآن	〃
رمضان وشوال کے چھ روزے پورے سال کے برابر ہیں	۱۸۶
سال میں پانچ دن روزے حرام ہیں	۱۸۷
صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے آگے پیچھے کا دن ملائے	〃
ایک دن کا روزہ دوزخ سے ستر سال کی دوری کا موجب ہے	۱۸۸
ہمیشہ روزوں کی بجائے ہر ماہ تین روزوں کا حکم	۱۸۹
ایام بیض کا ثبوت	〃
پیشی اعمال بحالت روزہ پیر وجمعرات کو بہتر ہے	۱۹۰
ہفتہ وسال کی ابتداء کی تحقیق	〃
تیرہ، چودہ، پندرہ کا روزہ	۱۹۱
جمعہ کے دن روزے کا حکم	〃

- ایک ماہ ہفتہ اتوار پیر یا دوسرے یا منگل بدھ جمعرات کا روزہ ۱۹۱
- روزہ رکھنے والے اور دوزخ کے درمیان زمین و آسمان کے بیچ کی مثل خندق ہوگی ۱۹۲
- سردی کے روزے غنیمت بلا مشقت ہیں 〃
- اسلامی یادگاریں منانے کا ثبوت ۱۹۵
- تین قسم کے روزے حضور ہمیشہ رکھتے تھے ۱۹۶
- ایام بیض کے روزوں سے آدم علیہ السلام کا جسم نورانی ہوا 〃
- روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے ۱۹۷
- پیر و جمعرات کے روزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بخش دیتا ہے 〃
- باب متفرقات ۱۹۸
- عیس و ہریسہ کی ترکیب و تحقیق 〃
- نفل روزہ رکھ کر توڑنے سے قضا واجب ہے ۱۹۹
- مہمان کو نفل روزہ نہ توڑنا افضل ہے
- توڑنا پڑے تو قضا واجب 〃
- تقسیم داہنی طرف سے ہونی چاہیئے ۲۰۰
- اگر مہمان ناراض نہ ہو تو نفل روزہ نہ توڑے ۲۰۲
- نفل روزہ دار کو دکھا کر کھانا اس کا ثواب بڑھانا اور فرشتوں کی دعا کا موجب ہے ۲۰۳
- کھانے کے وقت کھانے کے لئے بلانا سنت ہے 〃
- روزہ دار کی بہترین روزی جنت میں ہے 〃
- کسی کو کھاتا دیکھ کر روزہ دار کی ہڈیاں وجود تسبیح کرتے ہیں 〃
- باب لیلۃ القدر (شب قدر) ۲۰۴
- شب قدر کی خصوصیت وجہ اور تاریخ کی تحقیق 〃
- شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے 〃
- صحابہ کا شب قدر کو خواب میں دیکھنا 〃
- شب قدر کی تلاش میں سرکار کا اعتکاف کرنا ۲۰۵
- سرکار کا شب قدر کو دیکھ کر بھول جانے کی حکمتیں ۲۰۶
- حضرت ابی ابن کعب نے قسم کھائی کہ شب قدر ستائیسویں رات ہے ۲۰۷
- شب قدر کی صبح سورج بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے ۲۰۸
- ستائیس کی مناسبت ابن عباس کی زبان سے 〃
- حضور رمضان کے آخری عشرہ میں شب بیداری و عبادت زیادہ فرماتے 〃
- شب قدر کو اگر پالے، تو اس کی دعا ۲۰۹
- جھگڑے کی وجہ سے شب قدر کی تاریخ تعیین بھلا دی گئی ۲۱۱
- شب قدر میں جبریل امین کا نزول ذاکرین کو دعائیں 〃
- اللہ عید کے دن فرشتوں کے سامنے اپنے نیک عابد بندوں پر فخر کرتا ہے ۲۱۲
- روزہ جہاد، اشاعت دین، شہادت صرف انسانوں کے ساتھ خاص ہے 〃
- نماز عید کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں 〃
- روزہ دار نماز عید پڑھ کر بخشش شدہ واپس ہوتے ہیں 〃
- باب الاعتکاف ۲۱۳
- اعتکاف کے دنوں کی تعداد اور سنت مؤکدہ کفایہ 〃
- رمضان میں سرکار بہت سخاوت فرماتے تھے 〃
- حضور علیہ السلام جبریل کو پورا قرآن کریم سناتے تھے ۲۱۴
- وفات کے سال دو مرتبہ قرآن کریم کا دور بیس دن کا اعتکاف 〃
- اعتکاف میں قضائے حاجت کیلئے جانا ۲۱۵
- حضرت عمر کو نذر کے پورا کرنے کا حکم 〃
- اعتکاف کو عصر کی نماز سے شروع کیا جاتا ہے ۲۱۶
- معتکف نہ عیادت کو جائے، نہ نماز جنازہ کو جائے ۲۱۷
- اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے 〃
- معتکف مسجد میں چارپائی بچھا سکتا ہے 〃
- اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہے ۲۱۸
- کتاب باب فضائل قرآن ۲۱۸
- قرآن کے معنیٰ کی لغوی تحقیق 〃
- قرآن سیکھنے سکھانے والا افضل ہے 〃
- ماہر قرآن فرشتوں اور نبیوں کے ساتھ ہوگا ۲۲۰
- دو شخصوں پر غبطہ و رشک جائز ہے ۲۲۱
- قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے والے کا فرق و مثل 〃
- بذریعہ قرآن قوموں کو سربلند یا ذلیل کیا جاتا ہے ۲۲۲
- حضرت اسید کا قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے فرشتوں کو دیکھنا ۲۲۳
- ایک صحابی پر سورۂ کہف کی تلاوت کے وقت سکینہ رحمت کا سایہ کرنا ۲۲۴
- حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی ۲۲۵
- سورۃ فاتحہ (الحمد) اعظم سورۃ ہے ۲۲۶
- جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے، وہاں سے شیطان بھاگتا ہے 〃
- قرآن قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریگا ۲۲۷
- سورۂ بقرہ و آل عمران رب تعالیٰ سے اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی 〃
- سورۂ بقرہ و آل عمران اپنے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی ۲۲۸
- اعظم آیت آیۃ الکرسی ہے 〃
- حضرت ابوہریرہ کا شیطان کو چوری کرتے پکڑنا ۲۲۹
- حضور کا علم غیب سے فرمانا کہ وہ آج پھر آئے گا ۲۳۰
- ابوہریرہ کو شیطان نے آیۃ الکرسی اور اس کے فوائد بتائے ۲۳۱
- حدیث ابوہریرہ پر اعتراضات و جوابات ۲۳۲
- سورۂ بقرہ کی آخری آیات بہت افضل ہیں ۲۳۳
- سورۂ کہف کے شروع کی دس آیتوں کو حفظ کرنا ۲۳۴
- سورۂ اخلاص دس پاروں کی مثل ہے 〃
- سورۂ اخلاص کا دس پاروں کی مثل ہونے کا سبب 〃

پیر واستاد و سلطان سے شکایت غیبت نہیں ۲۳۴
قل ھو اللہ کو ہمیشہ پڑھنے اور پسند کرنے والے کو اللہ دوست رکھتا ہے ۲۳۵
معوذتین کے مثل تعوذ پناہ کی کوئی سورۃ نہیں ۲۳۶
سوتے وقت اخلاص و معوذتین کو پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر جسم پر ملنا سنت ہے 〃
اور آسیب سے حفاظت 〃
قرآن کریم ارحم اور امانات شفیع ہونگے ۲۳۷
جنت کے درجے قرآن کی آیات کے برابر ہر آیت کی تلاوت پر ایک درجہ ۲۳۸
جسے بالکل قرآن یاد نہ ہو اس کا دل ویران گھر کی طرح ہے 〃
کلام الٰہی مثل ذات الٰہی تمام مخلوق کے کلام پر افضل ہے ۲۳۹
قرآن کریم کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کا ثواب ہے 〃
دنیوی گفتگو مسجد میں حرام ہے ۲۴۰
قرآن کریم فیصلہ کن کتاب ہے 〃
جو قرآن پاک کے خلاف چلیگا اللہ تعالےٰ اسے گمراہ کر دے گا ۲۴۱
قرآن کریم رافع اور نافع اور بے مثل ہے اس سے سیری نہیں ہوتی منہ آنا پڑتا ہے 〃
قاری، عامل، معلم، داعی قرآن کی فضیلت ۲۴۲
عالم باعمل کے والدین کو نورانی تاج پہنایا جائیگا 〃
قرآن پاک کے رنگ میں رنگنے کی بہترین ترغیب ۲۴۳
عالم قرآن اپنے گھر کے دس آدمیوں کی شفاعت کریں گے۔ 〃
الہامی کتب مثل توریت، انجیل، زبور بلکہ قرآن میں بھی نہیں ۲۴۴
بقدر ضرورت قرآن پاک یاد کرنا فرض، اور پورا یاد کرنا فرض کفایہ 〃
عالم بے عمل کا سینہ مشک کے تھیلے کی طرح ہے ۲۴۵
جو عالم قرآن عمل و تلاوت نہ کرے وہ سر بمہر تھیلہ ہے 〃

صبح و شام حم اور آیۃ الکرسی کا پڑھنے والا تمام آفات سے محفوظ رہے گا ۲۴۵
سورۂ کہف کے شروع کی آیات پڑھنے والا دجال سے محفوظ رہے گا ۲۴۶
سورۂ یٰسین قرآن کا دل، اور دس بار قرآن ختم کرنے کا ثواب ۲۴۷
طٰہٰ اور یٰسین کو سن کر فرشتے کہیں گے، خوب ہیں وہ سینے اور زبان اور امت 〃
سورۂ دخان پڑھنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں ۲۴۸
جمعہ کی رات میں دخان پڑھنے والے کی مغفرت یقینی ہے 〃
تسبیح والی آیات غیر تسبیح والی ہزار آیتوں سے بہتر ہیں 〃
سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہے ۲۴۹
ایک صحابی کا قبر میں سورۂ تبارک پڑھنا 〃
قبر پر خیمہ لگانا اور بیٹھنا منع ہے 〃
سورۂ تبارک کا پڑھنے والا انشاء اللہ فتنہ قبر اور تنگی گور و عذاب آخرت سے محفوظ رہے گا ۲۵۰
حضور ہمیشہ سونے سے پہلے الٓم تنزیل اور تبارک تلاوت فرماتے 〃
اذا زلزلت نصف، قل ھو اللہ تہائی اور قل یا ایھا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے 〃
سوتے وقت سورۂ کافرون پڑھنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہوگا ۲۵۰
صبح شام اعوذ باللہ اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھنے والے کو شہید کا درجہ اور ستر ہزار فرشتے دعا کریں۔ ۲۵۱
دو سو بار سورۂ اخلاص پڑھنے سے قرض کے سوا پچاس سال کے گناہ معاف 〃
سونے کا طریقہ ۲۵۲
سوتے وقت سو بار سورۂ اخلاص پڑھنے والے کو اللہ قیامت میں اس کو داہنی طرف سے جنت میں داخل کریگا 〃
اخلاص کی تلاوت سے جنت واجب ہو جاتی ہے 〃
آندھی کے وقت سورۂ فلق و ناس پڑھنا دافع آندھی ہے ۲۵۳

اخلاص و معوذتین ہر چیز کے لئے کافی ہیں 〃
قرآن کریم کا پڑھنا اور غرائب و نکات کا اظہار کرو۔ ۲۵۴
نماز میں قرآن پڑھنا علاوہ نماز سے بہتر ہے 〃
تلاوت قرآن تسبیح و تکبیر سے بہتر ہے 〃
تسبیح خیرات سے، خیرات روزہ سے، اور روزہ آگ سے ڈھال ہے 〃
بغیر دیکھے تلاوت ہزار درجہ اور دیکھ کر دو گنا ۲۵۵
کن چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے 〃
قرآن پاک کی تلاوت اور موت کی یاد دل کی صفائی کا موجب ہے ۲۵۶
روزانہ موت کو یاد کرنے والے کو شہادت کا درجہ ملے گا۔ 〃
اعظم سورۂ اخلاص و آیۃ الکرسی ہے 〃
سورۂ بقرہ کی آخری آیات اللہ کی رحمت کے خزانے ہیں اور کل بھلائی کو جامع 〃
سورۂ فاتحہ تمام بیماریوں کا علاج ہے ۲۵۷
آخر سورۂ آل عمران کی تلاوت سے تمام رات عبادت کا ثواب اور جمعہ کے دن پڑھنے پر فرشتے دعائیں کرتے ہیں 〃
بقرہ کی دو آخری آیتیں سیکھو اور عورتوں کو سکھاؤ 〃
جمعہ کے دن سورۂ ھود پڑھنا باعث برکت 〃
کہف، واقعہ، بلد اور لیل کو ضرور کرنیوالی ۲۵۸
الٓم تنزیل نجات دینے والی ہے 〃
الٓم تنزیل کی ملازمت کرنیوالے کا قصہ ۲۵۹
حضرت عطاء کے متعلق امام اعظم کا فرمان ابتدائے دن میں تلاوت یٰسین سے قضائے حاجات و بخشش گناہ ۲۶۰
مرنے والے کے پاس یٰسین پڑھنے کا حکم 〃
سورۂ الرحمٰن عروس قرآن اور جنت میں اللہ اس کو پڑھ کر سنائے گا ۲۶۱
سورۂ واقعہ پڑھنے والا کبھی فاقہ کش نہ ہوگا 〃
سرکار کو سبح اسم ربک الاعلیٰ بہت محبوب تھا 〃
سورۂ اذا زلزلت کے پڑھنے سے دین اور دنیا میں کامیابی اور ایک صحابی کا قصہ ۲۶۲

الکرسی کا ثواب میں ہزار آیتوں کی مثل ہے اس کی مختصر تشریح ۲۶۳
ہر دس بار اخلاص پڑھنے میں ایک جنتی محل بنیگا •
سورہ عمرہ پڑھیں پھر ترجمہ کا فی محل تیار کرالیں گے •
رمضان کی تلاوت کا ثواب ۲۶۴
باب آداب تلاوت •
قرآن کی نگرانی حافظ قاری صاحب کریں ورنہ بھول جائیں گے •
قرآن کو نہیں بھولتے بلکہ وہ بھلا دیا جاتا ہے ۲۶۵
حافظ کو کتب بینی کے لئے چھٹی دینی چاہئے •
تلاوت قرآن دل لگا کر کرو اور دل گھبرائے ۲۶۶
حضور علیہ السلام کی تلاوت کیسی تھی •
قرآن خوش الحانی سے پڑھا جائے •
جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں ۲۶۷
قرآن سننا و سنانا دونوں سنت •
قرآن پڑھنا یا سننا دونا سنت ہے ۲۶۸
سرکار کا خصوصیت سے ابی ابن کعب کو لم یکن کا سنانا •
قرآن کے دشمن سے قرآن کی حفاظت کرو •
حضور کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہونا سنت صحابہ ہے ۲۶۹
علاوہ نماز وصف جہاد و حلقہ یا ذکر اسباب اور سنت ہے ۲۷۰
قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو •
حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور ایک گویے کی حکایت ۲۷۱
جو قرآن کو چھوڑ کر بیکار لغویات میں کو ڈھی اُٹھے گا •
قرآن کریم کتنے دن میں ختم کرنا چاہئے اور بزرگوں نے کس طریقے سے ختم کئے •
آہستہ اور بلند آواز سے پڑھنے کے احکام و ثواب اور مسائل و مراسم کا بیان ۲۷۲
ملکات حیلہ کیلئے قرآن دیر پڑھنے والے ۲۷۳
قرآن کو اچھی آوازوں سے پڑھو راگ موسیقی کے ساتھ نہ پڑھو •
قرآن کا تکیہ نہ بناؤ یعنی اس کی تلاوت میں سستی نہ کرو ۲۷۵
قرآن کو تکیہ لگانا اس کی طرف پاؤں کرنا، دوسری کتاب اس پہ رکھنا، فال وغیرہ کا حکم ۲۷۶
متفرقات تلاوت
متفرقات اور اس کے احکام و فوائد ۲۷۷
ساتھ قرأت کے بارے میں جھگڑا مت کرو پہلے لوگ بھی اسی سے ہلاک ہوگئے ۲۷۸
مختلف قرأت میں حضرت اُبی کا تردد اور حضور کا اُن کے سینہ پر ہاتھ مارنا اور پورا قصہ بیان فرمایا ۲۷۸
سبعہ احرف کی توجیہات میں علماء و اصول و قراء و معانی اور صوفیاء کا اختلاف ۲۸۰
قرآن بھلا کر سوال کرنا منع ہے، قیامت میں اسکے منہ پر گوشت نہ ہوگا ۲۸۲
بسم اللہ فصل سورۃ کیلئے اور اسکے دیگر مسائل ۲۸۳
ایک قرأت پاک قرأت سے انکار اس کو مٹائیگا •
قرآن کتابی شکل میں جمع کرنیکا واقعہ اور حضرت ۲۸۴
کاتبین حضرات کے نام پاک ۲۸۵
قرآن کتب جمع ہوا ابو بکر صدیق و عثمان کے وقت میں ۲۸۶
حضرت عثمان کے قرآن جمع کرنیکا واقعہ ۲۸۸
حضرت ابن عباس کا حضرت عثمان سے سورۂ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھنے کے متعلق سوال ۲۸۹
آیات کی ترتیب توقیفی ہے عقلی نہیں ۲۹۰
جمع صدیقی و عثمانی کا فرق ۲۹۱
باب الدعوات کا بیان •
دعا بہترین عبادت بلکہ عبادت کا مغز •
سب نبیوں نے دنیا میں اپنی دعائیں استعمال کرلیں میں نے شفاعت کے لئے محفوظ رکھی ہے ۲۹۲
میری بد دعا کو بھی امت کے حق میں رحمت کر •
بڑا علوم جسم و بیدہ تام سے مانگو سب کچھ مل سکتا ہے ۲۹۳
جائز دعا ضرور قبول ہوتی ہے جب تک جلدی نہ کرے ۲۹۴
دوست کیلئے اسکی عدم موجودگی میں دعا پر فرشتہ آمین کہتا ہے اس کا مثل اسے بھی ملے گا •
دینی بھائی اولاد دوست وغیرہ کے حق میں بد دعا نہ کرو ممکن ہے وقت اجابت ہو •
دعا مانگو میں قبول کرونگا ۲۹۵
دعا عبادت کا مغز ہے •
اللہ کو دعا بہت پیاری ہے ۲۹۶
دعا تقدیر کو ٹال دیتی ہے اچھا سلوک عمر بڑھا دیتا ہے •
دعا کو مضبوطی سے پکڑو •
دعا ہر مصیبت کو دفع کر دیتی ہے اور آفت ٹالتی ہے، اللہ سے فضل مانگو اسکو پسند ہے ۲۹۷
دعا نہ کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے •
جب اللہ دینا چاہتا ہے تو دعا کی توفیق دیتا ہے •
اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو ۲۹۸
بھلائی تقدیر و دعا [illegible] ۲۹۸
غافل دل کی دعا قبول نہیں ۲۹۹
دعا میں ہاتھ کس طرح اٹھائے اور کہاں تک اٹھائے، پھر منہ پر پھیر لے •
اللہ خالی ہاتھ لوٹانے سے حیا فرماتا ہے •
حضور دعا کے بعد ہاتھ منہ پر ضرور پھیرتے تھے ۳۰۰
غائب کی دعا غائب کیلئے بہت جلد قبول ہوتی ہے •
جلدی سے دعا کو کہنا اور دعا کرنا سنت ہے ۳۰۱
دعا بوقت افطار، حاکم عادل و مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی ۳۰۱
اللہ قسم کے ساتھ فرماتا ہے کہ مظلوم کی ضرور مدد کرونگا •
تین دعائیں بلاشبہ مقبول ہیں باپ، مسافر، مظلوم کی ۳۰۲
ہر چھوٹی بڑی حاجت حتیٰ کہ جوتی کا تسمہ اللہ سے مانگو •
حضور دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھاتے تھے •
طریقہ دعا و استغفار، عاجزی و ابتہال و زاری ۳۰۳
اجابت دعا یا ذخیرہ آخرت یا دفع بلا ۳۰۴
پانچ دعائیں بہت مقبول ہوتی ہیں •
باب ذکر اللہ ۳۰۵
ذاکرین کو بوقت ذکر فرشتے رحمت ڈھانپتی ہے •
ان پر سکینہ اترتا ہے اللہ ان کا ذکر کرتا ہے •
جس جگہ ذکر کیا جائے وہ جگہ گواہ ہے ۳۰۶
تفریق دنیا سے دور ذکر اللہ اس کا مونس •
ذاکر زندہ غافل مردہ ۳۰۷
کس کا ذکر حیات ابدی بخشتا ہے •
اللہ کے بندے کے گمان کے نزدیک جیسا گمان کرے وقت یاد بندے کے ساتھ •
بندہ اگر ذکر خفی کرتا ہے تو اللہ بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہے •
اگر بندہ مجلس میں بلند آواز سے اسے یاد کرے تو وہ محفل میں اس کا ذکر کرتا ہے •
نیکی کا بدلہ دس گنا، گناہ ایک کا ایک یا وہ بھی معاف ۳۰۸
جب بندہ نزدیک ہوتا ہے تو اللہ اس سے بہت نزدیک ہو جاتا ہے •
علاوہ شرک سب کچھ بخشا جائے گا •
ولی سے دشمنی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اعلان جنگ فرماتا ہے ۳۰۹
ولی سے عداوت اختلاف ... •

بغیر ادائے فرائض نوافل مقبول نہیں ۳۰۹
کثرت نوافل سے بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے 〃
جب بندہ محبوب ہو جاتا ہے تو اس کے کان
آنکھ ہاتھ پاؤں خشیت ایزدی کیخلاف عمل نہیں کرتے 〃
اللہ اس کے ہر سوال کو پورا کرتا ہے 〃
تاریکی اور نور کی علامت کا فرق ۳۱۰
اللہ مومن کو موت پہنچانے کے لئے اس کی روح قبض کرتا ہے 〃
فرشتے ذاکرین کی مجلسوں کو تلاش کرتے ہیں 〃
محفل ذکر کو فرشتے آسمان اول تک ڈھانپ لیتے ہیں ۳۱۱
باری تعالیٰ کا فرشتوں سے سوال و جواب 〃
اللہ کا فرشتوں کو گواہ بنا کر اعلان بخشش کرنا ۳۱۲
ذکر کرنے والے بھی بخشے جاتے ہیں ۳۱۳
فوائد مہم نفیسہ 〃
دلیل ذکر بالجہر 〃
ذاکرین کے متعلق فرشتے کی عرض و معروض ۳۱۴
ذکر کے طفیل گنہگار کی بخشش 〃
اقرار گناہ خوف خدا میں تقوی سے ہے ۳۱۵
حضور کی صحبت سے علم الیقین نصیب ہوتا ہے 〃
حال ہمیشہ یکساں نہیں رہتا 〃
دوسری فصل ۳۱۶
مسلمانوں کی خیرات و جہاد سے ذکر بہتر ہے ۳۱۷
حدیث قدسی میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں 〃
ذکر اللہ جہاد اکبر ہے 〃
ہر وقت زبان ذکر سے تر ہونی چاہیئے ۳۱۸
ذکر کے حلقے جنت کی کیاریاں ہیں 〃
مجلس بغیر ذکر کے حسرت اور بغیر ذکر کے سونا ذلت ہے 〃
مجلس بغیر ذکر کے مردار گدھا کھانے والوں کی مجلس ہے 〃
کوئی مجلس بغیر ذکر کے موجب حسرت ہے ۳۱۹
علاوہ امر و نہی و ذکر کے ہر گفتگو وبال ہے 〃
دنیوی گفتگو سے دل سخت ہوتا ہے ۳۲۰
زیادہ ہنسنے سے دل سخت ہوتا ہے 〃
سخت دل والا اللہ سے دور ہے مومن کامل
نہ عارف و متقی ہو سکتا ہے 〃
بہترین مال ذاکر زبان شاکر دل اور مومنہ بیوی ہے 〃
عالم بنتا زمین کھا جاتی ہے ۳۲۲
جو شخص عالم دین نہ ہو سکے وہ ہمیشہ ذکر کرے 〃
قیامت کے دن ذاکر کا مرتبہ بہت بلند ہوگا 〃
غازی و شہید سے ذاکر درجہ میں بلند ہے ۳۲۳

شیطان دل کو چمٹتا ہے ذکر سے ہٹ جاتا ہے ۳۲۳
کافر کا دل جیسی کا گھر ہے ۳۲۳
ذکر اللہ وسوسوں کا علاج ہے 〃
ذکر نور و روشنی ہے 〃
غافلین میں ذاکر اللہ اندھیرے گھر میں چراغ کی طرح ہے ۳۲۴
بوقت موت ذاکر جنت و مناظر مشاہدہ کرلیتے ہیں 〃
ذکر کرنا راہ خدا میں جانوں کو تقدیم کرنے کے برابر ثواب رکھتا ہے
ذکر عذاب کو دفع فرماتا ہے 〃
بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر بخشنے سے مردہ 〃
کو عذاب سے رہائی ملتی ہے 〃
ہر وقت ذکر اللہ خدا کے ساتھ ہوتا ہے ۳۲۵
ذاکر کی صحبت خدا کی صحبت ہے 〃
دل کی صیقل و ریگمال اللہ کا ذکر ہے 〃
غازی و شہید بھی ذاکر کے مرتبہ کو نہیں پاتا 〃
باب اسماء اللہ تعالیٰ ۳۲۶
ننانوے نام یاد کرنے والا جنتی ہے 〃
اللہ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے 〃
فصل ثانی دوسری فصل 〃
یہ تمام اللہ کے ننانوے ہی صفت کے ہیں 〃
ننانوے اسمائے الٰہی کے مطالب و معانی ۳۲۷
بے مثل و بے مثال ۳۳۲
اسم اعظم کیا ہے جس کے وسیلے سے جب دعا کی جائے
تو قبول ہوتی ہے ۳۳۳
اسم اعظم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم یا
اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش
العظیم ہے ۳۳۴
اللہ کا جو نام خلوص دل سے لیا جائے وہی اسم
اعظم ہے ۳۳۵
قصہ یونس علیہ السلام، آیت کریمہ اسم اعظم ہے
اور باعث نجات ہے 〃
ہر روز سیپارہ پڑھنے والا ریا کار نہیں ۳۳۶
ذکر بالجہر سنت ہے
لا الہ الا انت احد صمد اسم اعظم ہے
اس کے توسل سے دعا قبول ہے 〃
محدثین و علماء سے محبت بہتر، نفرت لعنت 〃
باب التسبیح و التحمید و التہلیل ۳۳۷
چار کلمے باعث ثواب عظیم ہیں اور اللہ کو پیارے ہیں 〃
سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے سے

گناہ معاف اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر ہوں ۳۳۸
دو کلمے زبان پر ہلکے میزان میں بھاری ،
اللہ کو پیارے ہیں ۳۳۸
سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے ہزار نیکیاں
ثبت اور ہزار گناہ معاف ۳۳۹
سو مرتبہ کلمہ توحید کے منافع و فضائل ۳۴۱
ذکر بالجہر کے فوائد و جواز
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۳۴۲
جنتی خزانوں میں کا ایک خزانہ ہے 〃
خدا کی رحمت و کرم سے ظاہری باطنی بلائیں ٹلتی ہیں ۳۴۳
ہر صبح ایک فرشتہ تسبیح پڑھنے کا اعلان کرتا ہے 〃
لا الہ الا اللہ افضل الذکر ہے ، اور دل
کی جلاء کے لئے اکسیر ہے 〃
دعاؤں میں افضل دعا الحمد ہے الحمد و شکر ۳۴۴
کرنے والے جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے 〃
دعائے موسیٰ کے جواب کلمہ طیبہ دیا گیا ہے
افضل ہے اور سب سے بھاری ۳۴۵
کلمہ طیبہ اور لاحول پڑھنے والے کو جہنم کی آگ
نہیں جلائے گی ۳۴۶
تسبیح و گٹھلیاں شمار کے لئے استعمال کرنا جائز ہے ۳۴۷
وہ کلمے جو تمام مخلوق کی شمار کے برابر ثواب رکھتے
ہیں 〃
جو جانے کے سو بار پڑھے اسے سو غلام آزاد کرنے
اور غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے ۳۴۸
دو کلمے میزان کا پلڑا بھرنے والے ہیں 〃
کلمہ طیبہ براہ راست خدا تک پہنچتا ہے 〃
مخلص کا کلمہ عرش تک پہنچتا ہے ۳۴۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت کو سلام
اور جنت میں باغ لگانے والے کلموں کی تلقین 〃
انگلیوں پر شمار کرنا اور وہ گواہ ہوں گی ۳۵۰
خدا کو یاد نہ کرنے والا اس کی رحمت سے محروم ہے 〃
وظائف کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے اور یہ
روحانی میوے ہیں ۳۵۱
وظائف کے بعد علم و کرم اور فضل و مغفرت
بھی طلب کیجئے 〃
اسم خزاں میں درختوں کی طرح جھاڑ دیتے گناہ
جھاڑ دیتے ہیں
ستر مصیبتوں کو ٹالنے والی دعا ۳۵۲

لاحول ننانوے بیماریوں کا علاج ہے — ٣٥٢
لاحول پڑھنے والے کا اللہ والی وارث ہے — ٣٥٣
تمام مخلوق کی عبادت تسبیح ہے — 〃
باب: توبہ کرنا اور بخشش مانگنا — 〃
توبہ و استغفار کے لغوی معنے — ٣٥٤
توبہ و استغفار کے متعلق زبانِ حضرت علیؓ — 〃
ایمان و یقین کی بہترین شرح — 〃
میں معذرت سو بار توبہ کرتا ہوں اے لوگو تم
بھی توبہ کیا کرو — 〃
اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا، تم بھی آپس میں ظلم
نہ کرو — ٣٥٥
مجھ سے ہدایت مانگنا اور مجھ سے بخشش مانگو
میں دوں گا — 〃
نیکی بدی کا سب سارا ہی فائدہ و نقصان ہے — ٣٥٦
رب کے خزانے بغیر حد ہیں، کوئی کمی نہیں ہوتی — 〃
نیکی پر حمد شکر بدی پر اپنے نفس کو ملامت کرو — ٣٥٧
ننانوے قتل کرنے والے بنی اسرائیل کی حکایت — 〃
بزرگ مقام اور بزرگانِ دین کی طرف منہ کرنے و
متوجہ ہونے سے مغفرت ہوتی ہے اور عبادت ہے — ٣٥٨
اگر تم گناہ بالکل نہ کرو تو تم کو فنا کر دوسری
گناہ کرکے معافی مانگنے والی قوم پیدا کریگا — 〃
دروازہ توبہ بند ہونے سے پہلے جب بھی توبہ کی جائے
اللہ قبول فرماتا ہے — ٣٥٩
پشیمانی ہی توبہ ہے، اجتناب سے توبہ قبولیت ہے — 〃
گنہگار کی حقیقی توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے — ٣٦٠
بار بار گناہ و توبہ کرنے والے کا اللہ اپنی امان
میں لے کر اس کا محافظ ہو جاتا ہے — ٣٦١
اس سید الاستغفار پڑھنے والا جنتی ہے — ٣٦٢
بندہ جب اس گناہ کا تائب ہوتا ہے تو وہ
مستحق عطا ہے — ٣٦٣
شرک کے سوا تمام گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں — 〃
زبان حال جو بھی غفار جانتے ہیں ان کو ضرور
بخشوں گا — ٣٦٤
بوقت فجر استغفار کرنے والے کو تنگی رزق سے
نجات اور رزق کی بے حساب دیگا — 〃

وہ گنہگار بہتر ہے جو توبہ کرے، توبہ سے دل صاف
ہو جاتا ہے — ٣٦٥
گناہ سے دل پر سیاہ داغ، کفر سے زنگ اور
عداوت نبی سے دل لاعلاج ہو جاتا ہے — 〃
شگاف کرم وصیت انبیاء و اولیاء کے فوائد — ٣٦٦
اللہ سے شیشوں میں خاص خاص ہی چمکتے ہیں — 〃
غرغرہ موت سے پہلے تک توبہ قبول ہے، روح
کے پاؤں کی طرف سے قبض ہونے کے فوائد — 〃
شیطان کی کوشش ہر وقت جاری ہے
اللہ سے پناہ مانگنا ہے — ٣٦٧
توبہ کا دروازہ ستر سال کی راہ چوڑا، اور
سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک کھلا رہیگا — 〃
ہجرت و توبہ سورج کے مغرب سے نکلنے تک ہوگی — ٣٦٨
ایک عابد و گنہگار کا قصہ گنہگار جنتی اور عابد
دوزخی — 〃
کافر دنیا کے کفار کی نابالغ اولاد جہنمی نہیں — ٣٦٩
جو گناہ ندامت عجز و انکسار پیدا کرے، وہ تکبر
والی عبادت سے بہتر ہے — 〃
عبد النبی عبد الرسول نام رکھنا جائز ہے — ٣٧٠
بندوں کی نیکی و گناہ سے رب تعالیٰ کا فائدہ
یا نقصان نہیں — ٣٧١
اللہ سے ڈرنے والے کی بخشش لازمی ہے — ٣٧٢
استغفار کے وہ الفاظ جو بدترین گناہوں کی
بخشش کے لئے مفید ہیں — ٣٧٣
اولاد کی دعا و استغفار سے میت کو فائدہ ہوتا ہے — ٣٧٤
مُردے قبر میں پسماندگان کی دعا کے منتظر رہتے
ہیں — 〃
زندوں کی دعا و صدقہ قبر والوں کو مثل پہاڑ
پیش ہوتا ہے — ٣٧٥
خوبی والے وہ ہیں جو کثرت سے استغفار
کرتے ہوں — 〃
چھوٹے گناہ کو بھی حقیر نہ جانو — ٣٧٦
رب بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے — ٣٧٧
روح، نفس، بدن کی بہترین مثال — 〃
حضرت وحشی کا بارگاہ رسالت میں عرض و

معروف کا ایک قصہ — ٣٧٨
شرک بندے اور رب کے درمیان آڑ ہے — ٣٧٩
گناہ سے سچی توبہ کرنے والا بے گناہ کے
مثل ہے — 〃
گناہ پر ندامت بھی توبہ ہے — ٣٨٠
باب: متفرقات استغفار — 〃
لوح محفوظ کے متعلق مختلف روایات رحمت — 〃
غضب پر غالب ہے — 〃
اللہ نے اپنی ایک رحمت سے کل دنیا آبادی
باقی قیامت کے لئے رکھی ہیں — ٣٨١
ایک لفظ و قدم میں جنت و دوزخ ہے — ٣٨٢
ایک گنہگار کی اپنی اولاد کو وصیت جلانے
کا قصہ — 〃
اللہ اپنے بندوں پر شفیق ماں سے زیادہ
مہربان ہے — ٣٨٣
جنت اللہ کے فضل سے ہے عمل سے نہیں — ٣٨٤
ٹھیک رہو، پچھلی رات زیادہ نیکی کرو — 〃
نیکی کے ارادے پر ایک نیکی کرنے کے بعد دس
سے سات سو گنے تک — ٣٨٥
گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر ایک نیکی اور گناہ
کرنے پر ایک گناہ لکھا جاتا ہے — 〃
جو گنہگار اللہ سے خوف کرے وہ جنتی ہے — ٣٨٦
چڑیا کے بچوں کی حکایت — ٣٨٧
عشق سراپا رحمت و جرأت اور شجاعت
ہے — ٣٨٨
ایک عورت کا سرکار کی خدمت میں حاضر ہونا
اس کے سوال پر رونا اور فرمانا، اللہ تعالیٰ
صرف مشرک کو جہنم میں بھیجے گا — ٣٨٩
جو بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا
ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا اعلان
فرماتا ہے — ٣٩٠
آسمان و زمین کے فرشتے دعائیں دیتے ہیں
انسانوں میں اس کی بزرگی کا چرچا ہوتا ہے — 〃
تمام مسلمان جنتی ہیں — ٣٩١
فہرست مضامین — ٣٩٢